اردو زبان کا پہلا مستند ترجمہ

تاریخ الخلفاء

حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر السیوطی
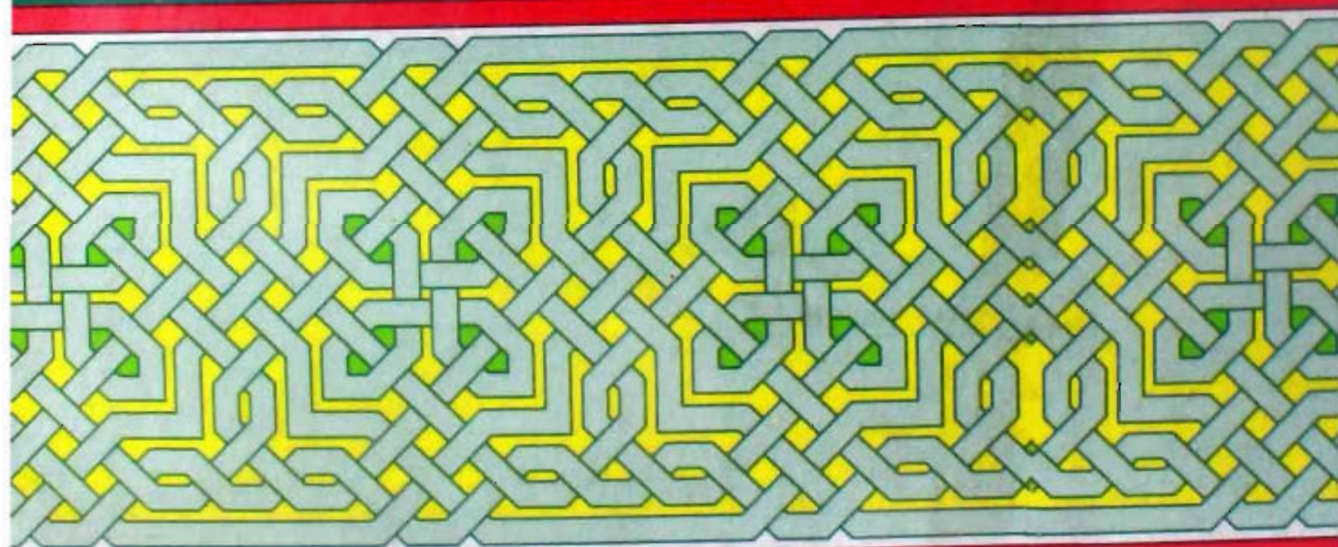
نفیس اکیڈمی
اردو بازار - کراچی

اردو زبان میں کیا جانے والا پہلا مستند ترجمہ

تاریخ الخلفاء

مؤلفہ

الامام الحافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

ترجمہ

اقبال الدین احمد

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آخر ۹۰۳ھ تک تقریباً نو سو سال کی مختصر مگر نہایت مکمل تاریخ جسے دسویں صدی ہجری کے سب سے بڑے مصنف امام سیوطی نے عربی میں لکھا اور امام سیوطی کے عہد سے اب تک تمام دنیا کے عربی مدارس میں مقبول و معروف رہی ہے

ناشر

نفیس اکیڈیمی

اردو بازار، کراچی۔ پاکستان

فہرست مضامین تاریخ الخلفاء

نظرِ اوّلین!

از: محمد اقبال سلیم گاھندری

تفسیر اتقان اور در منثور کے نامور مصنف امام سیوطی غالباً عربی زبان کے سب سے کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ تقریباً ہر اس علم و فن پر جو دسویں صدی ہجری کے اوائل میں مشہور و متعارف علم و فن تھا، امام سیوطی کی کوئی نہ کوئی تصنیف ضرور موجود ہے۔ اور خوش قسمتی یہ ہے کہ اہلِ علم کے درمیان ان کی ضخیم تصانیف کے ساتھ ان کے چھوٹے چھوٹے رسالے بھی اپنے زمانۂ تصنیف ہی سے معروف و مقبول رہے ہیں۔

یہ کتاب جو تاریخ الخلفاء کے نام سے مشہور ہے درسِ نظامیہ میں اب تک شامل اور زیرِ درس ہے اگرچہ ایک مختصر کتاب ہے لیکن اتنی مکمل ہے کہ مشکل ہی سے کوئی قابلِ ذکر واقعہ ایسا ہو جسے اس چھوٹی سی تاریخ میں جگہ نہ مل گئی ہو، اور یہی جامعیت اس کتاب کی مقبولیت کا اصلی راز ہے۔

امام سیوطی ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ انھوں نے اس کثرت کے ساتھ تصانیف چھوڑی ہیں کہ شاید کسی زبان کا کوئی ایک مصنف کثرتِ تصنیفات میں ان کا مدمقابل نہ قرار دیا جا سکے۔ ان کی یہ مختصر سی کتاب تاریخ الخلفاء نہ صرف خلفائے راشدین، خلفائے بنی امیہ (دمشق) خلفائے بنی امیہ (اندلس) خلفائے عباسیہ (بغداد اور قاہرہ) کے احوال پر مشتمل ہے بلکہ عبیدی خلفائے افریقہ اور فاطمی خلفائے مصر کی تاریخ بھی اس کتاب میں موجود ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ زمانہ کے اہم حوادث و واقعات اور تمدنی حالات کا بھی ایک بہت بڑا حصہ اس چھوٹی سی کتاب میں بیان کر

دیا گیا ہے۔

نفیس اکیڈمی نے جس اہتمام کے ساتھ علمی اور اہم ترین تاریخی کتابیں شائع کی ہیں، اس کا اندازہ آپ ہماری فہرست مطبوعات پر ایک نظر ڈال کر ہی لگا سکتے ہیں، ہر کتاب اپنی جگہ پر شاندار علمی تسبیح کا ایک دانہ ہے جس کے بغیر ساری تسبیح ناقص نظر آئے گی، اس سلسلہ میں ضرورت محسوس کی گئی کہ امام سیوطی کی اس شہرۂ آفاق اور معروف ومتداول عربی کتاب کا سلیس اردو ترجمہ بھی شایع کر دیا جائے تاکہ اہلِ علم حضرات اس سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکیں۔ فاضل مترجم جناب اقبال الدین احمد صاحب نے نہایت جانفشانی سے سلیس ونفیس ترجمہ تیار کیا۔ اور اب ہماری دوسری کتابوں کی طرح اعلیٰ درجہ کتابت، طباعت، جلدسازی اور گردوپوش سے مزیّن ہو کر یہ بیش بہا کتاب ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔ فالحمد للہ، ہم دعا کرتے ہیں کہ اسے حسنِ قبول بارگاہِ ایزدی سے عطا ہو اور یہ ہر طرح مفید وکارآمد ثابت ہو،

آمین ثم آمین!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اطاعت گذار بندوں کو ثواب دینے اور مجرمین کو عذاب دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اکثر گناہ معاف کرتا ہے۔ درود و سلام ہو رسول اکرمؐ پر جو شرفاء کے سردار اور خلفاء کرام کے سواد اعظم ہیں اور آپ کے تمام آل و اصحاب پر جو صاحبانِ جُود و کرم ہیں۔

میں نے اس تاریخ لطیف میں خلفاء اور امراء مسلمین کے حالات بیان کیے ہیں جنھوں نے امت کی تنظیم کی ہے۔ اس کتاب میں حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد بابرکت سے اپنے زمانہ تک کے حالات اور عجیب و غریب واقعات بہ ترتیب زمانہ تحریر کیے گئے ہیں اور ہر عہد خلافت کے ائمۂ مذہب و علمائے دین کے کوائف بھی قلمبند کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کی تالیف کے اسباب معلوم کرنے کا صاحبانِ علم و عرفان کو شوق دامنگیر ہے۔ اکثر حضرات نے اس مضمون پر تفصیلی کتابیں تالیف کی ہیں اور چونکہ وہ ضخیم ہیں اس لیے ان کے مطالعہ سے عوام محروم ہیں اور یہ امر دقّت طلب بھی ہے کہ بڑی بڑی کتب کا مطالعہ صرف ایک ہی مضمون پر کیا جائے۔

اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ ہر قسم کے لوگوں پر علیحدہ علیحدہ کتابیں تالیف کروں جو سود مند ہوں اور مطالعہ کنندگان اس سے برابر کے مستفید ہو سکیں۔ قبل ازیں حالاتِ انبیاء لکھی، کوائف صحابہ میں علامہ ابن حجر کی مشہور کتابِ اصابہ کا خلاصہ کیا اور حسبِ ذیل کتب بھی تالیف کی ہیں

حالات مفسرین اور ان کے درجے، سوانح حافظین حدیث، خلاصہ از طبقات ذہبی۔ حالات نحویین اور ادباء (یہ اپنے موضوع کی اولین کتاب ہے جس پر آج تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا)۔ طبقات علم اصول، طبقات اولیاء۔ فرائض و حصص ورثاء۔ حقائق علم بیان۔ صاحبانِ انشاء، خطّاط، مشہور شعرائے عرب جن کا کلام عربی ادب میں بطور سند تسلیم کیا جاتا ہے اور جس میں حالاتِ اعیانِ امت جمع ہو گئے ہیں۔ جس طرح فقہاء کے متعلق اکثر لوگوں کی کافی کتابیں موجود ہیں اسی طرح اہلِ قرارت کی بابت میری طبقاتِ ذہبی ایک مکمل کتاب بہت کافی ہے۔ قاضیوں کی بابت بھی ایک کتاب تحریر کر چکا ہوں، ان حالات و کوائف کے پیش نظر صرف خلفاء و سلاطین کے حالات لکھنا باقی رہ گئے تھے جن کے کوائف معلوم کرنے کے لیے اکثر لوگ

مشتاق ہیں، چنانچہ حالاتِ خلفاء کی وضاحت کے لیے یہ کتاب حوالۂ قرطاس کر رہا ہوں اور ان خلفاء میں کوئی ایسا نہیں جس نے فتنہ انگیزی اور فساد کے لیے دعوائے خلافت کیا ہو۔ اور خلافت سے محروم رہا ہو۔ جیسے اکثر علوی یا کچھ عباسی خلفاء

عبیدیوں کی خلافت

خلفائے عبیدیین کا تذکرہ میں نے اس کتاب میں اس لیے نہیں کیا کہ ان کی امامت ہی چند وجوہ سے صحیح نہ تھی، ایک یہ کہ وہ قرشی نہ تھے صرف عام جاہل انھیں فاطمین کے نام سے پکارتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ عبیدیین کے دادا مجوسی تھے۔ قاضی عبدالجبار بصری کا بیان ہے کہ مصری خلفاء کے دادا کا نام سعید تھا جن کے والد یہودی تھے جو ذات کے اعتبار سے لوہار اور پیشہ کے لحاظ سے تیر بنایا کرتے تھے۔

فاطمیوں کی امامت

قاضی ابوبکر باقلانی کا بیان ہے کہ عبیداللہ المہدی کے دادا کا نام قداح تھا۔ جو مجوسی تھا۔ عبیداللہ المہدی مغرب میں داخل ہو کر علوی ہونے کا دعویدار بن بیٹھا تھا، لیکن کسی عالمِ نسب نے اس کا دعویٰ صحیح تسلیم نہ کیا۔ البتہ جاہل عوام اسے فاطمی کہتے تھے۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ اکثر علماء نے خلفائے مصر کے مورث اول عبداللہ المہدی کے نسب کو صحیح تسلیم نہیں کیا ہے۔ یہاں تک کہ عزیز باللہ بن المعز نے اپنے اوائل حکومت میں ایک جمعہ کو برسر منبر ایک کاغذ پہ چند شعر لکھے پائے جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

> "ہم نے سنا ہے کہ جامع مسجد میں برسرِ منبر ایک غیر صحیح النسب شخص خطبہ پڑھتا ہے۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اپنی ساتویں پشت کے دادا کا نام بتاؤ اور ہماری صداقت بیانی کی تردید میں صداقت کے ساتھ اپنا نسب نامہ پیش کرو۔ ورنہ اپنے جعلی نسب کو ترک کر کے ہمارے وسیع نسب میں شامل ہو جاؤ۔ بنی ہاشم کا نسب نہایت واضح ہے، جس میں کوئی دراز دستی نہیں کر سکتا۔"

اسی عزیز باللہ بن المعز نے اموی خلیفہ سلطان اندلس کے نام ایک ہجونامہ روانہ کیا جس میں گالیوں کی بھرمار تھی۔ چنانچہ اس اموی خلیفہ نے جواب میں لکھا، چونکہ تم ہمارا نسب جانتے ہو اس لیے تم نے ہماری ہجو کی ہے۔ اگر ہم بھی تمہارے نسب نامہ سے واقفیت رکھتے تو ویسا ہی جواب دیتے۔ اس جواب سے عزیز باللہ چراغ پا ہو گیا اور لاجواب بن کر خاموش ہو گیا۔ علامہ ذہبی کا بیان ہے، محققین اس امر پر متفق ہیں کہ عبیداللہ المہدی کا علوی خاندان سے کوئی تعلق نہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ المعز کا خاندان قوت و شوکت ہے، ابن طباطبا علوی نے عبیداللہ المہدی سے اس کا نسب دریافت کیا تو اپنی تلوار نیام سے

آدھی نکال کر کہا یہ میرا نسب ہے، پھر امرا و حاضرینِ دربار پر اشرفیاں لٹاتے ہوئے کہا یہ میرا حسب ہے۔
اکثر عبیدیین زندیق اور خارج از اسلام تھے، بعض نے انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سب و شتم کیا، بعض نے شراب کو مباح قرار دیا۔ بعض نے خود کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ان میں جو بہترین بادشاہ ہوا ہے وہ خبیث پکا رافضی تھا۔ جس نے صحابہ کرام پر لعن طعن کرنے کے عام احکام جاری کیے تھے۔ غرضکہ ایسے لوگوں کی بیعت صحیح اور نہ امامت۔ قاضی ابوبکر باقلانی کا بیان ہے کہ عبید اللہ المہدی فرقہ باطنیہ سے تعلق رکھتا تھا اور پکا خبیث تھا۔ وہ ہر لمحہ ملت اسلامیہ کے زوال کا خواہشمند اور علماء فقہاء کے خاتمہ کا کوشاں رہا تاکہ ان کے بعد مخلوقِ خدا کو فریب دیتا رہے۔ اور حکومت کرتا رہے، اس کی اولاد بھی اسی کے نقشِ قدم پر رہی جنھوں نے عورتیں اور شرابیں مباح کر دیں اور یہ سب مل کر شیعہ مذہب کی ترویج کرتے رہے۔
علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ قائم بن المہدی اپنے باپ سے بھی زیادہ شر پسند، زندیق و ملعون تھا۔ جس نے انبیاء کرام کو علی الاعلان گالیاں دلانے کا انتظام کیا تھا اور عبیدیوں کا دورِ حکومت تاتاریوں سے زیادہ ملتِ اسلامیہ کے لیے خراب رہا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت

ابوالحسن قابسی کا بیان ہے عبید اللہ اور اس کی اولاد نے چار ہزار عالموں اور پرہیزگاروں کو اس لیے قتل کر دیا کہ وہ صحابہ کرام سے محبت کرتے تھے، ان بزرگوں نے محبتِ صحابہ سے روگردانی نہ کی اور مرنا قبول کیا، کاش عبید اللہ رافضی ہوتا لیکن وہ تو پکا زندیق تھا۔ قاضی عیاض کا بیان ہے ابو محمد القیروانی کیتوانی مشہور عالم مذہب مالکیہ سے کسی نے پوچھا کہ خلفائے مصر بنو عبید اگر کسی کو اپنے عقائد قبول کرنے کے لیے مجبور کرے تو ان کا عقیدہ قبول کیا جائے یا موت پسند کی جائے۔ جس کا انھوں نے جواب دیا کہ عقیدہ قبول کرنے کے بجائے قتل ہو جانا منظور کر لے۔ اور جسے بنو عبید کے عقائد معلوم نہ ہوں وہ ان کے ملک میں آ سکتا ہے اور جس کو ان کے عقائد معلوم ہو جائیں تو اس پر لازم ہے کہ ان کے ملک سے راہِ فرار اختیار کرے۔ اور سکونت کے بعد خوف عذر ناقابلِ معافی ہے۔ نیز جہاں احکامِ شریعت بالائے طاق رکھ دیے جائیں وہاں سکونت جائز نہیں ہے بعض علماء نے حکامانِ بنو عبید کے ممالک میں اس لیے قیام کیا تھا کہ وہ ان کو راہِ راست پر لائیں گے اور دیگر مسلمانوں کو نجات دلائیں گے لیکن وہ بھی عبیدیوں کے فریب میں آ گئے۔ یوسف امر عینی کا بیان ہے کہ تمام علمائے قیروانی کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بنو عبید کی حالت مرتدوں اور زندیقوں جیسی ہے کیونکہ یہ لوگ شریعت کے خلاف مظاہرے کرتے ہیں، ابن خلکان کا بیان ہے کہ بنو عبید علمِ غیب کے مدعی ہیں اور انکی یہ باتیں سب پر الم نشرح ہیں، عزیز باللہ بن المعز نے ایک دن بر سرِ منبر ایک پرزہ دیکھا جس پر یہ شعر

لکھے تھے (ترجمہ) تمہارے ظلم و ستم کے باعث ہم تم سے راضی ہو گئے ہیں لیکن کفر و ارتداد و حماقت کو پسند نہیں کرتے اور اگر تمہیں علم غیب ہے تو بتاؤ کہ یہ اشعار اس پرزہ پر کس نے لکھے ہیں؟

ایک عورت نے عبید کے نام ایک خط لکھا جس میں یہ قصہ بھی لکھا کہ تمہیں اس ذات کی قسم جس نے یہود کو میشا کے ذریعہ اور عیسائیوں کو ابن نسطور کے وسیلہ سے عزت دی ہے اور تیری وجہ سے مسلمان ذلیل و خوار ہیں، تم میرے معاملہ میں دلچسپی کیوں نہیں لیتے؟ واقعہ یہ ہے کہ میشا یہودی شام کا اور ابن نسطور عیسائی مصر کا گورنر تھا۔ عبیدیوں کی خلافت صحیح نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ جب عبیدیوں نے بیعتِ خلافت لینا شروع کی تو اس وقت ایک عباسی خلیفہ موجود تھا لوگ جس کی بیعت کر چکے تھے۔ اور وقتِ واحد میں دو اماموں کا بیعت لینا درست نہیں ہے۔ حالانکہ بیعتِ خلافت اسی کو درست ہے جس نے پہلے بیعتِ خلافت لی ہو۔ نیز عبیدیوں کی خلافت غیر صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ حدیث شریف بھی ہے کہ خلافت جب بنو عباس تک پہنچ جائے گی تو عیسیٰؑ کے نزول اور امام مہدی کے ظہور تک انھیں میں رہے گی۔" اس حدیث سے ثابت ہے کہ بنو عباس کی موجودگی میں خلافت کا دعویدار اسلام سے خارج اور باغی ہے۔ ان وجوہ کے پیش نظر میں نے کسی عبیدی یا خارجی کا اس کتاب میں تذکرہ نہیں کیا بلکہ ان خلفاء کے حالات قلمبند کیے ہیں جن کی صحتِ خلافت، بیعت اور امامت پر امت کا اتفاق ہے۔ کتاب کے آغاز میں میں نے چند ابواب لکھے ہیں جن میں عظیم الشان فوائد مضمر ہیں اور میں نے جتنے عجیب و غریب واقعات قلمبند کیے ہیں، ان کا ماخذ و اقتباس تاریخ حافظ ذہبی ہے۔ باقی اللہ ہی پر بھروسہ ہے اور وہی کارساز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا

اپنا خلیفہ نامزد نہ کرنے کی مصلحت

بزاز نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ ہم سے عبداللہ بن وضاح کوفی نے یحییٰ بن یمانی کے ذریعہ اسرائیل و ابو یقظان و ابووائل و حذیفہ کی زبانی بیان کیا ہے، لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ! ہمارے لیے آپ اپنا خلیفہ نامزد کیوں نہیں فرماتے؟ ارشاد عالی ہوا کہ اگر میں اپنا خلیفہ مقرر کردوں اور تم اس کے احکام سے سرکشی کروگے تو تم پر عذابِ الٰہی مسلط ہو جائے گا (حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ ابو یقظان راوی ضعیف ہے) امام بخاری و امام مسلم نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب نیزہ مارا گیا تو بعض صحابہؓ نے کہا:۔ امیر المومنینؓ! آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیجیے، اس پر جواب دیا سب سے بہترین شخصیت حضرت ابوبکرؓ نے مجھے جانشین نامزد فرمایا لیکن میں تم کو ویسے ہی چھوڑے جا رہا ہوں جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو رسول اللہؐ چھوڑ گئے۔۔۔۔ احمد و بیہقی نے دلائل نبوت میں بتوسط حسن و عمرو بن سفیان تحریر کیا ہے، کہ جنگ جمل میں حضرت علیؓ نے دورانِ خطبہ میں فرمایا، لوگو! رسول اللہؐ نے امیر قوم بنانے کے لیے ہم لوگوں سے کوئی عہد و اقرار نہیں لیا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو باتفاق رائے ہم نے خلیفہ مقرر کیا اور وہ بہ عمدگی امورِ خلافت انجام دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کی رائے کے موافق حضرت عمرؓ کو خلیفہ منتخب کیا، جنھوں نے بھی باحسن الوجوہ امورِ خلافت انجام دیے، اسلامی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں جاں گسل کوشش فرمائی۔ لوگوں نے طلبِ دنیا کی سعی کی جس پر قضائے الٰہی جاری ہوگئی۔ حاکم نے مستدرک میں، اور بیہقی نے دلائل میں ابووائل کی زبانی اس واقعہ کی تائید کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا آپ بھی اپنا جانشین نامزد فرما دیجیے۔ تو حضرت علیؓ نے جواباً فرمایا جبکہ رسول اللہؐ نے کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا، تو میں اپنا جانشین کس طرح بنا سکتا ہوں؟ لیکن اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی بھلائی مقصود ہے اور وہ میرے بعد کسی اچھے آدمی کو اسی طرح اپنا امیر مقرر کریں گے جس طرح رسول اللہؐ کے بعد لوگوں نے بہترین شخصیت کو خلیفہ منتخب کر لیا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ شیعوں میں باطل پرست تخیل یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ مقرر کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ بیہقی نے دلائل میں ہذیل بن شرجیل کا یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ اگر حضرت علیؓ کو خلیفہ مقرر کرنے کا حکم صادر فرماتے تو حضرت صدیق اکبرؓ آپؐ کے حکم گرامی کی لازماً تعمیل کرتے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں فرمایا۔ ابن سعد نے حسن کے ذریعہ بیان کیا کہ رسول اللہؐ کی رحلت پر حضرت علیؓ نے فرمایا ہم غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں، کہ رسول اکرمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو پیشِ نماز بنایا اور چونکہ رسول اللہؐ نے ان کو ہمارے دین کے لیے منتخب فرمایا اس لیے ہم ان کے دنیاوی امام منتخب ہونے پر راضی ہیں، اور ابوبکرؓ کو ہم نے بھی پہلا خلیفہ تسلیم کیا ہے۔

خلافتِ ثلاثہ

امام بخاریؒ نے ابن جمہان وسفینہ کے ذریعہ اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا" میرے بعد ابوبکرؓ، عمرؓ وعثمانؓ خلیفہ ہوں گے۔ نیز امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ ابن جمہان کے اس قول کے عوام پیرو نہیں۔ کیونکہ حضرات عمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ کا قول ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں فرمایا۔ علاوہ ازیں ابن حبان نے حدیث مذکورہ بتوسط ابویعلیٰ ویحییٰ حمانی و حشرج وسعد بن جمہان اور سفینہ اس طرح بیان کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے بنیاد مسجد میں دستِ مبارک سے پہلا پتھر رکھ کر حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، تم ایک پتھر میرے پتھر کے برابر رکھو، پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا، تم ایک پتھر حضرت ابوبکرؓ کے پتھر کے برابر رکھو۔ پھر حضرت عثمانؓ سے ارشاد ہوا، تم ایک پتھر حضرت عمرؓ کے پتھر کے برابر رکھو۔ اس کے بعد ارشاد عالی ہوا، یہی اشخاص میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے حدیث مذکورہ کے اسناد میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے اپنی مستدرک میں تحریر کیا اور بیہقی وغیرہ نے بھی اس کو دلائل میں درج کیا ہے۔ میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ حدیث مذکورہ بالا اور اقوال حضرت عمرؓ وعلیؓ میں کوئی منافرت وٹکراؤ نہیں، کیونکہ رسول اکرمؐ نے اپنی رحلت کے وقت کسی کو خلیفہ نامزد کرنے کا کوئی صریح حکم صادر نہیں فرمایا۔ حاکم نے بتوسط عرباض بن ساریہ لکھا ہے۔ رسول اکرمؐ نے قبل از رحلت یہ اشارے فرمائے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ہے لوگو! میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طور طریقے پر گامزن رہنا، علاوہ ازیں رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے، میرے بعد ابوبکرؓ وعمرؓ کی پیروی کرنا۔ اس کے سوائے اور بھی احادیث ہیں جن سے قیامِ خلافت کا ثبوت ملتا ہے۔

خلافت و امامت قریش ہی کے لیے ہے

ابو داؤد طیالسی نے اپنی مسند میں سکین بن عبدالعزیز، سیار بن سلامہ اور ابو برزہ کی زبانی تحریر کیا ہے رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا امامت قریشیوں ہی کو سزاوار ہے۔ کیونکہ یہ حکومت میں عدل و انصاف سے کام لیتے، وعدہ ایفائی کرتے اور طلبِ رحم کے وقت مہربانیاں کرتے ہیں[1]۔ یہ حدیث امام احمد، ابو یعلیٰ اور طبرانی نے بھی اپنی مسند میں تحریر کی ہے۔ امام ترمذی نے بحوالۂ احمد بن منیع، زید بن حباب، معاویہ ابن صالح، ابو مریم انصاری، ابو ہریرہؓ، تحریر کیا کہ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے، مملکت قریش کے لیے، اور عدل و انصاف انصار کے واسطے اور اذان حبشہ والوں ہی کے لیے ہے۔ اس حدیث کی تمام اسناد صحیح ہیں۔ امام احمد نے اپنی مسند میں حاکم بن نافع، اسمٰعیل بن عیاش، ضمضم بن زرعہ، شریح، کثیر بن مرہ ابن عتبہ بن عبداللہ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا مستحقِ خلافت قریشی ہیں، اجرائے احکام و قضاۃ انصار کے لیے اور دعوتِ اسلامی حبشہ والوں کا حق ہے۔ اس حدیث کے سب راوی قابلِ اعتبار ہیں، بزاز نے ابراہیم بن ہانی، فیض بن فضل، مسعر، سلمہ بن کہیل، ابو صادق، ربیعہ بن ماجد، علیؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا، امراء و خلفاء قریشی ہوں گے، لیکن نیک نیکوں کے، اور بد بُروں کے حاکم ہوں گے۔

اسلام میں مُدّتِ خلافت

امام احمد نے حماد بن سلمہ، سعید بن جمہان اور سفینہ کی زبانی لکھا ہے کہ ہم نے رسول اکرمؐ کو ارشاد فرماتے سنا ہے "تیس سال تک خلافت رہے گی اور اس کے بعد ملوکیت ہوگی" تمام اصحابِ سنن نے یہ حدیث لکھی ہے اور ابن حبان وغیرہ اس کو صحیح کہتے ہیں، جمہور علماء کا بیان ہے کہ چاروں خلفاء اور امام حسنؓ کے زمانہ تک کی مدت یہی تیس سال ہیں، بزانہ نے محمد بن سکین، یحییٰ بن حسان، یحییٰ ابن حمزہ، مکحول، ابو ثعلبہ اور ابو عبیدہ بن جراح کے ذریعہ رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے کہ "اسلام کا آغاز نبوت و رحمت سے ہوا۔ پھر خلافت و رحمت ہوگی، پھر ملوکیت و ستم رانی کا دور دورہ ہوگا"۔ یہ حدیث حسن ہے۔

---

[1] یہ حدیث ثبوت ہے کہ قریشی ہی خلافت کے حقیقی مستحق ہیں، کیونکہ ان میں انصاف پروری، وفاداری اور مہربانیوں کا جذبہ کامل موجود ہے۔

بارہ خلفاء عبداللہ بن احمد نے رسول اللہ ؐ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے "قریش میں بارہ خلیفے ہونے تک اسلام ہمیشہ غالب و فتح مند رہے گا" یہ حدیث شیخین نے بھی لکھی ہے۔ نیز مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہے جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ امام احمد کے الفاظ حدیث یہ ہیں "یہ امر صالح ہمیشہ جاری رہے گا یہ امر نافذ رہے گا"۔ امام مسلم کے الفاظ یہ ہیں" لوگوں میں یہ حکم اس وقت تک رہے گا جب تک کہ بارہ خلفاء نہ ہو جائیں"۔ بارہ خلفاء کے ہونے تک اسلام دل پسند و سربلند رہے گا"۔ بزاز کے الفاظ حدیث یہ ہیں" بارہ قریشی خلفاء ہونے تک میری امت مستحکم رہے گی"۔ ابوداؤد نے باضافہ یہ لکھا ہے کہ رسول اکرم ؐ جب اپنے در دولت پر تشریف لے گئے تو وہاں قریش نے آکر دریافت کیا یا رسول اللہ! بارہ خلفاء کے بعد پھر کیا ہوگا؟ ارشاد گرامی ہوا ان کے بعد فتنہ و فساد اور قتل و خونریزی ہوگی۔ ایک روایت یہ ہے کہ رسول اکرم ؐ نے فرمایا باجماع امت بارہ خلفاء ہونے تک دین اسلام یونہی مستحکم رہے گا"۔ احمد و بزار نے حسن سند کے ذریعہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود ؓ کی دریافت پر رسول اکرم ؐ نے فرمایا "بنو اسرائیل کے بارہ نقباء کی مانند ملت اسلامیہ میں بھی بارہ خلفاء رہیں گے۔ قاضی عیاض کا بیان ہے بارہ خلفاء کی حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان خلفاء کی مدت خلافت میں قوت اسلامیہ مستحکم رہے گی اور ہر ایک کی خلافت کی قرارداد پر اجماع امت ہوگا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان بارہ خلفاء کے زمانہ میں سکون و اطمینان رہا، اور ان کے بعد عہد خلافت بنو امیہ میں ولید بن یزید کے زمانہ سے اضطراب و بے چینیوں کا آغاز ہوا اور فتنہ و فساد کی آگ عہد دولت عباسیہ کے آغاز قیام تک سلگتی رہی اور عہد عباسی کے آغاز پہ بنو امیہ کا استیصال ہوگیا۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے متعلق قاضی عیاض نے بڑی عمدہ تشریح کی ہے۔ اور بعض صحیح احادیث ان کی تشریح کی تائید کرتی ہیں جن پر اجماع امت بھی ہے اور اجماع امت کی وضاحت یہ ہے کہ تمام نے بارہ خلفاء کی فرداً فرداً بیعت کی، جیسا کہ حضرات ابوبکر ؓ، عمر ؓ، عثمان ؓ، علی ؓ کے عہد میں بالاتفاق بیعت کی جاتی رہی، یہاں تک کہ جنگ صفین کا سانحہ درپیش ہوا[۱]۔ پھر حضرت امام حسن ؓ سے فسخ بیعت کر کے امیر معاویہ کی اسی دن لوگوں نے بیعت کی اور امیر معاویہ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد ان کے بیٹے کی خلافت پر متفقہ اجماع کیا گیا اور حضرت امام حسین ؓ کو خلیفہ بنانے کے لیے لوگوں کا متفقہ اجماع نہیں ہوا۔ بلکہ یزید کی خلافت پر اجماع سے پہلے ہی حضرت امام حسین ؓ کو شہید کر دیا گیا۔ یزید کی وفات کے بعد پھر اختلافات رونما ہوئے، یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر کے قتل کے بعد عبدالملک بن مروان کو اجماعی طور پر خلیفہ بنایا گیا، پھر اس کے چاروں بیٹوں ولید، سلیمان، یزید اور ہشام کو

---

[۱] یکم صفر ۳۷ھ کو وادی فرات کے کنارے شامی فوجوں اور حضرت علی ؓ کے درمیان عظیم جنگ صفین کا آغاز ہوا۔

فرداً فرداً باتفاق آراء خلیفہ بنایا گیا۔ واضح باد کہ سلیمان اور یزید بن عبد الملک کے عہد خلافت کے درمیان چندے عمر بن عبد العزیز بھی خلیفہ رہے، خلفاء راشدین کے بعد مندرجہ بالا سات خلیفہ ہوئے۔ اور ان کے بعد بارھواں خلیفہ ولید بن یزید بن عبد الملک با جماع امت خلیفۂ وقت مقرر ہوا کیونکہ اس کے چچا ہشام کی وفات پر باتفاق آراء لوگوں نے اسی کو خلیفہ منتخب کیا تھا لیکن اس کی خلافت کے چار سال بعد لوگ اس سے منحرف ہو گئے۔ اس کو قتل کر کے فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا، ولید بن یزید بن عبد الملک کو قتل کرنے کے بعد زمانہ نے ایسا پلٹا کھایا کہ پھر کسی کی خلافت پر اجماع و اتفاق نہ ہو سکا۔ اجماع ملت نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یزید بن ولید اپنے چچا زاد بھائی ولید بن یزید کے مقابلہ میں کھڑا ہوا لیکن اس کی عمر نے دفا نہ کی بلکہ اس کی مملکت پر اس کے والد کے چچا زاد بھائی مروان بن محمد مروان نے لوٹ مار کر کے قبضہ کر لیا۔ یزید بن ولید کے انتقال پر اس کا بھائی ابراہیم تختِ حکومت پر آیا ہی تھا کہ اس کو بھی مروان نے قتل کرا دیا، اس کے بعد مروان کی حکومت پر قبضہ کر کے بنو عباس نے مروان کو بھی موت کے گھاٹ اتارا۔ بنو عباس میں پہلا خلیفہ سفاح بھی کچھ زیادہ عرصہ تک تختِ سلطنت پر قائم نہ رہا تھا کہ ملک میں فتنہ و فساد عام ہو گیا اور اس کے بھائی منصور نے حکومت سنبھالی، اس کے طویل عہد حکومت میں مروانیوں کے اندلس (اسپین) میں قبضہ کی وجہ سے بنو عباس کے ہاتھوں سے مغرب اقصیٰ کے شہر نکل گئے اور مروانیوں نے اپنی طویل عہد حکومت کے باعث خود کو خلیفہ کہلوانا شروع کر دیا۔ امور خلافت کا نفاذ نہ تھا البتہ صرف خلافت کا نام باقی رہا۔ حالانکہ عبد الملک بن مروان کی اولاد کے زمانہ میں روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک خلیفہ کا نام خطبہ میں لیا جاتا تھا اور مسلمانوں کا ہر جانب تسلط تھا۔ خلیفہ کے حکم کے بغیر کسی شہر میں کوئی از خود گورنر نہیں بن سکتا تھا لیکن افراتفری کی حالت یہاں تک پہنچی کہ پانچویں صدی میں صرف اندلس کے اندر چھ اشخاص خود کو خلیفہ کہلوانے لگے، اس کے علاوہ مصر میں عبیدی، بغداد میں عباسی اور دوسرے خطوں میں علوی اور خوارج خود کو خلیفہ کہلوا رہے تھے۔

بارہ خلفاء کی وضاحت

رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ "بارہ خلفاء کے بعد پھر فتنہ و فساد ہوگا" اس کی صاف تشریح یہ ہے کہ بارہ خلفاء کے بعد ملک میں فتنہ و فساد اور قتل و خونریزی کا بازار خوب گرم رہا۔ اور مزید ناحق خونریزی ہوتی رہی۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ بارہ خلیفہ آغازِ اسلام سے قیامت تک کے درمیان ہوں گے اور حق پر قائم رہیں گے اور یہ ضروری نہیں، کہ ان کا زمانہ باہم مسلسل ہو۔ ان لوگوں کے اس بیان کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو مسدد نے اپنی مسند کبیر

ہیں تحریر کیا ہے۔ دین حق پر چلنے والے ہدایت کے عملدار بارہ خلفاء کے ہونے تک جن میں اہل بیت کے بھی دو افراد شامل ہیں جب تک خلافت نہ کرلیں گے اس وقت تک اُمتِ مسلمہ ہلاک و برباد نہ ہوگی۔ اور سرور عالم کا یہ ارشاد کہ "اس کے بعد پھر فتنہ و فساد ظہور پذیر ہوگا" اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ فتنہ و فساد کا زمانہ خروجِ دجال سے لے کر قیامت تک کا زمانہ ہوگا۔ لیکن میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ رسول اکرمؐ نے جن بارہ خلفاء کی بابت ارشاد فرمایا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں۔ چاروں خلفائے راشدین، امام حسن، حضرت معاویہ، ابن زبیر، عمر بن عبدالعزیز۔ یہ آٹھ ہوئے، انھی خلفاء میں المہتدی کو بھی شامل کرنا چاہیئے کیونکہ عہد عباسی میں یہ ویسے ہی انصاف شعار و عادل ہوئے جیسے بنوامیہ میں عمر بن عبدالعزیز گذرے ہیں۔ دسواں خلیفہ الطاہر کو شمار کیا جائے اس لیے کہ یہ عدل و انصاف کا پیکر تھا ان دس کے بعد دو خلفائے منتظر باقی رہے، جن میں سے ایک امام مہدی ہوں گے جو اہلِ بیت میں سے ہوں گے۔

خلافتِ بنوامیہ سے ڈرانے والی احادیث

ترمذی کا بیان ہے کہ جب امام حسنؓ نے معاویہؓ کی بیعت کر لی تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر امام حسنؓ سے کہا، آپ نے امیر المؤمنین معاویہ کی بیعت کر کے مسلمانوں کو رُو سیاہ کر دیا جس پر امام حسنؓ نے جواب دیا اللہ تم پر رحم کرے، ہونے والے امر پر مجھے سرزنش نہ کرو، کیونکہ رسول اکرمؐ نے خواب میں بنوامیہ کو برسر منبر دیکھا جو آپ کو ناگوار ہوا۔ اندریں اثناء آپ پر سورۂ کوثر اور سورۂ قدر نازل ہوئی اور وحی آئی یا رسول اللہؐ! آپ کے بعد بنوامیہ مالک ہوں گے۔ قاسم کا بیان ہے ہم نے حساب کیا تو سورۂ قدر کے ہزار مہینوں کے موافق ہی رسول اکرمؐ کی رحلت پر پورے ہزار مہینوں کے بعد ہی امیر معاویہ کی بیعت کا واقعہ پیش آیا۔ ترمذی کا بیان ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے راوی صرف قاسم ہیں، جو اگرچہ ثقہ ہیں لیکن ان کے استاد مجہول تھے۔ اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں قلمبند کیا ہے۔ لیکن حافظ ابوالحجاج کا بیان ہے کہ مذکورہ بالا حدیث منکر ہے اور ابن کثیر نے بھی یہی لکھا ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے خواب میں بنی حکم بن عاص کو برسر منبر بندروں کی طرح اچھلتے کودتے دیکھا، یہ امر آپ کو ناگوار ہوا۔ چنانچہ اس کے بعد رحلت تک آپ کو ہنستے کسی نے نہیں دیکھا اور اسی موقع پر آیت نازل ہوئی (ترجمہ:۔ جو خواب ہم نے آپ کو دکھایا یہ لوگوں کی فتنہ انگیزیاں بتائی ہیں) اس حدیث کی اسناد اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اس کے شواہد میں عبداللہ بن عمر، یعلی بن مرہ اور حسین بن علی وغیرہ کی

احادیث موجود ہیں۔ نیز میں جلال الدین سیوطی نے بھی اس حدیث کو مختلف طریقوں سے کتاب التفسیر اور المنہ میں تحریر کیا ہے اور کتاب اسباب نزول میں بھی اسی کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔

خلافتِ بنو عباس کی بشارت دینے والی حدیثیں

بزار نے بحوالہ ابو ہریرہ رض لکھا ہے، رسول اکرم ﷺ نے حضرت عباس رض سے فرمایا "تم میں نبوت اور مملکت دونوں چیزیں ہیں"۔ اس حدیث کے راویوں میں سے راوی عامری ضعیف ہے۔ تاہم ابونعیم نے دلائلِ نبوت میں، ابن عدی نے کامل میں، اور ابن عساکر نے متفرق طریقوں سے اس حدیث کو تحریر کیا ہے۔

امام ترمذی کی تحریر ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عباس رض سے فرمایا کل پیر کے دن آپ اپنے بیٹے کو ہمارے پاس لائیے تاکہ ہم ان کے لیے ایسی دعا کریں جو آپ اور آپ کے فرزند کے لیے سود مند ہو۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت حضرت عباس رض اپنے بیٹے کو کپڑے پہنا کر ساتھ لائے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے دعا فرمائی کہ "اے اللہ! عباس اور ان کے فرزند کے ظاہری و باطنی گناہ معاف کر دے اور کسی جرم پر ان کی گرفت نہ کر۔ اے اللہ! ان کی اور ان کے بیٹے کی حفاظت فرما" امام ترمذی نے یہ حدیث انھی الفاظ میں تحریر کی ہے۔ لیکن رزین عبدری نے حدیث مذکورہ بالا کے آخر میں یہ جملے اضافہ کیے ہیں "اے اللہ! اس کی اولاد میں خلافت باقی رکھ"۔ میرے نزدیک یہ اور اس سے پہلے والی حدیث جو اسی باب میں ہے زیادہ صالح ہیں۔ طبرانی کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے منبر پر بنو مروان کو اترتے چڑھتے دیکھا تو مجھے ناگوار ہوا۔ لیکن بحالتِ خواب جب بنو عباس کو اسی حالت میں دیکھا تو میں مسرور رہا۔

ابونعیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو حضرت عباس سے مل کر ارشاد ہوا اے ابوالفضل! میں تم کو خوشخبری دوں۔ حضرت عباس رض نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! ارشاد گرامی ہوا "جس کام کا آغاز میری ذات سے ہوا ہے اس کا اختتام تمھاری اولاد پر ہوگا"۔ اس حدیث کے راوی ضعیف ہیں اور یہی حدیث ضعیف حضرت علی رض کے ذریعہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ ابن عساکر نے یہ حدیث متفرق طریقوں سے یوں بیان کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عباس رض سے فرمایا، "اللہ نے یہ کام میری ذات سے شروع کیا اور تمھارے بیٹے پر اس کا اختتام ہوگا"۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "یہ کام تمھیں سے شروع ہوا اور تمھیں پر ختم ہوگا"۔ اس حدیث کی اسناد المہتدی باللہ کے حالات میں بیان کی جائیں گی۔

اولادِ حضرت عباس | الخطیب نے بحوالہ عمار بن یاسر اپنی کتاب حلیہ میں یہ حدیث لکھی ہے کہ:۔

رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا حضرت عباسؓ کی اولاد بادشاہ ہوگی اور میری امت کے دولتمندوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اسلام کو فروغ اور غلبہ دے گا۔ (اس حدیث میں عمر بن راشد ضعیف راوی ہے)

ابونعیم نے دلائل میں ام فضلؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں ایک دن رسول اکرمؐ کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئی۔ مجھے دیکھ کر سرورِ عالمؐ نے فرمایا تمھارے پیٹ میں بیٹا ہے۔ پیدائش پر اسے ہمارے پاس لے آنا۔ چنانچہ نومولود بچہ کو جب میں آپ کے پاس لائی تو آپ نے اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی۔ پھر لعابِ دہن اس کے منہ میں ٹپکایا اور عبداللہ اس کا نام رکھا اس کے بعد فرمایا "اب اس ابوالخلفاء کو لے جاؤ" چنانچہ میں ام الفضلؓ نے یہ واقعہ عباسؓ سے کہا جس کی بابت انھوں نے رسول اللہؐ سے استفسار کیا تو ارشاد گرامی ہوا" ہم نے جو کچھ کہا وہ بالکل صحیح ہے یہ لڑکا خلفاء کا باپ اور مورثِ اعلیٰ ہوگا، اسی کی اولاد میں سفاح ہوگا اور اس کی نسل میں آخری خلیفہ المہدی ہوگا اور اسی کی اولاد میں وہ شخص ہوگا جو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔

دیلمی نے اپنی مسند الفردوس میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ تحریر کیا ہے کہ" عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جبکہ بنوعباس کے ہاتھ میں پرچم ہوگا اور حق قائم کرنے تک ان کے قبضہ میں یہ پرچم رہے گا۔"

دارقطنی نے اپنی افراد میں لکھا ہے رسول اکرمؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا جب تمھاری اولاد ریف و عراق میں سکونت پذیر ہوگی اور سیاہ لباس پہنے گی اور خراسانی ان کے معاون و مددگار ہوں گے، اس وقت تک حکومت تمھاری ہی اولاد میں رہے گی اور پھر وہ اپنی حکومت حضرت عیسیٰؑ کے سپرد کردیں گے" (اس حدیث کے راویوں میں احمد بن ابراہیم انصاری کوئی وقیع راوی نہیں، اس کے استاد مجہول تھے، غرضکہ یہ حدیث ضعیف ہے جسے ابن جوزی نے موضوع لکھا ہے) مگر اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ طبرانی نے اپنی کبیر میں بروایت ام سلمہؓ تحریر کیا ہے کہ خلافت میرے چچازاد بھائیوں میں اور حضرت عباس کی اولاد میں باقی رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ امور خلافت حضرت عیسیٰؑ کے حوالہ کردیں گے۔ عقیلی نے اپنی کتاب الضعفاء میں ابی بکرہ کی دادی کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ بنوامیہ جس کام کو دو دن میں کرسکیں گے اسے بنوعباس ایک دن میں بخوبی انجام دیں گے اور جس کام کو بنوامیہ دو ماہ میں پورا کرنے کی کوشش کریں گے اسے بنو عباس ایک ماہ میں مکمل کرلیں گے۔" ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں بیان کیا ہے کیونکہ اس میں ایک راوی بکار نامی بھی ہے جو باطل پرست ہے حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ بکار جھوٹا راوی یا واضع حدیث نہیں۔ ابن عدی نے لکھا ہے بکار ان ضعیف راویوں میں سے ہے جو اس کی بیان کردہ حدیث کی کتابت

کرتے تھے۔ تاہم بکار راوی قابلِ قبول ہے اور اللہ کی قسم! اس حدیث کا مطلب بھی کچھ بعید از قیاس نہیں۔ کیونکہ عباسیوں کے زمانۂ عروج میں ان کی حکومت سوائے مغربِ اقصٰی کے روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک تھی۔

عباسیوں کا دورِ حکومت

۱۳۰ھ سے ۲۹۵ھ تک عباسیوں کی عالی شان حکومت رہی، پھر خلافت المقتدر کے سپرد کی گئی جس کے زمانہ میں نظم و نسق اچھا نہ رہا۔ اور مغربی ممالک اس کے قبضہ سے نکل گئے۔ اسی زمانہ میں فتنہ و فساد کا زور شور ہوا اور حکومت معرضِ خطر میں پڑ گئی جس کا تذکرہ آئندہ کیا جائے گا۔ غرضکہ عباسیوں کا زمانۂ عروج اور ان کی مملکت کی وسعت کا دور تقریباً ایک سو ساٹھ سال رہا، جو بنو امیہ کے زمانۂ عروج سے دوگنا ہے۔

بنو امیہ کا زمانۂ عروج

صرف (۹۲) سال رہا۔ جس میں سے حضرت عبداللہ بن زبیر کا زمانہ حکومت (۹) سال وضع کرنے کے بعد بنو امیہ کا زمانہ حکومت صرف ایک ہزار ماہ رہا۔ یعنی (۸۳) سال ہے۔

عباسیوں کا استحقاقِ خلافت

اس کا ثبوت اس حدیث سے بھی ملتا ہے جو زبیر بن بکار نے اپنی الموفقیات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی زبانی لکھی ہے کہ حضرت عباسؓ نے امیر معاویہؓ سے کہا، اگر تم ایک دن حکومت کرو گے تو ہم دو دن، اور اگر تم ایک ماہ حکومت کرو گے تو ہم دو ماہ۔ اور اگر تم ایک سال حکومت کرو گے تو ہم دو سال۔ علاوہ ازیں الموفقیات میں ہے کہ حضرت عباسؓ نے کہا کہ سیاہ پرچم اہلِ بیت کے لیے ہیں اور ان کی تباہی مغرب کی جانب سے ہو گی۔ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! عباس اور اولادِ عباس کی امداد فرما۔ اس کے بعد فرمایا، چچا جان! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کی اولاد میں المہدی موفق پیدا ہو گا جو رضا شناس و رضا جُو ہو گا (اس حدیث کا ایک راوی کریمی نامی حدیثیں وضع کرتا ہے)

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ نے ایک مرتبہ خاندان عبدالمطلب کو جمع کیا۔ اور چونکہ اپنے بھتیجے حضرت علیؓ کو بہت چاہتے تھے اس لیے ان سے فرمایا اے بھتیجے! میں تم سے ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ تم اس میں ثابت قدم رہو گے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا فرمائیے کیا حکم ہے حضرت عباس نے کہا رسول اکرمؐ کی خدمت میں جا کر دریافت کرو کہ آپ کے بعد خلافت کس کے پاس رہے گی۔ اگر ہمارے خاندان میں خلافت رہے تو قسم بخدا جب تک ہم میں کا کوئی فرد زندہ رہے گا، ہم اس کو کسی کے حوالہ نہ کریں گے اور اگر ہمارے علاوہ کسی اور کو دی جا رہی ہے تو آج کے بعد ہم لوگ

ہرگز ہرگز کبھی بھی اس کی طلب نہ کریں گے۔ جس پر حضرت علیؓ نے جواب دیا چچا جان! آپ مطمئن رہیں۔ خلافت کے آپ ہی مستحق ہیں اور آپ کے استحقاقِ خلافت میں کوئی بھی آپ سے تنازعہ نہیں کر سکتا۔ دیلمی نے اپنی مسندِ فردوس میں بحوالۂ انس بن مالک لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ جب کسی کو خلافت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اپنا دستِ قدرت اس کی پیشانی پر پھیرتا ہے" (اس حدیث کے راویوں میں میسرہ نامی متروک راوی ہے) اس حدیث کو ابوہریرہؓ نے بھی بیان کیا ہے۔ دیلمی نے یہ حدیث مزید تین راویوں کے ذریعہ لکھی ہے اور حاکم نے مستدرک میں بھی اسے عبداللہ بن عباسؓ کی زبانی تحریر کیا ہے۔

چادرِ نبویؐ جو خلفاء میں آخر وقت تک منتقل ہوتی رہی

سلفی نے اپنی الطوریات میں باسناد لکھا ہے کہ کعب بن زہیر نے اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" جب رسول اللہؐ کو پڑھ کر سنایا تو سرورِ عالمؐ نے وہ چادر جو آپ کے جسم پر تھی، اتار کر کعب کو دے دی۔ امیر معاویہؓ نے اپنے عہدِ حکومت میں کعب کو لکھا دس ہزار درہم میں "چادرِ مبارک" ہمارے ہاتھ فروخت کر دو لیکن کعب نے انکاری جواب دیا۔ پھر کعب کی وفات کے بعد امیر معاویہ نے اس کے بیٹوں سے بیس ہزار درہم میں چادرِ مبارک خرید لی، یہاں تک کہ چادرِ مبارک خلفائے عباسیہ کے پاس منتقل ہوتی رہی" خلائق اور دوسروں نے بھی یہی روایت کی ہے لیکن ذہبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امیر معاویہؓ نے جو چادرِ مبارک خریدی وہ کعب والی نہ تھی۔ بلکہ وہ تھی جو رسول اکرمؐ نے غزوۂ تبوک میں اہل ایلہ کو سرفراز فرمائی تھی جس کے ساتھ ایک فرمان پُراماں بھی عنایت فرمایا تھا۔ اس چادرِ مبارک کو ابوالعباس سفاح نے تین سو دینار میں خرید لیا۔ میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ امیر معاویہؓ نے جو چادرِ مبارک خریدی تھی، وہ عہدِ اموی کے زوال کے وقت ضائع ہو گئی۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب الزہد میں لکھا ہے کہ وفود کی آمد پر رسالتمآبؐ جو چادر زیبِ تن فرماتے تھے وہ حضرموتی ساخت کی تھی جس کا طول چار گز اور عرض دو گز ایک بالشت کا تھا اور یہی وہ چادرِ مبارک تھی جو خلفاء کے پاس پہنچتی رہی چونکہ یہ کہنہ ہو گئی تھی اس لیے اسے کپڑوں میں لپیٹ کر رکھا جاتا تھا اور ہر عہد کا خلیفہ اسے عید بقر عید میں اوڑھتا تھا، اور یہی وہ چادر تھی جو خلفاء کو بطور وراثت ملی اور ہر خلیفہ بڑے بڑے جلسوں میں اسی چادرِ نبویؐ کو اپنے کندھوں پر ڈال لیا کرتا تھا۔ یہ چادرِ نبویؐ، خلیفۂ وقت المقتدر باللہ کو بطورِ وراثت ملی تھی۔ لیکن تاتاریوں کے فتنہ میں جب اس کا انتقال ہوا اس وقت اس چادرِ مبارک پر بھی خون کے

دیکھے آئے اور گمان غالب ہے کہ فتنہ تاتار کے زمانہ ہی میں وہ ضائع ہوگئی۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

بعض متفرق فوائد جن کا ذکر یہاں مناسب اور مفید ہے

ابن جوزی نے بحوالہ الصولی، لوگوں کا حسب ذیل بیان لکھا ہے کہ ہر چھٹا خلیفہ اپنے منصب عمل سے معزول ہوا ہے۔ اس قول پر جب میں نے غور کیا تو ایک عجیب اعتقادی کیفیت سی پیدا ہوگئی۔ رسالتمآبؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علی مرتضیٰؓ، اور امام حسن ہوئے اور یہ چھٹے (امام حسنؓ) نے خلافت سے دستبرداری کی۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ، یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، مروانؒ، عبدالملکؒ اور عبداللہ بن زبیر خلیفہ ہوئے اور ابن زبیر خلافت سے دستبردار کیے گئے۔ اس کے بعد ولیدؒ، سلیمان، عمر بن عبدالعزیز، یزیدؒ، ہشامؒ اور ولیدؒ خلیفہ ہوئے اور ولید بھی خلافت سے دست بردار ہوئے اور ولید کے ساتھ ہی انتظامِ سلطنتِ اموی کا خاتمہ ہوگیا۔

پھر سفاحؒ، منصورؒ، مہدیؒ، ہادیؒ، رشیدؒ اور امینؒ خلیفہ ہوئے۔ اور امین نے بھی دستبرداری کی، اس کے بعد مامون، معتصم، واثق، متوکل، منتصر اور مستعین خلیفہ ہوئے اور مستعین بھی دستبردار ہوا۔ پھر المعتز، المہتدی، المعتمد، المکتفی اور المقتدر خلیفہ ہوئے اور المقتدر نے بھی دست برداری کی اور یہ المقتدر وہ شخص ہے جو دو مرتبہ امور خلافت سے معزول کیا گیا اور آخرش قتل کیا گیا۔

اس کے بعد قاہر، راضی، متقی، مستکفی، مطیع اور طائع خلیفہ ہوئے اور طائع بھی خلافت سے دستبردار ہوا۔ پھر قادر، قائم، مقتدی، مستظہر، مسترشد اور راشد خلیفہ ہوئے اور راشد بھی خلافت سے دستبردار ہوا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ صولی کی تحریر چند وجوہ کے مدنظر شکستہ پا ہے، اول یہ کہ عبدالملک کے بعد عبداللہ بن زبیر نے خلافت نہیں کی بلکہ عبداللہ بن زبیر پانچویں خلیفہ ہیں، جن کے بعد عبدالملک چھٹا خلیفہ ہوا۔ یا یہ کہو کہ یہ دونوں پانچویں خلیفہ ہوئے۔ یا پھر یہ کہو کہ ایک خلیفہ تھا اور دوسرا نہ تھا۔ کیونکہ عبداللہ ابن زبیر کی خلافت پر سب سے پہلے بیعت کی گئی۔ البتہ عبداللہ بن زبیر کے انتقال کے بعد عبدالملک کی خلافت صحیح تسلیم کی جاسکتی ہے۔ صولی کی تحریر میں دوسرا نقص یہ ہے کہ اس نے خلیفہ یزید ناقص اور اس کے بھائی ابراہیم کا نام نہیں لکھا۔ حالانکہ ابراہیم نے تختِ خلافت سے دستبرداری کی ہے۔ ساتھ ہی مروان کا نام بھی تحریر نہیں کیا۔ اس اعتبار سے الامین نواں خلیفہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اسے چھٹا نمبر دیا گیا ہے۔

اُس بیان پر میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں، یہ امر پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مروان باغی تھا اس لیے اس کا نام فہرستِ خلفاء میں شامل نہیں کیا گیا اور معاویہ بن یزید بھی باغی تھا، جس کی دلیل یہ ہے کہ یزید بن معاویہ کی موت پر لوگوں نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی تھی، اگرچہ امیر معاویہ نے مملکتِ شام میں اس کی مخالفت کی تھی، اس لحاظ سے مروان اور معاویہ بن یزید دونوں باغی قرار پائے۔ رہا ابراہیم جو یزید ناقص کے بعد ہوا ہے اس کی خلافت اس لیے مکمل نہ تھی کہ بعض نے اس کی بیعت کی تھی اور بعض نے نہیں۔ اور اکثر لوگ اسے خلیفہ نہیں بلکہ صرف امیر قوم کہا کرتے تھے۔ نیز اس کا عہد حکومت چالیس یا ستر دن تک رہا۔ اس بنا پر مروان الحمار چھٹا خلیفہ کہلانے کا مستحق ہے۔ حالانکہ امیر معاویہ کے بعد اس کو بارہواں خلیفہ کہا جاتا ہے اور الامین کو چھٹا موسوم کیا جاتا ہے۔ تحریر صولی میں تیسرا اصولی نقص یہ ہے کہ دستبرداری ہر چھٹے پر لازم نہیں ہے۔ المعتز، القاہر، المتقی اور المستکفی نے بھی دستبرداری کی ہے۔ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ صولی کا مقصود تحریر یہ ہے کہ ہر چھٹے خلیفہ نے خلافت سے دستبرداری کی ہے۔ علاوہ ازیں کہ درمیان میں بھی دوسرے خلفاء دستبردار ہوئے ہوں اور دوسرے خلفاء کے دست بردار ہونے سے صولی کے مقررہ اصول میں کوئی تناقض اور منافات پیدا نہیں ہوتی۔

ابن جوزی کے بیان پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ راشد کے بعد المقتفی، المستنجد، المستضیٔ، الناصر، الظاہر اور المنتصر خلیفہ ہوئے اور المنتصر نے دستبرداری نہیں کی۔ جس کے بعد المستعصم خلیفہ ہوا جسے تاتاریوں نے قتل کر کے خلافت کو تباہ کر دیا۔ اس کے بعد تقریباً ساڑھے تین سال تک کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد المستنصر خلیفہ منتخب کیا گیا لیکن وہ دارالخلافت میں نہ تھا بلکہ مملکت مصر میں اس کی بیعت کی گئی، جہاں سے وہ عراق پہنچا اور تاتاریوں سے جنگ کرتا ہوا شہید ہوا۔ اس کے بعد پورے ایک سال تک کسی کو خلیفہ منتخب نہیں کیا گیا۔ اور ایک سال کی مدت کے بعد دارالخلافت مصر میں منتقل ہو گیا، جہاں پہلا خلیفہ الحاکم کو بنایا گیا۔ اس کے بعد المستکفی، الواثق، الحاکم، المعتضد اور المتوکل خلیفہ ہوئے اور یہ چھٹا خلیفہ المتوکل بھی دستبردار خلافت ہوا۔ جس کے بعد المعتصم نے تختِ خلافت سنبھالا۔ لیکن پندرہ دن بعد ہی خلافت سے دستبردار ہو گیا جس کی جگہ پھر المتوکل کو دوبارہ خلیفہ بنایا گیا۔ لیکن اس نے دوسری مرتبہ بھی دستبرداری کی۔ اس کے بعد الواثق کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی، اس کے بعد پھر المعتصم کو تختِ خلافت پر بٹھایا گیا۔ لیکن اس مرتبہ پھر اس نے دستبرداری کی، اس کے بعد المتوکل کو پھر تخت پر بٹھایا گیا اور مرتے دم تک وہی خلیفہ رہا۔ اس کے بعد المستعین، المعتضد، المستکفی اور القائم خلیفہ بنائے گئے لیکن القائم نے بھی خلافت سے دستبرداری حاصل کی اور یہ القائم دراصل المعتصم اول و دوم کے سلسلہ میں چھٹا خلیفہ

ہوا ہے، اس کے بعد خلیفہ وقت المستنجد تخت خلافت پر متمکن ہوا جو خلفائے عباسیہ میں اکیاونواں خلیفہ ہوا ہے۔

مزید معلومات اور دیگر فوائد کہا جاتا ہے کہ بنو عباس میں ایک آغاز کنندہ، دوسرا درمیانی، اور تیسرا خاتم ہے۔ یعنی المنصور پہلا شخص ہے جو عباسیوں کا پہلا خلیفہ ہوا اور خلافت عباسی کے درمیانی عہد میں المامون خلیفہ مقرر ہوا۔ اور سب سے آخر میں المعتضد باللہ خلیفہ ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ سفاح، المہدی اور الامین کے علاوہ باقی تمام خلفائے عباسی لونڈی زادے ہیں۔

صولی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ، امام حسنؓ اور الامین ابن الرشید کے سوائے باقی ہاشمی خلفاء کسی ہاشمی خاتون کے بطن سے پیدا نہیں ہوئے۔

ذہبی کی تحریر ہے کہ حضرت علیؓ اور علی المکتفی کے سوائے کسی خلیفہ کا نام علی نہیں تھا۔

میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ اکثر خلفاء کے نام مفرد ہیں اور مرکب نام بالکل قلیل ہیں اور متشابہ نام اکثر پائے جاتے ہیں جیسے عبداللہ، احمد اور محمد۔

عراقی خلفاء کے نام المستعصم باللہ تک مفرد ہیں یعنی مرکب نہیں ہیں لیکن مصری خلفاء کے بھی مکرر یہی نام ہوئے ہیں جیسے المستنصر، المستکفی، الواثق، الحاکم، المعتضد، المتوکل، المستعصم، المستعین، القائم، المستنجد یہ سب نام سوائے المستوفی اور المعتضد کے پھر دوبارہ نہیں رکھے گئے۔ البتہ خلفائے عباسی میں المستکفی، اور المعتضد تین اشخاص کے نام ہوئے ہیں۔

خلفائے بنو عباس میں بنی عبید کا لقب صرف القائم، الحاکم، الظاہر المستنصر نے استعمال کیا اور بنی عبید کے وجود سے پہلے بنو عباس کا لقب المہدی اور المنصور نے اختیار کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس خلیفہ یا حاکم کا لقب القاہر ہوا وہ ہرگز کامیاب و بامراد نہیں ہوا۔ اور میرے نزدیک یہی کیفیت المستکفی، المستعین لقب والوں کی ہے یہ دونوں نام عباسی خلفاء کے تھے جنھوں نے تخت خلافت سے دستبرداری کی اور شہر بدر کر دیے گئے۔

المعتضد بابرکت اور بہترین لقب ہے۔

اپنے بھتیجہ کی خلافت کے بعد صرف المقتفی اور المستنصر تخت خلافت پر متمکن ہوئے، المقتفی، راشد کے بعد اور المستنصر، المعتصم کے بعد خلیفہ ہوئے۔

ایک باپ کے تین بیٹے حسب ذیل اشخاص کے تخت نشین خلافت ہوئے۔

۱۔ ہارون الرشید کے تین بیٹے ۔ امین، مامون اور معتصم ۔
۲۔ المتوکل کے تین بیٹے ۔ المستنصر، المعتز اور المعتمد۔
۳۔ المقتدر کے تین بیٹے ۔ راضی، مقتفی اور مطیع۔

کہا گیا ہے کہ صرف عبدالملک کے چار بیٹے تخت نشین ہوئے جس کی مثال خلفائے سابق میں بھی نہیں ملتی۔ لیکن میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ اس کی مثال رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء میں موجود ہے۔ جیسے محمد المتوکل کی اولاد میں چار نہیں بلکہ پانچ خلیفہ ہوئے۔ المستعین، المعتضد، المستکفی، القائم اور المستنجد۔

اپنے والد کی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیق رض اور طائع بن مطیع خلیفہ ہوئے۔ چونکہ ابوبکر طائع کے والد کو فالج ہو گیا تھا اس لیے اس نے اپنے بیٹے کو خلیفہ بنایا۔ علماء کا بیان ہے اپنے والد کی زندگی میں خلیفہ ہونے والے اور خلافت کا کاروبار چلانے والے پہلے شخص حضرت ابوبکر صدیق رض ہیں۔

جس شخص نے اولاً بیت المال بنایا اور قرآن کریم کو مصحف قرار دیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رض ہیں۔ جنھوں نے سب سے پہلے خود کو امیرالمؤمنین کہلوایا، دُرّہ ایجاد کیا۔ سنہ ہجری جاری کیا، نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا اور امور داخلی و خارجی کے محکمے قائم کیے وہ حضرت فاروق رض ہیں۔

سب سے پہلے چراگاہیں قائم کرنے والے، جاگیریں دینے والے، جمعہ میں خطبہ سے پہلے اذان دینے کا انتظام کرنے والے، مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کرنے والے اور خطبہ میں کانپنے اور لرزنے والے، اور پولیس مقرر کرنے والے حضرت عثمان رض ہیں۔

حضرت معاویہ رض وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی زندگی میں اپنا ولیعہد مقرر کیا اور اپنی خدمت کے لیے خواجہ سرا رکھے۔

عبداللہ بن زبیر رض وہ اول شخصیت ہیں جن کے سامنے دشمن کے کٹے ہوئے سر پیش ہوئے۔

عبدالملک بن مروان وہ پہلا شخص ہے جس کا نام سکہ پر کندہ کیا گیا۔

ولید بن عبدالملک وہ پہلا شخص ہے جس نے لوگوں کو اپنا نام لے کر پکارنے کی ممانعت کی، عباسی خلفاء نے سب سے پہلے القاب استعمال کیے۔

ابن فضل اللہ کا بیان ہے جیسا کہ بعض لوگوں کو گمان ہے کہ بنو امیہ نے عباسی خلفاء کی طرح القاب استعمال کیے لیکن میرے نزدیک امیر معاویہ رض کا لقب "الناصر لدین اللہ" یزید کا "المستنصر" معاویہ بن یزید کا "الراجع الی الحق"، مروان کا "موتمن باللہ" عبدالملک کا "الموفق لامر اللہ" اور اس کے بیٹے ولید کا "المنتقم باللہ"

عمر بن عبدالعزیز کا "معصوم باللہ" یزید بن عبدالملک کا "القادر بصنع اللہ" اور یزید ناقص کا "الشاکر لانعم اللہ" تھا۔ مؤرخین میرے اس بیان کی تائید میں ہیں۔

سفاح کے عہد حکومت میں مختلف زبانیں رائج ہوئیں، منصور عرب کا وہ خلیفہ ہے جس نے سب سے پہلے نجومیوں کو اپنے دربار میں جگہ دی، ان کی رائے پر عمل کیا اور اپنے غلاموں کو ممالک عربیہ میں حاکم اور گورنری کے عہدوں پر فائز کیا۔

مہدی اولین شخص ہے جس نے مخالفین کی تردید میں کتابیں لکھوائیں، الہادی وہ خلیفہ ہے جس نے سب سے پہلے اپنے جلو میں نیزوں اور تلواروں سے مسلح سپاہیوں اور چوبداروں کو ساتھ رکھا۔

مامون الرشید وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے پولو کھیلا۔

الامین وہ پہلا شخص ہے جس کو اس کے لقب سے پکارا گیا۔

معتصم وہ خلیفہ ہے جس نے سب سے پہلے ترکوں کو وزیر بنایا۔

المتوکل وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے ذمیوں کا خصوصی لباس مقرر کیا اور وہ خود ترکوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

ان واقعات سے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تصدیق ظاہر ہوئی جسے طبرانی نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ترکوں کو اس سے پہلے آزاد کر دو کہ وہ تم کو چھوڑیں کیونکہ وہی اولین لوگ ہیں جو میری امت کے بادشاہ کو ہلاک کریں گے۔

المستعین وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے ڈھیلی آستین اور چھوٹی ٹوپیاں پہننے کا رواج دیا۔

المعتز وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے پہلے پہل گھوڑوں کو سونے چاندی کے زیوروں سے آراستہ کیا۔

المعتمد وہ خلیفہ ہے جس پر سب سے پہلے ظلم وستم اور تعدّی کی گئی۔

المقتدر وہ شخص ہے جسے لڑکپن میں خلیفہ بنایا گیا۔

الراضی سب سے آخری خلیفہ ہے جس کو تدابیر ملکی، فوج اور دولت سے محروم کیا گیا اور یہی وہ آخری خلیفہ ہے جو شاعر تھا۔ اور خود خطبہ پڑھتا تھا، اور ہمیشہ عوام کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا، یہی وہ خلیفہ ہے جس نے اپنے مصاحبوں کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اس کی جاگیریں، وظیفے، نوکر چاکر، لونڈیاں، خزانے، باورچی خانے، آب خاصہ، مجلسوں اور دربانوں کا انتظام قدیم خلفاء کی مانند علیحدہ علیحدہ ترتیب کے ساتھ قائم رہا۔ یہی وہ آخری خلیفہ ہے جس نے قدیم خلفاء کی مانند لباس خلافت زیب تن کر کے سفر کیے۔

المستنصر، وہ پہلا خلیفہ ہے جس کا نام مکرر القاب سے یاد کیا گیا اور المستعصم کے بعد خلافت پر متمکن ہوا۔[1]

حضرت عثمان غنی رضؓ وہ پہلے خلیفہ ہیں جو اپنی والدہ ماجدہ کی حیات میں خلیفہ بنائے گئے یہی خصوصیت مندرجہ ذیل خلفاء کی ہے، الہادی، مامون الرشید، امین، المتوکل، المنتصر، المستعین، المعتز، المقتدر اور المطیع۔

اپنے والد کی زندگی میں صرف حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور الطائع بن مطیع خلیفہ ہوئے۔

صولی کا بیان ہے کہ ولید اور سلیمان کی والدہ ام ولید اور یزید ناقص و ابراہیم کی والدہ شاہین اور ہادی و رشید کی والدہ خیزران کے سوائے کسی اور خاتون کے دو بیٹے خلیفہ نہیں ہوئے لیکن میرے نزدیک از روئے تاریخ ثابت ہے کہ والدۂ حضرت عباسؓ و حمزہؓ اور والدۂ حضرت داؤد و سلیمان بھی ان خواتین میں شامل ہیں جن کے دو بیٹے خلافت سے سرفراز ہوئے۔

عبیدی خاندان میں چودہ اشخاص نے خلافت پائی، ان میں سے مہدی، قائم اور منصور نے ممالک مغرب میں اور باقی گیارہ معز، عزیز، حاکم، ظاہر، مستنصر، مستعلی، آمر، حافظ، ظافر، فائز اور عاضد نے ممالک مصر میں خلافت کی، ان کی سلطنت ۲۹۰ھ سے ۵۶۷ھ تک قائم رہی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ عبیدیوں کی حکومت مجوسیوں اور یہودیوں کی حکومت کی طرح تھی، ان کا طرز حکومت خلفائے علویہ سے دور کا بھی تعلق نہ رکھتا تھا۔ یہ دراصل فرقہ باطنیہ سے متعلق تھے اور فاطمی نہ تھے، یہ سب چودہ اشخاص خلیفہ نہ تھے بلکہ زبردستی خلیفہ بن گئے تھے۔

مغرب میں بنو امیہ میں سے عبیدی وہ خلفاء ہوئے جو اسلام، سنت، انصاف، علم و فضل، جنگ و جہاد میں عمل پیرائی کو مقدم رکھتے تھے۔ ان میں سے چھ افراد بوقت واحد اندلس (اسپین) میں جمع ہوئے اور ان سب کو خلیفہ کہا جاتا تھا۔

علمائے متقدمین نے تاریخ کی متفرق کتابیں لکھیں، جن میں سے "تاریخ الخلفاء" ہے، جسے دو[2] جلدوں میں نفطویہ نحوی نے لکھا ہے۔ اس میں القاہر باللہ کے عہد تک کے تمام حالات درج ہیں۔

صولی نے بھی عباسیوں کی ایک تاریخ لکھی ہے جو میرے مطالعے میں آچکی ہے اس سے بھی میں نے زیر نظر کتاب کی تالیف میں مدد لی ہے۔

ابن جوزی نے خلفائے عباسی کی تاریخ ناصر باللہ کے عہد تک لکھی ہے وہ بھی میرے زیر نظر ہے

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے۔ کتاب اوائل از عسکری۔

ابوفضل احمد ابوطاہر المروزی المتوفی ۲۸۰ھ نے بھی تاریخ خلفاء لکھی ہے۔

امیر ابوموسیٰ ہارون بن محمد عباسی کی تاریخ خلفائے بنی عباس بھی میرے پیش نظر ہے۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضؓ اور مامون الرشید کے سوائے کوئی دوسرا خلیفہ حافظِ قرآن نہیں ہوا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ خلافِ حقیقت ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ بھی حافظِ قرآن تھے۔ جس کی صراحت تمام مؤرخین نے کی۔ اور امام نووی نے بھی اپنی تہذیب میں لکھا ہے، اس کے علاوہ حضرت علی رضؓ نے بھی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد قرآن کریم حفظ کیا تھا۔

ابن ساعی کا بیان ہے کہ خلیفہ طاہر کی بیعت کے وقت میں بھی موجود تھا وہ ایک آہنی کٹہرہ میں سفید کپڑے پہنے، ٹوپی لگائے بیٹھے تھے، اپنے شانوں پر چادر نبویؐ اوڑھے ہوئے تھے۔ وزیر اور داروغہ آہنی کٹہرہ کے سامنے ایستادہ تھے اور اس صورت سے خلیفہ طاہر عام لوگوں سے ان الفاظ کے ساتھ بیعت لے رہا تھا کہ "میں اپنے سردار، مولا، امام، جس کی اطاعت اللہ نے تمام لوگوں پر فرض کردی، جن کا اسم گرامی ابانصر محمد طاہر بامراللہ ہے، ان کے دستِ مبارک پر قرآن کریم، سنت نبوی اور اجتہاد امیرالمؤمنین کے لیے بیعت کرتا ہوں اور ان کے سوائے کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہے"۔

حضرت ابُوبکر صدّیقؓ

رسول اکرمؐ کے خلیفہ تھے، آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب ابن سعد بن تیم بن مُرّہ بن کعب بن لُوئیّ بن غالب القرشی التیمی ہے۔ نسب کے لحاظ سے آپ اور رسول اکرمؐ مرّہ بن کعب کی اولاد ہیں۔

امام نووی نے اپنی کتاب تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا اسم گرامی عبداللہ ہی صحیح اور مشہور ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کا نام عتیق تھا اور درست یہی ہے جس پر تمام علماء متفق ہیں کہ عتیق آپ کا نام نہیں بلکہ آپ کا لقب ہے۔ عتیق کے معنی ہیں آتش دوزخ سے آزاد، جیساکہ ترمذی نے حدیث روایت کی ہے۔ مصعب بن زبیر، لیث بن سعد اور ایک جماعت کا بیان ہے کہ آپ کے حُسن وجمال کی وجہ سے آپ کو عتیق کہا جاتا تھا۔ کیونکہ عتیق کے معنی حسن وجمال کے ہیں بعض کا بیان ہے چونکہ آپ کے نسب میں کوئی عیب نہ تھا اس لیے آپ کو عتیق کہا گیا۔

مصعب بن زبیر وغیرہ کہتے ہیں، آپ کے لقب صدیق پر اجماعِ امت ہے کیونکہ آپ نے بغیر کسی قسم کی ترشروئی و زشت خوئی کے رسول اللہؐ کی رسالت کی فوراً ہی تصدیق کی، اسلام میں آپ کا موقف بہت ہی بلند وبالا ہے، شب معراج کے ثبوت میں کفار کو جواب دینے کی وجہ سے آپ کا لقبِ صدیق سے ملقب ہونا مشہور ہے۔ اہل وعیال کو چھوڑ کر رسالتمآبؐ کے ساتھ ہجرت، غارِ ثور اور تمام راستہ سرورِ عالم کی خدمت کا لزوم، جنگ بدر میں گفتگو، مقامِ حدیبیہ میں لوگوں کے شکوک کا ارتفاع، جبکہ داخلہ مکہ میں تاخیر ہوگئی تھی، اور رسول اللہؐ کا یہ فرمان سنکر کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو دنیا میں رہنے یا آخرت قبول کر لینے کا اختیار دیا ہے" آہ وزاری کرنا، رحلت سرورِ عالمؐ پر صحابہ کی تسکین کی خاطر ثابت قدمی، مسلمانوں کی فلاح وبہبود کی خاطر خود کو خلافت کے لیے تیار کرنا، مرتدوں سے جنگ کے لیے شام کی جانب بہ سرکردگی اسامہ بن زید لشکر کی روانگی اور عزمِ مصمم، صحابہ کا شرح صدر کرکے بہ ثبوت ودلائل ان کو حق سے آگاہ کرنا اور ہمنوا بنانا جو مرتدین سے مکمل جنگ تھی، مملکتِ شام کی جانب فوجوں کی روانگی اور کمک، پھر مملکت شام کی فتح، حضرت عمرؓ کو خلیفہ منتخب کرانا۔ یہ

تمام امور حضرت صدیق اکبرؓ کے وہ مناقب وفضائل ہیں جو نا قابل شمار ہیں.... میرا ارادہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے حالات وکوائف اپنی معلومات کی حد تک قدرے تفصیل کے ساتھ شرح وبسط سے تحریر کروں۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا نام ولقب جس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔

ابن کثیر کا بیان ہے کہ متفقہ طور پر آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان ہے۔

ابن سعد بہ روایت ابن سیرین کہتے ہیں کہ آپ کا نام عتیق تھا۔ حالانکہ یہ آپ کا لقب ہے، امر تحقیق طلب یہ ہے کہ یہ لقب کس وقت اور کیوں دیا گیا؟ لیث بن سعد، احمد بن حنبل اور ابن معین وغیرہ کا بیان ہے کہ حسن وجمال کی وجہ سے اس لقب سے ملقب ہوئے، ابونعیم فضل بن دکین کہتے ہیں کہ اچھے کاموں میں سبقت اس کا سبب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پاک وصاف اور اعلیٰ نسبت کی وجہ سے عتیق کہلائے۔ بعض کہتے ہیں ابتداءً آپ کا نام عتیق تھا، پھر عبداللہ ہوگیا۔ طبرانی نے لکھا ہے کہ قاسم بن محمد نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضرت صدیق اکبرؓ کا اصل نام پوچھا تو حضرت صدیقہؓ نے فرمایا، والد بزرگوار کا اسم گرامی عبداللہ ہے۔ اس پر قاسم نے کہا کہ لوگ تو عتیق کہتے ہیں، جواب دیا، دادا قحافہ کی تین اولادیں تھیں، عتیق، معتق اور معتیق۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ ابن طلحہ نے اپنے والد سے پوچھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا نام عتیق کیوں ہے؟ جواب دیا چونکہ ان کی والدہ ماجدہ کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی اس لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پیدائش پر وہ انھیں بیت اللہ میں لے گئیں اور دعا کی کہ اے اللہ! یہ بچہ موت کے چنگل سے آزاد رہا ہے اب اسے مجھے دیدے، طبرانی نے لکھا ہے کہ آپ کی خوبروئی کی وجہ سے آپ کو عتیق کہا گیا ہے۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا، میرے والد بزرگوار کا نام گھر والوں نے عبداللہ رکھا لیکن عتیق مشہور ہوگیا۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ سرورِ عالمؐ نے آپ کا نام عتیق رکھا، ابویعلی نے حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ میں ایک دن اپنے گھر کے دالان میں تھی دالان میں پردہ پڑا ہوا تھا اور صحن میں رسول اکرمؐ مع صحابہ تشریف فرما تھے، اتنے میں والد ماجد نے قدم رنجہ فرمایا، ان کو دیکھتے ہوئے سرورِ عالمؐ نے فرمایا جو کوئی دوزخ سے بری اور آزاد شخصیت کو دیکھنا چاہے وہ ابوبکرؓ کو دیکھ لے، آپ کا نام گھر والوں نے تو عبداللہ رکھا ہے لیکن عتیق مشہور ہوگیا....

ترمذی وحاکم نے بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ لکھا ہے کہ والد ماجد ایک دن سرورِ عالمؐ کے پاس آئے تو سرورِ عالمؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے بری کر دیا ہے۔ چنانچہ اس دن سے

آپ عتیق مشہور ہوگئے۔

بزار و طبرانی نے ابن زبیر کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا نام عبداللہ تھا لیکن سرورِ عالمؐ نے ان سے فرمایا کہ "آپ کو اللہ تعالیٰ نے آتشِ دوزخ سے بری اور دور کر دیا ہے" اس لیے آپ عتیق مشہور ہوگئے۔

صدیق

ابن مسدی نے لکھا ہے کہ یہ وہ لقب ہے جس سے زمانۂ جاہلیت ہی میں آپ ملقب تھے کیونکہ آپ ہمیشہ سچ کہا کرتے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ کی اطلاعات پر آپ فوراً ہی مُہرِ صداقت ثبت کر دیتے تھے اس لیے آپ کو صدیق کہتے ہیں۔ ابن اسحٰق و قتادہ کا بیان ہے کہ شبِ معراج کی صبح ہی سے آپ صدیق مشہور ہوگئے۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ مشرکین عرب نے والد ماجد کے پاس حاضر ہو کر کہا آپ کو کچھ خبر ہے کہ آپ کے دوستؐ کو یہ زعم ہے کہ گذشتہ شب انھیں بیت المقدس لے جایا گیا۔ اس پر والد ماجد نے پوچھا کیا سرکارِ دو عالمؐ نے خود یہ فرمایا ہے؟ مشرکین نے کہا جی ہاں! تو والد ماجد نے فرمایا "سرکارِ دو عالمؐ بالکل سچے ہیں، اگر وہ صبح یا شام اس سے بھی زیادہ آسمانوں کی اطلاعات دیتے تو میں فوراً ان کی تصدیق کر لیتا۔" اسی سبب سے آپ کو صدیق کہا جاتا ہے۔ یہی حدیث طبرانی نے حضرت انسؓ و ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے لکھی ہے۔

سعید بن منصور نے اپنی مسند میں تحریر کیا ہے "رسول اللہؐ نے شبِ معراج میں مقام طویٰ پر پہنچ کر جبریلؑ سے فرمایا۔ اس واقعہ کی تصدیق میری ملت نہیں کرے گی۔ تو جبریلؑ نے جواب دیا آپ کی تصدیق حضرت ابوبکرؓ کریں گے جو صدیق ہیں۔" طبرانی نے اپنی اوسط میں بحوالہ ابو ہریرہؓ اور حاکم نے مستدرک میں مشہور راوی ابن سبرہ کے حوالہ سے لکھا ہے "ہم نے حضرت علیؓ سے کہا اے امیر المؤمنین! آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات پر روشنی ڈالیے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا، حضرت ابوبکرؓ وہ برگزیدہ ہستی تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتہ جبریلؑ اور اپنے رسول اکرمؐ کی زبانی صدیق کہا ہے۔ رسول اللہؐ نے نماز میں ہمارے لیے ان کو اپنا خلیفہ بنایا ہم ان سے اپنے دینی اور دنیاوی معاملات میں راضی و خوش رہے۔" دارقطنی و حاکم نے بحوالہ یحییٰ لکھا ہے۔ "ہم نے حضرت علیؓ کو بارہا برسرِ منبر یہ کہتے سنا ہے۔ اللہ نے رسول اکرمؐ کی زبانی حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کا لقب عنایت فرمایا ہے۔" نیز طبرانی نے بحوالہ حکیم بن سعد لکھا ہے کہ "میں نے حضرت علیؓ کو قسمیہ کہتے سنا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا لقب صدیق، اللہ نے آسمان سے نازل فرمایا ہے۔" حدیث احد میں ہے "تسکین و قرار سے کام لو کیونکہ تم امت مسلمہ ہو۔ اور نبی و صدیق و دو شہید ہیں۔" حضرت ابوبکرؓ کی والدہ جن کی کنیت ام الخیر تھی یہ آپ کے والد کی چچازاد بہن تھیں۔ جن کا نام

سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب تھا۔ زہری کا بیان ہے کہ ابن عساکر نے بھی یہی لکھا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا وطن

ولادت نبویؐ سے دو سال و چند ماہ قبل حضرت ابوبکرؓ کی ولادت ہوئی اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ ابن کثیر نے خلیفہ بن خیاط و یزید بن اصم کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کیا آپ بڑے ہیں یا ہم؛ تو صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! بڑے تو آپ ہی ہیں لیکن عمر میری زیادہ ہے (یہ غیر مسلسل راویوں کی حدیث بہت ہی غریب ہے) اور واقعہ اس کے خلاف مشہور ہے جس کی حضرت عباسؓ نے تصحیح فرمائی ہے۔

مکہ معظمہ میں آپ نے پرورش پائی۔ کاروبار تجارت کے علاوہ آپ مکہ سے باہر نہیں گئے۔ اپنی برادری میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ مروت و احسان کا مجسمہ تھے اور قوم میں صاحب عزت و آبرو تھے جیسا کہ ابن دغنہ نے کہا ہے[1]

آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، احادیث کی تصدیق فرماتے ہیں، گم شدہ کی تلاش آپ کا وطیرہ ہے۔ زمانہ کی سختیوں پر آپ سینہ سپر ہیں، میزبانی کرنا آپ کا شعار ہے، نووی کا بیان ہے۔ ایام جاہلیت میں بھی آپ قریش کے سردار تھے۔ قریش آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے، آپ قریش کے محبوب تھے آپ ان کے معاملات کو بحسن وخوبی سلجھاتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد قدیم شغل ترک کر کے مکمل مسلمان ہو گئے... زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے معروف بن خربوذ کی زبانی لکھا ہے، ابوبکر صدیقؓ قریش کے ان گیارہ افراد میں سے تھے جنھیں جاہلیت و اسلام دونوں زمانوں میں عزت و شرف حاصل رہا۔ بزمانہ جاہلیت ان خون بہا اور جرمانوں کے مقدمات کا تصفیہ کرتے تھے کیونکہ قریش میں کوئی بادشاہ نہ تھا جو تمام امور خود انجام دیتا ہو بلکہ ہر خاندان کا رئیس اعلیٰ ایک مقررہ کام انجام دیتا تھا جیسا کہ بنو ہاشم حاجیوں کے منتظم اعلیٰ تھے یعنی بنو ہاشم کے سوائے اور کوئی حاجیوں کے خورد و نوش کا انتظام نہیں کر سکتا تھا۔

کعبہ کی دربانی، جنگی پرچم لہراتا اور مجلس شوریٰ طلب کرنے کے فرائض بنو عبدالدار کیا کرتے تھے یعنی ان کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بھی خانہ کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ جب تک یہ جنگی پرچم بلند نہ کرتے کوئی قریشی فرد یا خاندان جنگ کے لیے تیار نہیں ہو سکتا تھا اور مجلس شوریٰ منعقد کرنے کا صرف انھی کو

---

[1] ربیعہ بن رفیع جن کی والدہ کا نام ام دغنہ تھا جن کو ابن دغنہ کہا گیا ہے انھوں نے حضرت صدیق اکبر کو جب حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کی خاطر بیرون مکہ دیکھا تو اپنے ساتھ واپس لے آئے اور اپنے ہمسایہ میں ٹھہرا کر کہا [illegible] ابن ہشام

اختیار حاصل تھا۔

حضرت ابو بکرؓ زمانۂ جاہلیّت میں بھی نہایت پاکیزہ تھے

ابن عساکر نے حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے، بخدا والد ماجد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زمانۂ جاہلیت و اسلام میں کبھی کوئی شعر نہیں کہا۔ آپ نے اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے زمانۂ جاہلیت ہی میں شراب ترک کر دی تھی۔

ابو نعیم نے حضرت عائشہؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ والد ماجد حضرت ابو بکرؓ نے زمانۂ جاہلیت ہی میں خود پر شراب حرام کر لی تھی۔ ابن عساکر نے ابن زبیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ نے کبھی بھی کوئی شعر نہیں کہا اور ابو العالیہ ریاحی کی زبانی لکھا ہے کہ صحابہ کے ایک مجمع میں حضرت صدیق اکبرؓ سے پوچھا گیا، کیا آپ نے زمانۂ جاہلیت میں شراب نوشی کی ہے، تو آپ نے فرمایا پناہ بخدا میں نے کبھی شراب نوشی نہیں کی پھر اس کا سبب دریافت کرنے پر فرمایا، تاکہ عزت و ناموس محفوظ رہے۔ اور مروت باقی رہے کیونکہ شراب خوری سے آبرو ختم اور مروت جاتی رہتی ہے۔ اس واقعہ کی جب رسول اکرمؐ کو اطلاع ہوئی تو سرور دوعالمؐ نے دو مرتبہ فرمایا، ابو بکر سچے ہیں اور سچ کہتے ہیں۔ یہ حدیث اپنے الفاظ و معنی کے مدنظر بہت ہی غریب ہے۔

سراپائے صدیق اکبرؓ

ابن سعد نے حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے لکھا ہے، ایک شخص نے ان سے کہا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا سراپا بیان فرمائیے تو جواباً کہا: والد بزرگوار کا رنگ سرخ و سفید، جسم چھریرا، گال ذرا دبے ہوئے پیٹ پر سے پائجامہ نیچے کو کھسک جاتا، پیشانی عرق آلود رہتی، چہرہ پر گوشت زیادہ نہ تھا۔ نظریں نیچی رکھتے، بلند پیشانی تھی۔ انگلیوں کے جوڑ پر گوشت نہ تھے۔ اور یہ آپ کا مختصر سا سراپا ہے۔ آپ مہندی اور کُسُم کا خضاب لگاتے[1]

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ جب مدینہ میں رونق افروز ہوئے، اس وقت صحابہ میں سے صرف ابو بکر صدیقؓ کی داڑھی کھچڑی تھی۔ اور اس زمانہ میں آپ نے داڑھی پر مہندی و کُسُم کا خضاب لگایا۔

---

[1] کُسُم ایک مشہور گھاس ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے جسے عربی زبان میں کُتُم کہتے ہیں۔

اِسلام لانے میں اوّلیّت

ترمذی و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں ابوسعید خدری کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا، کیا میں تم سب سے زیادہ خلافت کا مستحق نہیں؟ کیا اسلام لانے میں مجھے اولیت حاصل نہیں اور کیا مجھ میں یہ یہ اوصاف نہیں؟ ابن عساکر نے حضرت علیؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام لائے۔ ابن ابی خیثمہ نے زید بن ارقم کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھی ہے۔ ابن سعد نے ابواروی دوسی صحابی کی زبانی بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی اسلام لائے تھے۔ طبرانی نے کبیر میں، اور عبداللہ بن احمد نے اپنی کتاب زوائد الزہد میں شعبی کی زبانی لکھا ہے۔ میں نے حضرت عباسؓ سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا؟ تو انھوں نے فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق کو اسلام لانے میں اولیت حاصل ہے۔ اور تم نے مشہور شاعر حسان کے اشعار سنے ہی ہوں گے۔ ابونعیم نے فرات بن سائب کی زبانی لکھا ہے میں نے میمون بن مہرانی سے پوچھا، بتائیے، آپ کے نزدیک ابوبکرؓ و عمرؓ افضل ہیں یا علی؟ تو وہ کانپنے لگے اور ان کے ہاتھ سے ڈنڈا گر گیا اور جواب دیا مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میں ایسے زمانہ میں زندہ رہوں گا جبکہ ان بزرگوں میں موازنہ کیا جائے گا۔ دونوں اچھے۔ اسلام کے لیے دونوں سر کی مانند تھے اس کے بعد میں نے پوچھا۔ حضرت ابوبکرؓ پہلے اسلام لائے یا حضرت علیؓ؟ جواب دیا بخدا! بحیرہ راہب کے زمانہ ہی میں رسول اللہ ﷺ پر حضرت ابوبکرؓ اسلام لے آئے تھے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی شادی کے وقت اس معاملہ پر گفتگو بھی ہوئی تھی اور یہ تمام واقعات اس زمانہ کے ہیں جبکہ حضرت علیؓ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تمام صحابہ اور تابعین وغیرہ میں سے اسلام لانے کی اولیت کا حق حضرت صدیق اکبرؓ کو حاصل ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ و ام المومنین حضرت خدیجہؓ پہلے پہل اسلام سے مشرف ہوئے ان سب اقوال کی تطبیق یہ ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ، خواتین میں ام المؤمنین خدیجہؓ، بچوں میں حضرت علیؓ ایمان لائے۔ اور یہ تطبیق سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے دی ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر نے سالم بن ابوجعد کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے محمد بن حنفیہ سے پوچھا کیا حضرت ابوبکرؓ تمام لوگوں کی بہ نسبت سب سے پہلے اسلام لائے؟ جواب دیا، نہیں۔ تو میں نے پوچھا پھر آپ کا نام سابقین الاسلام میں کیوں مشہور ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام

لانے کے بعد سے وفات تک مسلمانوں میں افضل و اعلیٰ رہے۔
ابن عساکر نے سعد کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے اپنے والد سے استفسار کیا، آیا سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے میں سبقت کی؛ تو انھوں نے کہا نہیں بلکہ پانچ اشخاص ان سے پیشتر اسلام لا چکے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام ہم سے بلند و بہتر تھا۔ ابن کثیر کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر سب سے پہلے اسلام لانے والے اہل بیت تھے یعنی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور آپ کے آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ بن حارث اور ان کی بیوی امّ ایمن رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ورقہ بن نوفل ...
ابن عساکر نے عیسیٰ بن زید کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ میں کعبہ کے سامنے بیٹھا تھا اور زید بن عمرو بن نفیل کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں امیہ بن صلت میرے پاس آیا اور مزاج پرسی کے بعد اس نے کہا۔ نبیٔ منتظر ہمارے خاندان میں پیدا ہوگا یا آپ کے خاندان میں؟ چونکہ اس وقت سے پہلے میں نے نبیٔ منتظر و مبعوث شدنی کا کوئی تذکرہ نہیں سنا تھا اس لیے میں ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچا جو کتب آسمانی میں کافی بصیرت کے مالک تھے نیز ان کے اندرونِ سینہ سے غیر معلوم المعنی آواز سنائی دیتی تھی۔ میں نے ان کے پاس بیٹھ کے ماجرا بیان کیا، تو انھوں نے جواباً کہا ہاں بھائی۔ نبیٔ منتظر وسطِ مملکتِ عرب میں پیدا ہوگا۔ جس کے نسب کا مجھے علم ہے اور تمھارا قبیلہ بھی بلحاظِ نسب وسطِ عرب میں ہے۔ اس پر میں نے کہا، اے چچا! وہ کیا تعلیم دیں گے؟ جواب دیا وہی تعلیم دیں گے جو ان کو سکھائی گئی ہے کہ ظلم نہ کرو اور ظلم نہ سہو اور ظلم و ستم نہ ہونے دو۔ غرضکہ رسالتمآبؐ کی بعثت پر میں نے ہی ان کی تصدیق کی اور فوراً ہی اسلام سے مشرف ہوا۔
ابن اسحٰق نے عبد اللہ بن حصین تمیمی کے ذریعہ بیان کیا ہے کہ میں نے جس کو اسلامی دعوت دی تو اس نے تردد اور غور و فکر کیا اور بمشکل سننا پسند کیا لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی دعوت پر ادنیٰ توقف کیے بغیر لبیک کہا۔ بیہقی نے لکھا ہے کہ آپ کی اسلام آوری میں سبقت کا سبب یہ ہے کہ آپ دلائل و آثار نبوت قبل از اسلام ہی معلوم کر چکے تھے۔ ان حالات کے پیش نظر جب آپ کو دعوتِ اسلام دی گئی تو آپ فوراً ہی اسلام لے آئے .... ابو میسرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آواز غیبی یا محمدؐ سنا کرتے تھے۔ ایک رات آپ نے یہی آواز سنی تو آپ نے یہ کہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسرور کرنے کے لیے یہ واقعہ بیان فرمایا کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے زمانۂ جاہلیت کے دوست تھے۔ ابونعیم و ابن عساکر نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول لکھا ہے۔ میں نے جس کو دعوتِ اسلام دی تو اس نے انکار کیا یا تا دیل و حجت کی، مگر ابن قحافہ کو میں نے جو نہی دعوتِ اسلام دی انھوں نے فوراً قبول کر لیا اور اس پر ثابت قدم

رہے۔ بخاری نے بحوالہ ابودرداء رسالتمآبؐ کا یہ فرمان بیان کیا ہے لوگو! کیا تم میرے دوست کو چھوڑ دینا چاہتے ہو؛ واقعہ یہ ہے کہ میں نے جب تم سے یہ کہا کہ اللہ نے مجھے اپنا رسول بنایا ہے تو تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر صدیق نے میری دعوت پر لبیک کہہ کے میری تصدیق کی۔

مسلسل رفاقت

علماء کا متفقہ بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام لانے کے بعد سے رحلتِ سرورِ عالمؐ تک سفر و حضر میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ البتہ حج اور جہاد کے لیے باجازت آپؐ کی صحبت میں نہ رہ سکے۔ بہرحال میں ہر وقت آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ آپ نے اہل و عیال کو چھوڑ کر اللہ اور رسول اکرمؐ کی خوشنودی کے لیے رسول اللہؐ کے ساتھ ہجرت کی۔ غار حرا میں ساتھ رہے جیساکہ قرآن کریم میں ہے۔ غار میں دو ہی تھے جبکہ رسول اللہؐ نے اپنے دوست سے کہا "خوف و غم نہ کرو کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ علاوہ ازیں کئی مقامات پر رسالتمآبؐ کی مدد کی۔ نیز آپ کی ہجرت پر دیگر شواہد موجود ہیں۔ جنگ حنین میں جبکہ دوسروں نے راہ فرار اختیار کی آپ سایہ کی طرح رسالتمآبؐ کے ساتھ رہے۔ آپ کی شجاعت آئندہ تحریر کی جائے گی۔۔۔۔ ابن عساکر نے بحوالہ ابوہریرہؓ لکھا ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں نے باہمی کہا وہ دیکھو ابوبکر صدیقؓ رسول اللہؐ کے ساتھ زیر سائبان کھڑے ہیں۔۔۔۔ ابویعلی، حاکم اور احمد نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے اور ابوبکرؓ سے فرمایا۔ تم میں سے ایک کی مدد جبریلؑ کر رہے ہیں اور دوسرے کی میکائیل۔ نیز ابن عساکر نے لکھا ہے کہ جنگ بدر میں عبدالرحمٰن مشرکوں کے ساتھ تھے۔ اسلام آوری کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگے جنگ بدر میں آپ کئی مرتبہ میری زد میں آئے لیکن میں نے آپ کو قتل نہیں کیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر مجھے تمہاری اطلاع ہوجاتی تو میں تمہارے قتل سے اعراض نہ کرتا۔

حضرت ابوبکرؓ صحابہؓ میں سب سے زیادہ بہادر تھے

بزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے دریافت کیا۔ بتاؤ سب میں زیادہ بہادر کون ہے؛ جواب دیا کہ آپؓ۔ اس پر خود فرمایا لیکن میں تو اپنے برابر کے مدمقابل سے لڑتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؛ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں آپ ہی بتائیے تو فرمایا حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ جنگ بدر میں ہم لوگوں نے رسول اللہؐ کے لیے ایک دالان سا بنایا۔ پھر

باہم کہا کہ آپ کی خدمت میں کوئی شخص کمربستہ رہے تاکہ کوئی مشرک حملہ کی خواہش سے یہاں نہ آسکے۔ بخدا ہم میں سے کوئی شخص ابھی اس کام کے لیے تیار نہیں ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ شمشیر بکف آگے بڑھ آئے اور ننگی تلوار لیے پہرہ دیتے رہے۔ اگر کوئی مشرک بُری نیت سے آتا تو آپ فوراً ہی اس پر جھپٹ پڑتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ابوبکرؓ بڑے ہی جیوٹ تھے۔۔۔۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مشرکین نے رسول اللہؐ کو اپنے نرغہ میں لے لیا۔ حالت یہ تھی کہ وہ آپ کو گھسیٹ رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے، تم اللہ کی یکتائی کا اعلان کرتے ہو۔ اس موقع پر بخدا ہم میں سے کسی نے بھی اقدام نہیں کیا۔ البتہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضؓ آگے بڑھے۔ مشرکین کو مارتے، گھسیٹتے، دھکے دیتے اور فرماتے، تم پر افسوس ہے تم اس شخص کو مار رہے ہو جو یہ کہتا ہے رمیرا پروردگار صرف ایک اللہ ہے۔ پھر میں علیؓ چادر اٹھا کر اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی۔ اس کے بعد کہا اللہ تمھیں ہدایت دے۔ بتاؤ فرعون کے زمانہ کے مومن اچھے تھے یا حضرت ابوبکرؓ۔ اس پر تمام لوگ خاموش ہوگئے، کسی نے جواب نہ دیا تو فرمایا بخدا حضرت ابوبکرؓ کا ایک گھنٹہ لوگوں کے ہزار گھنٹوں سے اچھا ہے۔ لوگوں نے جس وقت اپنی ایمان آوری کو چھپایا تھا اس وقت ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کا اعلان کیا تھا۔۔۔۔ بخاری نے عروہ بن زبیر کی زبانی لکھا ہے میں نے عبداللہ بن عمر بن عاص سے پوچھا رسول اللہؐ کے ساتھ مشرکوں نے سب سے زیادہ سخت ترین کونسی برائی کی ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ عقبہ بن ابو معیط اس وقت رسول اللہؐ کے پاس آیا جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے اپنی چادر آپ کی گردن میں ڈال کر آپ کا گلا گھونٹنا چاہا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے آکر اسے دھکا دیا اور کہا تم ان کو مارتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ پروردگار کے پاس سے تمھارے لیے بینات ونشانیاں لائے ہیں۔ ہیثم نے اپنی مسند میں حضرت ابوبکرؓ کی زبانی لکھا ہے جنگ اُحد میں تمام لوگ رسول اللہؐ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے لیکن میں ہی وہ پہلا شخص تھا۔ جو سرورِ عالمؐ کے ساتھ رہا۔ ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضؓ کی زبانی لکھا ہے کہ جب اڑتیس آدمی رسول اللہؐ پر ایمان لے آئے تو والدِ بزرگوار حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لجاجت اور اصرار کے ساتھ عرض کیا، اب اسلام کا کھلم کھلا اعلان فرما دیجیے۔ اس پر سرور عالمؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! ہماری تعداد بالکل کم ہے اس کے بعد والد ماجد کے مسلسل اصرار پر رسول اللہؐ نے اسلام کا علانیہ اعلان فرمایا اس نوبت پر تمام مسلمان مسجد میں اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے اور بعض اپنے خاندان میں چلے گئے لیکن والد ماجد حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر کھڑے ہوکر ایک تقریر کی اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، یہی وہ وقت تھا

جبکہ مشرکوں نے آپ پر حملہ کیا اور ان مسلمانوں کو خوب زدوکوب کیا جو اطراف مسجد میں موجود تھے۔ (یہ پوری حدیث حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھی جائے گی۔

ابن عساکر نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسلام آوری کے بعد لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرمؐ کے احکام ماننے کا علانیہ اظہار فرمایا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا بارگاہ نبی اکرمؐ میں مالی ایثار

آپ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے "یہ وہ پرہیزگار رہے جو اپنا مال (اسلام کے لیے) اس غرض سے دیتا ہے تاکہ پاکیزہ ہو جائے"۔ ابن جوزی نے لکھا ہے تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ سورۃ الیل کی یہ آیتیں[1] حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں.... احمد نے ابوہریرہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، ابوبکرؓ کے مال نے مجھے جتنا نفع دیا، اتنا کسی کی دولت سے حاصل نہ ہوا۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے روتے ہوئے کہا یا رسول اللہ میں اور میرا تمام مال سب آپ ہی کا ہے۔ ابویعلی نے حضرت عائشہؓ کی زبانی بھی اسی طرح کی حدیث لکھی ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، انسؓ، جابرؓ اور ابوسعید خدریؓ کی زبانی بھی اسی طرح کی حدیث تحریر کی ہے.... خطیب نے سعید بن مسیب کے ذریعہ یہ اضافہ کیا ہے رسول اللہؐ جس طرح اپنا مال خرچ کرتے اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کا مال خرچ کیا کرتے تھے۔ ابن عساکر نے عائشہ و عروہ بن زبیر کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بوقت اسلام آوری چالیس ہزار دینار تھے جو آپ نے سب کے سب رسول اللہؐ پر صرف کر دیے۔ ابوسعید نے ابن عمرؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بوقت اسلام آوری چالیس ہزار دینار تھے لیکن جب آپ نے رسول اکرمؐ کے ساتھ ہجرت کی تو اس وقت پانچ ہزار درہم سے زیادہ باقی نہ تھے، آپ نے تمام دولت مسلمان غلاموں کے آزاد کرانے اور اسلام کی مدد میں خرچ کی ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے سات غلام ایسے آزاد کرائے جن کے آقا ان کو صرف اسلام لانے کی وجہ سے دردناک سزائیں دیتے تھے۔ ابن شاہین نے السنۃ میں۔ بغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر نے ابن عمر کی زبانی تحریر کیا ہے کہ میں بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر تھا اور صدیق اکبر ایک ایسا لبادہ جس کے کناروں کو اٹھا کر سینہ پر کانٹوں سے اٹکا لیا تھا، پہنے ہوئے تھے۔ اتنے میں جبریل آئے اور کہا یا رسول اللہؐ! آج ابوبکرؓ سینہ پر کانٹوں کا لبادہ کیوں اٹکائے ہوئے ہیں؛ ارشاد گرامی ہوا، انھوں نے اپنی تمام دولت

[1] سورۃ الیل جس کا نمبر ۹۲ ہے اس کی آیت نمبر ۱۷ تا ۲۱۔ جملہ ۵۔ آیتیں حضرت ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

مجھ پر خرچ کر دی ہے۔ تو جبریلؑ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو سلام کہا ہے اور دریافت کیا ہے اے ابوبکرؓ! تم اس غربت کی حالت میں ہم سے خوش ہو یا ناراض؛ اس پر صدیق اکبرؓ نے کہا: میں اپنے پروردگار سے کس طرح ناراض ہو سکتا ہوں میں تو اس سے راضی ہوں، خوش ہوں اور بہت مسرور ہوں۔ اس قسم کی اکثر احادیث مروی ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے اپنا پورا مال و سرمایہ اسلام کی راہ میں پیش کر دیا۔

عبداللہ بن عباسؓ نے رسالتمآبؐ کی زبانی بیان کیا ہے کہ بارگاہ نبویؐ میں ایک دن جبریلؑ دری کی طرح کا ایک کپڑا اپنے سینہ پر ڈالے ہوئے آئے جس پر سرور عالمؐ نے فرمایا جبریلؑ یہ کیا حالت ہے تو انھوں نے عرض کیا کہ اللہ نے حکم دیا ہے تمام فرشتے اسی طرح کا لباس پہن لیں جیسا کہ صدیق اکبرؓ پہنے ہوئے ہیں۔ اس حدیث کے متعلق ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس کے راوی ضعیف ہیں، اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو اس حدیث کو لوگ قبل ازیں بھی بیان کرتے۔ غرضکہ اس روایت سے اعراض کرنا ہی مناسب ہے۔

ابوداؤد و ترمذی نے بحوالۂ فاروق اعظمؓ لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے ہمیں راہ الٰہی میں مال لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ آج صدیق اکبرؓ سے سبقت لے جاؤں گا۔ اپنی نصف دولت لا کر بارگاہِ نبوی میں پیش کی۔ سرور عالمؐ نے فرمایا عمرؓ! اپنے اہل کے لیے کتنا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا اتنا ہی ان کے لیے رکھ دیا ہے۔ اور ابوبکرؓ اپنی پوری دولت لے آئے، جن سے رسول اکرمؐ نے دریافت فرمایا اپنے اہل و عیال کے لیے کتنا رکھ آئے ہو؛ تو انھوں نے کہا ان کے لیے اللہ اور سرور عالمؐ بہت کافی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا ابوبکر صدیقؓ سے میں ہرگز سبقت نہیں لے جا سکتا۔

(ترمذی کا بیان ہے کہ یہ حدیث حسن و صحیح ہے) ابونعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں بحوالہ حسن بصری لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ اپنا کچھ مال بارگاہ نبوت میں لائے اور اس کی قیمت کم کر کے بتائی اور کہا یارسول اللہؐ! یہ میرا نذرانہ ہے اور میرا مقصود صرف رضامندیٔ الٰہی ہے۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ نے نذرانہ پیش کر کے اس کی اصلی قیمت بتائی اور کہا یا رسول اللہؐ! میرا مقصود صرف رضائے الٰہی ہے۔ اس پر سرور عالمؐ نے فرمایا تم دونوں کے پیش کردہ میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ تم دونوں کے الفاظ میں... ترمذی نے ابوہریرہؓ کی زبانی بیان کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا مجھ پر جس نے احسان کیا اس کے احسان کا بدلہ دے دیا گیا۔ البتہ ابوبکرؓ کی احسان مندیاں مجھ پر اتنی زیادہ ہیں جن کا بدلہ روز محشر خود اللہ تعالیٰ ان کو دے گا اور سب سے زیادہ مجھے ابوبکرؓ کے مال و دولت نے نفع پہنچایا ہے۔

بزار نے بحوالہ ابوبکرؓ تحریر کیا ہے کہ میں اپنے والد بزرگوار قحافہ کے ہمراہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا

تو ارشاد عالی ہوا تم نے اپنے ضعیف والد کو کیوں تکلیف دی۔ میں خود آجاتا۔ اس پر میں نے عرض کیا آپ کی تشریف آوری کی بہ نسبت ان کا آنا ہی ٹھیک ہے۔ اس پر ارشاد عالی ہوا، تمہارے احسانات ہمیں بخوبی یاد ہیں۔ ابن عساکر نے ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، ابوبکرؓ کے مجھ پر بے انتہا احسانات ہیں سب سے زیادہ یہ کہ مال وجان سے میری غم خواری کی اور اپنی بیٹی کی مجھ سے شادی کی۔

حضرت صدیق اکبرؓ صحابہؓ میں سب سے زیادہ صاحبِ علم وذکا تھے

امام نوویؒ نے اپنی کتاب تہذیب[1] میں لکھا ہے کہ علماء نے آپ کی عظمتِ علمی کا صحیحین کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ آپؓ نے فرمایا بخدا اگر کوئی فرد نماز وزکوٰۃ میں فرق کرے گا تو میں اسے قتل کردوں گا اور بخدا عہد رسالت مآبؐ میں اگر مثالاً وہ ایک دھنگن[2] بھی ادا کرتے تھے اور اب اس کی ادائیگی میں باز رہیں گے تو میں ان سے اس کی وصولیابی کے لیے نبرد آزما ہوں گا.... شیخ ابواسحق نے اس بیان اور دیگر احادیث سے اپنی کتاب طبقات میں استدلال کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے کیونکہ صحابہ جب کسی مشکل مسئلہ کو حل نہ کر سکتے تو اس کا حضرت صدیق اکبرؓ سے حل دریافت کرلیتے اور پھر جب آپ کے جواب پر خوب غور وبحث کرتے تو واضح ہوجاتا کہ جواب باصواب ہے اور آپ کے فیصلے کے مطابق ہی عمل پیرائی کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ عہدِ رسالتمآبؐ میں حضرت صدیق اکبرؓ فتویٰ دیا کرتے تھے اور وہ صحابہ میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ شیخان[3] نے بحوالہ ابوسعید خدری لکھا ہے، دورانِ خطبہ میں رسالتمآبؐ نے فرمایا اللہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے دنیا میں رہے اور چاہے اللہ تعالیٰ کے پاس چلا جائے اس پر بندہ نے اللہ کے پاس جانا اختیار کرلیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے زار وقطار روتے ہوئے کہا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ سامعینِ خطبہ کو حضرت ابوبکرؓ کے رونے پر تعجب ہوا کیونکہ سرورِ عالمؐ نے صرف ایک بندہ کا تذکرہ فرمایا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ بندۂ صاحبِ اختیار دراصل رسول اللہؐ تھے۔ جن کو حضرت صدیق اکبرؓ جانتے تھے۔ اسی لیے ایک موقع پر رسالتمآبؐ نے فرمایا تمام مسلمانوں میں سے ابوبکرؓ کی

---

[1] اس کتاب کا پورا نام تہذیب الاسماء واللغات ہے جو مصر میں چھپی ہے۔

[2] دھنگن ترجمہ ہے عقال کا جس سے اونٹوں کے پاؤں اس لیے باندھ دیتے ہیں تاکہ وہ کھڑے نہ ہوسکیں بلکہ بیٹھے ہی رہیں۔

[3] شیخان سے مراد ہیں امام مسلم وبخاریؒ۔

دولت اور صحبت مجھے عزیز ہے .... پروردگار کے سوائے اگر میں کسی کو دوست بنا سکتا تو ابوبکرؓ کو دوست بناتا۔ ان کی اخوت اسلامی اور محبت میرے دل میں جاگزین ہے۔ حضور نے فرمایا تمام دریچوں کے بند کردینے کے باوجود دروازہ ابوبکر صدیقؓ لازماً کھلا رہے گا[۱]

امام نوویؒ کے اس بیان کو تحریر کرنے کے بعد ابن کثیر کا قول سنیے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہ میں زیادہ قرآن داں تھے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام صحابیوں کا امام بنایا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ قوم کا امام اس شخص کو ہونا چاہیے جو قرآن شریف کا سب سے زیادہ عالم ہو۔ ترمذی نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جس قوم میں ابوبکرؓ موجود ہوں وہاں آپ کے سوائے کسی دوسرے کو امامت کا حق حاصل نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی ثابت ہے کہ آپ سب سے زیادہ احکام رسالت سے واقف تھے۔ جیساکہ اکثر مرتبہ صحابہ نے آپ سے رجوع کیا اور آپ نے انھیں احادیثِ نبوی سے واقف کیا۔ آپ کو احادیثِ نبوی زبانی یاد تھیں۔ بوقت ضرورت آپ انھیں بیان کردیتے۔ اس کا سبب قوتِ حافظہ کے ماسواء یہ بھی ہے کہ آپ بعثت سے لے کر رحلت تک ہمیشہ رسول اکرمؐ کے ساتھ رہے۔ ساتھ ہی نہایت سمجھ دار اور عقلمند تھے۔

صدیق اکبرؓ سے قلیل احادیث مروی ہونے کے اسباب

رحلت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تھوڑے دنوں زندہ رہے۔ اگر زیادہ عرصہ زندہ رہتے تو آپ کی روایات دیگر تمام صحابہ سے تعداد میں زیادہ ہوتیں اور ہر حدیث کی سند آپ ہی سے لائی جاتی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ بارگاہِ رسالت میں دیگر صحابہ بھی اکثر حاضر رہتے اور احادیث نبویؐ سنتے تھے انھوں نے جو کچھ سنا وہ خود اپنی زبان سے بیان کردیا اور انھوں نے حدیث بیان کرنے میں صدیق اکبرؓ کا حوالہ نہیں دیا۔ ابوالقاسم بغوی نے میمون بن مہران کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو آپ اس کا فیصلہ قرآن کریم میں تلاش کرتے اور نص قطعی کے موافق فیصلہ فرماتے۔ بصورت دیگر احادیث کے مطابق فیصلہ دیتے۔ اگر کوئی حدیث نہ ملتی تو صحابہ سے فرماتے ہمارے پاس ایک مقدمہ آیا ہے۔ کیا تمھیں ایسا مقدمہ فیصل کرنے میں رسول اکرمؐ کی کوئی حدیث یاد ہے؟ صحابہ میں سے اگر کوئی اس نوعیت کی حدیث بیان کرتا تو اسی حدیث کے مطابق فیصلہ دیتے اور فرماتے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ہم میں

---

[۱] یہ حدیث بھی ابوبکرؓ کی خلافت کی دلیل ہے۔

وہ اشخاص موجود ہیں جنھیں رسول اللہؐ کی احادیث یاد ہیں۔ اور اگر اس طرح بھی کوئی حدیث نہ ملتی تو صحابہ کبار کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے۔ اس مجلس شوریٰ میں اگر تمام صحابہ متفق الرائے ہوتے تو ویسا ہی فیصلہ دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا بھی یہی قاعدہ تھا کہ وہ دریافت طلب مسئلہ کو قرآن اور سنت میں تلاش کرتے اور بصورت دیگر حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے کے موافق احکام جاری کرتے اور اگر حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے کی نظیر نہ ملتی تو صحابہ کبار کی کثرت رائے پر فیصلہ فرماتے۔

علم انساب میں مہارت حضرت صدیق اکبرؓ تمام عرب اور خصوصاً قریش کے نسب سے بخوبی واقف تھے۔ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ جبیر بن مطعم جو عرب اور قریش کے نسب میں ماہر تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں کہتے ہیں کہ صدیق اکبر فن نسب میں تمام عرب اور قریش سے فائق تر ہیں۔

فن تعبیر میں کمال عہد رسالت میں آپ ہی خواب کی تعبیر بتایا کرتے تھے اور فن تعبیر میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ محمد بن سیرین جو فن تعبیر کے امام تھے کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کے بعد امت مسلمہ میں ابوبکرؓ سب سے زیادہ فن تعبیر میں ماہر تھے۔ دیلمی نے اپنی مسند فردوس میں اور ابن عساکر نے سمرہ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے خواب کی تعبیر ابوبکرؓ سے پوچھ لیا کروں کیونکہ انھیں تعبیر خواب میں کمال حاصل ہے۔

فصیح مقرر ابن کثیر کا بیان ہے کہ آپ سب سے زیادہ فصیح مقرر تھے۔ زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ میں نے علماء کا یہ قول سنا ہے کہ صحابہ میں سب سے زیادہ فصیح مقرر حضرت ابوبکرؓ اور علیؓ بن ابی طالب تھے۔

حدیث ثقیفہ میں حضرت عمرؓ کا بیان عنقریب آئے گا جس سے آپ کے سب سے زیادہ عالم سب سے زیادہ خشوع و خضوع کرنے والے، سب سے زیادہ ماہر تعبیر اور فصیح مقرر ہونے کے دلائل سامنے آئیں گے۔

صحابہؓ میں سب سے زیادہ عالم حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہؓ میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے جس کا ثبوت صلح حدیبیہ کے واقعات سے ملتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اس صلح کے بارے میں رسول اکرمؐ سے سوالات کیے کہ ہم دنیا کو دین کے عوض کیوں چھوڑ دیں؟ جس کے جوابات سے سرور عالمؐ نے آگاہ فرمایا۔ پھر فاروق اعظمؓ نے صدیق اکبرؓ کے پاس جا کر وہی سوالات پوچھے جو رسول اکرمؐ سے دریافت کیے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حرف بحرف وہی جواب دیا جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تھا جسے بخاری وغیرہ نے تفصیل سے لکھا ہے۔

صائب الرائے آپ تمام صحابہ میں نہایت اعلیٰ گفتار و کردار کے مالک تھے۔ عقل کامل کے حامل اور صائب الرائے تسلیم کیے گئے۔ امام الرازی نے اپنی فوائد میں اور ابن عساکر نے عمرو بن العاص کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے خود رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ جبریلؑ نے آکر مجھ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ حضرت ابوبکرؓ سے مشورے کرتے رہیئے۔ طبرانی و ابونعیم وغیرہ نے معاذ بن جبل کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسالت مآبؐ نے جب مجھے یمن بھیجنا چاہا تو صحابہ سے مشورہ کیا اور اس مجلس شوریٰ میں خلفائے اربعہ نیز حضرات طلحہ و زبیر اور اسید بن حضیر موجود تھے ان میں سے ہر ایک نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ پھر سرور عالمؐ نے مجھ سے میری رائے دریافت کی تو میں نے عرض کیا میری رائے بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کے موافق ہے۔ اس پر سرور عالمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو برسر آسمان ناپسند ہے کہ زمین پر ابوبکرؓ کوئی غلطی کر سکیں ..... طبرانی نے اوسط میں سہل بن ساعد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں کہ ابوبکرؓ کوئی بھی غلطی کر سکیں۔ یعنی وہ دینی غلطی نہیں کر سکتے۔

حافظ قرآن کریم امام نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ اچھے حافظ قرآن تھے۔ دوسروں کے منجملہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی یہی روایت لکھی ہے حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ عہد رسالت مآبؐ میں چار انصاریوں نے قرآن کو جمع کر لیا تھا۔ جس کو کتاب الاتقان میں بالتفصیل لکھا گیا ہے اور ابوداؤد نے شعبی کے حوالے سے جو بیان کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات تک قرآن کریم جمع نہیں ہوا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ترتیب کے مطابق جمع نہیں ہوا تھا جس ترتیب سے حضرت عثمانؓ نے مصحف جمع فرمایا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی دیگر صحابہؓ پر افضلیت و برتری

علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ افضل و برتر ہیں اور آپ کے بعد علی الترتیب فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، علیؓ، عشرہ مبشرہ، اہل بدر، اہل اُحد، اہل حدیبیہ افضل ہیں جن کو بالترتیب دیگر پر برتری حاصل ہے۔ ابو منصور بغدادی نے بھی لکھا ہے کہ اسی پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ بخاری نے عبداللہ بن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ عہد رسالتمآب میں ہم لوگ ابوبکرؓ کو برتر سمجھتے تھے، ان کے بعد حضرت عمرؓ کو اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کو ..... طبرانی کے کبیر میں یہ اور لکھا ہے کہ یہ

بات جب سرورِ عالم ؐ کو معلوم ہوئی تو آپ نے اسے پسند فرمایا۔۔۔۔ ابن عساکر نے عبداللہ بن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ عہدِ رسالت مآب میں ہم لوگ سب سے زیادہ ابوبکرؓ کو افضل و برتر جانتے تھے۔ اس کے بعد بالترتیب حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو بہتر سمجھتے تھے اور حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی تحریر کیا ہے کہ ہم رسالتمآبؐ کے ساتھ رہنے والے صحابہ باہمی طور پر اکثر کہا کرتے تھے کہ رسول اللہؐ کے بعد ابوبکرؓ سب سے زیادہ افضل ہیں ان کے بعد حضرت عمرؓ و عثمانؓ۔ پھر ہم خاموش ہوجاتے تھے۔ ۔۔۔۔ ترمذی نے جابر بن عبداللہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو بعد رسول اللہؐ خیر الناس کہہ کے مخاطب کیا تو آپؓ نے فرمایا تم یہ بات کہہ رہے ہو حالانکہ رسول اللہؐ کو فرماتے میں نے خود سنا ہے کہ عمرؓ سے بہتر شخصیت پر کبھی آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ بخاری نے محمد بن علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار حضرت علیؓ سے پوچھا بعد رسول اکرمؐ لوگوں میں سب سے بہتر و برتر کون ہے؟ انھوں نے جواباً کہا حضرت ابوبکرؓ۔ میں نے پوچھا پھر ان کے بعد کون؟ فرمایا حضرت عمرؓ۔ اس کے بعد مجھے خوف ہوا کہ حضرت عثمانؓ کا نام لیں گے۔ چنانچہ میں نے پوچھا ان کے بعد آپ افضل و اعلیٰ ہیں؟ ارشاد فرمایا میں تو مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔ احمد وغیرہ نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد امتِ مسلمہ میں سب سے زیادہ بہتر و برتر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ سے یہ روایت متواتر آئی ہے۔ اللہ کی رافضیوں[1] پر پھٹکار ہو یہ لوگ بڑے ہی جاہل ہیں۔۔۔۔ ترمذی و حاکم نے حضرت عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے زیادہ بہتر و برتر ہیں اور رسول اللہؐ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔۔۔۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے برسرِ منبر فرمایا رسول اللہؐ کے سوائے امتِ مسلمہ میں سب سے زیادہ برتر حضرت ابوبکرؓ ہیں اور جو کوئی اس کے سوائے کچھ اور کہے تو وہ جھوٹا اور لپاڑیا ہے اور اس کی سزا اسّی کوڑے ہیں۔ علاوہ ازیں ابویعلی کے ذریعہ حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر کوئی شخص بھی مجھے فضیلت نہ دے ورنہ میں اس کو وہی سزا دوں گا جو الزام لگانے والوں کو دی جاتی ہے۔۔۔۔ عبدالرحمٰن نے اپنی مسند میں اور ابونعیم وغیرہ نے بحوالہ ابودرداء لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا سوائے انبیاءؑ کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس پر آفتاب طلوع و غروب ہوا ہو اور وہ ابوبکرؓ سے برتر ہو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبیوں و رسولوں کے سوائے حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ کوئی دوسرا افضل نہیں ہے۔۔۔۔ جابرؓ نے حدیث کے یہ الفاظ بیان کیے

---

[1] رافضی دراصل شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو زید بن علی بن حسینؓ کی پیروی کرتا ہے۔ شیعوں کی معتبر کتاب "اصول کافی" میں ہے کہ اللہ نے ان لوگوں کو رافضی کے لقب سے ملقب کیا ہے جو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر تبرّا کرتے ہیں۔ از مترجم۔

ہیں کہ ابوبکرؓ سے کوئی دوسرا افضل و برتر نہیں ہے کہ اس پر آفتاب طلوع ہوا ہو۔ اس حدیث کو طبرانی وغیرہ نے بھی بہ ثبوت و دلائل لکھا ہے جس کی صحت پر شواہد موجود ہیں اور ابن کثیر نے بھی اس کی صحت کے دلائل دیے ہیں۔ طبرانی نے سلمہ بن اکوع کی زبانی رسالتمآبؐ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ اگرچہ نبی نہیں ہیں لیکن تمام لوگوں میں افضل ہیں۔۔۔۔ اوسط میں سعد بن زرارہ کے ذریعہ سرورِ عالمؐ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے کہ جبریلؑ نے مجھے بتایا ہے کہ آپؐ کے بعد آپؐ کی امت میں بہترین شخص ابوبکرؓ ہیں۔ ۔۔۔۔ شیخین نے عمرو بن عاص کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! آپ کس شخص کو زیادہ پسند فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا عائشہ صدیقہؓ کو۔ پھر میں نے عرض کیا، مردوں میں؟ ارشاد ہوا ان کے والد بزرگوار کو۔ پھر میں نے پوچھا ان کے بعد کس کو؟ فرمایا عمرؓ کو۔۔۔۔ ترمذی، نسائی اور حاکم نے عبداللہ بن شفیق کی زبانی لکھا ہے۔ میں نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ صحابہ میں سے رسول اللہؐ کو کون سب سے زیادہ عزیز تھا؟ فرمایا ابوبکرؓ۔ پھر میں نے پوچھا ان کے بعد کون؟ فرمایا عمرؓ۔ پھر میں نے پوچھا ان کے بعد؟ فرمایا ابوعبیدہؓ بن جراح عزیز و محبوب تھے۔۔۔۔ ترمذی وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں فرمایا۔ رسولوں اور نبیوں کے سوائے تمام اگلے اور پچھلے سن رسیدہ اشخاص کے یہ دونوں بزرگ سردار ہوں گے۔ حضرت علیؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور ابن عمرؓ، ابوسعید خدریؓ، جابر بن عبداللہؓ کی کی زبانی بھی اسی طرح کی روایت موجود ہے۔۔۔۔ طبرانی نے اوسط میں عمار بن یاسر کی زبانی لکھا ہے جس نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر کسی صحابی کو فوقیت و برتری دی تو اس نے مہاجرین و انصار پر ظلم کیا۔۔۔۔ ابن سعید نے زہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے حسان بن ثابت سے فرمایا، کیا تم نے ابوبکرؓ کی منقبت میں کچھ لکھا ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں۔ ارشادِ عالی ہوا سناؤ میں سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انکی منقبت سماعت فرمانے کے بعد آپ خوب ہنسے اور ارشاد ہوا بالکل درست، تم نے جیسی تعریف کی ہے ابوبکرؓ ویسے ہی ہیں۔

اُمت میں زیادہ رحمدل

احمد و ترمذی نے بحوالہ انس رسالتمآبؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے، میری امت میں میرے اُمتیوں کے ساتھ سب سے زیادہ مہربانی کرنے والے، رحمدل ابوبکرؓ ہیں۔ احکامِ الٰہی کی تعمیل میں عمرؓ سب سے زیادہ سخت ہیں۔ عثمانؓ مکمل حیادار ہیں۔ معاذ بن جبل سب سے زیادہ حلال و حرام کے مسائل سے واقف ہیں۔ زید بن ثابت وراثت کے احکام زیادہ جانتے ہیں۔ ابی بن کعب بہترین قاری ہیں۔ ہر قوم میں ایک امانتدار ہوتا ہے اور میری امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ ابویعلی نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا علیؓ بہترین جج ہیں۔۔۔۔

دیلمی نے لکھا ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ سچے اور پرہیزگار ابوذر غفاریؓ ہیں۔ ابو دردا ؓ سب سے زیادہ عبادت گذار و متقی ہیں۔ امیر معاویہؓ بن ابو سفیان میری امت میں سب سے زیادہ بُردبار و خوب تر ہیں۔ ..... ہمارے استاد محترم علامہ کافیجی سے مندرجہ بالا فضائل کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ آیا ان میں کوئی منافات و تضاد پایا جاتا ہے تو انھوں نے فرمایا فضائل متذکرہ بالا میں کوئی منافات و تناقض نہیں ہے۔

آیاتِ قرآنی جو آپ کی تعریف، تصدیق اور عظمت میں وارد ہوئیں

میں نے وہ کتابیں دیکھی ہیں جن میں ابوبکر صدیق رضؓ کی تعریف از روئے نصوص قرآنی کی گئی ہے۔ لیکن وہ ناکافی ہیں۔ اسی بناء پر میں نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے متعلق اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "جب وہ دونوں غار میں تھے تو رسول اللہؐ نے اپنے صاحب سے کہا حزن و غم نہ کیجیے اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے ان پر سکینۃ نازل کی"۔ تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس آیت میں "صاحب" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہیں جیسا کہ نفس واقعہ سے بھی ظاہر ہے۔ ..... ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ابوبکرؓ کو ہمیشہ سکون و اطمینان رہے گا کیونکہ اللہ نے ان پر سکینۃ و سکون نازل و لازم کر دیا ہے۔ ..... ابن ابو حاتم نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے بلالؓ کو ان کے آقا امیہ بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیہ غلہ کے عوض خرید کر آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں سورۂ والّیل شروع تا اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی نازل فرمائی۔ ..... ابن جریر نے لکھا ہے کہ مکہ کی بوڑھی اور کمزور لونڈیاں اسلام لے آتیں تو حضرت ابوبکرؓ ان کو خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر ان کے والد قحافہ نے کہا، ابوبکرؓ! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف عورتوں کو خرید کر آزاد کر رہے ہو۔ اس کے بجائے اگر مضبوط و تندرست جوانوں کو خرید کر آزاد کرو تو بہتر ہے تاکہ وہ تمھارے ساتھ رہیں اور مشکل کے وقت تمھارے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر رہیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے جواباً کہا ابا جان! مجھے تو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی درکار ہے ..... عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں ہمارے خاندان والوں کا بیان ہے کہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی کی پوری آیت آپ ہی کے شان میں نازل ہوئی ہے۔ ..... ابن ابو حاتم اور طبرانی نے لکھا ہے کہ سورۂ والّیل کی آخری پانچ آیتیں حضرت ابوبکرؓ پر اس لیے نازل ہوئیں کہ انھوں نے ان سات غلاموں کو جن پر اُن کے آقا ہر نوع کے مظالم توڑتے تھے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ بزار نے لکھا ہے کہ سورہ کے اخیر تک وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ

مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی کی آیتیں آپ ہی کی شان میں وارد ہیں .... بخاری میں حضرت عائشہؓ کی زبانی تحریر ہے کہ والد بزرگوار نے عمر بھر قسم کے خلاف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ قسم کے کفارہ کی آیت نازل ہوگئی....
بزار اور ابن عساکر نے لکھا ہے ایک مرتبہ حضرت علی رضؓ نے قسم کھائی۔ قسم ہے اللہ کی جس نے محمد رسول اللہؐ کو مبعوث فرمایا اور آپ کی رسالت کی ابوبکرؓ نے تصدیق کی تو یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ حاکم نے بحوالہ لکھا ہے آیت وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابن ابو حاتم نے لکھا ہے آیت وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ۔ حضرت ابوبکرؓ کی تعریف میں نازل ہوئی ہے۔ اس کی تشریح میں لے اپنی کتاب اسباب نزول میں صراحت سے کی ہے۔ طبرانی نے لکھا ہے کہ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ کے الفاظ اللہ تعالے نے ابوبکرؓ وعمرؓ کی عظمت کے بارے میں فرمائے ہیں ..... عبداللہ بن ابو حمید نے بحوالہ مجاہد لکھا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کی آیت کے نزول پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! جب آپ کی شان میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو اس میں ہمیں بھی شریک کیا جاتا ہے (حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ابھی اتنا کہا ہی تھا کہ) ھُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ کی آیت نازل ہوئی۔ (جو حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں ہے) ..... ابن عساکر نے لکھا ہے کہ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ کی آیت حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور علیؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور بحوالہ یہ بھی تحریر کیا ہے کہ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ سے وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ تک کی آیات ابوبکر صدیقؓ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ نیز ابن عساکر نے بحوالہ ابن عیینہ لکھا ہے کہ رسول اللہ کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کے سوا اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر عتاب فرمایا ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ کو عتاب الٰہی سے اس طرح مستثنیٰ قرار دیا ہے اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی افضلیت میں مزید احادیث

شیخان نے ابوہریرہ رضؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے خود سنا ہے، ایک جگہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ بھیڑیے نے آکر اس کی ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے جب اس سے اپنی بکری چھڑا لی تو بھیڑیے نے کہا اس پھاڑ کھانے والے دن کیا ہوگا جبکہ میرے سوائے کوئی چرواہا نہ ہوگا (ابھی یہ فرما رہے تھے) کہ اتنے میں ایک آدمی اپنے باربردار بیل کو ادھر سے لے کر گزرا۔ بیل نے میری طرف

دیکھ کے کہا" میں سامان لادنے کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ میری تخلیق کاشتکاری کے لیے ہوئی ہے۔"
یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا سبحان اللہ! بیل بھی آپؐ سے باتیں کرتا ہے۔ اس پر ارشاد ہوا میرے اس بیان کی تصدیق ابوبکرؓ و عمرؓ کریں گے، اگرچہ صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ اس مجلس میں موجود نہ تھے لیکن سرورِ عالمؐ نے ان دونوں کے مکمل ایمان کے مدنظر ان کی تصدیق کرنے کو بیان فرمایا۔

ترمذی نے ابوسعید خدریؓ کی زبانی رسالتمآبؐ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے کہ ہر نبی کے دو آسمانی اور دو زمینی وزیر ہوتے ہیں۔ میرے آسمانی وزیر جبریلؑ و میکائیلؑ ہیں اور زمینی وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ دیگر محدثین نے رسالتمآبؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور عشرہ مبشرہ جنتی ہیں۔ طبرانی نے سرورِ عالمؐ کا یہ فرمان قلمبند کیا ہے کہ بڑے مرتبہ والے افق آسمان کے ان تابندہ ستاروں کی طرح ہیں جنھیں تم زمین پر سے جگمگاتا دیکھتے ہو اور ابوبکرؓ و عمرؓ انھی بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہیں۔

ترمذی نے انسؓ کی زبانی لکھا ہے رسول اکرمؐ جب مہاجرین و انصار کی مجالس میں تشریف لے جاتے تو مجلس کا کوئی فرد آپ کی جانب نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ البتہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ آپ کی جانب نظریں بھر کر دیکھتے اور مسرت کے عالم میں مسکراتے اور سرورِ عالم بھی ان دونوں کو دیکھ کے مسکرایا کرتے تھے۔ ترمذی، حاکم اور طبرانی نے لکھا ہے ایک دن رسول اکرمؐ مسجد میں اس شان سے تشریف فرما ہوئے کہ آپ کے دائیں بائیں ابوبکرؓ و عمرؓ تھے۔ پھر آپؐ نے دونوں کے ہاتھ پکڑ کے فرمایا روزِ محشر ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے....
ترمذی، حاکم اور طبرانی نے سرورِ عالمؐ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے "قیامت میں سب سے پہلے میں اٹھوں گا اس کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ اٹھیں گے۔ نیز ان تینوں نے تحریر کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھ کے فرمایا یہ دونوں میرے آنکھ کان ہیں..... بزار و حاکم نے ابواروی الدوسی کی زبانی لکھا ہے میں دربار رسالتمآبؐ میں حاضر تھا اتنے میں ابوبکرؓ و عمرؓ آئے تو سرورِ عالمؐ نے فرمایا اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے تم دونوں کو میرا معاون و مددگار بنایا ہے..... یہی روایت براء بن عازب سے بھی مروی ہے اور طبرانی نے بھی اسے تحریر کیا ہے۔ ابویعلی نے رسالتمآبؐ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے کہ جبریلؑ کی آمد پر میں نے ان سے عمرؓ کے فضائل بیان کرنے کی فرمائش کی، انھوں نے جواباً کہا فضائل عمرؓ بیان کرنے کے لیے عمر نوحؑ درکار ہے اور تب بھی بیانِ فضائلِ عمرؓ ختم نہ ہوگا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ عمرؓ کے فضائل حضرت ابوبکرؓ کے مناقب و فضائل کا ایک جزو ہیں۔ احمد نے لکھا ہے رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اگر تم دونوں مشورہ پر متفق الرائے ہو جاتے تو میں ہرگز تمھاری رائے سے اختلاف نہ کرتا۔ طبرانی و سعد نے لکھا ہے کہ کسی نے دریافت کیا کہ عہد رسالتمآبؐ میں مفتی کون تھا؟ جس پر براء و ابن عمر نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ فتویٰ

دیا کرتے تھے اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا مفتی نہ تھا۔ ابوالقاسم کا بیان ہے کہ عہد رسالتمآبؐ میں چاروں خلفاء فتویٰ دیا کرتے تھے۔ طبرانی نے عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالہ سے رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد قلمبند کیا ہے۔
"ہر نبی کے کچھ خصوصی امتی ہوتے ہیں اور میری امت کے مخصوص صحابی ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔
ابن عساکر نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا، ابوبکرؓ پر اللہ تعالیٰ اور مہربانیاں کرے۔ انھوں نے اپنی بیٹی کی مجھ سے شادی کی۔ دارالہجرت مدینہ تک مجھے پہنچایا اور بلالؓ کو آزاد کیا۔ اور عمرؓ پر بھی اللہ تعالیٰ مہربانیاں کرے۔ بات کتنی ہی کڑوی ہو وہ ہمیشہ حق کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر بھی مہربانیاں کرے اور اے اللہ! علیؓ جہاں کہیں ہوں ان کے ساتھ حق قائم رکھ۔ طبرانی کی تحریر ہے کہ رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر برسر منبر حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو! ابوبکرؓ نے مجھے کبھی رنجیدہ نہیں کیا اس لیے یاد رکھو کہ میں ابوبکرؓ سے راضی اور خوش ہوں۔ نیز یاد رکھو عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ اور ابتدائی مہاجروں سے بھی خوش ہوں۔ عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے علی بن حسینؓ سے دریافت کیا، رسول اللہؐ کی نظر میں ابوبکر و عمرؓ کی کتنی قدر و منزلت تھی؟ آپ نے جواباً کہا اتنی ہی قدر و منزلت تھی جتنی کہ روز محشر رسالتمآبؐ کے ساتھ عزت و عظمت ہوگی۔
ابن سعد نے رسول اللہؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے کہ آپ نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرمایا ہمارے بعد تم پر کوئی حاکم حکومت نہیں کرے گا..... ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض و عداوت رکھنا کفر ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت و معرفت دراصل عین سنت اور سنت کی پیروی ہے انسؓ کا بیان ہے رسالتمآب نے فرمایا مجھے اپنی امت سے امید ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے ویسی ہی محبت رکھے گی جیسی کہ کلمہ طیبہ کو عزیز رکھے گی۔

حضرت ابوبکرؓ کی ہی فضیلت میں حدیثیں

شیخان نے ابوہریرہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے خود سنا ہے "جس نے کسی چیز کا ایک جوڑا راہِ الٰہی میں خرچ کیا تو جنت کے دروازوں سے آواز دی جائے گی اے بندۂ خدا ادھر آ یہ باب الداخلہ بہتر ہے۔ نمازی کو دروازۂ نماز سے، مجاہد کو دروازۂ جہاد سے، خیر خیرات کرنے والے کو دروازۂ صدقہ سے، روزہ دار کو دروازۂ روزہ سے آواز دی جائے گی۔ یاد رکھا جائے دروازۂ روزہ کو باب الریان بھی کہتے ہیں۔ یہ سنکر ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! وہ شخص بڑا ہی خوش قسمت ہوگا جس کو تمام دروازوں سے اندر آنے کی دعوت دی جائے گی، کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے؟ ارشاد عالی ہوا ہاں ہے اور مجھے توقع

ہے کہ ان میں ابوبکرؓ بھی شامل ہیں ..... ابو داؤد و حاکم نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! میری امت کے منجملہ سب سے پہلے جنت میں تم جاؤ گے۔ شیخان نے رسول اللہؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے انسانوں میں سب سے زیادہ جس نے میرا ساتھ دیا اور مجھ پر مال خرچ کیا وہ ابوبکرؓ ہیں۔ پروردگار کے سوائے اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو دوست بناتا اور وہ میرے اسلامی بھائی ہیں۔ یہی حدیث متواتر طریقوں سے ابن عباس، ابن زبیر، ابن مسعود، جندب بن عبداللہ، براء، کعب بن مالک، جابر بن عبداللہ، انس، ابودا قریشی، ابوالمعلی، حضرت عائشہؓ، ابوہریرہؓ اور ابن عمرؓ کی زبانی بیان کی گئی ہے۔ امام بخاریؒ نے ابودرداءؓ کی زبانی لکھا ہے میں بارگاہ رسالتؐ میں حاضر تھا کہ ابوبکرؓ نے آکر بعد سلام بارگاہ نبویؐ میں کہا، عمر بن خطابؓ اور میرے درمیان کچھ رنج آمیز گفتگو ہوگئی۔ جس پر مجھے ندامت ہوئی اور بسرعت میں ان سے معافی خواہ ہوا۔ لیکن معافی سے انھوں نے انکار کر دیا۔ اب بارگاہ عالی میں حاضر ہوں چنانچہ رسول اللہؐ نے تین مرتبہ فرمایا اے ابوبکرؓ! تمھیں اللہ معاف کریگا۔ اسی دوران میں حضرت عمرؓ ندامت کے ساتھ دولتکدہ صدیق اکبرؓ پر گئے لیکن انھیں نہ پاکر دربار رسالتؐ میں آئے جنھیں دیکھ کر رسول اللہؐ کے چہرہ کا رنگ غصہ سے متغیر ہوگیا۔ اس پر حضرت عمرؓ خائف ہوئے اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر دو مرتبہ کہا یا رسول اللہؐ! میں ان سے زیادہ مجرم ہوں۔ تب رسول اللہؐ نے فرمایا، اللہ نے مجھے اپنا رسول بناکر بھیجا تو تم سب نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی، نیز اپنی جان و مال سے میری مدد کی۔ اس کے بعد دو مرتبہ فرمایا۔ تم میرے دوست سے کیوں بیزار ہو؟ آج کے بعد آئندہ مجھے ایسی ایذا نہ دینا.....

ابن عدی نے بحوالہ ابن عمرؓ یہی حدیث اس اضافہ کے ساتھ بیان کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ میرے دوست کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو۔ اللہ نے مجھے ہدایت و دین حقہ دے کر اپنا رسول بنایا تو تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکرؓ نے تصدیق کی۔ اگر اللہ نے ان کو صاحب اور میرا مصاحب قرار نہ دیا ہوتا تو میں انکو خلیل کہتا اور وہ میرے اسلامی بھائی ہیں۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ عقیل بن ابی طالب اور ابوبکرؓ کے درمیان کچھ چشمک ہوگئی۔ ابوبکرؓ صاحب فہم و درک تھے۔ اس خیال سے کہ یہ رسول اللہؐ کے رشتہ دار ہیں، برسر موقع خاموش رہے لیکن امر واقعہ کی بارگاہ رسالتؐ میں شکایت کی۔ اس پر رسول اللہؐ نے سب لوگوں سے فرمایا۔ میرے صاحب و ساتھی کو مجھ پر چھوڑ دو۔ اپنی حیثیت اور اس کی شان کو دیکھو بخدا تم سب لوگوں کے دروازوں پر اندھیرا ہے اور ابوبکرؓ کا دروازہ نور سے جگمگا رہا ہے۔ بخدا تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی۔ اسلام کی خاطر تم نے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا اور ابوبکرؓ نے دل کھول کر دولت و مال دیا۔ تم نے مجھے رسوا و ذلیل کیا اور ابوبکرؓ نے میری امداد و دلداری کی اور ہمیشہ

میری پیروی کی ہے۔

بخاری نے ابن عمرؓ کی زبانی رسالتمآبؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے جو شخص غرور کے پیش نظر اپنا نیچا لباس پہنے جو زمین پر گھسٹتا رہے تو روز محشر اللہ تعالیٰ اس کی جانب نظر کرم نہیں کرے گا اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا میں اعلان عام کرتا ہوں کہ اگر میرا حصۂ لباس زمین پر گھسٹتا نظر آئے تو ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ میرا لباس فوراً پھاڑ ڈالے جس پر ارشاد عالی ہوا اے ابوبکرؓ! آپ غرور کی وجہ سے نیچے کپڑے زیب تن نہیں کرتے ہیں۔ مسلم نے ابوہریرہؓ کی زبانی لکھا ہے رسول اکرمؐ نے استفسار فرمایا تم میں سے آج کون روزہ دار ہے آج کس نے جنازہ کو کاندھا دیا؟ آج کس نے مسکین کھلائے؟ آج کس نے بیمار کی تیمارداری کی؟ اور ہر استفسار پر جبکہ تمام حاضرین بارگاہ خاموش رہتے حضرت ابوبکرؓ کہتے تھے یا رسول اللہؐ! میں نے یہ کام انجام دیا ہے۔ پھر ارشاد عالی ہوا جس میں یہ تمام امور موجود ہیں وہ جنتی ہے ..... یہی حدیث انسؓ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے بھی بیان کی ہے اور انسؓ کی روایت ہم نے اپنی کتاب میں بھی لکھی ہے جس کے آخری الفاظ ہیں کہ ایسے شخص پر جنت واجب ہوگئی۔ بزار نے عبدالرحمٰن کی زبانی سرور عالمؐ کے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ سرکار کائناتؐ نے بعد فراغت نماز فجر صحابہ کی جانب متوجہ ہو کر استفسار فرمایا آج کس کا روزہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا میرا تو آج روزہ نہیں لیکن ابوبکرؓ نے کہا رات میں نے روزہ کی نیت کی تھی اور اب روزہ سے ہوں۔ پھر استفسار فرمایا آج کس نے بیمار کی تیمارداری کی؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں صبح سے اب گھر سے نکلا ہوں، تو صدیق اکبرؓ نے کہا مجھے معلوم تھا کہ برادرم عبدالرحمٰن بن عوف کی طبیعت ناساز ہے۔ چنانچہ حسب معمول قبل نماز فجر میں انھیں دیکھنے آیا ہوں۔ پھر استفسار فرمایا آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت عمرؓ نے کہا نماز فجر کے بعد سے اب تک ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! آج صبح جب میں مسجد میں آرہا تھا تو ایک فقیر نے سوال کیا، اتفاقاً عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا تھا وہ میں نے ان سے لے کر اس سائل مسکین کو دے دیا۔ اس پر ارشاد گرامی ہوا اے ابوبکر صدیقؓ! تم کو جنت مبارک ہو۔ پھر ایسے کلمات فرمائے جن سے حضرت عمرؓ بھی شاد و خوش ہوگئے اور حضرت عمرؓ نے اقرار کر لیا کہ ہر نیک کام میں حضرت ابوبکرؓ سبقت لے جاتے ہیں۔

ابویعلی نے ابن مسعودؓ کی زبانی لکھا ہے میں مسجد میں نماز پڑھ کر دعا مانگ رہا تھا اتنے میں رسول اللہؐ مع ابوبکرؓ و عمرؓ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا جو مانگو گے وہ دیا جائے گا۔ پھر فرمایا جو شخص قرآن شریف کو بہ عمدگی پڑھنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ ابن ام عبد کی طرح قرأت کرے۔ اس کے بعد میں اپنے مکان پر گیا۔ جہاں ابوبکرؓ نے تشریف فرما ہو کر مجھے مبارکباد دی۔ صدیق اکبرؓ واپس ہو رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عمرؓ نے

قدم رنجہ فرمایا اور حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکھ کر گویا ہوئے اے ابوبکر صدیقؓ! آپ ہر نیک کام میں سبقت لے جاتے ہیں ..... احمد نے ربیعہ اسلمی کی زبانی لکھا ہے کہ میرے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان چپقلش ہوگئی اور صدیق اکبرؓ نے اس وقت ایک ایسی بات کہی جو مجھے ناگوار ہوئی لیکن فوراً ہی نادم ہو کر فرمایا تم میرا جملہ مجھ پر لوٹا دو۔ جیسا میں نے کہا ہے مجھے بھی کہہ لو تاکہ بدلہ اُتر جائے۔ میں نے کہا میں ویسی بات نہیں کہہ سکتا۔ تو فرمایا تمھیں کہنا پڑے گا ورنہ رسول اللہؐ تم سے خفا ہو جائیں گے۔ اس پر میں نے کہا کہ ویسا کلمہ تو میں ہرگز نہیں کہوں گا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے مراجعت فرمائی اور ان کے بعد قبیلۂ اسلم کے چند اشخاص میرے پاس آئے اور کہنے لگے ابوبکرؓ پر اللہ رحم کرے، خود ہی تو انھوں نے تم کو بُرا کہا ہے وہ تم پر سختی کیوں کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا تم جانتے ہو وہ کون ہیں؟ اللہ نے ان کو ثانی اثنین کا خطاب دیا ہے۔ وہ تمام مسلمانوں میں عزت وشان کے مالک ہیں۔ خبردار بھول کر بھی ان کی شان میں گستاخی نہ کرنا، اگر وہ دیکھ لیں کہ اس معاملہ میں تم میرے مددگار ہو تو وہ خفا ہو جائیں گے اور ان کی خفگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور سرورِ دو عالمؐ بھی ناراض ہو جائیں گے اور نتیجہ میں ربیعہ ہلاک و برباد ہو جائے گا۔ غرضکہ صدیق اکبرؓ کی میں نے پیروی کی اور بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ میری حاضری پر صدیق اکبرؓ نے پورا ماجرا بیان فرمایا۔ پھر سرورِ عالمؐ سر اٹھا کر میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا ربیعہ! یہ کیا واقعہ ہے؟ چنانچہ میں نے پورا قصہ کہا اور عرض کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے مجھے ایک ناگوار کلمہ کہا اور پھر فرمایا جیسا میں نے کہا ہے مجھے بھی کہہ لو تاکہ بدلہ اُتر جائے۔ لیکن وہ جملہ لوٹانے سے میں نے صاف انکار کر دیا۔ اس پہ ارشادِ گرامی ہوا تم وہ کلمہ نہ دُہرانا۔ البتہ یہ کہو اے ابوبکرؓ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرما دیا۔ چنانچہ میں نے یہی کہا اے ابوبکرؓ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرما دیا۔

ترمذی نے عبداللہ بن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا آپ غار میں میرے ساتھ تھے اسی طرح حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ رہیں گے۔ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا ابوبکرؓ غار میں میرے مُونس و ساتھی تھے۔ بیہقی نے حذیفہ کی زبانی رسالتمآبؐ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے۔ جنت میں ایک پرند بخاتی[1] اونٹ کی طرح ہے۔ اس پر ابوبکرؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیا وہ چرنے والا جانور ہے۔ ارشادِ عالی ہوا "وہ پرند چرنے والا جانور ہے جس کا گوشت تم کھاؤ گے" حضرت انسؓ نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔

---

[1] بخاتی جمع ہے بختی کی اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہیں۔ نیز یہ بخت نصر کی جانب منسوب ہے کیونکہ اسی شخص نے ابتداءً عربی وعجمی اونٹوں کا جوڑا ملایا تھا۔

ابویعلی نے ابوہریرہ رضؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میں شب معراج میں آسمانوں پر گیا اور ہر آسمان پر میں نے اپنا نام محمد رسول اللہ اور اس کے بعد ابوبکر الصدیق لکھا ہوا دیکھا۔ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں لیکن ابن عباس، ابن عمر، انس، ابوسعید اور ابودرداء کے ذریعہ بھی یہی حدیث بیان کی جاتی ہے اور ضعیف اسناد ان اشخاص کے سلسلہ کی وجہ قوی ہو جاتی ہیں۔

ابن ابوحاتم اور ابونعیم نے سعید بن جبیر کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے بارگاہ نبوی میں آیت یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ پڑھی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بہت خوب، بہتر۔ اس پر سرور عالمؐ نے فرمایا موت کے وقت بھی فرشتے تم سے یہی کہیں گے۔ ابوحاتم نے عامر بن عبداللہ کی زبانی لکھا ہے جس وقت وَلَوْ اَنَّا کَتَبْنَا عَلَیْھِمْ آیت نازل ہوئی تو ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر آپ مجھے اپنے تئیں ہلاکت کا حکم دیتے تو میں خود کو فوراً ہلاک کر لیتا۔ یہ سن کر ارشاد عالی ہوا ابوبکرؓ! تم بالکل سچے ہو.....

ابوقاسم بغوی نے ابن ابوملیکہ کی زبانی لکھا ہے رسول اللہؐ اور صحابہ ایک دن ایک تالاب پر تشریف لائے اور فرمایا ہر شخص اپنے ساتھی کے ساتھ تیراکی کرے۔ چنانچہ ہر شخص نے اپنے ساتھی کے ساتھ تیراکی کی۔ آخر میں رسول اکرمؐ بھی تیرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان کو گلے سے لگا کر فرمایا اگر میں اپنی زندگی بھر کے لیے کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو دوست بناتا لیکن وہ تو میرے ساتھی ہیں۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ایسی ہی ایک روایت وکیع نے عبدالجبار بن ورد کی زبانی بیان کی ہے۔ عبدالجبار ثقہ ہیں اور ان کے استاد ابوملیکہ قابل قدر امام ہیں۔ یہی حدیث طبرانی نے اپنی کبیر میں اور ابن شاہین نے اپنی السنۃ میں ابن عباس کی زبانی تحریر کیا ہے۔ ابن ابوالدینار نے مکارم اخلاق میں اور ابن عساکر نے ابن یسار کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں، اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو جنت میں داخل کرنا چاہتا ہے تو متذکرہ صدر خصائل میں سے ایک خصلت اس کو ودیعت کر دیتا۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھ میں بھی کوئی متذکرہ خصلت ہے؟ ارشاد ہوا آپ میں تمام خصائل موجود ہیں۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اچھے خصائل تین سو ساٹھ ہیں۔ جس پر ابوبکرؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ! مجھ میں بھی کوئی ہے؟ ارشاد ہوا۔ مبارک ہو، تمام خصائل حسنہ تم میں موجود ہیں۔

نیز ابن عساکر نے مجمع بن یعقوب انصاری کے والد کے ذریعہ لکھا ہے کہ بارگاہ نبوی میں لوگ اس قدر پاس پاس بیٹھتے تھے کہ دیوار وسر حد نظر آتے تھے البتہ حضرت ابوبکرؓ کی نشستگاہ فراخ وکشادہ

ہوتی اور وہاں جاکر بیٹھنے کی کوئی جرأت نہ کرسکتا۔ حضرت ابوبکرؓ تشریف لاکر اپنی مقررہ جگہ پر نشست فرماتے پھر آپ کی طرف سرور عالمؐ رخ کرکے گفتگو فرمانے اور حضار مجلس فرامین سماعت کرتے تھے۔
علاوہ ازیں ابن عساکر نے بحوالہ انس لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا میری امت پر واجب ہے کہ ابوبکرؓ سے محبت والفت کرے اور ان کا شکر ادا کرتی رہے۔ سہل بن سعد کی بھی یہی روایت ہے۔ رسالتمآبؐ کا یہ فرمان حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ذریعہ مرفوعاً لکھا گیا ہے کہ تمام لوگوں سے حساب و کتاب لیا جائیگا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روز محشر کوئی محاسبہ نہیں ہوگا۔

حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت میں صحابہ کرام وسلف صالح کے اقوال

اقوال صحابہؓ

بخاری نے جابرؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا حضرت ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں۔ بیہقی میں شعب الایمان میں حضرت عمرؓ کا یہ قول لکھا ہے کہ اہالیان زمین اور حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کا وزن کیا جائے تو آپ کے ایمان کا پلہ جھک جائیگا۔۔۔۔ ابن ابوخیثمہ اور عبداللہ بن احمد نے زوائدالزہد میں بحوالہ عمرؓ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ہر کام میں سبقت لے جاتے ہیں اور تمام صحابہ میں علانیہ برتر و بہتر ہیں۔ مسدد نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، حضرت ابوبکرؓ کے سینہ کا کاش میں ایک بال ہوتا اور میری خواہش ہے کہ جیسی جنت ابوبکرؓ کی ہے ویسی ہی مجھے بھی مل جائے۔ حضرت ابوبکرؓ کی خوشبو مشک سے زیادہ اچھی ہے۔ ابن عساکر نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے میں ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور وہ ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے تھے یہ حالت دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے نکلا، تمام نبیوں اور رسولوں سے یہ ایک کپڑا پہننے والا اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔۔۔۔ ابن عساکر نے بحوالہ عبدالرحمٰن لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ عمرؓ بن خطاب نے ہم سے کئی مرتبہ کہا کہ ابوبکرؓ مجھ سے ہر کار خیر میں سبقت لے جاتے ہیں۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے جس کام میں پیشقدمی کا ارادہ کیا اس میں حضرت ابوبکرؓ سبقت لے گئے۔ اوسط میں حجیفہ کے ذریعہ حضرت علیؓ کا یہ بیان درج ہے۔ رسول اللہؐ کے بعد تمام لوگوں میں ابوبکرؓ و عمرؓ ہی بہتر و افضل ہیں۔ کسی مسلمان کے دل میں میری محبت اور ابوبکرؓ و عمرؓ سے بغض اکٹھا نہیں ہوسکتا ہے۔ کبیر میں ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ بلحاظ صورت وسیرت اور اخلاق و بہادری قریش میں صرف تین اشخاص ہوئے ابوبکر صدیقؓ ابوعبیدہ بن جراحؓ اور عثمان بن عفانؓ۔ یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں کہا اور لوگوں نے

بھی ان کو جھوٹا نہیں کہا۔ ابن سعد نے ابراہیم نخعی کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اللہ تعالے نے بھی اوّاہ فرمایا ہے کیونکہ وہ بڑے ہی حلیم، بُردبار، رحمدل اور مہربان ہے۔

ابن عساکر نے بحوالہ ربیع بن انس بیان کیا ہے کتاب اول میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی مثال بارش کی طرح ہے جس کے برسنے سے فائدہ ہی ہوتا ہے۔ ابن عساکر نے ربیع کی زبانی لکھا ہے۔ ہم نے انبیاء سابق کے دوستوں پر نظر دوڑائی تو کسی نبی و رسول کا کوئی صحابی حضرت ابوبکرؓ کی مانند اعلیٰ و افضل دکھائی نہ دیا۔۔۔۔۔ امام زہری نے ابوبکرؓ کے فضائل میں لکھا ہے کہ آپ نے اللہ کے بارے میں کبھی کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا۔ ابن زبیر کا بیان ہے میں نے اکثر علماء سے سنا ہے کہ صحابہ میں زبردست خطیب صرف ابوبکرؓ و علیؓ تھے۔ ابن حصین کا بیان ہے اولادِ آدم میں انبیاء و رسل کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ ہی افضل و اعلیٰ ہیں اور بوقتِ رحلت رسالت مآبؐ، مرتدوں پر فوج کشی کرنے میں آپ نے نبیوں جیسا مقام حاصل کیا۔

اقوالِ سلف دینوری نے المجالستہ میں اور ابن عساکر نے شعبی کی زبانی لکھا ہے۔ اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کو ان چار خصائل سے آراستہ کیا ہے جو کسی کو نہیں دیئے۔ اول یہ کہ انکو صدیقؓ کا خطاب دیا۔ دوسرے یہ کہ رسول اکرمؐ کے یارِ غار ہیں۔ تیسرے یہ کہ ہجرت کے ساتھی ہیں اور چوتھے یہ کہ رسول اکرمؐ نے آپ کو مسلمانوں کا پیش نماز بنایا اور دوسروں کو مقتدی ہونے کا شرف بخشا۔ ابن ابوداؤد نے کتاب المصاحف میں ابو جعفر کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اگرچہ جبریلؑ کو دیکھتے نہ تھے لیکن ان کی اور رسول اکرمؐ کی باہمی گفتگو سنا کرتے تھے۔۔۔۔ حاکم نے ابن مسیب کی زبانی لکھا ہے رسول اکرمؐ کے وزیرِ اعلیٰ حضرت ابوبکرؓ تھے جن سے سرورِ عالمؐ ہر کام میں مشورے فرماتے۔ اسلام، غار ثور، جنگِ بدر میں سائبان کے نیچے اور قبر میں رسول اکرمؐ کے ساتھی ہیں اور سرورِ عالمؐ آپ ہی کو ہر مقام و محل میں مقدم و سربلند فرماتے تھے۔

ثبوتِ خلافتِ صدیق اکبرؓ میں چند آیات، احادیث و اقوال ائمہ

ترمذی و حاکم نے حذیفہ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا لوگوں کو چاہیئے کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کریں۔ اس حدیث کو طبرانی نے بحوالہ ابودرداء، حاکم نے بذریعہ ابن مسعود بھی تحریر کیا ہے۔ ابوالقاسم بغوی نے ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے میں نے رسول اکرمؐ کو فرماتے خود سنا ہے۔ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے اور ابوبکرؓ تھوڑے ہی دن زندہ رہیں گے۔ اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔

نیز یہ حدیث کئی طرح بیان کی گئی ہے جسے میں نے بھی اسی کتاب کے آغاز میں قلمبند کیا ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث صحیح ہے کہ رسول اکرمؐ نے قبل از رحلت خطبہ میں فرمایا اللہ نے ایک بندہ کو قیام دنیا ور وانگی آخرت کا اختیار دیا ہے۔ جس کے آخر میں فرمایا اسلام کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے البتہ ابوبکرؓ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ " دربار ابوبکرؓ کے سوا مسجد کے تمام دریچے بند ہو جائیں گے"۔ علماء کا بیان ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی طرف کھلا اشارہ ہے کیونکہ آپ مسجد میں کھڑکی کی راہ نماز پڑھانے تشریف لاتے تھے۔ انس کی زبانی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ " در ابوبکرؓ کے ماسوا مسجد میں کھلنے والے سب دروازے بند کر دو"۔ یہ حدیث ابن عدی نے بھی بیان کی ہے۔ نیز اسی حدیث کو ترمذی میں بحوالہ حضرت عائشہؓ، زوائد المسند میں ابن عباس کے ذریعہ، طبرانی میں امیر معاویہ کی زبانی قلمبند کیا گیا ہے اور بزار نے بھی انس کی زبانی صحت تسلیم کی ہے۔ شیخین نے جبیر بن مطعم کے حوالہ سے لکھا ہے بارگاہ نبوی میں ایک خاتون حاضر ہوئی۔ ارشاد گرامی ہوا پھر آنا۔ اس نے کہا جب میں دوبارہ آؤں اور آپ نہ ملیں یعنی رحلت فرما جائیں تو؟ ارشاد عالی ہوا ایسی صورت میں ابوبکرؓ کے پاس چلی جانا[1]

حاکم نے انس کی زبانی لکھا ہے بنو مصطلق نے مجھے بارگاہِ نبویؐ میں یہ دریافت کرنے بھیجا کہ آپ کے بعد ہم لوگ اپنے صدقات کس کے پاس روانہ کریں؟ ارشاد گرامی ہوا ابوبکرؓ کے پاس بھیجنا۔ ابن عساکر نے ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے بارگاہ نبویؐ میں ایک عورت کچھ پوچھنے آئی۔ ارشاد عالی ہوا اب جاؤ پھر آنا اس نے کہا میری دوبارہ آمد پر اگر آپ تشریف فرما نہ ہوں اور رحلت کر جائیں تو کیا کروں؟ فرمان ہوا، تمھاری آمد پر اگر ہم نہ ملیں تو تم ابوبکرؓ کے پاس جانا کیونکہ وہ میرے بعد میرے خلیفہ ہیں۔ مسلم میں حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے رسالتمآبؐ نے اپنے مرض الموت میں مجھ سے فرمایا تم اپنے والد بزرگوار اور بھائی کو بلواؤ تاکہ ایک تحریر لکھوا دوں۔ ممکن ہے بعض آرزومند ہوں گے لیکن پھر فرمایا رہنے دو کیونکہ ابوبکرؓ کو خلیفہ بنانے کا ہم کو حق ہے۔ ان کی موجودگی میں ان کے علاوہ کسی دوسرے کو خلیفہ بننے کی اللہ نے ممانعت فرما دی ہے.....

احمد وغیرہ نے ایک دوسرے طریقے سے حضرت عائشہؓ کا یہ بیان تحریر کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے مجھ سے اپنے مرض الموت میں فرمایا تم اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بلواؤ تاکہ ان کے ہاتھ سے اپنے بعد ابوبکرؓ کو خلیفہ بنانے کا حکم لکھوا دوں۔ پھر فرمایا چھوڑو۔ خدا نہ کرے کہ ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے میں کسی کو اعتراض و اختلاف ہو مسلم میں ہے حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا رسول اللہؐ اگر کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو؟ جواباً فرمایا کہ ابوبکرؓ کو۔ پھر پوچھا گیا کہ ان کے بعد کس کو؟ فرمایا عمرؓ کو۔ پھر پوچھا گیا عمرؓ کے بعد کس کو؟ فرمایا ابو عبیدہ بن جراح کو۔

---

[1] اس حدیث سے بھی حضرت ابوبکرؓ کی خلافتِ اول کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

شیخین نے ابوموسیٰ اشعری کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ نے اپنی سخت علالت کے زمانہ میں فرمایا ابوبکرؓ سے جاکر کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جس پر حضرت عائشہؓ نے کہا یارسول اللہ! وہ بڑے رقیق القلب ہیں۔ وہ آپ کے مصلے پر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ تو پھر مکرر ارشاد فرمایا۔ جاؤ ابوبکرؓ سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر یہی عذر کیا تو سہ بارہ ارشاد فرمایا جاؤ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور تم عہد یوسفؑ کی زلیخا کی مانند ہو۔ چنانچہ ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا گیا اور انھوں نے رسول اللہ کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔ یہ حدیث متواتر ہے اور یہی حدیث حضرت عائشہؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، عبداللہ بن زمعہ، ابن سعید، علیؓ اور حفصہؓ کی زبانی بھی متفرق طریقوں سے بیان کی گئی ہے جو متواتر ہے۔ حضرت عائشہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ والد بزرگوار کو نماز پڑھانے کا حکم دینے سے میرے دل میں یہ خیال آرہا تھا کہ رسول اللہ کے مصلے پر جو کوئی نماز پڑھائے گا لوگ اسے منحوس کہیں گے اس لیے میں نے اصرار کیا تھا کہ والد بزرگوار کے بجائے رسول اللہ کسی اور کو حکم دیدیں[1]۔ ابن زمعہ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ نے جب لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو اس وقت ابوبکرؓ موجود نہ تھے اس لیے حضرت عمرؓ نے پیشقدمی کی۔ اس پر ارشاد ہوا، نہیں، نہیں، نہیں۔ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں گے، ابوبکرؓ.....ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ والد بزرگوار حضرت عمرؓ نے نماز پڑھانے کے لیے تکبیر تحریمہ کہی جسے سنکر رسول اکرمؐ نے غصہ سے سر اٹھا کر فرمایا ابوبکرؓ کہاں ہیں؟ علماء کا بیان ہے کہ یہ حدیث اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ابوبکر صدیقؓ تمام صحابہ میں افضل تر، خلافت کے زیادہ مستحق اور امامت کے لیے سزاوار ہیں۔

اقوال ائمہ اشعری کا بیان ہے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مہاجرین وانصار کی موجودگی میں رسول اللہ نے ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ قوم کی وہ شخص امامت کرے جو سب سے زیادہ قرآن کریم کا جاننے والا ہو۔ اس سے بھی واضح ہے کہ ابوبکرؓ پوری ملت اسلامیہ میں سب سے زیادہ عالم قرآن تھے۔ تمام صحابہؓ کا اتفاق ہے کہ ابوبکرؓ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں، یہی قول حضرت عمرؓ کا بھی ہے جسے بیعت کے سلسلہ میں لکھا جائے گا اور حضرت علیؓ بھی اسی پر متفق ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے جب حکم دیا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں تو میں اس وقت بہ ثبات ہوش و حواس وہاں موجود تھا۔ ہم دنیاوی معاملات میں بھی حضرت ابوبکرؓ پر راضی ہو گئے۔

---

[1] حضرت صدیقہؓ کے دل میں بدفالی کا خیال آتے ہی رسول اکرمؐ نے آپ کو زلیخائے یوسف سے مشابہت دی کیونکہ حسن یوسفؑ سے مجبور ہو کر انھوں نے دیگر خواتین کو دعوت دی تھی کہ وہ آپ کے دیدار حسن کے بعد معذور نظر آئیں اور حضرت عائشہؓ کا یہ گمان باقی نہ رہے کہ رسول اللہ کے خلیفہ کو لوگ منحوس کہیں گے۔ (از مجمع البحار)

جن کو پیش نماز بنا کر رسول اللہ راضی ہوئے تھے۔ علماء کا بیان ہے کہ رسول اکرم کی زندگی ہی میں ابوبکرؓ امامت کے اہل مشہور ہو گئے تھے احمد و ابوداؤد وغیرہ نے سہل بن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قبیلہ بنو عمرو بنو عوف میں کچھ مار پیٹ ہو گئی۔ اطلاع ملتے ہی سرور عالم بعد ظہر وہاں بغرض صلح تشریف لے گئے۔ اور جاتے وقت فرمایا اے بلال! عصر کی نماز کے وقت تک میں نہ آسکوں تو ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ عصر کے وقت حضرت بلالؓ نے اذان دی اور حسب فرمان رسالت مآب، ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی۔ ابوبکر شافعی نے غیلانیات میں اور ابن عساکر نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کی زبانی لکھا ہے میں نے رسول اللہ سے کہا اپنی بیماری میں آپ نے ابوبکرؓ کو امام بنایا تھا۔ ارشاد گرامی ہوا۔ میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو امام بنانے کا حکم دیا تھا۔ دارقطنی نے افراد میں اور خطیب و ابن عساکر نے بحوالہ حضرت علیؓ لکھا ہے رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے تمھیں امام بنانے کی درخواست کی مگر ہر مرتبہ انکاری جواب ملا اور ابوبکر کو ہی امام بنانے کا حکم ملتا رہا۔ ابن سعد نے حضرت امام حسنؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بارگاہ نبوی میں کہا یا رسول اللہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ گندگی پر سے گذر رہا ہوں تو ارشاد گرامی ہوا لوگوں کے لئے تم ایک راستہ مقرر کر دو گے۔ پھر میں نے کہا میں اپنے سینہ پر دو نشانات بھی دیکھا کرتا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ تم دو سال رہو گے۔ ابن عساکر نے ابی بکرہ کی زبانی لکھا ہے میں ایک دن حضرت عمرؓ کے پاس گیا جہاں کچھ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور جو آدمی پیچھے بیٹھا کھا رہا تھا اس کی جانب متوجہ ہو کر حضرت عمرؓ نے پوچھا تم نے قدیم کتب میں کیا پڑھا ہے۔ اُس نے جواباً کہا یہی کہ نبی آخر الزماں کا خلیفہ اس کا صدیق ہو گا۔

ابن عساکر نے محمد بن زبیر کی زبانی لکھا ہے " عمر بن عبدالعزیز نے مجھے حسن بصری کے پاس یہ دریافت کرنے بھیجا کہ لوگوں میں خلافتِ ابوبکرؓ کے بارے میں آراء مختلف ہو گئی ہیں آپ شافی اور مکمل جواب عنایت کیجئے کیا رسول اللہ نے انھیں خلیفہ بنایا تھا۔ اس پر حسن بصری سیدھے ہو کر بیٹھے اور کہا کیا عمر بن عبدالعزیز کو بھی اس معاملہ میں شک و شبہ ہے؟ بخدا اللہ نے ان کو خلیفہ مقرر کیا کیونکہ وہ سب سے زیادہ عالم، متقی اور خدا ترس تھے۔ لوگ اگر ان کی خلافت نہ ملتے تب بھی وہ اس طرح زندگی بسر کرتے۔ ابن عدی نے ابوبکر عیاش کی زبانی لکھا ہے کہ ہارون رشید نے مجھ سے کہا۔ لوگوں نے ابوبکرؓ کو خلیفہ کیوں تسلیم کر لیا؟ چنانچہ میں نے جواب دیا اے امیر المومنین! خلافتِ صدیق اکبرؓ پر اللہ، رسول اکرم اور تمام مسلمان خاموش رہے۔ اس پر ہارون رشید نے کہا۔ ذرا تفصیل سے بیان کر دو تاکہ دل میں خلجان نہ رہے۔ چنانچہ میں نے کہا سرور عالم نے اپنی علالت میں بلال کو حکم دیا "ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں" اور حضرت ابوبکرؓ متواتر آٹھ دن تک نماز پڑھاتے رہے۔ اس دوران میں وحی آتی رہی لیکن اجرائی فرمانِ رسالت مآب پر اللہ نے مزید کوئی حکم نہ دیا۔

اسی بنا پر رسول اکرم بھی خاموش رہے اور سرور عالم کی خاموشی کی وجہ سے تمام اُمت خاموشی سے ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھتی رہی۔ چنانچہ ہارون رشید کو میری یہ بات پسند آئی اور اس نے مجھے مبارک باد دی۔

قرآنی ارشادات خلافت ابوبکرؓ پر علماء کی ایک جماعت نے اس آیت سے استدلال کیا ہے مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ الخ (اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی مرتد ہو جائے تو یاد رکھو) اللہ تعالیٰ تمہارے عوض ایسی قوم پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گی) یہ آیت حضرت ابوبکرؓ اور اصحاب نبیؐ کی عزت و شان میں ہے کہ جب لوگ مرتد ہو گئے تو ابوبکرؓ اور صحابہ کبار نے جنگ کے ذریعہ مرتدوں کو دوبارہ اسلام سے مشرف کیا۔ یونس بن بکیر نے قتادہ کی زبانی لکھا ہے رسالتمآبؐ کی رحلت پر جو لوگ مرتد ہو گئے تھے ان سے ابوبکرؓ نے جنگ کی۔ اس زمانہ میں ہم لوگ باہم کہا کرتے تھے فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ جو حضرت ابوبکرؓ اور ان کے ساتھیوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابن ابی حاتم نے جویر کی زبانی لکھا ہے آیت قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ الخ میں مخلفین سے مراد قبیلہ بنو حنیفہ ہے۔ اور اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ سے خلافت اولیٰ مراد ہے جیسا کہ ابن ابوحاتم و ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ آیت مندرجہ بالا حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کی واضح دلیل ہے کیونکہ آپ ہی نے مرتدوں سے جنگ کی ہے شیخ ابوالحسن اشعری کا بیان ہے میں نے خود ابوالعباس بن شریح کو کہتے سُنا ہے کہ مندرجہ بالا آیت قرآنی سے ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا ثبوت بالکل واضح ہے کیونکہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو زکوٰۃ ادا نہ کرتے ہوئے مرتد ہو گئے تھے اور جن سے حضرت ابوبکرؓ نے جنگ کر کے زکوٰۃ وصول کی اور اسلام کی جانب مائل کیا۔ اس لیئے بھی یہ آیت آپ کی خلافت کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے آپ کی اطاعت کو فرض گردانتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کھلے آواز میں کہہ دیا ہے جو اُسے نہ مانے گا وہ دردناک عذاب میں گرفتار کیا جائے گا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے آیت مندرجہ میں لفظ الی قوم سے اہالیان روم و فارس مراد لیئے ہیں۔ اور حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ان اقوام کی جانب فوج کشی کی ہے جس کی فتح کا سہرا حضرت عمرؓ و عثمانؓ کے سر رہا۔ اور ان دونوں خلفائے نے بھی دراصل خلافت اوّل ہی کے پرتو بن کر فارس روم فتح کیئے۔ آیت یَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ کی تفسیر میں ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر یہ آیت بالکل منطبق ہوتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت آیت مندرجہ بالا سے ثابت ہے کیونکہ یہ وہ مسلمان ہیں جنھوں نے اپنے ایمان و عمل کو بام عروج پر پہنچایا۔ اسی وجہ سے زمینی خلافت سے بھی سرفراز فرمائے گئے۔

اجماع صحابہ خطیب نے ابوبکر بن عیاش کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صدیق ہی رسول اکرمؐ کے خلیفہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یہ پوری آیت قرآنی خلافت صدیق اکبرؓ کی دلیل ہے کیونکہ صادقوں سے مراد صحابہ ہیں۔ اور جس کو سرورِ عالمؐ صدیق و صادق فرمائیں وہ ہرگز جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ نیز صحابہ عام پر حضرت ابوبکرؓ کو یا خلیفۂ رسول اللہؐ ہی کہا کرتے تھے۔ اس پر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ استنباط خلافت نہایت ہی عمدہ و احسن ہے۔

بیہقی نے زعفرانی کی زبانی لکھا ہے میں نے امام شافعی کو کہتے سُنا ہے کہ نفسِ اجماع کے مدنظر خلافت ابوبکرؓ بالکل صحیح ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ رحلت رسالت مآبؐ پر لوگ پریشان ہو گئے۔ انھوں نے زیرِ آسمان حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی دوسرے کو آپ سے اچھا نہ پایا تو انھوں نے اپنے دُنیاوی کاروبار آپ کے حوالہ کرکے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اسد السنۃ میں معاویہ بن قرہ کی زبانی لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے میں کسی صحابی کو کبھی کوئی شک وشبہ نہیں ہُوا۔ صحابہ میں کاہر فرد آپ کو خلیفۂ رسول اللہؐ کہا کرتا تھا۔ اور داقعہ یہ ہے کہ صحابہ کا اجماع کسی نوع سے کبھی بھی غلطی وگمراہی پر ناممکن ہے۔ یعنی اجماعی طور پر صحابہ سے کبھی بھی غلطی سرزد نہیں ہوسکتی۔ حاکم نے ابن مسعودؓ کی زبانی لکھا ہے جس چیز کو اللہ نے اچھا کہا مسلمانوں نے بھی اسے اچھا یقین کیا اور جس چیز کو اللہ نے خراب قرار دیا مسلمانوں نے بھی اُسے خراب ہی جانا۔ اور داقعہ یہ ہے کہ تمام صحابہ نے باتفاق آراء حضرت ابوبکرؓ ہی کو خلیفہ بنایا۔

حاکم نے مرۃ الطیب کے حوالہ سے لکھا ہے ابوسفیان بن حرب نے ایک دن حضرت علیؓ سے کہا لوگوں کی یہ کیفیت رہی کہ تھوڑے سے ادنیٰ قریش نے ایک معمولی شخص کی بیعت کر لی۔ اگر آپ چاہتے تو ہم آپ کے موافق اکثریت پیدا کر دیتے۔ جس پر حضرت علیؓ نے جواباً کہا اے ابوسفیان تو اسلام اور مسلمانوں کا دُشمن ہے۔ ابوبکرؓ کی خلافت میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی وہ ہر طرح خلافت کے اہل ہیں۔

بیعت صدّیق اکبرؓ

بیان فاروق اعظمؓ شیخان نے لکھا ہے حضرت عمرؓ نے حج سے واپس ہو کر خطبہ دیا اور دوران خطبہ میں کہا فلاں شخص کا مجھے یہ قول معلوم ہوا ہے کہ عمرؓ کے بعد میں فلاں شخص کی بیعت کر لوں گا۔ خبردار کوئی شخص بہ تنہ پردازی نہ کرے کہ بغیر سوچے سمجھے حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت کی گئی ہے اللہ کا احسان ہے کہ اس نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرکے لوگوں کو فتنہ وفساد سے محفوظ کر دیا ابوبکرؓ کی طرح آج تم میں کوئی اور ایسا نہیں جس کو حاکم بنایا جائے۔ رسول اللہؐ کے بعد ابوبکرؓ ہم سب میں

افضل و برتر ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت پر حضرت علیؓ، زبیر اور اُن کے ساتھی حضرت فاطمہؓ کے گھر میں جمع ہوئے اور انصار سقیفۂ بنو ساعدہ میں اکٹھا ہوئے اور مہاجرین حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اس پر میں نے ابوبکرؓ سے کہا آپ ازراہِ کرم ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس چلیئے چنانچہ ہم دونوں ملنے جا رہے تھے کہ دو صالح اشخاص نے بر سر راہ مل کر ہم سے کہا۔ اے مہاجرین! کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے کہا ہم اپنے انصاری بھائیوں سے ملنے جا رہے ہیں۔ اس پر ان دونوں آدمیوں نے کہا انصار کے پاس نہ جائیے بلکہ مہاجرین ہی میں کچھ طے کر لیجئے۔ اس پر میں نے کہا بخدا ہم انصار کے پاس ضرور جائیں گے۔ یہ کہہ کے ہم روانہ ہوئے اور سقیفہ بنو ساعدہ میں پہنچ کر دیکھا کہ سب لوگ یہاں جمع ہیں اور درمیان میں ایک شخص چادر میں لپٹا بیٹھا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ اور انھیں کیا ہو گیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ سعد بن عبادہؓ ہیں اور بیمار ہیں۔ غرضکہ جب ہم اس مجلس میں بیٹھ گئے تو ان کا مقرر کھڑا ہوا اور حمد و ثنا کے بعد اس نے کہا ہم انصاری اللہ کا لشکر ہیں اور مہاجر گنتی کے ہیں۔ مہاجرین کا ارادہ ہے کہ ہماری جڑیں کاٹ ڈالیں اور خلافت سے ہمارا واسطہ ہی نہ رکھیں غرضکہ وہ خطیب جب خاموش ہو کر بیٹھ گیا تو میرا ارادہ ہوا کہ میں بھی کھڑے ہو کر تقریر کر دوں۔ جس کے عمدہ پوائنٹ میں نے سوچ لیے تھے۔ میں نے آہستہ سے حضرت ابوبکرؓ سے تقریر کرنے کی اجازت چاہی کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ صاحب عقل و فہم اور معزز و مکرم تھے۔ لیکن انھوں نے مجھے تقریر کرنے سے منع کیا اور میں ان کی ناراضگی و افزونیٔ علم کے باعث خاموش ہو گیا۔ بخدا میں نے جو بہترین موضوع سوچا تھا اس سے عمدہ و بہتر طور پر آپ نے تقریر فرمائی۔ آپ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا تمھارے خطیب نے تمھاری جو بزرگی بیان کی ہے واقعی تم اس کے اہل ہو۔ میں تمام عربوں کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہوں کہ قریش از روئے نسب و باشندگی مملکت عرب کے وسط میں ہیں پھر میرا اور ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کے کہا میری خوشی ہے کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہو اپنا حاکم بنا لو۔ واللہ آپ کی تقریر بڑی دل پسند تھی مگر اپنی طرف آپ کا اشارہ کرنا گوارا نہ ہوا۔ بخدا اگر میری گردن مار دی جاتی تو برا معلوم نہ دیتا اور میں گنہ گار نہ ہوتا چہ جائیکہ میں اس قوم پر حکومت کر دوں جس میں ابوبکرؓ موجود ہوں۔ اتنے میں ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا قریش ہم پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہم سے متمتع ہوتے ہیں۔ اے قریش ایک امیر ہم میں سے مقرر کیا جائے اور ایک تم میں سے۔ اس پر خوب شور و غوغا ہوا۔ اور مجھے فتنہ و فساد کا خوف دامن گیر ہوا چنانچہ میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا ہاتھ لائیے۔ انھوں نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر میرے بعد مہاجرینؓ و انصار سب نے بیعتِ خلافت کی۔ بخدا اس وقت حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ مناسب و بہتر کوئی نہ

تھا جس کی بیعت کی جاتی۔ ہمیں خوف تھا کہ بغیر بیعت کے مجلس برخاست نہ ہو جائے کیونکہ ایک حاکم کا اس نازک موقع پر وجود ضروری تھا۔ اگر ہماری عدم موجودگی میں کسی کے ہاتھ پر بیعت کر جاتی تو پھر ہم بھی اپنی مرضی کے خلاف اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تاکہ کوئی فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔

دیگر بیانات

نسائی، ابویعلی اور حاکم نے ابنِ مسعودؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسالت مآبؐ کی رحلت پر انصار نے کہا اے قریش ایک امیر ہم میں سے بنایا جائے اور ایک تم میں سے۔ اس پر عمر بن خطابؓ نے ان کے پاس جا کر کہا انصاریو! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو لوگوں کی امامت کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایسی صورت میں تم میں سے کس کو پسند ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ پر پیش قدمی کرے؟ انصار نے جواب دیا۔ نعوذ باللہ۔ حضرت ابوبکرؓ پر ہم میں سے کوئی بھی حقِ ترجیح نہیں رکھ سکتا اور وہ یقیناً ہم سب میں افضل و برتر ہیں۔ ابنِ سعد، حاکم اور بیہقی نے ابوسعید خدری کی زبانی لکھا ہے۔ سرورِ عالمؐ کے رحلت کے بعد سعد بن عبادہ کے گھر میں لوگوں کا اجتماع ہوا۔ جس میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی موجود تھے۔ ایک انصاری خطیب نے کھڑے ہو کر کہا اے گروہِ قریش! رسالت مآبؐ کا دستور تھا کہ جب تم میں سے کسی کو گورنر بناتے تو ہم میں سے بھی ایک انصاری کو اس کا مددگار بناتے تھے۔ اس لیئے مساوات کے مدنظر مناسب یہی ہے کہ ایک حاکم تم میں سے بنایا جائے اور ایک ہم میں سے تاکہ کوئی نزاع نہ رہے۔ اس کے بعد مزید انصاریوں نے اسی مضمون کی تقریریں کیں۔ پھر زید بن ثابت نے کھڑے ہو کر کہا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہؐ مہاجرین میں سے تھے۔ اس لیئے ان کا خلیفہ بھی مہاجرین ہی میں سے ہونا چاہیے۔ اور چونکہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے انصار و مددگار تھے اس لیئے ان کے خلیفہ کے بھی انصار و مددگار رہیں گے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا یہ تمھارے سردار ہیں اور خود ان کی بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے بیعت کی پھر مہاجرین و انصار بیعت سے مشرف ہوئے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بر سرِ منبر تشریف لا کر تمام حاضرین پر نظر دوڑائی اور فرمایا زبیر دکھائی نہیں دیتے انھیں بلا لاؤ۔ چنانچہ اُن کی آمد پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے زبیر! آپ رسول اللہؐ کے پھوپھی زاد بھائی اور مددگار ہیں۔ کیا آپ مسلمانوں کی کمر توڑنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے جواباً کہا اے خلیفۂ رسول اللہؐ آپ فکر نہ کیجیئے اور پھر کھڑے ہو کر بیعت کر لی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا حضرت علیؓ بھی دکھائی نہیں دیتے ان کو بھی بلا بھیجو۔ جب وہ آ گئے تو ان سے فرمایا اے علیؓ آپ رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی اور دامادِ رسالت مآبؐ ہوتے ہوئے اسلام کو کمزور کرنا چاہتے ہو؟ انھوں نے بھی جواباً کہا۔ اے

خلیفۂ رسول اللہؐ آپ ملکہ نہ کہیئے اور یہ کہہ کر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرلی۔

ابن اسحاق کا بیان

ابن اسحاق نے السیرۃ میں انس بن مالک کی زبانی لکھا ہے، سقیفۂ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے دوسرے دن حضرت ابوبکرؓ بر سر منبر تشریف فرما ہوئے اور ان کے خطبہ سے پہلے ان کی موجودگی میں حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر حمد وثنا کے بعد کہا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کے مصاحب خاص اور غار ثور کے ساتھی کو تم پر حاکم بنایا ہے۔ جو تم میں سب سے زیادہ اچھے ہیں۔ اس لئے کھڑے ہو جاؤ اور بیعت کرلو چنانچہ بیعت سقیفہ کے بعد اس مجمع عام میں لوگوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ لوگو! آپ نے مجھے اپنا امیر بنایا ہے اور میں آپ سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر بھلائی کروں تو میری امداد کرنا۔ اگر کج روی کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تم میں کے کمزور لوگ قوت دار ہو جائیں گے کیونکہ میں ان کے حقوق دلوا دوں گا۔ اور تم میں کے قوی لوگ کمزور نظر آئیں گے کیونکہ ان سے دوسروں کے حقوق ادا کر دیئے جائیں گے۔ یاد رکھو جس قوم نے فی سبیل اللہ جہاد چھوڑ دیا وہ خستہ و ذلیل ہو گئی۔ اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر بلائیں مسلط کر دیتا ہے۔ میں جب تک سرور عالمؐ اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا رہوں اس وقت تک تم میری اطاعت کرنا۔ اور نعوذ باللہ اگر اللہ و سرور عالمؐ کی مجھ سے نافرمانی ظہور میں آئے تو تم میری اطاعت نہ کرنا۔ نماز پڑھتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تم پر مہربانیاں کرے گا۔

عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اور حاکم نے ابن عوف کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دوران خطبہ میں فرمایا۔ بخدا دن و رات میں کسی وقت بھی مجھے امیر و حاکم بننے کا شوق دامن گیر نہیں ہوا۔ میں نے حکومت کی کبھی لالچ نہیں کی۔ میں نے ظاہر و باطن میں طلبی حکومت کی دعا بھی نہیں کی فتنہ و فساد برپا ہونے کا مجھے خوف تھا اور اس کے باوجود میرے کندھوں پر ایک امر عظیم رکھا گیا۔ انشاء اللہ بتائید ایزدی اس دشوار و سخت کام کو انجام تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ حکومت و خلافت کرنے میں مجھے کوئی راحت و آرام دل نصیب نہیں ہوگا۔ یہ سن کر حضرت علیؓ و زبیرؓ نے کہا ہمیں ندامت ہے کہ مجلس شوریٰ میں ہم تاخیر سے آئے۔ اور ہم بخوبی جانتے ہیں کہ تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ آپ غار ثور میں رسالت مآبؐ کے ساتھ رہے۔ ہم آپ کی افضلیت و برتری کے بھی قائل ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ نے اپنی زندگی میں آپ کو امام بنایا تھا۔

ابراہیم تیمی کا بیان

ابنِ سعد نے ابراہیم تیمی کی زبانی لکھا ہے رسول اللہ ؐ کی رحلت کے بعد ابو عبیدہ بن جراح کے پاس عمرؓ آئے اور کہا ہاتھ بڑھایئے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کردوں کیونکہ رسالت مآبؐ کے ارشاد کے مطابق آپ اُمتِ مسلمہ کے امین ہیں۔ اس پر ابو عبیدہؓ نے جواباً کہا اسلام آوری کے بعد سے آج آپ یہ کمزور بات کیسے فرما رہے ہیں۔ آپ میرے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ؐ کے غارِ ثور کے ساتھی حضرت صدیق اکبرؓ موجود ہیں۔

ابن سعد کی تحریر

ابنِ سعد نے محمد کی زبانی لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ہاتھ بڑھایئے میں آپ کی بیعت کردوں گا۔ جس کے جواب میں عمرؓ نے کہا۔ آپ مجھ سے زیادہ بزرگ و برتر ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آپ مجھ سے زیادہ قوت دار ہیں اِس طرح باہمی ردّ و بدل ہوتا رہا۔ آخر کار حضرت عمرؓ نے کہا میری قوّت و برتری سب آپ کی بدولت ہے۔ اور پھر حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

حمید بن عبدالرحمن کا بیان

احمد نے ابنِ عوف کی زبانی لکھا ہے رسالت مآبؐ کی رحلت کے وقت حضرت ابوبکرؓ مدینہ کے ایک قبیلہ میں تھے۔ واقعہ دل گداز سُن کر آپ آئے اور سرورِ عالم ؐ کے روئے انور پر سے چادر ہٹا کر چہرۂ مبارک پر بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ زندگی و وفات دونوں حالتوں میں خوبصورت و پاکیزہ ہیں۔ قسم ہے ربِ کعبہ کی محمدؐ رسول اللہ ؐ نے رحلت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور دونوں مل کر انصار کے پاس پہنچے۔ جہاں ابوبکرؓ نے احادیث اور آیات جو انصار کی شان میں تھیں بیان فرمائیں اور خاص طور پر کہا آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا ہے۔ یہ تمام لوگ اگر ایک وادی میں جائیں اور انصار دوسری وادی میں تو مَیں انصار کی وادی میں جاؤں گا۔ اور اے سعد تم نے بھی رسول اکرم ؐ کو فرماتے سُنا ہے کہ خلافت قریشیوں کا حق ہے۔ نیک کار نیک۔ لوگوں کی اور گنہ گار و بدکار اپنے بدکاروں کی پیروی و فرمانبرداری کریں گے۔ جس پر سعد نے جواباً کہا آپ بالکل صحیح فرماتے ہیں۔ آپ حاکم ہیں اور ہم وزیر ہیں۔

ابوسعید خدری کا بیان

ابنِ عساکر نے ابوسعید خُدری کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیعت لینے کے بعد بعض لوگوں کو منقبض دیکھ کے فرمایا تمھیں کیا چیز بُری معلوم ہو رہی ہے؟ کیا میں خلافت کا مستحق نہیں؟ کیا میں سب سے پہلے مسلمان [illegible] اس جملہ کو آپ نے تین مرتبہ کہا۔ پھر اپنی کچھ فضیلتیں بیان فرمائیں۔

رافع طائی کا بیان

احمد نے رافع طائی کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے بیعت کا ماجرا بیان کیا۔ انصار و عمرؓ کے اقوال بیان کرتے ہوئے فرمایا سب نے میری بیعت کر لی اور میں نے خلافت کا بوجھ اس لیئے سنبھال لیا کہ فتنہ و فساد برپا ہو کر مرتد ہونے کی دبا نہ پھیل جائے ابن اسحٰق و ابن عابدین نے اپنی کتاب مغازی میں رافع طائی کی زبانی لکھا ہے میں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا آپ نے لوگوں پر امیر بننے کا بوجھ اپنے سر کیوں لیا ہے؟ حالانکہ آپ نے مجھے دو آدمیوں پر بھی حاکم بننے سے روکا تھا جس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا امت محمدیہ میں پھوٹ پڑ جانے کے خوف سے میں نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ یہ بوجھ اپنے سر لے لوں۔ اور ملت اسلامیہ کو تفرقہ اندازیوں سے بچا سکوں۔

قیس کا بیان

احمد نے قیس بن ابوحازم کی زبانی لکھا ہے۔ رسالت مآبؐ کی رحلت کے ایک ماہ بعد میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا تو آپ نے بیعتِ خلافت کا واقعہ بیان فرمایا۔ اتنے میں نماز جمعہ کی اذان ہو گئی اور تمام لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ آپ نے بر سرِ منبر فرمایا لوگو! اگر تم کسی اور کو حاکم بنایا چاہتے ہو تو مجھے منظور ہے کیونکہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے اور شیطان کے قبضہ و تسلط سے وہ شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس پر آسمانی وحی نازل ہوتی ہو۔

حسن بصری کا بیان

ابنِ سعد نے حسن بصریؒ کی زبانی لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ نے بیعت لینے کے بعد بر سرِ منبر فرمایا اگرچہ خلافت میرے حوالہ کی گئی ہے لیکن میں اس سے مسرور نہیں۔ بخدا اگر تم میں سے کوئی شخص اس خلافت کو اپنے ذمہ لے لے تو بہتر ہوگا اب جبکہ تم نے یہ ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے تو تم اس وقت تک میری اطاعت کرو جب تک میں رسول اللہؐ کے نقشِ قدم پر چلتا رہوں۔ سرورِ عالمؐ پر وحی نازل ہوتی تھی اور وہ معصوم تھے اور میں ایک معمولی انسان ہوں۔ مجھ میں تم سے زیادہ اچھائیاں نہیں ہیں اگر تم مجھے ٹیڑھے راستہ پر دیکھو تو ٹھیک کر دینا۔ یاد رہے کہ شیطان بھی میرے ساتھ لگا ہوا ہے۔ جب مجھے غضب ناک دیکھو تو مجھ سے علیحدہ ہو جانا اور مجھے تم پر کوئی ترجیح حاصل نہیں ہوگی۔

عروہ کا بیان

ابنِ سعد و خطیب نے عروہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ ابوبکرؓ نے خلافت کے بعد خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا اگرچہ میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں۔ قرآن کریم پورا نازل ہو چکا ہے اور رسول اللہؐ نے ہمیں اپنی سنتوں پر چلنا سکھا دیا ہے۔ لوگو! اچھی طرح سمجھ لو عقلمند وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اور فاسق و فاجر وہ ہے جو سب

سے زیادہ عاجز ہو۔ تمہارے طاقتور اس وقت تک ضعیف ہیں کہ جب تک کہ میں ان سے تمہارا حق نہ دلا دوں۔ اور کمزور اس وقت تک قوی نہ ہوں گے جب تک ان کا حق ادا نہ کرا دوں۔ لوگو میں سُنت کی پیروی کرنے والا ہوں میں بدعتی نہیں ہوں۔ میں نیکی کروں تو میری امداد کرنا اور اگر پھسل جاؤں تو مجھے راہِ راست پہ لے آنا۔ بس میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں اپنے اور تمہارے سب کے لیئے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔

امام مالکؒ نے لکھا ہے جس میں مندرجہ بالا شرائط نہ ہوں وہ ہرگز امامت کا مستحق نہیں ہے۔

حاکم نے مستدرک میں بحوالۂ ابوہریرہؓ بیان کیا ہے رسول اللہ کی رحلت سے مدینہ میں شور و شغب رُونما ہوگیا۔ ابوقحافہ نے پوچھا یہ کہرام کیسا ہے؟ لوگوں نے کہا رسول اللہ نے رحلت فرمائی۔ تو یہ سن کر کہا افسوس بہت بڑا سانحہ ہوا ہے یہ کیسے برداشت کیا جائے گا۔ پھر پوچھا۔ اب انتظامات پر کون مقرر ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ آپ کے صاحبزادہ۔ پوچھا کیا بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ اس تقرر پر رضامند ہیں؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ تو کہا جسے اللہ عزت دے اُسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور جسے پست کرے اُسے کوئی دوسرا بلند و بالا نہیں کر سکتا۔

واقدی کا بیان

واقدی نے چند طریقوں سے بحوالۂ حضرت عائشہؓ اور ابن عمر و سعید وغیرہ لکھا ہے رسول اللہ کی رحلت ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ پیر کے دن ہوئی۔ اسی روز حضرت ابوبکرؓ کے دستِ مبارک پر خلافت کی بیعت کی گئی۔

طبرانی کا بیان

اوسط میں عبداللہ ابن عمرؓ کی زبانی یہ ہے کہ منبرِ نبوی پر جہاں رسول اکرمؐ نشست فرماتے تھے اس مقام پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنی زندگی بھر کبھی نشست نہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی تاحیات اس مقام پہ نشست نہیں کی۔ جہاں بر سرِ منبر حضرت ابوبکرؓ نشست کرتے تھے، بلکہ ہمیشہ اس کے نیچے ہی بیٹھتے تھے۔

خلافتِ صدّیقی کے دور کے واقعات

مانعین زکوٰۃ کا فتنہ

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ کی رحلت پہ کچھ عرب مرتد ہو گئے اور انھوں نے کہا ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دینگے۔ میں نے یہ واقعہ حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا اور کہا اے خلیفۂ رسول اللہ تالیفِ قلوب کے لیئے لوگوں پر نرمی فرمایئے کیونکہ یہ جانوروں کی مانند ہیں۔ حضرت صدّیق اکبرؓ نے جواب دیا اے عمرؓ مجھے تو تم

سے امداد کی توقع ہے تم یہ کمزوری کیوں دکھارہے ہو۔ زمانۂ جاہلیت میں تم بڑے قوت دار تھے۔ زمانۂ اسلام میں یہ سستی کیسی؟ بتاؤ میں کس ذریعہ سے ان لوگوں کی تالیفِ قلوب کردوں؟ آیا باتیں بناؤں، جادو کردوں، افسوس افسوس۔ سرورِ عالمؐ نے رحلت فرمائی اور وحی بند ہوگئی۔ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے بخدا زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کردوں گا۔ یہاں تک کہ وہ زکوٰۃ کی پوری رقم ادا کردیں حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو میں نے اس معاملہ میں اپنے سے بھی زیادہ مستعد، تیار اور احکام جاری کرنے والا پایا۔ اور فرمایا جب تم کو ان کا حاکم بنایا جائے گا تو اس وقت ان کی غمگساری کا تم کو پتہ چلے گا۔

نفاق

ابوالقاسم بغوی وابوبکر شافعی نے فوائد میں اور ابنِ عساکر نے حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے سرورِ عالمؐ کی رحلت کے بعد نفاق کی بلا پھوٹ پڑی اور منافقت نے سر اٹھایا عرب مرتد ہونے لگے۔ انصار یکسو ہوکر بیٹھ گئے۔ اگر اتنی مصیبتیں مضبوط وبلند پہاڑوں پر پڑتیں تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہوجاتے۔ لیکن والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت مستعدی واستقلال سے مشکلات کا حل نکالا۔ سب سے پہلا فتنہ یہ کہہ کے اٹھایا گیا کہ رسول اللہؐ کو دفن کہاں کیا جائے؟ اس کے بارے میں سب ناواقف تھے۔ چنانچہ والد بزرگوار نے فرمایا میں نے سرورِ عالمؐ کو فرماتے سُنا ہے کہ جو نبی جس مقام پر انتقال کرتا ہے اُسے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ پھر دوسرا فتنہ میراث اور ورثہ کا کھڑا ہوا جس کے تصفیہ کے بارے میں لوگ دم بخود تھے۔ چنانچہ والد بزرگوارؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سُنا ہے ہم گروہِ انبیاء کا کوئی وارث نہیں۔ اور ہماری میراث صدقہ ہے۔

اختلافات کی عقدہ کشائی

علماء کہتے ہیں پہلا اختلاف یہ پیدا کیا گیا کہ آپؐ کو کس زمین میں سونپا جائے۔ بعض کہتے تھے کہ آپ کے مقامِ پیدائش مکہ میں آپ کو دفن کیا جائے۔ بعض کہتے تھے مسجد نبوی میں، بعض کہتے تھے جنت البقیع میں۔ اور بعض لوگ کہتے تھے بیت المقدس میں دفن کیا جائے کیونکہ یہ اکثر انبیاء کا مدفن ہے۔ تاآنکہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی معلومات سے لوگوں کو آگاہ کیا اور حضرت عائشہؓ کا کمرہ ہی آپ کی قرارگاہ بنایا گیا۔

ابنِ زنجویہ کا بیان ہے کہ ابوبکرؓ کے علم وفضل کی یہ شان تھی کہ اگر کسی مسئلہ میں آپ کی رائے دوسروں سے علیحدہ ہوتی تو تمام مہاجرین وانصار آپ کے ہم نوا ہوجاتے تھے۔ بیہقی وابن عساکر نے لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ نے کلمہ طیبہ پڑھ کر قسم کھائی اور کہا اگر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ نہ ہوتے تو روئے زمین پر کوئی اللہ کی عبادت کرتا نظر نہ آتا۔ میں نے یہ جملہ تین مرتبہ کہا تو لوگوں نے

کہا ابوہریرہؓ تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ جس پر میں نے کہا رسول اللہؐ نے اُسامہ بن زید کو سات سو فوجیوں کے ساتھ شام کی جانب روانہ کیا۔ ابھی وہ مقام ذی خشب[1] میں پہنچا ہی تھا کہ رسول اللہؐ نے رحلت فرمائی۔ اور مدینہ کے گرد ونواح کے عرب مرتد ہونے لگے۔ صحابہ نے ابوبکرؓ خلیفۂ رسول اللہ سے کہا آپ اس لشکر کو واپس طلب فرمالیں تو مناسب ہے کیونکہ اطراف مدینہ میں عرب مرتد بن رہے ہیں جس پہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا خدانخواستہ اگر اُمّہات المؤمنینؓ کے پاؤں کتے گھسیٹیں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو آقائے نامدارؐ نے روانہ فرمایا ہے۔ اور اس پرچم کو سرنگوں نہیں کروں گا جسے آپؐ نے لہرایا ہے۔ غرضکہ اسامہؓ کو مزید آگے بڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔ لشکرِ اُسامہؓ جس مرتد قبیلہ کے پاس سے گذرتا وہ دہشت زدہ ہوجاتا اور کہتا اگر ان میں قوت نہ ہوتی تو یہ ایسے وقت حملہ آور نہ ہوتے یہاں تک کہ لشکر اُسامہ نے مملکت روم میں قدم رکھا اور دشمنوں سے خوب جنگ ہوئی۔ نتیجۃً فتح پاکر اور اسلام کو غالب کرکے یہ لشکر صحیح وسالم واپس آیا۔

لشکرِ اُسامہؓ عروہ کا بیان ہے سرورِ عالمؐ نے اپنی علالت کے زمانہ ہی میں اُسامہ کو لشکر دے کر روانگی کا حکم دیا تھا۔ وہ مدینہ سے جرف[2] تک پہنچا تھا کہ میں نے اُس کی بیوی فاطمہ بنت قیس کے ہاتھ اسے کہلا بھیجا تم لشکر کشی میں جلدی نہ کرو کیونکہ رسول اکرمؐ زیادہ علیل ہیں۔ یہ سُن کر اس نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور رسول اللہؐ کی رحلت فرمائی سُنکر اس نے ابوبکرؓ کے پاس آکر کہا رسول اللہؐ نے مجھے شام کی لشکر کشی کا حکم دیا تھا لیکن اس وقت حالت نازک ہے مجھے لوگوں کے مرتد ہوجانے کا خوف دامن گیر ہے۔ اگر یہ لوگ اسلام سے پھر گئے تو سب سے پہلے میں ان ہی لوگوں سے جنگ کروں گا۔ اور اگر مرتد نہ ہوئے تو پھر شام کی جانب روانہ ہوجاؤں گا۔ میرے ساتھ بڑے بہادر اور دلاور سپاہی ہیں۔ یہ سُنکر حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے مخاطب ہوکے فرمایا بخدا اگر میری جان چلی جائے تو کوئی ہرج نہیں لیکن رسول اللہؐ کے مجوّزیہ احکام میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اس کے بعد اُسامہ کو روانہ کردیا۔

مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ ذہبی کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ کی رحلت کی جب عام خبر پھیلی تو عرب کے اکثر قبیلے مرتد ہوگئے۔ اور ادائگی زکوٰۃ سے پہلوتہی

---

[1] مدینہ منوّرہ سے ایک رات کے مسافت کے فاصلہ پر ذو خشب مشہور وادی ہے۔ (مجمع البحار)
[2] مدینہ کے قریب کا مشہور گاؤں۔

کرنے لگے تو ابو بکرؓ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا اور حضرت عمرؓ نے آپ کو جنگ کرنے سے روکا جس پر حضرت صدیقؓ نے فرمایا لوگ معمولی سی رقم یا بکری کا بچہ جو عہدِ رسالت میں دیا کرتے تھے اگر ادا نہ کریں گے تو بخدا اس کی وصولیابی کے لیئے میں جنگ کروں گا۔ یہ سُنکر حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ کس بنیاد پر جنگ کریں گے جبکہ رسول اللہؐ فرما چکے ہیں، لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے تک میں ان سے جنگ کروں گا۔ اور جس نے لا الہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ کہہ لیا تو اس کے جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور ان کے حقوق ادا کروں گا۔ باقی محاسبہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے جواباً فرمایا جو کوئی نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے گا تو میں اس سے لازماً جنگ کروں گا کیونکہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے اور رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ حق پر جنگ کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اب مجھے معلوم ہو گیا کہ بخدا آپ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لیئے آپ کے دل کو آگاہ کر دیا ہے۔ (میں، جلال الدین سیوطی نے بھی اس کو اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے) عروہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے ساتھ مہاجرین وانصار کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے اور جب سرزمین نجد کی بلندیوں پر پہنچے تو مرتدین بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر چند لوگوں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہؐ اب آپ کی مراجعت فرمائی مناسب ہے البتہ کسی کو امیرِ فوج مقرر فرما دیجئے۔ غرضکہ لوگوں کے متواتر اصرار پر آپ نے مراجعت فرمائی اور خالد بن ولید کو امیرِ فوج مقرر کرکے فرمایا مرتدین اگر اسلام لے آئیں اور زکوٰۃ دے دیں تو تم اپنی فوج میں سے جس کو چاہنا واپس کر دینا۔ یہ احکام اجراء کرکے حضرت ابو بکرؓ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

دارقطنی نے بحوالۂ ابن عمرؓ لکھا ہے ابو بکرؓ بہ ارادۂ روانگی جہاد جب گھوڑے پر سوار ہو گئے تو حضرت علیؓ نے گھوڑے کی لگام پکڑ کے کہا اے خلیفۂ رسول اللہؐ کہاں کا ارادہ ہے؟ میں آپ سے وہی عرض کرنا چاہتا ہوں جو سرورِ عالمؐ نے جنگ اُحد میں آپ سے فرمایا تھا کہ تلوار نیام میں کیجئے۔ اب آپ براہِ کرم خود کو مصائب میں گرفتار ہونے سے محفوظ رکھیئے اور مدینہ لوٹ چلیئے۔ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو بخدا اسلامی نظام کبھی باقی نہیں رہے گا۔

حنظلہ بن علی لیثیؒ کا بیان ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے خالد بن ولید کو امیرِ فوج بنا کر حکم دیا کہ جو شخص مندرجہ ذیل پانچ امور یا ان میں سے کسی ایک کی بھی تعمیل نہ کرے تو اُس سے جنگ کی جائے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار، پنج وقتہ نماز، رمضان کے روزے، حج بیت اللہ

اور زکوٰۃ کی ادائیگی۔ چنانچہ خالد بن ولید اپنا لشکر لے کر ماہ جمادی الآخر میں مدینہ سے روانہ ہوئے اور قبیلہ بنو اسد و غطفان میں پہنچ کر بعض مرتدین کو تہ تیغ کیا۔ بعض کو گرفتار کیا اور بعض دوبارہ اسلام لے آئے۔ اس جنگ میں خالد بن ولید کے ساتھ عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم صحابہ بھی تھے۔ اسی سال ماہ رمضان میں دنیا بھر کی خواتین کی سردار حضرت فاطمہؓ نے چوبیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ ہی کے ذریعہ رسالت مآبؐ کا خاندانی سلسلہ آگے بڑھا اور سرور عالمؐ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے انتقال پر سلسلہ خاندانِ سادات ختم ہوگیا۔ زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے ایک مہینہ پہلے ہی حضرت اُمّ ایمن نے وفات پائی اور ماہ شوال میں عبداللہ بن ابوبکر صدیقؓ نے انتقال کیا۔

مسیلمہ کذاب کا قتل

خالد بن ولید اسی سال کے آخر میں اپنی فوج لے کر یمامہ کی جانب روانہ ہوئے تاکہ مسیلمہ کذاب کو قتل کر سکیں۔ غرضیکہ طرفین کی فوجوں کی مڈھ بھیڑ ہوئی۔ خالد بن ولید کی فوج تھوڑے عرصہ تک قلعہ بند رہی۔ پھر حضرت حمزہؓ کے قاتل نے جس کا نام وحشی تھا اس نے مردود مسیلمہ کذاب کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔

اس جنگ میں طلب گارانِ شہادت حضرات ابوحذیفہ بن عتبہ، سالم غلام ابوحذیفہ، شجاع بن وہب، زید بن خطاب، عبداللہ بن سہل، مالک بن عمرو، طفیل فرزند عمرو دوسی، یزید بن قیس، عامر بن بکیر، عبداللہ بن مخرمہ، سائب بن عثمان بن مظعون، عباد بن بشر، معن بن عدی، ثابت بن قیس بن شماس، ابو دجانہ، سماک بن حرب اور دوسرے ستّر صحابہ بھی تھے۔

قتل کے وقت مسیلمہ کذاب کی عمر (۱۵۰) سال تھی اور رسول اکرمؐ کے پدر بزرگوار حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب سے بھی اس کی عمر زیادہ تھی۔

فتنۂ ارتداد کا مزید تدارک

حضرت صدیق اکبرؓ نے ۱۲ھ میں علاء بن حضرمی کو بحرین کی جانب روانہ فرمایا کیونکہ اہالیان بحرین بھی مرتد ہوگئے تھے۔ جواثی کے مقام پر نبرد آزمائی ہوئی اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اس کے علاوہ عکرمہ بن ابوجہل کو عمان کی طرف، مہاجرین ابوامیہ کو اہالیانِ بخیر کی جانب روانہ فرمایا کیونکہ یہ سب لوگ مرتد ہوگئے تھے۔ نیز زیاد بن لبید انصاری کو دوسرے مرتدین کی سرکوبی کے لیے متعین فرمایا۔ اور یہ وہ نازک دور تھا جبکہ رسول اکرمؐ کی صاحبزادی حضرت

زینب کے خاوند ابوالعاص بن ربیع اور صعب بن جثامہ لیثی ابومرثد غنوی جیسے بزرگ حضرات انتقال کر چکے تھے

فتح مدائن وشام

متذکرہ بالا مرتدین کی سرکوبی کے بعد اسی سال صدیق اکبرؓ نے خالد بن ولید کو سرزمین بصرہ کی جانب روانہ کیا جہاں نبرد آزمائی کے بعد انھوں نے ابلہ فتح کیا جو بصرہ کے قریب مشہور شہر تھا پھر عراق کے مشہور شہر مدائن کسریٰ پر جنگ و صلح کے بعد اسلامی پرچم لہرایا۔۔۔۔ اسی سال حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ رسول اللہ نے حج کیا اور بعد فراغت حج عمرو بن عاص کو ایک فوج کی سرکردگی میں شام کی جانب روانہ کیا (جہاں پانچ ممالک دمشق حمص قنصرین اردن اور فلسطین کی فوجیں جمع تھیں) غرض کہ ماہ جمادی الاول ۱۳ھ میں مقام اجنادین پر (جو دمشق کے قریب نصاری رومیوں اور اسلامی فوج کے درمیان) گھمسان کا رن پڑا اور بالآخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اس فتح کی خوشخبری حضرت ابوبکر صدیق کو زندگی کے آخری لمحات میں ملی۔ اس جہاد میں عکرمہ بن ابوجہل ہشام بن عاصی اور دیگر صحابہؓ نے بھی جام شہادت نوش کئے اسی سال ۱۳ھ میں مرج الصفر کی جنگ ہوئی اور مشرکین کو شکست ہوئی اس جنگ میں حضرت فضل بن عباس بھی دوسرے صحابہ کے ساتھ شریک جہاد تھے۔

جمع قرآن کریم

بخاری نے زید بن ثابت کی زبانی لکھا ہے جنگ یمامہ کے بعد حضرت صدیق اکبر نے مجھے طلب فرمایا میں جس وقت بارگاہ خلافت میں پہنچا تو وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے مجھ سے فرمایا۔ یہ عمرؓ کہتے ہیں کہ معرکہ یمامہ میں اکثر حافظوں نے جام شہادت نوش کیا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اس طرح حفاظ کی کمی سے کہیں قرآن کریم اٹھ نہ جائے اس لئے مناسب ہے کہ قرآن کریم کو یکجا کر لیا جائے۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ کو جواب دیا کہ جس کام کو رسول اکرمؐ نے نہیں کیا اسے میں کیسے کروں۔ جس کا انھوں نے یہ جواب دیا کہ بخدا یہ کار خیر ہے اور پھر اس کار خیر کی انجام دہی پر وہ مسلسل اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ منجانب اللہ میرا شرح صدر ہوا اور میں نے ان کی رائے سے اتفاق کر لیا اور اس پوری مدت میں حضرت عمرؓ خاموش بیٹھے ابوبکر صدیقؓ کی گفتگو سنتے رہے اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے مجھ (زید بن ثابت) سے فرمایا تم عقلمند نوجوان ہو تم پر کسی تہمت کا بھی الزام نہیں ہے اور رسول اکرمؐ کے کاتب وحی بھی رہ چکے ہو اس لئے پوری تلاش

کے ساتھ قرآن کریم ایک جا اکٹھا کر دو۔ چنانچہ مجھے (زید بن ثابت کو) قرآن کریم کے اکٹھا کرنے کا حکم ایک نہایت ہی امرِ عظیم معلوم ہوا۔ بخدا اگر کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینے کا حکم ہوتا تو وہ بہت آسان تھا بہ نسبت اس کے کہ میں یہ امرِ عظیم انجام دوں۔ غرضیکہ میں (زید بن ثابت) نے معروضہ پیش کیا کہ جس کام کو سرورِ عالمؐ نے نہیں کیا وہ آپ دونوں حضرات کس طرح کر سکتے ہیں۔ جس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ قرآن کریم یکجا کر لینے ہی میں بھلائی ہے۔ میں برابر اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ و صدیق اکبرؓ کی طرح مجھے بھی اس کی اہمیت محسوس ہوگئی۔ پھر میں نے آیاتِ قرآن کریم جمع کرنے کی خاطر کاغذ کپڑوں کے ٹکڑے، بکہ دل اور اونٹوں کی شانوں کی ہڈیاں، درختوں کے پتے تلاش کر کے جمع کئے۔ پھر حافظوں کی مدد سے قرآن کریم جمع کیا۔ میری اس کوشش میں سورۂ توبہ کی دو آیتیں لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ سے آخر تک حضرت خزیمہ بن ثابت کے ذریعہ حاصل ہوئیں۔ غرضیکہ قرآن کریم یکجا کتابت کر کے خلیفۂ رسول اللہؐ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پیش کیا جو تاحیات آپ کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔ اور حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ رہا۔

ابو یعلی نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے قرآن کریم کے سلسلہ میں تمام لوگوں سے زیادہ اجر کے مستحق حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے آپ ہی نے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے شرفِ اوّلیت کی تفصیل

آپ کی اوّلیت و برتری کی تفصیلات کے منجملہ ایک امر یہ کہ اسلام لانے میں آپ نے پیش قدمی کی۔ سب سے پہلے آپ ہی نے قرآن کریم کو یک جا کیا اور اس کو مصحف کا نام دیا (جس کی تفصیل آئندہ لکھی جاتی ہے) اور آپ ہی کو سب سے پہلے خلیفہ کے نام سے یاد کیا گیا..... احمد نے بحوالہ ابی بکر بن ابو ملیکہ تحریر کیا ہے کہ لوگوں نے آپ کو خلیفۃ اللہ کہہ کے پکارا تو آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہؐ کا خلیفہ ہوں اور اسی لقب سے مسرور ہوں اور آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے والد کی زندگی میں خلافت کی۔ اور آپ ہی وہ خلیفہ ہیں جن کے اخراجات کے لیے پبلک نے تنخواہ مقرر کی..... امام بخاری نے حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے والد ماجد نے خلافت کا بار سنبھال کے فرمایا ملتِ اسلامیہ جانتی ہے کہ میں اپنے اہل و عیال کے خور و نوش کے لیے تجارت کرتا رہوں گا

اور ملتِ اسلامیہ کے کاروبار بھی سرانجام دوں گا۔ اس لیئے میرے اہل وعیال بیت المال سے بھی کچھ لیں گے اور میں تجارت بھی کرتا رہوں گا......ابن سعد نے عطا بن سائب کی زبانی لکھا ہے بیعت لینے کے دوسرے دن حضرت ابوبکرؓ اپنے ہاتھ پر کچھ چادریں لیے بازار جا رہے تھے اتنے میں حضرت عمرؓ نے برسرِ راہ پوچھا، کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؛ جواب دیا بیچنے کے لیے بازار جس پر حضرت عمرؓ نے کہا۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ اب آپ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔ فرمایا تو پھر میرے اہل وعیال کا خرچ کیسے پورا ہوگا؛ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا چلیئے اس کی تکمیل ابوعبیدہ کریں گے۔ چنانچہ ابوعبیدہ کے پاس دونوں حضرات گئے جن سے حضرت عمرؓ نے کہا ایک مہاجر کی اوسط درجہ کی خورد و نوش کے برابر بغیر کسی کمی بیشی کے آپ کے لیے خوراک اور سرمائی و گرمائی لباس کا انتظام کر دو۔ اور کپڑے پرانے ہو جانے پر واپس لے کر ان کے بدلہ نئے دے دیا کرنا۔ چنانچہ ابوعبیدہ نے حضرت ابوبکرؓ کے لیے بقدر ضرورت لباس وخوراک کا انتظام کیا۔ اور ساتھ ہی نصف بکری کا گوشت بھی روزانہ مقرر کیا..... انتھیٰ ابن سعد نے میمون کی زبانی یہ بھی لکھا ہے کہ ابوعبیدہ نے حضرت ابوبکر خلیفۂ رسول اللہ کی دو ہزار درہم سالانہ تنخواہ مقرر کی۔ لیکن جب آپ نے فرمایا کہ میرے متعلقین زیادہ ہیں اور تم لوگوں نے مجھے تجارت کرنے سے بھی روک دیا ہے تو انھوں نے ڈھائی ہزار مقرر کر دی..... طبرانی نے مسند میں بحوالہ امام حسنؓ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے انتقال سے پہلے فرمایا اے عائشہؓ! یہ نوزائیدہ دودھ دینے والی اونٹنی جس کا دودھ ہم لوگ استعمال کرتے تھے اور ہمارے کھانے کا یہ بڑا پیالہ اور یہ دھاری دار چادر جسے ہم اوڑھتے تھے ان سب سے ہم نے اپنی خلافت کے زمانہ میں استفادہ کیا ہے جبکہ ہم مسلمانوں کے کام انجام دے رہے تھے۔ اب میرے انتقال کے بعد یہ سب چیزیں حضرت عمرؓ کو دے دینا۔ چنانچہ حسبِ وصیت جب حضرت عائشہؓ نے بیت المال کی یہ سب چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس روانہ فرما دیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم وکرم کی بارشیں کرے۔ آپ نے مجھ پر بوجھ لاد دیا ہے..... ابن ابی الدنیا نے بحوالۂ ابوبکر بن حفص لکھا ہے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات سے کچھ پہلے حضرت عائشہؓ سے فرمایا بیٹی! میں نے خلافت کے زمانہ میں بیت المال کا کوئی روپیہ پیسہ نہیں لیا۔ البتہ موٹا جھوٹا کھایا اور معمولی لباس پہنا۔ مسلمانوں کی ملکیت میں سے میرے پاس صرف یہ ایک حبشی غلام۔ یہ پانی لانے والا اونٹ اور یہ کہنہ چادر ہے۔ میرے انتقال کے بعد یہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس روانہ کر دینا۔

اولیت کی مزید تفصیلات

حضرت ابوبکرؓ ہی وہ اولین شخصیت ہیں، جنھوں نے ابتداً بیت المال قائم کیا۔ ابن سعد نے سہل وغیرہ کی زبانی لکھا ہے کہ آپ کے

زمانہ میں بیت المال ایک ہال میں تھا۔ جس کی نگرانی کے لیے کوئی چوکیدار مامور نہ تھا۔ لوگوں نے کہا بیت المال کی حفاظت کے لیے ایک چوکیدار مقرر فرما دیجیے، تو جواب دیا اس پر قفل لگا ہوا ہے۔ یہ بہت کافی ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ بیت المال میں جو کچھ آتا تو وہ آپ فوراً تقسیم کر دیا کرتے اور بیت المال خالی پڑا رہتا تھا۔ خلافت کے دوسرے سال آپ نے بیت المال اپنی فرودگاہ میں منتقل کر لیا اور جس وقت جو مال آتا اسے ضرورتمندوں میں بحصہ مساوی تقسیم فرما دیتے۔ اور کبھی آمدہ دولت سے اونٹ، گھوڑے اور ہتھیار خرید کر فی سبیل اللہ بانٹ دیا کرتے۔ ایک مرتبہ دیہاتی ساخت کی کچھ چادریں خرید کر مدینہ منورہ کی بیوہ و محتاج خواتین کو تقسیم فرمائیں..... حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ اپنے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عثمان غنیؓ کو لے کر بیت المال میں گئے اور اس کا قفل کھول کر دیکھا کہ وہاں کوئی روپیہ پیسہ اور کسی قسم کی کوئی چیز نہیں ہے..... اسی بنیاد پر کہ بیت المال بالکل خالی تھا۔ عسکری نے لکھا ہے کہ بیت المال قائم کرنے والے حضرت عمرؓ ہیں کیونکہ رسول اللہؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں بیت المال بالکل خالی تھا۔ عسکری کا یہ بیان بالکل بے بنیاد ہے اور ان کی غلط بیانی کو جلال الدین نے اپنی اصل کتاب میں بالتفصیل لکھا ہے۔ اس کے علاوہ خود عسکری نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے ابوعبیدہؓ ابن جراح کو بیت المال کا منتظم مقرر کیا تھا اور عہد اسلامی میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو "عتیق" کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

شیخین نے جابرؓ کی زبانی رسول اکرمؐ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ بحرین سے مال و دولت کی آمد پر میں تمھیں بہت زیادہ دوں گا۔

چنانچہ رسول اکرمؐ کے بعد بحرین سے مال غنیمت آیا۔ جس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ رسول اللہؐ پر جس کا قرض ہو یا جس سے وعدہ فرمایا گیا ہو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں (جابرؓ) نے ارشادِ سرورِ عالمؐ سے آگاہ کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس مال میں سے لے لو۔ چنانچہ میں نے روپے اٹھا لیے اور انھیں شمار کیا تو وہ صرف پانچ سو تھے۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے مجھے ڈھائی ہزار روپے مرحمت فرمائے۔

آپ کی بردباری وانکساری

ابن عساکر نے انیسہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلافت سے پہلے تین سال اور

خلافت کے بعد ایک سال تک ہمارے محلہ میں رہے۔ محلہ کی لڑکیاں آپ کے پاس اپنی بکریاں لاتیں اور آپ ان کو دودھ دیا کرتے تھے..... احمد نے اپنی زہد میں میمون بن مہران کی زبانی لکھا ہے ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ! صرف تم پر سلام ہو۔ جس کے جواب میں فرمایا سب لوگوں پر سلامتی ہو (یعنی صرف "سلام علیک" نہ کہا کرو بلکہ السلام علیکم کہا کرو) نیز انھی ابن عساکر نے بحوالہ ابوصالح غفاری[1] لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ کی ایک اندھی بڑھیا کی دیکھ بھال اپنے ذمہ لے لی تھی۔ راتوں کو اس کا پانی بھرتے اور دن کا کام کاج کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ اس کا کام کاج کسی اور نے کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے متواتر دیکھا کہ آپ کی آمد سے پہلے سے ہی کوئی شخص اس اندھی بڑھیا کا کام کاج پورا کر جاتا ہے۔ چنانچہ آپ گھات میں رہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں اس بڑھیا کا کام کر جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا بخدا آپ اس اندھی کا کام بھی انجام دے رہے ہیں..... ابونعیم وغیرہ نے عبدالرحمٰن اصبہانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ رسول اللہ بر سر منبر خطبہ دے رہے تھے، اتنے میں امام حسنؓ آئے اور کہا ہمارے باپ کے منبر پر سے اتر جائیے۔ یہ سنکر ارشاد فرمایا آپ سچ کہتے ہیں اور پھر حضرت امام حسنؓ کو اپنی گود میں بٹھایا اور خوب روئے۔ حضرت علیؓ بھی وہیں موجود تھے، انھوں نے کہا بخدا یہ بات میں نے نہیں سکھائی ہے۔ جواب دیا آپ سچ فرما رہے ہیں، بخدا میں آپ پر تہمت نہیں باندھتا..... ابن سعد نے ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے، رسول اللہ ﷺ نے پہلے حج میں حضرت ابوبکرؓ ہی کو امیر حج مقرر کر کے روانہ فرمایا اور پھر دوسرے سال خود حج کرنے تشریف لے گئے۔ سرور عالم ﷺ کی رحلت پر حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے دور خلافت کے پہلے سال حضرت عمرؓ کو امیر حج مقرر کر کے روانہ فرمایا اور خود دوسرے سال حج کیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی اپنی خلافت کے پہلے سال میں عبدالرحمٰن بن عوف کو امیر حج بنایا اور پھر خود حج کرتے رہے۔ آپ کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ نے بھی اپنی خلافت کے سالِ اول میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو امیر حج بنایا تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی علالت، وفات اور وصیّتِ خلافتِ عمرؓ

اسبابِ مرض سیف اور حاکم نے عبداللہ بن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا

---

[1] غِفاری، غین کے زیر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے کیونکہ غفار ایک قبیلہ تھا۔ جیسا کہ ابوذر غفاریؓ مشہور صحابی تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "الدین القیم")

سبب دراصل رسول اکرمؐ کی رحلت ہے۔ اس صدمہ سے آپ کا جسم گھلنے لگا اور اسی سبب سے آخرکار آپ نے وفات پائی ...... ابن سعد و حاکم نے ابن شہاب کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس قیمہ پڑا دلیہ کسی نے بھیجا تھا جسے آپ اور حارث بن کلاہ نوش فرما رہے تھے۔ کھانے کے دوران میں حارث نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہؐ! ہاتھ کھینچ لیجیے۔ بخدا اس میں زہر معلوم ہوتا ہے اور یہ وہ زہر ہے جو ایک سال میں اپنا اثر کرتا ہے۔ میری اور آپ کی موت اسی زہر کی وجہ سے ایک ہی دن واقع ہوگی۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور اس دن کے بعد سے دونوں مسلسل بیمار رہے یہاں تک کہ سال کے آخر میں ایک ہی دن دونوں نے رحلت کی ...... حاکم نے شعبی کی زبانی لکھا ہے کہ اس ذلیل دنیا سے ہم کیا امید رکھیں۔ رسول اکرمؐ اور حضرت ابوبکرؓ دونوں کو زہر دیا گیا ..... واقدی و حاکم نے حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے، والد بزرگوار حضرت ابوبکرؓ کی علالت کا ابتدائی سبب یہ ہے کہ پیر کے دن، ۷ جمادی الآخر کو آپ نے غسل کیا اس دن سردی زیادہ تھی چنانچہ آپ کو بخار آگیا اور بخار کی شدت کی وجہ سے پندرہ دن تک آپ نماز پڑھانے بھی نہ جا سکے۔ آخرکار اس بخار کے سبب بعمر ۶۳ سال منگل کی رات میں ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو وفات پائی۔ ابن سعد و ابن ابی دنیا کے ابوسفر کی زبانی لکھا ہے، لوگوں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہؐ! اجازت ہو تو کسی طبیب کو بلا کر آپ کو دکھا دیں۔ جواباً فرمایا مجھے طبیب نے دیکھا ہے، پھر لوگوں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا؟ جواب دیا۔ اس طبیب پاک اللہ نے کہا ہے "میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور جو چاہوں گا کروں گا۔"

حضرت عمرؓ کی نامزدگی

واقدی نے متفرق طریقوں سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی طبیعت جب زیادہ خراب ہوگئی تو آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو بلا کے دریافت کیا عمرؓ کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا میری بہ نسبت آپ ان سے زیادہ واقف ہیں ارشاد فرمایا اگرچہ میں ان سے واقف ہوں لیکن تم بھی تو بتاؤ کہ وہ کیسے ہیں تاکہ مجھے مزید اطمینان[1] ہو جائے اس پر عبدالرحمٰن نے کہا ان کے بارے میں آپ کی جو رائے ہے بخدا اس سے زیادہ میں ان کو بہتر سمجھتا ہوں۔ پھر حضرت عثمانؓ کو بلا کے یہی پوچھا، انھوں نے کہا بخدا عمرؓ کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے۔ اور ان جیسا بزرگ و برتر ہم میں اور کوئی نہیں۔ پھر مہاجرین و انصار، سعید بن زید اور اسید بن حضیر سے مشورہ کیا جس پر اسید بن حضیر نے کہا اللہ ہی زیادہ جانتا ہے کہ آپ کے بعد حضرت عمرؓ ہی وہ شخصیت ہیں جو اللہ کی رضا کو اپنی رضامندی سمجھتے ہیں اور اللہ جس سے ناخوش ہو وہ اس سے ناخوش

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امر محقق و معلوم میں بھی مشورہ کیا جائے تاکہ مشورہ کی بدولت ہونے والے کام میں برکت ہو۔

ہوتے ہیں، ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی اچھا ہے۔ خلافت کے لیے ان سے زیادہ مستعد اور کوئی نہیں ہے اس کے بعد ایک صحابی نے کہا، حضرت عمرؓ کی سخت مزاجی سے واقف ہوتے ہوئے اگر آپ نے ان کو خلیفہ بنا دیا تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیجئے گا؟ چنانچہ آپ نے جواباً فرمایا بخدا تم نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے لیکن بارگاہِ الٰہی میں عرض کروں گا اے اللہ! میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین شخص کو خلیفہ منتخب کیا ہے اور لوگو! جو کچھ میں نے کہا ہے یہ دوسروں تک پہنچا دینا۔

واقعہ مذکورہ بالا کے بعد حضرت عثمانؓ کو بلا کے فرمایا لکھیئے:۔

وصیّت نامہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وصیت نامہ ہے جو ابوبکر بن قحافہ نے دنیا سے جاتے وقت یعنی عالم بالا میں جانے سے ذرا پہلے لکھوایا ہے۔ اور مرنے سے پہلے کا وقت ایسا نازک ہوتا ہے جس میں ایک کافر بھی ایمان لے آتا ہے، ایک جھوٹا بھی سچ بولتا ہے اور ایک فاجر و فاسق بھی نور یقین حاصل کرنا چاہتا ہے ..... میں نے اپنے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ منتخب کیا ہے، لوگو! ان کے احکام کی تعمیل کرنا، اللہ تعالیٰ، رسول اکرمؐ، اسلام کی اور تمھاری ہر طرح خدمت کی ہے اور حتی الامکان تمھاری بھلائیوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت عمرؓ انصاف سے کام لیں گے اور اگر بدل جائیں تو ہر شخص اپنے کیئے کا جوابدار ہے۔ اگرچہ مجھے علم غیب نہیں تاہم میں نے تم لوگوں کے ساتھ بھلائی کی ہے اور ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ ایک عجیب انقلاب میں گرفتار ہوں گے۔ اور تم سب لوگوں پر اللہ کی سلامتی و رحمت ہو۔" اس کے بعد یہ وصیت نامہ سربمہر کرا کے حضرت عثمانؓ کے حوالے کیا جو اسے سربمہر اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے برضا و رغبت حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلوت میں مزید نصیحتیں فرمائیں اور ان کے چلے جانے کے بعد ہاتھ اٹھا کے یہ دعا کی "اے اللہ! میں نے یہ کام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی خاطر کیا ہے تو جانتا ہے کہ میں نے فتنہ و فساد کے خوف سے یہ کام انجام دیا ہے، اے اللہ! تو میرے کام سے واقف ہے کہ میں نے اجتہاد سے کام لے کر مسلمانوں میں سے بہترین شخص خلافت کے لیے نامزد کیا ہے تو جانتا ہے کہ سب مسلمانوں میں عمرؓ سب سے زیادہ طاقتور، قوی، لوگوں کو راہ ہدایت پر لانے کا متمنی ہے، اے اللہ! میں تیرے دربار میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اے اللہ! تو ہی اپنے بندوں کا مالک و مختار ہے اور ان کی باگ ڈور تیرے ہی ہاتھ ہے۔ اے اللہ! مسلمانوں کے حاکم میں صلاحیتِ عمل پیدا کر دے۔ اے اللہ! تو عمرؓ کو خلفائے راشدین میں شامل کر اور عوام کو صالح زندگی و صلاحیت کے کام کرنے کی توفیق عنایت فرما دے" ..... ابن سعد و حاکم نے ابن مسعود کی زبانی لکھا ہے کہ دنیاوی لوگوں میں سب سے

زیادہ تین اشخاص کی فراست و عقلمندی درست ہے۔ ایک حضرت ابوبکرؓ جنھوں نے اپنی زندگی میں عمرؓ کو خلیفہ بنایا۔ دوسرے وہ عورت جس نے موسیٰؑ کے لیے کہا تھا کہ انھیں اجرت پر رکھ لیجیے۔ اور تیسرے عزیز مصر جنھوں نے حضرت یوسفؑ کی بابت اپنی فراست کے طور پر اپنی بیوی سے کہا تھا کہ ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو۔

عوام کی رضامندی

ابن عساکر نے یسار بن حمزہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے سخت بیماری کی حالت میں کھڑکی سے سر باہر نکال کر کہا، لوگو! میں نے ایک شخص کا انتخاب کیا ہے، کیا تم راضی ہو؟ اس پر سب نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہؐ! ہم آپ کے انتخاب پر راضی ہیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے بڑھ کر کہا، حضرت عمرؓ کے سوائے ہم کسی اور کو پسند نہیں کرتے۔ اس پر خلیفۂ اول نے فرمایا کہ منتخب کردہ عمرؓ ہی ہیں۔

وصیتیں

احمد نے حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ والد بزرگوار نے وفات سے کچھ پہلے دریافت کیا آج کون دن ہے؟ سب نے کہا پیر کا دن۔ تو فرمایا آج رات میرا انتقال ہو جائے تو کل تک میرا جنازہ نہ رکھنا کیونکہ رسول اللہؐ کے پاس جلد تر پہنچ جانا مجھے زیادہ مرغوب ہے.....
امام مالک نے حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے، والد بزرگوار نے کھجور کا ایک درخت جس میں سالانہ بیس وسن (۲۵ من) کھجوریں آیا کرتی تھیں میرے نام ہبہ کر دیا تھا۔ مرض الموت میں ارشاد فرمایا بیٹی! میں سب لوگوں سے زیادہ تمھیں مالدار دیکھنا چاہتا ہوں لیکن اپنے بعد تمھارا افلاس مجھے بڑا شاق گذرے گا۔ میں نے (۲۵ من والا) ثمرہ آور کھجور کا درخت تمھارے نام ہبہ کیا تھا لیکن اگر اس پر تم نے قبضہ کیا ہوتا اور اس کے نفع سے استفادہ کیا ہوتا تو وہ یقیناً تمھاری ملکیت تھا لیکن اب وہ میرے تمام وارثوں کی ملکیت ہے۔ جس میں تمھاری بہنیں اور بھائی سب شریک ہیں۔ تم لوگ اسے احکام قرآنی کے موافق تقسیم کر لینا۔ جس پر میں نے عرض کیا اباجان! انشاء اللہ آپ کے حکم کی حرف بحرف تعمیل کی جائے گی لیکن میری تو صرف اسماء ہی ایک بہن ہے۔ اور آپ میری بہنیں فرما رہے ہیں۔ یہ دوسری بہن کون ہیں؟ ارشاد فرمایا تمھاری سوتیلی والدہ حُبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ میں ایک لڑکی ہے ..... یہی روایت ابن سعد نے لکھی ہے۔ جس میں اتنا اور اضافہ ہے کہ حُبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ میں لڑکی موجود ہونے کا مجھے منجانب اللہ القاء ہوا ہے جس کے وجود اور حصہ کی تمھیں وصیت کر رہا ہوں۔
چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد ام کلثوم بنت حُبیبہ بنت خارجہ پیدا ہوئیں ..... ابن سعد نے عروہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مال کے پانچویں حصہ کی بابت فرمایا کہ جس طرح مسلمانوں کے مال

میں سے پانچواں حصہ راہِ الٰہی میں لیا جاتا ہے۔ اسی طرح میرے مال میں سے بھی پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کیا جائے..... اور ابن سعد نے یہ بھی لکھا ہے کہ ترکہ میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کرنا مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ چوتھائی مال دیا جائے اور اسی نسبت کے پیش نظر تیسرے حصہ کے بجائے چوتھائی مال بیت المال میں داخل کرنا بہتر ہے لیکن جملہ مال کے تیسرے حصہ کو اگر بیت المال میں داخل کر دیا جائے تو پھر اس صورت میں وارثوں کو بہت ہی کم حصہ ملے گا اور دولت و زر کی موجودگی کے باوجود ان کا محتاج و مفلس نظر آنا کوئی پسندیدہ امر نہیں ہے اور اس کا یہ مطلب ہوگا کہ مورث نے کوئی ترکہ چھوڑا ہی نہیں۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ضحاک کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت علی رضؓ دونوں نے اپنے مال میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کرنے کی وصیت فرمائی۔ اور کہا کہ خمس کے مال میں کسی رشتہ دار کا کوئی حق نہیں بلکہ خمس کا مال راہِ الٰہی میں خرچ کیا جائے.....
عبداللہ بن احمد نے زوائدالزہد میں حضرت عائشہ رضؓ کی زبانی لکھا ہے والد بزرگوار نے بخدا کوئی روپیہ و اشرفی نہیں چھوڑی بلکہ سب کچھ راہِ الٰہی میں خرچ فرما دیا۔ ابن سعد وغیرہ نے حضرت عائشہ رضؓ کی زبانی لکھا ہے۔ والد بزرگوار نے اخیری وقت میں کہا دولت بھی چھٹکارا نہیں دلا سکتی تو اپنے چہرہ پر سے چادر ہٹا کر فرمایا، یہ کہو "موت کے وقت سکرات ہوتی ہے جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے" پھر فرمایا دیکھو یہ میرے دو کپڑے ہیں ان کو دھو کر انھی کا مجھے کفن دینا کیونکہ مُردہ کی بہ نسبت زندہ کو نئے لباس کی زیادہ ضرورت ہے۔ ابویعلی نے حضرت عائشہ رضؓ کی زبانی لکھا ہے۔ والد بزرگوار کے اخیری وقت میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے تو فرمایا یہ کہو "موت کے وقت سکرات ہوتی ہے جس سے کسی کو چھٹکارہ نہیں ہے"۔ اس کے بعد دریافت فرمایا۔ رسول اکرم ﷺ نے کس دن رحلت فرمائی؟ میں نے عرض کیا پیر کے دن۔ یہ سنکر فرمایا میں بھی آج ہی کی رات کوچ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے پیر اور منگل کی درمیانی شب میں انتقال فرمایا اور صبح ہونے سے پہلے ہی آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

احمد نے اپنی زوائد میں بکر بن عبداللہ مزنی کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ کے انتقال سے کچھ پہلے حضرت عائشہ رضؓ نے کہا ہر سوار کی ایک منزل ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ کے اس جملہ کو سمجھ کر حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا بیٹی! یہ کہو، سکراتِ موت کا وقت آپہنچا جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں..... احمد نے حضرت عائشہ رضؓ کی زبانی لکھا ہے کہ جب میں نے کہا آپ بیواؤں کے پشت پناہ ہیں تو والد بزرگوار نے فرمایا یہ صفت تو رسول اکرم ﷺ کی ہے۔

عبداللہ بن احمد نے اپنی زوائد میں عبادہ بن قیس کی زبانی لکھا ہے، حضرت ابوبکر رضؓ نے اپنے اخیری

وقت میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا، میرے ان دونوں کپڑوں کو دھوکر انھی کا مجھے کفن دینا۔ تمھارا باپ کچھ عجوبہ نہیں ہے۔ عمدہ یا خراب کفن دینے سے عزت وذلت نہیں ہوتی۔ ابن ابی دنیا نے بحوالہ ابن ابو ملیکہ لکھا ہے، حضرت ابوبکرؓ نے وصیت فرمائی کہ اسماء بنت عمیس مجھے غسل میّت دیں اور عبدالرحمٰن ان کا ہاتھ بٹائیں..... ابن سعد نے بحوالہ سعید بن مسیب لکھا ہے مسجد نبوی اور سرورِ عالمؐ کے روضہ کے درمیانی مقام پہ حضرت عمرؓ نے چار تکبیروں کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

نیز عروہ وقاسم کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کو وصیّت کی تھی کہ سرورِ عالمؐ کے برابر میں مجھے دفن کرنا۔ چنانچہ آپ کی قبر اس انداز سے کھودی گئی کہ رسول اکرمؐ کے شانہ مبارک کے برابر آپ کے سر کا حصہ رکھا گیا۔ آپ کی قبر مبارک اور روضہ اطہر کی لمبائی برابر رکھی گئی۔

تدفین

عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے حضرت عمرؓ، طلحہؓ، عثمانؓ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی میّت قبر میں اتاری۔ نیز متعدد طریقوں سے ثابت ہے کہ رات کے وقت ہی آپ کی تدفین رُوبہ عمل لائی گئی۔

مدینہ میں کہرام

ابن مسیب کا بیان ہے حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے وقت مدینہ کانپ اٹھا اور کہرام مچ گیا۔

ابو قحافہ کا غم واندوہ

مکہ کی کپکپاہٹ اور لوگوں کا کہرام دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کے والد بزرگوار ابوقحافہ نے کہا، کیا واقعہ ظہور پذیر ہوا؟ لوگوں نے کہا آپ کے فرزند حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا ہے۔ جس پہ جواباً کہا یہ زبردست حادثہ اور سخت مصیبت کا وقت ہے۔ ان کے بعد اب کس کو حاکم بنایا گیا؟ لوگوں نے کہا حضرت عمرؓ کو۔ تو کہا وہ ان کے دوست ہیں.....

مجاہد کا بیان ہے ابوقحافہ کو ان کے فرزند حضرت ابوبکرؓ کے مال میں سے جو حصۂ میراث ملا تھا وہ انھوں نے اپنے پوتوں کو دے دیا اور حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے چھ ماہ بعد حضرت ابوقحافہ نے بعمر ۹۷ سال ۱۴ محرم ۱۴ھ کو وفات پائی..... علماء کا بیان ہے اپنے والد کی زندگی میں صرف حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کی..... اور ابوقحافہ ہی وہ باپ ہیں جنھیں اپنے فرزند حضرت ابوبکرؓ کے مال میں سے ورثہ و ترکہ ملا۔

مدتِ خلافت

حاکم نے عبداللہ بن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو سال اور سات ماہ تک خلافت کی۔

مرثیہ خفاف

ابن عساکر نے تاریخ میں بحوالہ اصمعی لکھا ہے کہ خفاف بن ندبۃ السلمی نے آپ کی

وفات پر گریہ وزاری کی اور مرثیہ پڑھا۔

حضرت ابو بکرؓ کی زبانی بیان کردہ احادیث

تعداد نووی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے (۱۴۲) احادیث بیان کی ہیں باوجودیکہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ سرورِ عالمؐ کی صحبت میں رہے۔ پھر بھی آپ کی زبانی اتنی کم تعداد میں احادیث بیان کرنے کا سبب یہ ہے کہ رحلتِ سرورِ عالمؐ کے بعد اول تو آپ تھوڑے ہی دن زندہ رہے اور دوسرا سبب یہ کہ آپ کی خلافت کے زمانہ میں احادیث دریافت کرنے کا زیادہ چرچا بھی نہ تھا بلکہ احادیث کی تلاش و جستجو، سماعت و تحفّظ میں تابعین نے محنت کر کے احادیث حاصل و جمع کی ہیں۔

اظہارِ حقیقت میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے قضیۂ بیعتِ صدیق اکبرؓ کے وقت کہا تھا "ابو بکرؓ نے انصار کے متعلق جو کچھ احکام الٰہی و احادیثِ نبویؐ ہیں وہ سب بیان کر دی ہیں۔" حضرت عمرؓ کا یہ بیان اس امر کا سب سے بڑا واضح ثبوت ہے کہ رسول اکرمؐ کی احادیث و سیرت سے حضرت ابو بکرؓ بخوبی واقف و آگاہ تھے۔ اور ان کو وہ سب کچھ معلوم تھا جو رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا۔ نیز وہ احکام الٰہی کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جانتے تھے۔

راویوں کی تعداد جن راویوں نے حضرت ابو بکرؓ کی زبانی احادیث بیان کی ہیں، ان صحابہؓ کے اسماء درج ذیل ہیں:۔ عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ابن عوفؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابن عمروؓ، ابن عباسؓ، انسؓ، زید بن ثابتؓ، براء بن عازبؓ، ابوہریرہؓ، عقبہ بن حارثؓ، عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ، زید بن ارقمؓ، عبداللہ بن معقلؓ، عقبہ بن عامر جہنیؓ، عمران بن حصینؓ، ابو برزہ اسلمیؓ، ابو سعید خدریؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، ابو طفیل لیثی، جابر بن عبداللہؓ، بلالؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ ان کے علاوہ حسب ذیل تابعین نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی زبانی احادیث بیان کی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے غلام اسلم، واسط البجلی۔

عنواناتِ احادیث حضرت ابو بکرؓ کی بیان کردہ احادیث جنھیں میں اپنی مسند میں انشاء اللہ مفصل طور پر قلمبند کروں گا، ان کے منجملہ چند احادیث کے عنوانات معہ حوالہ کتب احادیث و محدثین درج ذیل ہیں:۔

۱۔ احادیث ہجرت (از شیخین وغیرہ)۔ ۲۔ دریا کا پانی پاک ہے اور اس میں کا حلال جانور مرنے کے بعد بھی حلال ہے۔ (از دار قطنی) ۳۔ مسواک منہ کو پاک وصاف کرتی ہے اور اللہ کی خوشنودی کا سبب ہے (از احمد) ۴۔ رسول اکرمؐ نے بکری کے شانہ کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہیں کیا بلکہ ویسے ہی نماز ادا فرمائی (از بزار وابویعلی) ۵۔ حلال روزی کھانے کے بعد کسی کو دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (از بزار) ۶۔ نمازیوں کو مارنے کی ممانعت (ابویعلی، بزار) ۷۔ رسول اکرمؐ نے سب سے اخیر میں جب میرے پیچھے نماز پڑھی تو آپ کے جسم پر ایک ہی کپڑا تھا (از ابویعلی) ۸۔ جو شخص اصلی صورتِ نزول میں قرآن پڑھنا چاہے تو ضروری ہے کہ ابن ام عبد کی قراءت کی مانند تلاوت کرے (از احمد) ۹۔ رسول اکرمؐ نے بعد نماز مجھے یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا ہے:۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (بخاری ومسلم) ۱۰۔ فجر کی نماز پڑھنے والے کی اللہ حفاظت کرتا ہے۔ اللہ کے اس معاہدہ میں دست اندازی نہ کرو۔ جو ایسے نمازی کو قتل کرے تو اللہ اس کے قاتل کو اوندھے منہ دوزخ میں جھونک دے گا (از ابن ماجہ) ۱۱۔ ہر نبی اپنی امت کے کسی فرد کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد ہی انتقال کرتا ہے (از بزار) ۱۲۔ گناہگار اگر اچھی طرح وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھ کر دعائے مغفرت کرے تو اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (از احمد، چاروں اصحاب سنن اور ابن حبان) ۱۳۔ نبی جہاں دفن ہونا چاہتے ہیں اسی مقام پر اللہ ان کو موت دیتا ہے (از ترمذی) ۱۴۔ یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ نے لعنت کی ہے کیونکہ انھوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا تھا (از ابویعلی) ۱۵۔ پسماندگان کی گریہ زاری سے میت کو عذاب ہوتا ہے (از ابویعلی) ۱۶۔ دوزخ سے بچنے کے لیے کھجور کے ٹکڑے کے برابر ہی خیرات کرو کیونکہ یہ ٹیڑھے کو سیدھا کرتا، مُردے کو عذاب سے دور کرتا اور بھوکے کو سیر کرتا ہے (از ابویعلی) ۱۷۔ صدقات کی تمام اقسام (از بخاری وغیرہ) ۱۸۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ سے جب اونٹنی کو ہانکنے والا کوڑا گر جاتا تو آپ اونٹنی کو بٹھا کر اپنا کوڑا اٹھاتے تھے۔ لوگوں نے کہا آپ ہم سے کوڑا اٹھانے کے لیے فرما دیا کیجئے، جواب دیا میرے محبوب سرور عالمؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہ کروں۔ (بروایت ابن ابوملیکہ از احمد) ۱۹۔ محمد بن ابوبکرؓ کی پیدائش کے بعد ان کی والدہ اسماء بنت عمیس سے رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ تم حالتِ نفاس ہی میں غسل کر کے حج وعمرہ کی تکبیریں کہو۔ (از بزار وطبرانی) ۲۰۔ دریافت پر رسول اکرمؐ نے فرمایا وہ حج افضل وبرتر ہے جس میں زیادہ تر لبیک کہی جائے اور زیادہ تر قربانیاں دی جائیں (از ترمذی وابن ماجہ) ۲۱۔ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا

رسول اللہؐ نے تجھے بوسہ دیا ہے! اس لیے میں بھی تجھے بوسہ دے رہا ہوں (از دارقطنی) ۲۲۔ رسالتمآبؐ نے سورۂ براۃ مکہ روانہ کرتے ہوئے اہالیانِ مکہ کے نام حکم دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بغرض حج خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو اور کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے (از احمد) ۲۳۔ میرے مکان اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کا ایک باغ ہے اور میرا منبر بھی جنت کا ایک حصہ ہے (یعنی اس مقام سے حصول جنت کی راہِ ہدایت ملتی ہے) (از ابویعلی) ۲۴۔ ابوہثیم بن تیہان کے مکان پر طلاق کی حدیث (از ابویعلی) ۲۵۔ سونا چاندی کا برابر برابر لین دین کیا جائے۔ اس میں کمی بیشی کرنے والا جہنمی ہے (از ابویعلی و بزار) ۲۶۔ مسلمان کو تکلیف دینے والا اور مسلمان کے ساتھ مکاری کرنے والا ملعون ہے (از ترمذی) ۲۷۔ بخیل، بدخواہ، خیانت کرنے والا اور ظالم حاکم قوم ہرگز جنت میں نہیں جائیں گے اور سب سے پہلے جنت میں وہ غلام داخل ہونگے جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا کی فرمانبرداری کی ہوگی (از احمد) ۲۸۔ غلام کی وراثت اس کے آزاد کرنے والے کا حق ہے (از مختارہ مؤلفہ ضیاء المقدسی) ۲۹۔ ہم صدقہ کے وارث نہیں (از بخاری) ۳۰۔ نبی کے ترکہ کا وہ شخص جائز قابض ہے جو اس کی قوم میں سے اس کی تلت کا خلیفہ بنایا جائے (ابوداؤد) ۳۱۔ اپنے نسب میں معمولی سی بھی تبدیلی کرنے والا اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے (از بزار) ۳۲۔ تم اور تمھاری دولت وغیرہ سب تمھارے والد کا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس سے مراد نفقہ ہے (از بیہقی) ۳۳۔ جس نے جہاد کیا، اللہ کے لیے اپنے قدموں کو غبار آلود کیا اس پر آتشِ دوزخ حرام ہے (از بزار) ۳۴۔ غیر مسلموں سے جنگ کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے (از شیخین وغیرہ) ۳۵۔ اللہ کا بہترین بندہ، خاندانی بھائی، خالد بن ولید اللہ تعالیٰ کی تلوار ہے جسے اللہ نے کافروں اور منافقوں پر شمشیرِ بُرّاں بنا دیا ہے (از احمد) ۳۶۔ حضرت عمرؓ سے زیادہ بہتر آدمی پر آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ (از ترمذی) ۳۷۔ سلطنت کا مقتدر اعلیٰ اگر کسی ایسے حاکم کو مقرر کرے جو رعایا کے حقوق کی حفاظت نہ کرے تو ایسے مقتدر اعلیٰ پر اللہ کی لعنت ہے اگرچہ یہ فرائض و نوافل پڑھتا ہو اور اللہ اس کو جہنم میں جھونک دے گا اور جس نے اللہ کے لیے کسی کی حمایت کی اور پھر بلا وجہ حمایت سے دستبرداری کی تو اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے (از احمد) ۳۸۔ ماعز اور اس کی سنگساری (از احمد) ۳۹۔ ایک ہی دن میں ستر مرتبہ اسی کام کو دہرانے والے کا استغفار بغیر اصرار (از ترمذی) ۴۰۔ جنگی امور میں رسالتمآبؐ کا مشورہ (از طبرانی) ۴۱۔ بُرے کام کرنے والے کو بُرا بدلہ کی آیت (از ترمذی و ابن حبان وغیرہ) تم یہ آیت پڑھتے ہو (ترجمہ) مسلمانو! تم اپنے نفوس کے ذمہ دار ہو (از احمد و ابن حبان و ائمۂ اربعہ) ۴۳۔ دو آدمیوں کی موجودگی میں تیسرا اللہ بھی ہوتا ہے (از شیخین) ۴۴۔ حدیث طعناً و طاعوناً (از ابویعلی) ۴۵۔ سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا (علل از دارقطنی) ۴۶۔ چیونٹی کی رفتار سے بھی کم غیر محسوس طور پر میری اُمت میں شرک کا داخلہ (از ابویعلی وغیرہ) ۴۷۔ یا رسول اللہ صبح و شام پڑھنے کے لیے

مجھے کوئی دعا بتا دیجئے (مسند از ہیثم بن کلیب و ترمذی وابوہریرہ) ۴۸۔ لا الٰہ الّا اللہ اور استغفار ہمیشہ پڑھتے رہو کیونکہ شیطان کہتا ہے میں نے لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کرکے برباد کیا اور لوگ لا الٰہ الّا اللہ اور استغفار کے ورد سے مجھے برباد کرتے ہیں۔ اندریں حالت میں لوگوں کو خواہشات میں مبتلا کرتا ہوں۔ اور وہ خود کو راہ راست پر گامزن ہونا گمان کرتے ہیں (از ابو یعلی) ۴۹۔ "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ" کی آیت نازل ہونے پر میں نے کہا یا رسول اللہؐ! اب میں آپ سے بہر قرتوت کی مانند گفتگو کیا کروں گا۔ جس کے منہ سے آواز نہیں نکلتی ہے (از بزار)۔ ۵۰۔ مخلوق کے لیے آسانیاں ہیں (از احمد) ۵۱۔ جس نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا یا میرے حکم کی تردید کی تو ایسا شخص دوزخی ہے (از ابو یعلی) ۵۲۔ لا الٰہ الّا اللہ کہنے سے کسی کو چھٹکارا نہیں (از احمد وغیرہ) ۵۳۔ رسالتمآبؐ نے مجھ سے فرمایا جائیے اعلان کر دیجئے جس نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی تو وہ جنتی ہے۔ میں اس اعلان کے لیے روانہ ہوا اور سب سے پہلے میں نے یہ حضرت عمرؓ سے کہا (از ابو یعلی) اور یہ حدیث بہ نسبت ابوبکرؓ کے حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی زیادہ محفوظ ہے۔ ۵۴۔ مرجیہ وقدریہ یہ دونوں گروہ جنت میں نہیں جائیں گے (علل از دارقطنی) ۵۵۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی عافیت کی دعا کیا کرو۔ (از احمد، نسائی وابن ماجہ وغیرہ) ۵۶۔ کسی کام کے ارادہ سے پہلے رسالتمآبؐ دعا فرماتے اے اللہ! اپنی پسند کا کام مجھ سے لے (از ترمذی) ۵۷۔ اسلامی دعا یہ ہے اے اللہ! غم و آلام سے محفوظ رکھ (از بزار وحاکم) ۵۸۔ جس جسم کی حرام سے پرورش ہوئی تو وہ دوزخی ہے اور ایک حدیث یہ بھی ہے جس نے حرام غذا کھائی وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ (از ابو یعلی) ۵۹۔ جسم کا ہر حصہ اس کی تیز زبانی کی شکایت کرے گا (از ابو یعلی) ۶۰۔ چودھویں شعبان کی رات میں کافر اور کینہ پرور کے سوائے باقی اشخاص کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرتا ہے (از دارقطنی) ۶۱۔ خراسان کی سمتِ شرقی سے دجال کا ظہور، ڈھال و نیزہ کی طرح چہرے والے اس کے پیرو ہوں گے (از ترمذی وابن ماجہ) ۶۲۔ ستّر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل کروں گا (از احمد) ۶۳۔ دیگر انبیاء کا تردد اور سرورِ عالمؐ کی شفاعت (از احمد) ۶۴۔ لوگ ایک طرف جائیں اور انصار دوسری جانب۔ تو میں انصار کے ساتھ رہوں گا (از احمد) ۶۵۔ ملتِ اسلامیہ کی امارت و خلافت قریش کا حق ہے۔ نیک نیکوں کی اور فاجر فاجروں کی پیروی کریں گے (از احمد) ۶۶۔ وصیتِ سرورِ عالمؐ کہ نیک انصاری کی جانب متوجہ ہو جاؤ اور بُرے سے اجتناب کرو (از بزار وطبرانی) ۶۷۔ مملکت عربیہ میں عمان وہ مقام ہے جو لبِ ساحل واقع ہوا ہے۔ اس قبیلہ عمان کے باشندے میرے فرستادہ کو تیروں اور پتھروں کا نشانہ نہیں بنائیں گے (از احمد وابو یعلی) ۶۸۔ حضرت ابوبکرؓ نے برسرِ راہ ایک دن حضرت امام حسنؓ کو بچوں میں کھیلتے دیکھا، اٹھا کر اپنے کندھوں پر بٹھا کر فرمایا یہ اپنے والد حضرت علیؓ سے نہیں بلکہ رسالتمآبؐ

سے زیادہ مشابہ ہیں (از بخاری)، ۶۹۔ ام ایمن سے رسالتمآبؐ ہمیشہ ملتے تھے (از مسلم) ۷۰۔ پانچویں چوری پر چور قتل کیا جائے (از ابو یعلی و دیلمی) ۷۱۔ واقعات جنگ اُحد (از طیالسی و طبرانی) ۷۲۔ بغیر کسی چیز کی موجودگی کے خود بہ سے کسی چیز کو ہٹاتے دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کسے ہٹا رہے ہیں؛ فرمایا دنیا کی درازدستیوں کو اور میرے عرض مکرر پہ ارشاد گرامی ہوا، تم سے اور خود سے دنیاوی درازدستیوں کو ہٹا رہا ہوں۔ تم پراس کا قابو نہیں چلے گا۔ (از بزار) یہ اور اس کے علاوہ احادیث جنھیں ابن کثیر نے جمع کیا ہے وہ سب اسی کا تکملہ ہیں۔ امام نووی نے انھیں بیان کیا ہے۔ ۷۳۔ بندر والوں کے ہر ایک فرد کو قتل کردو (اوسط از طبرانی) ۷۴۔ مکان بنانے سے پہلے وہاں کی آبادی، ہمسایہ اور راستوں کو دیکھ لو (از دیلمی) ۷۵۔ مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام بھیجو کیونکہ اللہ نے میرے روضہ پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے اور میرا کوئی امتی مجھ پر درود و سلام بھیجتا ہے تو وہ مقررہ فرشتہ کہتا ہے یا رسول اللہ فلاں امت نے آپ کی خدمت میں اس وقت یہ درود و سلام پیش کیا ہے۔ (از دیلمی) ۷۶۔ ایک جمعہ دوسرے جمعہ کا کفارہ ہے اور غسل بھی کفارہ ہے (عقیلی) ۷۷۔ دوزخ کی گرمی میرے امتی پر حمام کی گرمی کی طرح ہے (از طبرانی) ۷۸۔ جھوٹ سے ہمیشہ دور رہو کیونکہ جھوٹ ایمان سے دور کر دیتا ہے (مکارم اخلاق از ابن لآل) ۷۹۔ جنگ بدر میں شہادت پانے والا جنتی ہے۔ (افراد از دارقطنی)۔ ۸۰۔ اسلام، اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان پرچم ہے اسے اٹھانے کی کس میں طاقت ہے؛ (از دیلمی) ۸۱۔ آرزومند کے لیے سورۂ یٰسین کی فضیلت (از دیلمی و بیہقی) ۸۲۔ انصاف پرور، متواضع، مقتدر اعلیٰ سایۂ الٰہی میں ہے وہ زمین پر اللہ کا نیزہ و بَم ہے۔ شب و روز میں اسے ستر صدیقوں کا ثواب ملتا ہے (از ابو شیخ، عقیلی و ابن حبان) ۸۳۔ موسےٰؑ کی دریافت پر کہ مصیبت زدہ عورت کی غمخواری کرنے والے کو کیا جزا ملے گی، اللہ نے جواب دیا اسے میں اپنے سایہ میں رکھوں گا (از ابن شاہین و دیلمی) ۸۴۔ اے اللہ! عمر بن خطابؓ کے ذریعہ اسلام کو تقویت دے (اوسط از طبرانی) ۸۵۔ جانوروں کا شکار، خاردار درختوں کی شکست و بُرید اور دیگر درختوں کی کٹائی صرف اس لیے ہوتی ہے کہ وہ تسبیح وذکر الٰہی میں کمی کر دیتے ہیں (از ابن راہویہ) ۸۶۔ اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمرؓ نبی ہوتے (از دیلمی) ۸۷۔ اگر جنتی تجارت کرتے تو بزازی (تجارتِ پارچہ) کرتے (از ابو یعلی) ۸۸۔ جو شخص اپنے امام کی موجودگی میں اپنے یا دوسرے کے لیے جنگ کا آغاز کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے ایسے شخص کو قتل کردو (تاریخ از دیلمی) ۸۹۔ جو شخص میری معلومات یا احادیث تحریر کرے تو جب تک اس کی یہ تحریر باقی رہے گی اس وقت تک اس کو ثواب ملتا رہے گا (تاریخ از حاکم) ۹۰۔ جو کوئی اطاعتِ الٰہی کی خاطر برہنہ پا چلے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فرائض کی بابت روز محشر اس سے

استغفار نہیں کرے گا (از طبرانی) ۹۱۔ دوزخ کی سختیوں سے حفاظت کے طلبگار اور سایۂ الٰہی کے آرزومند کو چاہیئے کہ مسلمانوں پر سختی نہ کرے بلکہ ان پر مہربانیاں کرے (از ابن لآل و ابوشیخ و ابوحبان) ۹۲۔ جو شخص صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کسی کی ضرورت پوری کرے تو اللہ اسی دن اس کے کاموں کا اچھا بدلہ دے گا اگرچہ اس سے کوئی گناہ بھی سرزد ہو جائے (از دیلمی)۔ ۹۳۔ جس قوم نے جہاد چھوڑ دیا وہ عذاب میں گرفتار ہوگئی۔ (از طبرانی) ۹۴۔ تہمت لگانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (از دیلمی) ۹۵۔ کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی اللہ کے حضور بزرگ و برتر ہے (از دیلمی) ۹۶۔ حکم الٰہی ہے اگر تم کو میری رحمت کی طلب ہے تو میری مخلوق پر مہربانیاں کرو۔ (از شیخ ابن حبان و دیلمی) ۹۷۔ میں نے پاجامہ کی بابت پوچھا تو سرورِ عالمؐ نے پنڈلی کا اوپری حصہ پکڑا اور پھر میری دوبارہ دریافت پر پنڈلی کے عضلہ کا نچلا حصہ پکڑا۔ تیسری مرتبہ کی دریافت پر فرمایا اس سے زیادہ نیچا پاجامہ پہننے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اس پر میں نے عرض کیا۔ اس صورت میں تو یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ ارشاد گرامی ہوا آپ اس سے مستثنیٰ ہیں اور آپ نجات یافتہ ہیں (حلیہ از ابونعیم) ۹۸۔ میری اور علیؓ کی انصاف پروری کا پلہ برابر ہے (از دیلمی و ابن عساکر) ۹۹۔ شیطان سے پناہ مانگنے میں غفلت نہ کرو۔ اگرچہ تم اسے دیکھتے نہیں لیکن وہ تم سے غفلت نہیں کرتا (از دیلمی) ۱۰۰۔ جس نے فی سبیل اللہ زمین پر مسجد بنائی تو اس کے عوض میں اللہ تعالےٰ جنت میں اس کے لیے محل تعمیر کر دیتا ہے (از طبرانی) ۱۰۱۔ کوئی شخص کسی قسم کی بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ آئے (از طبرانی) ۱۰۲۔ آغاز نماز، رکوع، سجود اور قومہ کے وقت رفع یدین (از بیہقی) ۱۰۳۔ رسالتمآب کا ابوجہل کو اونٹ دینا (معجم از اسمٰعیلی) ۱۰۴۔ حضرت علی رضؓ کی جانب دیکھنا عبادت ہے (از ابن عساکر)

قرآن کریم کی تفسیر

ابوقاسم بلیکہ بغوی نے بحوالہ ابن ابوملیکہ لکھا ہے کسی نے حضرت ابوبکرؓ سے تفسیر قرآن کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ کے منشا کے خلاف اگر میں قرآن کی کسی آیت کی تفسیر کروں تو بتاؤ کس زمین میں رہوں اور کس آسمان کے زیر سایہ زندگی گذاروں۔ ابوعبیدہ نے ابراہیم تیمی کی زبانی لکھا ہے کسی نے "فاکہۃً و ابّاً" کے معنی پوچھے تو آپ نے فرمایا وہ کونسا آسمان ہے جو مجھ پر سایہ فگن رہے اور وہ کونسی زمین ہے جو مجھے آرام کرنے دے اگر میں بغیر سمجھے بوجھے قرآن کریم کی تفسیر کروں....

بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے۔ کلالہ کا مسئلہ دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا، لفظ کلالہ کے معنی میں اپنی رائے کے موافق بیان کرتا ہوں اگر صحیح ہیں تو منجانب اللہ ہیں اور بصورت دیگر یہ میری اور شیطان کی رائے ہوگی اور میرے نزدیک کلالہ کے معنی ہیں باپ اور بیٹا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کہا حضرت ابوبکرؓ کے کلام کی تردید کرنے سے مجھے شرم آتی ہے۔ ابونعیم نے حلیہ میں اسود بن ہلال کی زبانی لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ سے فرمایا، آپ لوگوں کی حسب ذیل دو آیتوں کے معنی میں کیا رائے ہے؟ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا .... اور وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ .... صحابہ نے جواباً کہا استقاموا کے معنی ہیں ثابت قدم رہ کر کوئی گناہ نہیں کیا اور بظلم کا مطلب ہے کہ مسلمانوں نے اپنے ایمان میں گناہوں کی آمیزش نہیں کی۔ صحابہ کے اس جواب پر فرمایا آپ حضرات نے بے محل ترجمہ کیا اس کی تفسیر یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے کا اقرار کیا اور پھر اس پر ثابت قدم رہے یعنی کسی دوسرے معبود کی جانب متوجہ و مائل نہیں ہوئے اور انھوں نے اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں کی۔ ابن جریر نے عامر بن سعد بجلی کی زبانی لکھا ہے آیت قرآنی لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ کی تفسیر میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی جانب نظر کی اور اسی سے لو لگائی .... ابن جریر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جس نے پروردگار کے اللہ ہونے کے اقرار پر استقامت کی۔ یعنی اس قول کے بعد اس نے اسی عقیدہ پر وفات پائی تو وہ ثابت قدم ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آثار و اقوال

اقوال

لالکائی[1] نے اپنی کتاب السنۃ میں بحوالہ ابن عمرؓ لکھا ہے ایک آدمی نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کیا زنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے وقوع پذیر ہوتا ہے؟ فرمایا ہاں، اس پر اس نے کہا جبکہ اللہ کے علم سے ہو تو پھر مجھے عذاب بھی دے گا! ارشاد فرمایا اے بدبودار! اگر اس وقت میرے پاس کوئی آدمی ہوتا تو بخدا میں اسے حکم دیتا کہ وہ تیری ناک جڑ سے کاٹ ڈالے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں بحوالہ زبیر لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک مرتبہ دوران خطبہ میں فرمایا لوگو! اللہ سے شرم کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قضائے حاجت کے لیے میں جب میدان میں بیٹھتا ہوں تو اللہ سے شرما کر اپنا سر ڈھانک لیتا ہوں .... عبدالرزاق نے عمرو بن دینار کی زبانی لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ نے

[1] لالکائی میں یائے نسبتی ہے ان کا نام دراصل ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسن بن منصور رازی طبری ہے۔ (مراح)

فرمایا جب میں پائخانہ جاتا ہوں تو بخدا اللہ سے شرما کر اپنی پیٹھ پائخانہ کی دیوار سے لگا لیتا ہوں ..... ابوداؤد نے ابوعبداللہ صنابحی کی زبانی لکھا ہے میں نے مغرب کی نماز حضرت صدیق اکبرؓ کے پیچھے ادا کی جس کی پہلی دو رکعتوں میں آپ نے سورۂ فاتحہ کے بعد قصار مفصل کی ایک سورت اور تیسری رکعت میں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا کی پوری آیت تلاوت کی ..... ابن خیثمہ و ابن عساکر نے ابن عیینہ کی زبانی لکھا ہے ابوبکرؓ جب کسی کی تعزیت کرتے تو فرماتے۔ تعزیت کرنے والوں پر کوئی مصیبت نہیں پڑی ہے۔ صبر کرنا چاہیئے اور گریہ وزاری سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ سنو! موت گذشتہ چیزوں کی بہ نسبت سخت ہے اور آئندہ امور کی نسبت سے بہت آسان ہے۔ رسالتمآبؐ کے پردہ کر جانے کو یاد کرو تو تمہاری مصیبتیں تم کو کمتر نظر آئیں گی اور پھر خوبی یہ کہ اللہ تعالیٰ تم کو ثواب دے گا۔ دارقطنی میں ابن ابی شیبہ نے سالم بن عُبید صحابی کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ مجھ سے فرمایا کرتے تھے آؤ رات بھر ہمارے ساتھ عبادت کر کے صبح کرو۔ ابوقلابہ نے ابوسفر کی زبانی لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے دروازہ بند کر دو تاکہ صبح تک ہم عبادت کر سکیں۔ بیہقی اور ابوبکر بن زیاد نیشاپوری نے اپنی زیادات میں بحوالہ حذیفہ بن اسید لکھا ہے میں نے حضرت عمرؓ و ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا ہے کہ ہر دو حضرات بطریقِ معمول نماز چاشت ادا نہیں کرتے تھے ..... ابوداؤد نے بحوالہ ابن عباس لکھا ہے میں نے حضرت ابوبکرؓ کو فرماتے خود سنا ہے، مچھلی جب مرکر پانی پر آجائے تو اس کا کھانا بھی حلال ہے۔ امام شافعی کا بیان ہے، حضرت ابوبکرؓ نے زندہ جانور کے بدلے میں گوشت کی بیع مکروہ قرار دی ہے۔ بخاری میں ہے کہ آپ نے مسائل میراث میں دادا کو بمنزلۂ باپ قرار دیا ہے ...... ابن ابی شیبہ نے بحوالہ عطاء لکھا ہے کہ آپ نے دادا کو اس وقت میراث دلائی ہے۔ جبکہ باپ زندہ نہ ہو اور پوتے کو اس وقت جبکہ کوئی دوسرا بیٹا نہ ہو..... قاسم کا بیان ہے آپ کے پاس ایک شخص اپنے باپ کو برا بھلا کہتا آیا تو آپ نے فرمایا اسے مارو۔ اس کے سر پر شیطان مسلط ہے..... ابن ابی مالک کا بیان ہے جنازہ کی نماز پڑھاتے وقت حضرت ابوبکرؓ فرمایا کرتے اے اللہ! اس شخص کے اہل وعیال و دولت نے اسے تیرے حوالہ کر دیا ہے۔ اس کے گناہ اگرچہ زیادہ ہیں لیکن تیری بخشش و مہربانیاں بہت زیادہ ہیں۔

فیصلے

سعید بن منصور نے بحوالہ حضرت عمرؓ لکھا ہے ایک مرتبہ عاصم بن عمر کی اپنی والدہ سے کچھ چشمک ہوگئی جس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے عاصم! تمہاری والدہ کے پسینہ، ان کی خوشبو اور ان کی مہربانیوں کی وجہ سے تم کو یہ برتری حاصل ہوئی ہے اور وہ تم سے بہتر ہیں..... بیہقی نے قیس بن حازم کی زبانی لکھا ہے ایک آدمی آیا اور اس نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا میرے والد مجھ سے پوری دولت

لے کر مجھے محتاج بنا دینا چاہتے ہیں۔ اب آپ فیصلہ فرمائیے۔ چنانچہ اس کے والد سے آپ نے فرمایا تم اس کے مال میں سے بقدر ضرورت لے سکتے ہو۔ اس پر اس نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہے "لڑکے کا مال اس کے باپ کا ہے" ارشاد ہوا بالکل درست ہے اور اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مال میں سے بقدر ضرورت تم نفقہ لے سکتے ہو ..... احمد نے عمرو بن شعیب کے دادا کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کسی غلام کے خون کے بدلے میں کسی آزاد کو قتل نہیں کرتے تھے ۔..... بخاری نے ابو ملیکہ کے دادا کی زبانی لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پر کاٹا۔ مظلوم نے جب اپنا ہاتھ ظالم کے منہ سے ہٹایا تو ظالم کے کاٹنے والے اگلے دونوں دانت ہی نکل پڑے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس مقدمہ کا فیصلہ دیا کہ اس صورت میں کوئی دیت و جرمانہ وغیرہ ظالم ادا نہیں کرے گا۔ ابن شیبہ و بیہقی نے بحوالۂ عکرمہ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک کن کٹے کے مقدمہ میں ظالم سے پندرہ اونٹ جرمانہ میں دلائے اور حکم دیا کہ مظلوم اپنے کٹے ہوئے کان کو اپنے بالوں اور صافہ میں چھپا سکتا ہے۔..... بیہقی وغیرہ نے ابن عمران جونی کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے شام جانے والے فوج پر یزید بن ابو سفیان کو سپہ سالار مقرر کیا اور پھر ان سے فرمایا میں تم کو دس نصیحتیں کرتا ہوں، ان پر کاربند رہنا۔ کسی عورت، بچہ اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹنا۔ آبادی کو ویران نہ کرنا۔ کھانے کے بغیر کسی اونٹ، بکری کو مار کر نہ پھینکنا۔ باغوں کو ویران نہ کرنا۔ کھیتوں کو آگ نہ لگانا۔ فضول خرچی اور کنجوسی سے ہمیشہ علیحدہ رہنا۔ احمد، ابو داؤد اور نسائی نے بحوالہ ابو برزہ اسلمی لکھا ہے ایک شخص پر حضرت ابو بکرؓ کو بے انتہا غصہ آیا۔ میں نے عرض کیا اس کی گردن مار دیجئے۔ ارشاد فرمایا تم پر افسوس! رسالتمآبؐ کے بعد اب یہ اختیار کسی کو نہیں ہے۔ سیف نے کتاب الفتوح میں اپنے شیوخ کی زبانی لکھا ہے مہاجر بن اُمیّہ حاکم یمامہ کے پاس کچھ لوگ دو گانے والی عورتوں کو پکڑ لائے جن میں سے ایک رسول اللہ ؐ کی شان میں ہجو یہ گیت گاتی تھی اور دوسری مسلمانوں کی ہجو کرتی تھی۔ چنانچہ حاکم یمامہ نے دونوں کے ہاتھ کٹوا کے ان کے دانت بھی نکلوا دیے۔..... پرچہ نویس کی اطلاع پر حضرت ابو بکرؓ نے حاکم یمامہ کے نام فرمان جاری کیا جس میں لکھا ہمیں معلوم ہوا کہ تم نے دو عورتوں کو سزا دی ہے۔ اگر سزا دہی میں تم جلدی نہ کرتے تو ہم یہ حکم دیتے کہ رسالتمآبؐ کی شان میں گستاخی کرنے والی کو قتل کر دیا جائے کیونکہ انبیاء کی شان دوسروں سے بلند و بالا ہے۔ اگر کوئی مسلمان ایسا فعل کرے تو وہ مرتد ہے اور غدار ہے جس سے جنگ کرنا چاہیئے۔ اور دوسری عورت جو مسلمانوں کی ہجو کرتی تھی اگر خود کو مسلمان کہتی تو اسے شرم دلائی جاتی۔ یا کوئی معمولی سزا دی جاتی اس کے ناک کان کاٹ کے بوچا کر دینا ٹھیک نہیں۔ اور اگر یہ عورت ذمیہ ہے

تو مشرکہ سے زیادہ بُری نہیں۔ حالانکہ شرک نہایت ہی بُرا کام ہے اور مشرکہ سے بھی چشم پوشی کی جا سکتی ہے۔ احکامِ سزا کی اجرائی سے پہلے اگر تم سوچ لیتے تو ہاتھ کٹوانے کو خود نا پسند کرتے، ان عورتوں کے ساتھ اب نرمی کا برتاؤ کرو۔ قصاص کے سوائے دوسرے جرائم میں لوگوں کے ہاتھ کٹوا دینا مناسب نہیں ہیں سزا پانے والے خود ہی گنہگار لوگوں کی نظروں میں ذلیل رہتے ہیں۔۔۔۔۔ مالک، دار قطنی نے بحوالہ صفیہ بنت عبید لکھا ہے ایک آدمی نے ایک باکرہ سے زنا کا اقرار جرم کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اسے سَو کوڑے لگوا کر فدک کی سمت جلاوطن کر دیا۔۔۔۔۔ ابویعلی نے محمد بن حاطب کی زبانی لکھا ہے دربار خلافت میں ایک شخص چوری کے الزام میں لایا گیا جس کے ہاتھ پاؤں پہلے ہی کٹ چکے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس پانچویں مرتبہ چوری کے ملزم سے فرمایا تم لوگوں کے قتل کرنے کا رسالتمآبؐ نے بہترین فیصلہ صادر فرمایا ہے اور میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ نے اسے قتل کرا دیا۔۔۔۔۔ مالک نے بحوالہ قاسم لکھا ہے ایک یمنی نے جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا تھا، دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر حاکم یمن کے جور وستم کی شکایت کی اور وردولتِ صدیق اکبرؓ میں قیام پذیر رہ کر رات بھر عبادت کرتا رہا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس چور کی عبادت دیکھ کر خود سے کہا افسوس! میری رات اس چور کی رات سے اچھی نہ رہی۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کی زوجۂ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس کا کوئی زیور گم ہو گیا ہے اور یہ یمنی دن بھر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ رہا اور ہر وقت اپنے نیک میزبان کے حق میں دعائیں مانگتا رہا۔ تلاش پر گم شدہ زیور ایک سنار کے پاس سے برآمد ہوا۔ سنار نے بیان دیا کہ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا شخص یہ زیور میرے ہاتھ فروخت کر گیا ہے۔ جب اس یمنی سے دریافت کیا گیا تو اس نے اپنے جرم سرقہ کا اقرار کیا اور ساتھ ہی گواہی بھی پیش ہوئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اس یمنی کا بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر کیا اور فرمایا اس کی دعائیں بخدا مجھے اس کی چوری سے زیادہ بُری معلوم ہو رہی تھیں۔۔۔۔ دار قطنی نے بحوالہ انسؓ لکھا ہے۔ پانچ درہم کی ڈھال کی چوری پر حضرت ابوبکرؓ نے چور کا ہاتھ کٹوا دیا۔

ابونعیم نے حلیہ میں ابو صالح کی زبانی لکھا ہے۔ عہد خلافتِ اول میں کچھ یمنی آئے اور قرآن شریف سنکر بہت روئے جس پر ابوبکرؓ نے فرمایا ہماری بھی یہی کیفیت تھی لیکن پھر دل مضبوط ہو گئے۔ ابونعیم نے دل مضبوط ہو جانے کا مطلب لکھا ہے کہ معرفتِ الٰہی کے ذریعہ پھر دلوں کو تقویت واطمینان ہو گیا۔۔۔۔ بخاری نے ابن عمرؓ کی زبانی حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سرورِ عالمؐ اپنے اہل بیت میں بیدار رہتے تھے۔۔۔۔۔ ابو عبید نے اپنی کتاب الغریب میں حضرت ابوبکرؓ کی زبانی لکھا ہے فتنہ و فساد سے پہلے زمانۂ اسلام میں جس نے وفات پائی وہ بڑا ہی خوش قسمت رہا۔

ائمہ اربعہ وغیرہ نک نے بحوالہ قبیصہ لکھا ہے کہ دادی اپنا ترکہ اور ورثہ طلب کرنے کے لیے دربار خلافت میں آئی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا قرآن کریم و احادیث نبوی میں تمھارا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ اب جاؤ، پھر آنا۔ میں لوگوں سے رسول اللہؐ کی کوئی حدیث پوچھ کر بتاؤں گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس قسم کی حدیث لوگوں سے دریافت کی جس پر مغیرہ بن شعبہ نے کہا میری موجودگی میں سرور عالمؐ نے دادی کو چھٹا حصہ دلا دیا۔ یہ سنکر فرمایا کیا تمھارے ساتھ اور بھی کوئی تھا۔ جس پر محمد بن مسلمہ نے اٹھ کے کہا واقعہ یہی ہے جو مغیرہ نے بیان کیا۔ اس تحقیق کے بعد آپ نے دادی کو چھٹا حصہ دلانے کا حکم جاری فرمایا۔..

.... مالک و دار قطنی نے بحوالہ قاسم بن محمد لکھا ہے۔ بارگاہ خلافت میں ایک نانی اور ایک دادی اپنا ترکہ طلب کرتی ہوئی آئیں۔ چنانچہ آپ نے نانی کو ترکہ دلایا جس پر عبدالرحمٰن بن سہل انصاری جو جنگ بدر میں شہید ہوئے ہیں اور بنو حارثہ میں سے تھے۔ انھوں نے اٹھ کے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! آپ نے نانی کو ترکہ دلایا۔ اگر نانی مر جائے تو اس کی وراثت محجوب نواسی کو نہیں مل سکتی۔ اس پہ آپ نے نانی اور دادی دونوں کو ترکہ مقررہ نصفا نصف تقسیم کر دینے کا فیصلہ صادر فرمایا......

عبدالرزاق نے حضرت عائشہؓ کی زبانی تحریر کیا ہے۔ ایک رفاعی خاتون نے اپنے خاوند سے طلاق لے کر عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کر لیا لیکن کسی سبب سے ان دونوں میں نہ نبھ سکی۔ جس پر رفاعی خاتون نے پھر اپنے پہلے خاوند کے پاس جانا چاہا۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا یہ اس وقت ممکن ہے جبکہ تم اپنے موجودہ خاوند سے ہم بستر ہو جاؤ۔ بخاری کی اس صحیح حدیث پر عبدالرزاق نے یہ اور اضافہ کیا ہے کہ یہ رفاعی خاتون پھر ملکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ میرے موجودہ خاوند نے مجھ سے مساس کیا ہے تو ارشاد ہوا اب تا وقتیکہ مباشرت کے بعد طلاق لے کر عدت پوری نہ کر لو اپنے قدیم شوہر کے پاس نہ جا سکو گی اور پھر دعا فرمائی اے اللہ! اگر یہ عورت اپنے قدیم شوہر کے پاس جانا چاہے تو اس کے نکاح کی تکمیل ہی نہ ہونے دے۔ غرضکہ یہ رفاعی خاتون عہد خلافت اول و ثانی میں حاضر ہو کر پوچھتی رہی اور ان دونوں خلفائے عظام نے بحالت موجودہ قدیم شوہر کے پاس جانے سے منع فرمایا۔

..... بیہقی نے عقبہ بن عامر کی زبانی لکھا ہے کہ عمرو بن عاص و شرجبیل بن حسنہ نے بریدکے ہاتھ بنان کا سرکاٹ کر شام کے راستہ بارگاہ خلافت میں روانہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ کٹا ہوا سر بنظر ناپسندیدگی دیکھ کر فرمایا یہ کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ اس پر خلیفہ رسول اللہ سے عقبہ نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ! یہ ظالم بھی تو ہمارے ساتھ اسی قسم کی بدسلوکی کرتے ہیں۔ جس پر ارشاد ہوا کہ عمرو بن عاص اور شرجبیل دونوں نے اہل فارس و روم کی پیروی کی ہے۔ آئندہ سے کسی کا سرکاٹ کر ہمارے پاس روانہ نہ کیا جائے۔ اور

ہم سب کو قرآن کریم و احادیث نبوی کی پیروی کرنا چاہیئے۔ بخاری نے قیس بن ابوحازم کی زبانی لکھا ہے قبیلہ احمس کی ایک عورت جس کا نام زینب تھا، اس کے پاس حضرت ابوبکرؓ گئے۔ وہ خاموش تھی، فرمایا تم بولتی کیوں نہیں؛ لوگوں نے کہا اس نے "چُپ کا روزہ" رکھا ہے۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا بات چیت کرو۔ یہ چپ کا روزہ عہد جاہلیت کی پیداوار ہے جو اسلام میں ناجائز ہے۔ غرضکہ اس نے زبان کھولی اور کہا آپ کون ہیں؛ فرمایا ایک مہاجر۔ پھر اس نے پوچھا کون سے مہاجر۔ فرمایا قریشی.... پھر اس نے پوچھا قریش کے کس قبیلہ میں سے؛ ارشاد ہوا تم تو بڑی باتونی نکلیں۔ میں ابوبکرؓ ہوں۔ پھر اس نے پوچھا عہد جاہلیت کے بعد جو یہ مذہب نکلا ہے اس پر ہمیں کون چلائے گا؛ فرمایا اس مذہب پر تم کو تمھارا امام ثابت قدم رکھنے کی کوشش کرے گا۔ کہنے لگی امام کسے کہتے ہیں؛ فرمایا کیا تمھاری قوم میں سردار و رئیس قبیلہ نہیں ہیں جن کا تم سب کہنا سنتی ہو۔ جو تمھارے قبیلہ کے حاکم ہیں، تو اس عورت نے کہا جی ہاں، ارشاد ہوا۔ یہی اشخاص امام کہلاتے ہیں۔

بخاری نے حضرت عائشہ رضؓ کی زبانی لکھا ہے۔ والد بزرگوار کا ایک آزاد کردہ غلام تھا جس کی مزدوری میں سے آپ نے کچھ لینا مقرر کر دیا تھا۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا جسے آپ نے تناول فرمایا۔ کھاتے وقت غلام نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کہاں سے لایا ہوں؛ فرمایا تم ہی بتاؤ۔ اس نے کہا۔ میں عہد جاہلیت میں فال نکالا کرتا تھا اور فال کیا بس یہی جھوٹی سچی باتیں بنا لیا کرتا تھا۔ عہد جاہلیت میں ایک شخص کو میں نے فال بتانے کا دھوکہ دیا تھا۔ اتفاقاً وہی شخص آج مجھ سے ملا اور اس نے یہ چیز دی جو آپ نے تناول فرمائی۔ یہ سنکر والد بزرگوار حضرت ابوبکرؓ نے منہ میں انگلیاں ڈال کے قے کی اور پیٹ میں جو کچھ تھا سب اگل دیا..... احمد نے زہد میں بحوالہ ابن سیرین لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے واقعہ کے سوائے میں نے کسی اور کی بابت نہیں سنا کہ اس نے قے کر کے پیٹ کا سب کچھ نکال دیا ہو..... نسائی نے اسلم کے ذریعہ حضرت عمرؓ کا یہ بیان لکھا ہے میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے مصیبتوں میں گرفتار کر رکھا ہے..... ابوعبید نے غریب میں لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ ایک دن عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس گئے جو اپنے ہمسایہ سے لڑ رہے تھے یہ دیکھ کے فرمایا تم اپنے پڑوسی سے نہ لڑو کیونکہ یہ جھگڑا لوگوں کی زبان پر رہے گا۔ اور وہ تمھارے جھگڑے، تصادم، اور تکرار کرنے کو کہتے پھریں گے۔

خطبے ابن عساکر نے موسیٰ بن عقبہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک دن یہ خطبہ دیا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ میں اسی کی حمد کرتا ہوں

اسی سے مدد مانگتا ہوں اور موت کے بعد اسی سے کرامت کا خواستگار ہوں۔ ہمیں اور تمھیں سب کو مرنا ہے اور گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی اور معبود نہیں ہے۔ نیز حضرت محمد مصطفیٰ اس کے بندے اور رسول ہیں، جنھیں اس نے حقیقی طور پر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور روشن چراغ بنایا ہے تاکہ زندہ لوگوں کو عذاب الٰہی سے خوف دلائیں اور کافروں پر حجت پوری کر دیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم کی اطاعت کی، اس نے ہدایت پائی اور جس نے نافرمانی کی وہ کھلا گمراہ ہے۔ لوگو! میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور احکام الٰہی کی تعمیل کرو کیونکہ اللہ نے تمھاری ہی واضح ہدایت کا انتظام کیا ہے۔ اسلامی ہدایات کا خلاصہ یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ اپنے امیر ملت کے احکام سنو اور ان کی تعمیل کرو۔ کیونکہ جس نے اللہ اور اپنے امیر ملت کے امر معروف پر عمل پیرائی کی اور ممنوعات سے پرہیز کیا وہ یقیناً کامیاب ہوا ہے اور اس نے انسانیت کا پورا پورا حق ادا کیا ہے، بلحاظ حقوق، تم لوگوں کے حقوق ادا کرو اور خواہشات نفسی سے دور رہو کر جو کوئی غصہ، لالچ اور خواہشات سے بلند رہا وہ کامیاب ہے نیز فخر و مباہات سے علیحدہ رہو، وہ شخص کس طرح فخر کر سکتا ہے جو مٹی سے بنا اور مٹی میں ملنے والا ہو، وہ مٹی میں مل جائے گا اسے کیڑے مکوڑے کھا جائیں گے۔ آج جو زندہ ہے وہ کل ضرور مرے گا۔ اس لیے روزانہ اور ہر لمحہ نیکیاں کرو، مظلوم کی بد دعا سے پرہیز کرو۔ کیونکہ قبولیت اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے۔ خود کو مردہ شمار کرو اور ثابت قدم رہو۔ کیونکہ ثابت قدمی کے ذریعے ہی سے کام پورے ہوتے ہیں۔ پرہیز کی عادت ڈالو کیونکہ پرہیز سودمند ہے۔ کام کرتے رہو کیونکہ کام ہی قبولیت دیتا ہے۔ اللہ کے عذاب سے ڈرو اور جس چیز کے کرنے کے لیے اللہ نے اپنی رحمت کا وعدہ کیا ہے اس کی اجرائی میں کوششیں کرو، سمجھو اور سمجھاؤ۔ ڈرو اور ڈراؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے والوں کی ہلاکت کے اسباب بیان کر دیے ہیں اور جنھوں نے احکام الٰہی کی تعمیل کی وہ نجات یافتہ ہوئے ہیں۔ قرآن کریم میں حلال، حرام، پسندیدہ اور مکروہ کام بتا دیئے گئے ہیں۔ میں تمھیں اور خود کو نصیحت کرنے میں دیر نہیں کرتا اللہ ہی مددگار ہے اور اللہ کے سوا کسی دوسرے میں کسی قسم کی قوت اور غالبیت نہیں ہے، اپنے اعمال میں خلوص پیدا کرو۔ تم میں سے اکثر لوگوں نے اللہ کی اطاعت کی اور اپنے حصوں کو محفوظ کر لیا، دلچسپی سے اللہ کے احکام کی تعمیل کرو اور اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے فرمانبرداری کو کام میں لاؤ۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ نوافل ادا کرو تاکہ اپنے اعمال سابقہ کی تکمیل کر سکو، کیونکہ نوافل کے ذریعہ فرائض میں واقع شدہ کمی کی تلافی ہو جاتی ہے اور نوافل کی برکات کے ذریعہ اپنی حاجت اور افلاس کے وقت مستحق برکات ہو گے۔ اسی کے ساتھ اے اللہ کے بندو! اپنے ان بھائیوں اور دوستوں پر غور کرو جو وفات پا چکے ہیں، انھوں نے

اپنے اعمال کی بصورت بدبختی یا سعادت مندی جزا پائی۔ سنو اللہ کی ذات وصفات میں کوئی جنسی رشتہ نہیں وہ اپنی مہربانی سے مخلوق کو سرفراز کرتا ہے وہ اس وقت تک لوگوں کی برائیوں کو دور نہیں کرتا جب تک کہ مخلوق اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں پیش قدمی نہ کرے۔ کسی نیک کام کا بدلہ دوزخ نہیں اور کسی برے کام کے بدلے ہرگز ہرگز جنت نہیں مل سکتی۔ میں آپ لوگوں سے اتنا ہی کہنا چاہتا تھا آپ کے اور اپنے لیے اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور ہزاروں درود اور سلام ہوں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ حاکم اور بیہقی نے عبداللہ بن حکیم کی زبانی لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے پہلے اللہ کی حمد اور رسول کریم کی نعت کے بعد فرمایا لوگو! میں وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرو۔ اللہ اور رسولِ اکرم کی مکمل تعریف کرو ان کی تعریف میں رغبت کو کام میں لاؤ یعنی پورے ذوق وشوق سے تعریف کرو۔ کیونکہ اللہ نے حضرت زکریا اور ان کے خاندان کی اس طرح تعریف کی ہے ترجمہ:۔ یہ لوگ اچھے کاموں میں سبقت اور پیش قدمی کیا کرتے تھے اور ہم کو بڑے ذوق وشوق سے یاد کیا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے حضور میں خاکساری اور عاجزی کرتے تھے اللہ کے بندو یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ نے اپنے حقوق کے عوض میں تمھارے نفوس رہن اور گروی کر رکھے ہیں اور اس پر تم سے وعدے لے لیے ہیں اور فنا ہونے والی ادنیٰ دنیا کے عوض میں باقی رہنے والی عظیم آخرت کو تمھارے ہاتھ فروخت کر دیا ہے قرآن کریم تمھارے پاس موجود ہے۔ جس کا نور کبھی زائل نہ ہوگا۔ اس کے معجزات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اس لیے اس کے نور سے خود منور ہو جاؤ اور اس سے نصیحتیں حاصل کرو اور اس کے ذریعے اپنی اندھیری راتوں کو درخشاں اور تاباں کرو۔ اس نے تمھیں عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور کراماً کاتبین مقرر کر دیے ہیں جو تمھارے افعال اور اقوال تحریر کرتے ہیں اسی کے ساتھ یہ بات یاد رکھو کہ شب وروز تم موت کے قریب ہو رہے ہو جس کے مقررہ وقت سے تم ناواقف ہو۔ موت آنے کے وقت تمھارا یہ کام ہونا چاہیے کہ تم احکامِ الٰہی میں مشغول اور منہمک نظر آؤ اور نیک کام کرتے رہو۔ یہ اللہ کی دین ہے کہ وہی عمل صالح کی توفیق دیتا ہے۔ موت سے پہلے عمل صالح اور نیکیاں کرنے میں پیش قدمی کرو تاکہ برُے کاموں سے دور رہ سکو۔ اقوام گذشتہ نے اپنے نفوس کو طاق نسیان بنا دیا تھا اور اللہ کے علاوہ دوسروں کے لیے انھوں نے اپنی جانیں وقف کر دی تھیں۔ اس لیے میں تنبیہ کرتا ہوں کہ تم ان کی طرح نہ بنو عمل خیر میں جلدی کرو اور نیکی کے کاموں میں تاخیر نہ کرو کیونکہ موت تمھاری گھات میں لگی ہوئی ہے۔ اے مسلمانو! نجات تمھارے ہی لیے ہے ——— ابن ابی دنیا، احمد اور ابونعیم نے یحییٰ بن کثیر کی زبانی لکھا ہے ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے دوران خطبہ میں فرمایا خوبصورت و پاکیزہ

چہرے کہاں ہیں جن کی جوانی دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا۔ وہ بادشاہ کہاں ہیں جنھوں نے شہر آباد کیے اور قلعے بنائے۔ وہ سورما کہاں ہیں جو میدانِ جنگ میں غلبہ حاصل کرتے تھے۔ ان کے جوڑ جوڑ الگ ہوئے زمانہ نے ان سے بے وفائی کی اور آج وہ اندھیری قبروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ دوڑو، دوڑو۔ اور عمل صالح کے لیے جلدی کرو۔

رہنمائی احمد نے سلمان کی زبانی لکھا ہے میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضری دی اور عرض کیا مجھے کچھ ہدایتیں فرمائیے۔ ارشاد فرمایا اے سلمان! اللہ سے ڈرو اور یقین کرلو وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جبکہ تم اپنا حصہ معلوم کرلوگے اور اس امر سے بھی واقف ہو جاؤ گے کہ تم نے کیا کھایا اور کیا چھوڑا اور اس امر کا بھی یقین کرلو کہ جس نے پنجوقتہ نماز پڑھی تو وہ اللہ کی حفاظت میں آگیا یعنی رات دن اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور جس کا اللہ محافظ و نگہبان ہوئے کون قتل کرسکتا ہے اور اللہ کی ذمہ داری کو جو شخص ٹھکرا دے، ایسے ناشکرے کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں اوندھے منہ جھونک دے گا...... علاوہ ازیں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا صالحین و نیک کار اٹھا لیے جائیں گے اور وہ لوگ زندہ رہیں گے جو کھجور و جَو کے چھلکے کی طرح بیکار اور غیر کارآمد ہوں گے۔ اور ایسے لوگوں کی اللہ کوئی پروا نہیں کرے گا۔

دعائیں سعید بن منصور نے معاویہ بن قُرّہ کی زبانی لکھا ہے، حضرت ابوبکرؓ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے، اے اللہ! میری آخری عمر میں برکتیں اور بھلائیاں عطا فرما اور نیک اعمال پر میرا خاتمہ ہو اور تیری ملاقات کا دن میری زندگی کا بہترین دن ہوگا...... احمد نے حسن کی زبانی لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ اپنی دعا میں فرماتے تھے اے اللہ! میں اس کام کا خواستگار ہوں جس کا انجام اچھا ہو اے اللہ! تو مجھے اپنی رضامندی عنایت کر جو بہترین چیز ہے اور حیات نعیم کے بلند درجات سے سرفراز فرما...... نیز عرفجہ کی زبانی لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے۔ خوفِ الٰہی سے رونے والو! گریہ وزاری کرلو، وگرنہ وہ دن آنے والا ہے جبکہ تم کو رلایا جائے گا۔

مزید ہدایات عذرہ کا بیان ہے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، خواتین کو زعفران وسونے کی باہم ملی ہوئی سرخیوں نے ہلاک و برباد کر دیا...... مسلم بن یسار نے حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول بیان کیا ہے، مسلمان کو ہر کام کا بدلہ ملتا ہے یہاں تک کہ دکھ درد اور جوتہ کی ڈوریاں ٹوٹنے کا بھی بدلہ ملتا ہے اور اگر اس کی جیب سے اس کا سرمایہ گم ہو جائے تو اسی کی آستین ہی میں سے مل جاتا ہے...... میمون بن مہران کا بیان ہے حضرت ابوبکرؓ کو برسر راہ ایک مرا ہوا کوا ملا جو پر پھیلائے

پڑا تھا۔ آپ نے اس کو پلٹ کر فرمایا پرند کی موت اور درخت کی قطع و برید اس وقت ہوتی ہے جبکہ یاد الٰہی چھوڑ دی جائے[1]

امام بخاری اور عبداللہ بن احمد نے بحوالہ صنابجی لکھا ہے میں نے حضرت ابوبکرؓ کو فرماتے خود سنا ہے "فی سبیل اللہ ایک بھائی کی دعا دوسرے بھائی کے لیے اللہ تعالیٰ لازماً قبول فرماتا ہے"۔ . . . .

عبداللہ نے لبیہ شاعر کی زبانی لکھا ہے میں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ ایک مصرعہ سنایا کہ اللہ کے سوائے باقی اشیاء باطل ہیں تو فرمایا بالکل درست ہے اور پھر جب میں نے یہ دوسرا مصرعہ سنایا، ہر نعمت لازماً زائل ہو جاتی ہے، تو فرمایا بالکل غلط۔ تم غلط بیانی کر رہے ہو بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی نعمتیں کبھی زائل نہیں ہوتیں ..... اور پھر میرے چلے جانے پر فرمایا، شاعر لبسا اوقات کلماتِ حکمت بھی کہہ جاتے ہیں۔

خشیّتِ الٰہی

ابواحمد نے بحوالہ معاذ بن جبل لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ ایک باغ میں گئے جہاں ایک درخت کے سایہ میں ایک چڑیا دیکھ کر ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور فرمایا چڑیا! تو بڑی خوش نصیب ہے، درختوں کے پھل کھاتی ہے درختوں کے سایہ میں رہتی ہے اور حساب و کتاب سے مبرّا ہے۔ کاش میں تیری ہی طرح ہوتا۔ ابن عساکر نے اصمعی کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی جب کوئی شخص تعریف کرتا تو آپ فرماتے اے اللہ! تو میرے حالات سے بخوبی واقف ہے اور لوگوں کے خیال کی بہ نسبت میں اپنے تئیں خوب جانتا ہوں۔ لوگوں کا میرے متعلق جو خیال ہے اس سے مجھے بہتر کر دے اور میرے ان گناہوں کو بھی معاف کر دے جس سے لوگ ناواقف ہیں اور لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس کا مجھ سے مواخذہ نہ کر۔

احمد نے زہد میں عمران جونی کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فرمایا کرتے تھے میری خواہش تو یہ ہے کہ میں مسلمان کے سینہ کا بال بن جاتا۔

خشوع و خضوع احمد نے زہد میں مجاہد کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن زبیرؓ کے خشوع و خضوع کی حالت یہ تھی کہ وہ نماز پڑھتے وقت لکڑی کی طرح رہ جاتے تھے اور بالکل یہی کیفیت حضرت ابوبکرؓ کی تھی۔ نیز حضرت حسنؓ کی زبانی حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کاش

[1] ہر جاندار جس میں قوتِ حسیہ ہو یا قوت نمو ئیہ، وہ جب تسبیح الٰہی چھوڑ دیتا ہے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔

میں درخت ہوتا جو کھا لیا جاتا یا کاٹ ڈالا جاتا..... قتادہ کے حوالہ سے حضرت ابوبکرؓ کی یہ خواہش لکھی ہے کاش میں سبزہ ہوتا جسے جانور کھا جاتے اور ضمرہ بن حبیب کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے انتقال سے پہلے بار بار اپنے تکیے اور بچھونے کی جانب دیکھتے تھے ان کی وفات کے بعد جب اس کا تذکرہ حضرت ابوبکرؓ سے کیا گیا تو آپ نے اس تکیے و بچھونے کو اٹھوا کر دیکھا جس کے نیچے سے پانچ چھ اشرفیاں برآمد ہوئیں۔ اس نوبت پر آپ نے کف افسوس ملتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور فرمایا اے فلانے! مجھے گمان بھی نہ تھا کہ تمہارا دشمن تم پر اتنا چھا جائے گا.....اور ثابت بنانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا دوستوں کی موت کی اطلاع سے پہلے ہی مر جانا بہتر ہے۔

رُعب داب اور خوفِ خدا

ابن سعد نے بحوالہ ابن سیرین لکھا ہے سرورِ عالمؐ کے بعد صرف حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد صرف حضرت عمرؓ نے بڑے رُعب داب سے امور خلافت انجام دیے اگر کسی مقدمہ کے تصفیہ کے لیے قرآن کریم کی آیت یا کوئی حدیث ہم دست نہ ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ فرمایا کرتے یہ فیصلہ ہم نے اپنی رائے سے دیا ہے۔ اگر صحیح ہو تو منجانب اللہ ہے اور اگر اس میں کوئی نقص ہو تو اس کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ اور اے اللہ! میں اپنی مغفرت کا خواہشمند ہوں۔

تعبیر خواب

سعید بن منصور نے بحوالہ سعید بن مسیّب لکھا ہے حضرت عائشہ نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر میں تین چاند ہیں۔ اور یہ خواب انھوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کیونکہ آپ زبردست تعبیر دہندہ تھے اس پر ارشاد ہوا تمہارا خواب سچا ہے اور تمہارے گھر میں روئے زمین کے تین بہترین اشخاص مدفون ہونگے پھر رسالتمآبؐ کے بعد فرمایا اے عائشہؓ! اچھے چاندوں میں سے یہ بہترین چاند ہیں۔

نیز عمر بن شرحبیل کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسالتمآبؐ نے اپنا خواب بیان کیا۔ میں کالی بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں۔ پھر سفید بکریوں کے پیچھے چلنے لگا اور کالی بکریاں اوجھل ہوگئیں اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! کالی بکریاں عربی ہیں اور سفید بکریاں عجمی، جو اپنی کثرت تعداد کی وجہ سے عربی مسلمانوں سے بڑھ جائیں گے، یہ تعبیر سنکر رسالتمآبؐ نے فرمایا صبح یہی تعبیر مجھے ایک فرشتہ نے بھی دی تھی..... ابن ابی لیلی کے حوالے سے رسالتمآبؐ کا یہ خواب بیان کیا ہے میں ایک کنوئیں سے پانی

کھینچ رہا ہوں، اتنے میں کچھ سیاہ بکریاں میرے پاس آئیں اور ان کے بعد کچھ اور بکریاں آئیں جن کے سفید بالوں میں تھوڑی سی سرخی تھی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا اجازت ہو تو تعبیر عرض کردوں چنانچہ مندرجہ بالا تعبیر دی۔..... ابن سعد نے محمد بن سیرین کی زبانی لکھا ہے۔ رسول اکرمؐ کے بعد امت اسلامیہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی وہ شخصیت تھے جو خواب کا مطلب خوب بیان فرماتے تھے۔ ابن سعد نے ابن شہاب کی زبانی لکھا ہے رسول اکرمؐ نے اپنا خواب حضرت ابوبکرؓ کو سنایا کہ دوڑ میں تم سے میں ڈھائی ہاتھ آگے نکل گیا انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت و مغفرت میں بلالیں گے۔ آپ کے بعد میں ڈھائی سال زندہ رہوں گا..... عبدالرزاق نے بحوالہ ابو قلابہ لکھا ہے۔ کسی نے حضرت ابوبکرؓ سے اپنا یہ خواب بیان کیا "میں خون کا پیشاب کر رہا ہوں" تو آپ نے فرمایا تم اپنی بیوی کے پاس زمانہ ایام میں جانے سے توبہ کرو اور آئندہ پھر ایسی مذموم حرکت نہ کرنا۔

صلاحیت

بیہقی نے بحوالہ عبداللہ بن بُریدا اپنی دلائل میں لکھا ہے رسول اکرمؐ نے عمرو بن عاصؓ کو سپہ سالار بنا کر جنگ کے لیے روانہ کیا۔ اس فوج میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بھی تھے۔ میدانِ جنگ کے قریب پہنچ کر عمرو بن عاص نے حکم دیا یہاں آگ روشن نہ کی جائے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آیا اور وہ آگے بڑھنا چاہتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو روک کر فرمایا رسول اللہؐ نے ان کو ماہر جنگ ہی سمجھ کر تمھاری فوج پر سپہ سالار بنایا ہے اس لیے ان کا کہنا سنو۔

مہارت جنگ

بیہقی نے ابومعشر کے شیوخ کی زبانی کئی طریقوں سے لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں پر میں اس شخصیت کو امیر قوم بناؤں گا جو سب سے زیادہ مدبر و دُور بیں اور امور جنگ میں سب سے زیادہ بیدار و ہوشیار ہے۔

ذکاوت و ادب

خلیفہ بن خیاط، امام احمد بن حنبل اور ابن عساکر نے یزید بن اصم کی زبانی لکھا ہے، رسول اکرمؐ نے ایک دن حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کیا ہم بڑے ہیں یا آپ؛ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا بڑے اور بزرگ تو آپ ہی ہیں لیکن عمر میری زیادہ ہے۔ یہ روایت اگرچہ مرسل اور غریب ہے لیکن اگر صحیح مان لی جائے تو اس سے آپ کی ذکاوت اور ادب کی فراوانی واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت عباسؓ کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے بھی یہی جواب دیا تھا.... طبرانی نے سعید یربوع کی زبانی لکھا ہے کہ ان سے رسول اللہؐ نے فرمایا ہم دونوں میں کون بڑا ہے؛ تو جواب دیا آپ بڑے اور بہتر ہیں لیکن میری پیدائش پہلے ہوئی۔

واقفیت

ابونعیم کا بیان ہے، لوگوں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہؐ! آپ اہل بدر کو گورنر کیوں

نہیں بناتے۔ جواب دیا میں ان کے درجات سے واقف ہوں اس لیے انھیں دنیا میں آلودہ کرنا پسند نہیں کرتا..... احمد نے اسمٰعیل بن محمد کی زبانی زہد میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں میں کچھ چیزیں مساوی طور پر تقسیم کیں جس پر حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے دوسروں کو اہل بدر کے برابر کر دیا تو جواب دیا کہ دنیا میں اتنا ہی کافی ہے اور ان کا اجر عاقبت میں افضل تر اور وسیع تر ہے۔

مُہرِ خلافت احمد نے ابوبکر بن حفص کی زبانی زہد میں لکھا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ موسم سرما کی بجائے عام طور پر موسم گرما میں روزے رکھتے تھے۔ سعد بن حبان نے گر کی زبانی لکھا ہے کہ خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا " نعم القادر اللہ "

خصوصیّت (۱) طبرانی نے موسیٰ بن عقبہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے خاندان ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوقحافہ، ان کے بیٹے ابوبکر صدیقؓ، ان کے بیٹے عبدالرحمٰن اور ان کے بیٹے ابوعتیق نے دیکھا اور ان کے علاوہ کسی خاندان کی چار مسلسل پشتوں نے رسول اللہ ؐ سے فیضِ صحبت حاصل نہیں کیا۔

(۲) ابن مندہ اور ابن عساکر نے حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ مہاجرین کے منجملہ صرف ابوبکرؓ کے والد اسلام لائے۔

(۳) ابن سعد اور بزاز نے انس کی زبانی لکھا ہے کہ صحابہ کے منجملہ صرف حضرت صدیق اکبرؓ اور سہیل بن عمرو بن بیضاء سب سے زیادہ معمر تھے۔

(۴) بیہقی نے دلائل میں اسماء بنت ابوبکرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ فتح مکہ کے سال (۸ھ) میں حضرت صدیق اکبرؓ کی بہن کہیں جا رہی تھیں کہ راستہ میں کچھ گھوڑے سوار ملے، ان میں سے کسی ایک نے ان کا چاندی کا گلوبند ان کے گلے سے نکال لیا۔ رسول اللہؐ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکرؓ آئے اور کہا اسلام اور اللہ کا واسطہ دے کر اپنی بہن کا گلوبند مانگ رہا ہوں۔ اس پر بخدا کسی نے جواب نہیں دیا اور دوبارہ کہنے پر بھی سب خاموش رہے تو آپ نے کہا اے بہن! اب گلوبند کا خیال چھوڑ دو۔ بخدا آجکل لوگوں میں تھوڑی سی امانت رہ گئی ہے۔

ماہرِ فن علامہ ذہبی نے اپنے اپنے فن کے ماہرین کے نام درج کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔ نسب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، احکام الٰہی کو قوت سے نافذ کرنے میں عمر بن خطابؓ، شرم و حیا میں عثمان بن عفانؓ، مقدمات کے فیصل کرنے میں حضرت علیؓ، قرات میں ابی بن کعبؓ، قانون وراثت میں زید بن ثابتؓ، امانت میں ابوعبیدہ بن جراحؓ، تفسیر میں ابن عباسؓ، صدق بیانی میں ابوذرؓ

بہادری میں خالد بن ولیدؓ، نصیحت میں حسن بصریؒ، قصص میں وہب بن منبہ، تعبیر میں ابن سیرین، قرأت میں نافع، فقہ میں امام ابو حنیفہ، مغازی میں ابن اسحاق، حقائق کی تصریح میں مقاتل، قصص قرآن میں کلبی، علم وعروض میں خلیل، عبادت میں فضیل بن عیاض، علم نحو میں امام سیبویہ، علم میں امام مالک، تفہیم حدیث میں امام شافعی، غرابت لفظی میں ابو عبید، اسباب وعلل میں علی بن مدینی، اسماء الرجال میں یحییٰ بن معین، شاعری میں ابو تمام، سنتِ نبوی میں امام احمد بن حنبل، حدیث کی جانچ پڑتال میں امام بخاری، علم تصوف میں جنید (اور محمد بن نصر مروزی کے بارے میں اختلاف ہے)، گوشہ نشینی میں جبائی، علمِ کلام میں اشعری، علم طب میں محمد بن زکریا رازی، علمِ نجوم میں ابو معشر، تعبیر میں ابراہیم کرمانی، خطابت میں ابن نباتہ، سوال وجواب میں ابوالفرج اصبہانی، عوالی وعالیات میں ابوالقاسم طبری، ظواہر میں ابن حزم، جھوٹ میں ابوحسن بکری، مقامات اور مختصر جملے لکھنے میں علامہ حریری، جلد سفر کرنے میں ابن مندہ، شاعری میں متنبی، گانے میں موصلی، شطرنج میں صولی، نیز قرأت کرنے والوں میں خطیب بغدادی، فن خطاطی میں علی بن ہلال، خوف میں عطاء سلیمی، فن انشاء میں قاضی فاضل، نوادرات میں اصمعی، لالچ میں اشعب، غنی میں معبد، فلسفہ میں شیخ ابو علی سینا۔

حضرت عمرؓ بن خطّاب

پیدائش وقبولیت اسلام

حضرت عمرؓ کا نسب نامہ یہ ہے :۔ عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ ابن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی ..... ذہبی کا بیان ہے امیرالمؤمنین ابوحفص القرشی العدوی الفاروق بعمر سترہ سال ۶ سنہ نبوی میں اسلام لائے۔ امام نووی کا بیان ہے، واقعۂ فیل کے تیرہ سال بعد حضرت عمرؓ کی ولادت ہوئی آپ قریش کے شرفاء میں سے تھے۔ قدیم عہد جاہلیت سے آپ ہی کے خاندان میں سفارت کا عہدہ رہا۔ قریش کی باہمی یا دوسروں سے جنگ کے موقع پر آپ ہی کے خاندانی افراد کو سفیر بنا کر روانہ کیا جاتا تھا۔ قریش اپنے حسب ونسب اور فخر و غلبہ کے اظہار کے مواقع پر آپ ہی کے خاندانی بزرگوں کو روانہ کیا کرتے تھے.... چالیس مردوں اور گیارہ خواتین کے بعد حضرت عمرؓ ایمان لائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۳۹ مردوں اور ۲۳ خواتین کی اسلام آوری کے بعد آپ دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ ۴۵ مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد آپ دولتِ ایمانی سے مشرف ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی اسلام آوری کے بعد ہی مکہ میں اسلام کا اعلان کیا گیا اور آپ کی اسلام آوری سے مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، آپ کا شمار سابقین الاولین میں ہے آپ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں جو سب کے سب جنتی ہیں۔ خلفائے راشدین میں سے آپ دوسرے خلیفہ ہیں اور آپ کو رسول اکرم ؐ کے خسر ہونے کا فخر حاصل ہے۔ صحابہ میں سے آپ سب سے زیادہ عالم و زاہد تھے۔ آپ کی زبانی ۵۳۹ حدیث مروی ہیں اور آپ کے حوالہ سے احادیث بیان کرنے والے حضرت عثمان بن عفانؓ، علیؓ، طلحہؓ، سعدؓ، ابن عوفؓ، ابن مسعودؓ، ابوذرؓ، عمرو بن عبسہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابن عباسؓ ابن زبیرؓ، انسؓ، ابوہریرہؓ، عمرو بن عاصؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، براء بن عازبؓ، ابوسعید خدریؓ، نیز دوسرے صحابہ وتابعین ہیں، آئندہ سطور میں چند فوائد بطور خلاصہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عمرؓ کی اسلام آوری کی احادیث

دعائے نبوی

ترمذی نے بحوالہ عبداللہ بن عمر لکھا ہے کہ رسول اللہ ؐ نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! عمرؓ بن

خطاب یا ابوجہل میں سے کسی کو مسلمان بنا کر اسلام کو معزز و سربلند کر دے۔ طبرانی نے بحوالہ ابن مسعودؓ و انسؓ اور حاکم نے بحوالہ ابن عباسؓ لکھا ہے کہ رسالتمآبؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عمر بن خطابؓ کے ذریعہ اسلام کو سربلند و غالب کر دے۔

اسلام کا اثر طبرانی نے اوسط میں بحوالہ حضرت ابوبکرؓ اور کبیر میں بحوالہ ثوبانؓ اور احمد نے خود حضرت عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں عمر بن خطاب نے رسول اللہؐ کے آگے آنا چاہا۔ لیکن وہ مجھ سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ گئے۔ اور میں آپ کے تعاقب میں کھڑا رہا۔ آپ نے سورۂ الحاقہ پڑھنا شروع کی تالیفِ قلوبِ قرآنی کو سن کر میں نے انگشت بدندان ہو کر کہا۔ قریش کے قول کے مطابق آپ شاعر ہی معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن آپ نے جب یہ آیت پڑھی (ترجمہ آیت) "یہ کلام رسول خدا کا ہے اور کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ تم میں سے تھوڑے ہی لوگ ایماندار ہیں" تو یہ آیت سن کر اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا۔

اقرارِ شہادت ابن ابی شیبہ نے بحوالہ جابرؓ لکھا ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان فرمایا "میری بہن کو درد لگے تو میں گھر سے نکل کر خانہ کعبہ کے پردوں میں پہنچا۔ اتنے میں رسول اکرمؐ حجر اسود کے پاس آئے۔ جس پر اونی وریشمی چادر پڑی ہوئی تھی۔ غرضکہ یہاں نماز پڑھ کر واپس چلے گئے اور میں نے آپ کی زبانی وہ کلام سنا جو اس سے پہلے کسی سے نہیں سنا تھا۔ آپؐ کے برآمد ہونے پر میں آپ کے پیچھے چلنے لگا تو ارشاد ہوا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا عمر۔ فرمایا اے عمرؓ! تم شب و روز میرا تعاقب نہیں چھوڑتے ہو؛ اس پر مجھے خوف دامنگیر ہوا کہ آپؐ کہیں مجھے بددعا نہ دیں۔ چنانچہ میں نے فوراً ہی کلمۂ شہادت پڑھا۔ جس پر ارشاد عالی ہوا اے عمرؓ اسے صیغۂ راز میں رکھو تو میں نے عرض کیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے جس طرح میں شرک کو ظاہر کرتا تھا اسی طرح اسلام کا اعلان کروں گا۔

اسلام آوری ابن سعد و ابو یعلیٰ و حاکم نے اور بیہقی نے اپنے دلائل میں بحوالہ حضرت انسؓ لکھا ہے حضرت عمرؓ تلوار حمائل کیے گھر سے نکلے ہی تھے کہ قبیلہ بنو زہرہ کے ایک آدمی نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا "محمدؐ کے قتل کا" یہ سن کر اس آدمی نے کہا تو پھر قبیلہ بنو ہاشم و بنو زہرہ سے کس طرح محفوظ رہو گے؟ اس کو جواب دیا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی اپنا آبائی دین چھوڑ دیا۔ اس پر اس شخص نے کہا میں اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز بات یہ بتاتا ہوں کہ تمہاری بہن و بہنوئی دونوں آبائی مذہب ترک کر چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ الٹے پاؤں اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ جہاں

حضرت خبابؓ بھی موجود تھے لیکن وہ آپ کی آہٹ پاکر گھر میں کہیں چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ کے گھر میں آنے سے پہلے یہ تینوں حضرات آہستہ آواز سے سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہو کے پوچھا تم لوگ آہستہ آہستہ کیا پڑھ رہے تھے؟ بہنوئی نے کہا باہم آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے اس پر حضرت عمرؓ نے کہا معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے۔ بہنوئی نے کہا اے عمرؓ! کیا کیا جائے، تمھارے مذہب میں حق نام کو نہیں۔ یہ سنتے ہی عمر غضبناک ہو گئے اور بہنوئی کو خوب مارا...... بہن بڑھ کر آئیں تاکہ اپنے خاوند کو چھڑائیں تو ان کو بھی طمانچہ رسید کیا جس کی وجہ سے ان کا چہرہ بھی خون آلود ہو گیا اور بہن نے غصہ میں کہا تمھارے مذہب میں حق و صداقت کا شائبہ تک نہیں ہے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی اور معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اچھا وہ کتاب مجھے دو۔ میں بھی تو پڑھ کر دیکھوں۔ بہن نے کہا آپ ناپاک ہیں اور آپ کو کتاب کیسے دے سکتی ہوں اس کو تو وہی لوگ چھو سکتے ہیں جو پاک و صاف ہیں۔ اٹھیئے غسل کر لیجیے یا وضو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے وضو کر کے قرآن کریم لیا اور سورۂ طٰہٰ پڑھنا شروع کی اور جب یہ آیت پڑھی (ترجمۂ آیت) "بیشک میں ہی اللہ ہوں اور کوئی دوسرا میرے سوائے معبود نہیں ہے اس لیے میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد میں نماز پڑھو" تو کہنے لگے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم سے جلد تر مجھے ملادو۔ یہ سن کر حضرت خبابؓ نے باہر آ کے کہا اے عمرؓ! مبارک ہو۔ رسول اکرمؐ نے جمعرات کو یہ دعا کی تھی۔ "اے اللہ! عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام کے ذریعہ اسلام کو سربلند کر دے" اے عمرؓ! مبارک ہو، یہ اسی دعا کے اثرات ہیں۔ غرضکہ حضرت خباب اپنے ساتھ حضرت عمرؓ کو لیے ہوئے کوہِ صفا کے اس متصل مکان پر گئے جہاں سرور عالمؐ تشریف فرما تھے اور دروازہ پر حضرت حمزہؓ و طلحہؓ و دیگر صحابہ موجود تھے۔ حضرت عمرؓ کو آتا دیکھ کر حضرت حمزہؓ نے کہا اللہ کو ان کی خیریت درکار ہے تو یہ میرے ہاتھ سے بچ جائیں گے اور اگر کچھ اور ارادہ ہے تو ان کا قتل بالکل آسان ہے۔ رسول اکرمؐ کو اللہ نے پہلے ہی وحی کے ذریعہ اطلاع دے دی تھی۔ آپؐ اندر سے باہر تشریف لائے۔ پھر عمرؓ کے قریب پہنچے اور ان کا دامن اور حمائل کی ہوئی تلوار پکڑ کے فرمایا اے عمرؓ! گمراہی و فساد سے باز آجاؤ تاکہ ولید بن مغیرہ کی رسوائیوں کی طرح اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل و خوار نہ کرے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اسلام لے آئے۔

اظہارِ اسلام

بزار، طبرانی، ابونعیم اور بیہقی نے بحوالہ اسلم لکھا ہے کہ ہم سے حضرت عمرؓ نے خود فرمایا۔ رسالتمآبؐ کا میں سب سے زیادہ سخت مخالف تھا۔ موسم گرما میں ایک دن

مکہ کی ایک گلی میں جارہا تھا کہ ایک آدمی نے مل کر مجھ سے کہا اے عمرؓ! آپ اپنے کو بہت بڑا سمجھتے ہیں حالانکہ آپ کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ میں نے پوچھا ہوا کیا؛ تو اس نے کہا آپ کی بہن مسلمان ہوگئیں۔ یہ سنتے ہی میں غصہ میں بھرا ہوا بہن کے گھر پہنچا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے پوچھا گیا کون ہے؛ میں نے کہا عمرؓ!۔ یہ سنتے ہی ان سب پر خوف وہراس چھا گیا اور وہ جو کتاب کریم پڑھ رہے تھے، اسے انھوں نے بند کرکے بھولے سے وہیں رکھ دیا۔ غرضکہ میری بہن نے بڑھ کے دروازہ کھولا اور میں نے انھیں دیکھتے ہی کہا اے جان کی دشمن! تم نے آبائی مذہب ترک کردیا اور میرے ہاتھ میں جو چیز تھی میں نے اس سے ان کے سر پر مارا جس کی ضرب سے ان کے سر سے خون بہنے لگا۔ اور انھوں نے روتے ہوئے کہا اے عمرؓ! جو کچھ کرنا تھا وہ میں نے کرلیا اور حقیقتہً تم بے دین ہو۔ غرضکہ میں اندر جا کر تخت پر بیٹھ گیا۔ میں نے وہاں کتاب کریم رکھی ہوئی دیکھ کر کہا یہ میرے پاس لاؤ۔ بہن نے جواب دیا آپ اس کے اہل نہیں۔ آپ پاک وصاف نہیں اور اس کتاب کریم کو صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ غرضکہ میرے اصرار پر کتاب کریم مجھے دی۔ میں نے کھول کر دیکھا تو اس کے آغاز ہی میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا جسے دیکھ کر میں لرز گیا اور صحیفہ آسمانی میں نے رکھ دیا۔ پھر سنبھل کر میں نے اسے اٹھایا اور کھولا تو اس آیت پر نظر پڑی (ترجمہ)" زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے" اور میں کانپنے لگا۔ اس کے بعد جب میں نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) "اے لوگو! اللہ اور رسول اکرمؐ پر ایمان لاؤ" تو فوراً ہی میں نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ جس پر گھر کے سب لوگ میرے پاس جمع ہوگئے اور انھوں نے زور سے اللہ اکبر کہا۔ اس کے بعد سب نے کہا اے عمرؓ! مبارک ہو پیر کے دن رسول اللہؐ نے یہ دعا فرمائی ہے "اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمرؓ کے ذریعہ اسلام کو سربلند کردے۔ اس کے بعد رسول اکرمؐ سے ملاقات کرانے کے لیے لوگ مجھے کوہ صفا کے نیچے والے مکان پر لے گئے۔ جہاں سرورعالمؐ تشریف فرما تھے۔ میں نے دروازہ پر دستک دی۔ اندر سے پوچھا گیا کون ہے؛ میں نے کہا، عمر بن خطاب .... چونکہ میری سخت دشمنی سب کو معلوم تھی اس لیے کسی کو دروازہ کھولنے کی از خود جرأت نہ ہوئی۔ بالآخر رسول اکرمؐ کے حکم سے دروازہ کھولا گیا اور دو آدمی میرے بازو پکڑے ہوئے بارگاہ رسالتؐ میں لائے۔ ارشاد ہوا انھیں چھوڑ دو۔ پھر سرورعالمؐ نے خود میرا دامن پکڑ کے مجھے اپنے قریب کرکے فرمایا اے عمر بن خطاب! اسلام لے آؤ اور اے اللہ! انھیں ہدایت دے۔ چنانچہ میں نے کلمۂ شہادت پڑھا جس پر مسلمانوں نے بڑے زور سے اللہ اکبر کہا جس کی آواز مکہ کی گلیوں میں سنی گئی میری اسلام آوری سے قریش خوفزدہ ہوگئے اور مجھے زدوکوب کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ اگرچہ معمولی جھڑپیں

ہوئیں لیکن مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی۔ اسلام آوری کے بعد میں اپنے ماموں ابو جہل بن ہشام کے گھر گیا ان کے دروازے پر دستک دی۔ انھوں نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا عمر بن خطاب ہوں اور میں نے تمہارے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ جس پر انھوں نے کہا ایسا نہ کرنا۔ اس کے بعد انھوں نے گھر میں جاکر اندر سے دروازہ بند کرلیا تو میں نے کہا یہ تو کچھ نہ ہوا۔ اس کے بعد پھر میں ایک صاحبِ عظمت قریشی کے گھر پہنچا، ان کو آواز دے کر باہر بلایا اور ان سے بھی میں نے وہی کہا جو ماموں سے کہا تھا اور وہ بھی ماموں جیسا جواب دے کر گھر میں گئے اور اندر جاکر دروازہ بند کرلیا۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا یہ تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ تم لوگ دیگر مسلمانوں کو زدوکوب کرتے ہو میری طرف ہاتھ کیوں نہیں اٹھاتے میری مساعی دیکھ کر ایک شخص نے کہا وہ دیکھو اس پتھر کے پاس کچھ آدمی بیٹھے ہیں ان میں ایک آدمی پیٹ کا بڑا کچا ہے۔ اس سے اپنے اظہار اسلام کو بیان کردو۔ وہ ڈھنڈورا پیٹ دے گا۔ چنانچہ میں نے نشان دادہ آدمی کے پاس جاکر اپنی اسلام آوری کا اظہار کیا۔ اس نے کہا کیا تم اسلام لائے ہو؟ میں نے کہا ہاں میں اسلام لے آیا ہوں۔ اس پر اس شخص نے زور سے چلّا کر کہا۔ عمر بن خطابؓ نے آبائی مذہب ترک کر دیا۔ یہ سنتے ہی تمام مجمع مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ انھوں نے مجھے مارا اور میں نے انھیں۔ پھر اور لوگ بھی جمع ہوگئے۔ یہ شوروغل سن کر ماموں ابوجہل نے پوچھا یہ لوگ اکٹھا کیوں ہیں؟ بتایا گیا کہ عمر بن خطاب نے آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے۔ تو ابوجہل نے پتھر پر کھڑے ہوکر اپنے ہاتھ کے اشارہ سے کہا۔ میں نے اپنے بھانجے عمر بن خطابؓ کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ یہ سن کر سب لوگ میرے پاس سے چلے گئے لیکن مجھے یہ مناسب معلوم نہیں ہوا کہ دوسرے مسلمانوں کو مشرک زدوکوب کرتے رہیں اور میں دیکھتا رہوں۔ بالآخر ماموں ابوجہل کے پاس میں نے دوبارہ جاکر کہا مجھے آپ کی پناہ میں رہنا گوارا نہیں۔ غرضکہ اسلام کی سربلندی تک لوگ مجھے زدوکوب کرتے رہے اور میں ان کو۔۔۔۔

لقب فاروق

ابونعیم و ابن عساکر نے عبداللہ بن عباس رض کی زبانی لکھا ہے میں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا، لوگ آپ کو فاروق کیوں کہتے ہیں؟ جواب دیا۔ حضرت حمزہؓ مجھ سے تین دن پہلے اسلام لائے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ سرورِ عالمؐ کو ابوجہل گالیاں دیتا ہے۔ چنانچہ اسلام لانے کے بعد وہ اپنی کمان لیے ہوئے کعبہ کی اس مجلس میں گئے جس میں ابوجہل بھی شریک تھا۔ میں نے خود دیکھا ہے۔ اور اپنی کمان کا سہارا لے کر ابوجہل کے بالکل سامنے بیٹھ کر اسے بنظر غور دیکھنے لگے۔ ابوجہل نے حضرت حمزہ رض کی تیوری دیکھ کے کہا "اے ابوعمارہ! تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ گھور کے مجھ کو دیکھنے کا سبب؟ آپ کے دل کا مدعا کیا ہے"

یہ سنتے ہی آپ نے اس کی کمر پر کمان دے ماری جس سے اس کی پیٹھ کی رگوں سے خون بہہ نکلا اس پر فساد کے شعلے بڑھ جانے کے خوف سے قریش نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ رسول اکرمؐ ارقم بن ابو ارقم کے گھر پر تشریف فرما تھے۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ نے اس واقعہ کی رسول اللہؐ کو اطلاع دی۔ اس واقعہ کے تیسرے دن میں کہیں جا رہا تھا کہ ایک مخزومی سے بر سر راہ میں نے کہا، کیا تم اپنا آبائی دین چھوڑ کے محمد مصطفیٰؐ کے پیرو ہو گئے ہو؟ اس نے جواباً کہا۔ میرے ایسا کرنے پر کیا تعجب۔ تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ صاحبِ عزت و شان جن پر تمہارا سب سے زیادہ حق ہے وہ اسلام لے آئے ہیں۔ پھر میری دریافت پر اس نے کہا آپ کے بہن بہنوئی۔ چنانچہ میں اپنی بہن کے گھر گیا جہاں کچھ پڑھنے کی میرے کانوں میں آواز آئی۔ غرضکہ گھر میں پہنچ کے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ بات بڑھی اور میں نے بہنوئی کو مارا اور ان کے سر سے خون بہنے لگا جس پر بہن آگے بڑھیں اور انھوں نے میرا سر پکڑ کے کہا یہ کام بیشک آپ کی مرضی کے خلاف ہوا ہے۔ غرضکہ بہنوئی کا بہتا ہوا خون دیکھ کے مجھے ندامت ہوئی اور میں نے بیٹھتے ہوئے کہا یہ کتاب مجھے بھی دکھاؤ۔ بہن نے جواب دیا اسے صرف پاکیزہ لوگ چھو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نہایا۔ پھر مجھے قرآن کریم دیا گیا میں نے اسے کھولا تو اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی دیکھی۔ اسے پڑھ کر میں نے کہا یہ تو بڑے پاکیزہ نام ہیں۔ پھر آگے کھولا۔ طٰہٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى تا لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى کو پڑھا۔ اس کی عظمت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ پھر میں نے کہا اسی کتاب کریم سے قریش بھاگے پھر رہے ہیں۔ غرضکہ میں اسلام سے مشرف ہوا اور میری دریافت پر کہ رسول اللہؐ کہاں ہیں، بتایا گیا، ارقم کے مکان پر تشریف فرما ہیں۔ غرضکہ وہاں پہنچ کر میں نے دروازہ پر دستک دی۔ میری آمد پر لوگ اکٹھے ہو گئے جن کے یکجا ہونے کا حضرت حمزہؓ نے سبب پوچھا تو بتایا گیا کہ عمرؓ بن خطاب دروازہ پر ہیں۔ حضرت حمزہؓ کے کہنے پر دروازہ کھول دیا گیا اور پھر انھوں نے کہا، ان میں اقبال مندی موجود ہے اس لیے ہم ان کو خوش آمدید کہیں گے اور اگر سرکشی کی تو سر قلم کر دیں گے۔ یہ گفتگو سن کر سرورِ عالمؐ خود ہی باہر تشریف لائے اور آپ کے آتے ہی میں نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ اسی خوشی میں مسلمانوں نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ جسے مکہ والوں نے بھی سنا۔ اس کے بعد میں نے کہا، یا رسول اللہؐ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ ارشاد ہوا یقیناً حق پر ہیں۔ جس پر میں نے عرض کیا اب ہم خاموش کیوں رہیں۔ چنانچہ ہم دو صفیں بنا کر کعبہ میں پہنچے۔ ایک میں حمزہؓ تھے اور دوسری صف میری تھی۔ ہم کو دیکھ کر قریش نے خوب رنج و غم کا مظاہرہ کیا اس دن رسول اکرمؐ نے مجھے فاروق کا لقب عنایت فرمایا کیونکہ اسلام کا اظہار و اعلان اور حق و باطل میں نمایاں فرق اسی دن قائم کیا گیا۔

دوسری روایت ابن سعد نے ذکوان کی زبانی لکھا ہے۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضرت عمرؓ کا نام فاروق کس نے رکھا، جواب دیا رسول اللہؐ نے۔

فرشتوں کی مبارکباد ابن ماجہ و حاکم نے ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کی اسلام آوری کے بعد جبریل نے آکے کہا یا رسول اللہؐ! حضرت عمرؓ کی اسلام آوری پر تمام فرشتے مبارکباد دے رہے ہیں۔

اسلام کی فتح بزار و حاکم نے ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کی اسلام آوری پر مشرکوں نے کہا۔ مسلمانوں نے آج ہماری قوم کو ادھا کر دیا اور اسی دن یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ)۔ اے رسول اکرمؐ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ اور فرمانبردار مسلمان کافی ہیں۔)

اسلامی عزت بخاری نے ابن مسعود کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کی اسلام آوری کے بعد اسلامی عزت میں ترقی ہوتی ہی رہی۔

ابن سعد و طبرانی نے بحوالہ ابن مسعود لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کی اسلام آوری سے اسلامی فتح ہوئی۔ آپ کی ہجرت کے سبب سے اسلام کی امداد و نصرت نمایاں ہوئی اور آپ کی خلافت میں عام طور پر مہربانیاں کی گئیں اور اسلام کا پرچم بلند تر رہا۔ مسلمانوں میں اتنی سکت نہ تھی کہ بیت اللہ میں نماز پڑھ سکتے۔ حضرت عمرؓ کی اسلام آوری کے بعد ہی مشرکوں نے مسلمانوں کا تعاقب ترک کیا۔ ابن سعد و حاکم نے حذیفہ کی زبانی لکھا ہے حضرت عمرؓ کی اسلام آوری کے بعد اسلام کی حالت، اقبال مند شخص کی مانند ہوئی اور ان کی شہادت کے بعد ادبار و پستی نے منہ دکھایا..... طبرانی نے ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ ہی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے اسلام کا علانیہ اظہار کیا..... ابن سعد نے صہیب کی زبانی لکھا ہے حضرت عمرؓ کی اسلام آوری کے بعد اسلام کا اظہار ہوا۔ اور انھوں نے لوگوں کو اسلام لانے کی علانیہ دعوت دی۔ انھیں کے سبب سے ہم خانہ کعبہ میں حلقہ باندھ کر بیٹھے۔ طوافِ کعبہ کرنے۔ ظالموں سے بدلہ لینے اور ان کو دو بدو جواب دینے کے قابل ہوئے..... ابن سعد نے حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم کی زبانی لکھا ہے کہ ماہ ذوالحجہ ۶ھ نبوی میں حضرت عمرؓ اس وقت اسلام لائے جبکہ آپ کی عمر ۲۶ سال تھی۔

حضرت عمرؓ کی ہجرت

ابن عساکر نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ ہی صرف وہ شخصیت ہیں جنھوں نے علی الاعلان

ہجرت کی۔ آپ نے ہجرت کرنے کے ارادہ سے تلوار گلے میں ڈالی۔ شانہ پر کمان لگائی اور ترکش کے تیر ہاتھ میں لیے خانہ کعبہ میں آئے جہاں کچھ معززین قریش جمع تھے۔ اس شان کے ساتھ آپ نے کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر معززین قریش کے اس اجتماع میں آکر فرداً فرداً ہر ایک سے کہا تمھارا چہرہ بگڑ جائے۔ جس کا ارادہ ہو کہ اپنی ماں سے دور ہو جائے، اپنی اولاد کو یتیم کرے، اپنی بیوی کو رانڈ بنائے وہ اس میدان میں آکر میری تلوار سے قتل اور خباثت باطنی کا ذائقہ چکھے لیکن کسی نے بھی آپ کا پیچھا نہیں کیا۔ براء بن عازب کا بیان ہے ہمارے پاس ہجرت کرکے اولاً مصعبؓ بن عمیر آئے۔ پھر ابن ام مکتوم اور ان کے بعد حضرت عمرؓ بیس سواروں کے ساتھ مدینہ آئے ... رسول اللہؐ کے بارے میں ہمارے استفسار پر فرمایا سرورِ عالمؐ پیچھے تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بعد سرکارِ دوعالمؐ بہمراہی حضرت ابوبکرؓ مدینہ میں قدم رنجہ ہوئے۔

امام نووی کا بیان ہے رسول اکرمؐ کے ساتھ حضرت عمرؓ تمام غزوات میں شریک رہے اور جنگ اُحد میں آپ نے ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔

احادیث فضیلت حضرت عمر فاروقؓ

خصوصی احادیث حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے حالات میں ہم کچھ احادیث فاروق اعظم حضرت عمرؓ کی عزت و شان و برتری میں لکھ چکے ہیں۔ ان کے علاوہ صرف حضرت عمرؓ کی فضیلت کے بارے میں احادیث صحیح چندے از خروارے درج ذیل ہیں۔

۱۔ شیخانؒ[1] نے ابوہریرہؓ کی زبانی سرورِ عالمؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے "میں نے بحالت خواب ایک عورت کو جنت کے ایک محل کی جانب رخ کیے وضو کرتے دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے کہا حضرت عمرؓ کا" یہ خواب بیان کرکے پھر ارشاد ہوا اے عمرؓ! تمھاری غیرت کی وجہ سے میں اس محل میں نہیں گیا اور وہاں سے واپس ہو گیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رو دیے اور کہا یا رسول اللہؐ! کیا میں آپؐ سے غیرت کروں گا۔

۲۔ شیخان نے ابن عمرؓ کی زبانی رسول اللہؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے "میں نے خواب میں دودھ کھایا۔ جس کی خوشبو میرے ناخنوں میں بھی سرایت کر گئی اور بچا ہوا دودھ میں نے عمرؓ کو دیا۔" صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اس کی تعبیر؟ ارشاد فرمایا علم۔

[1] شیخان سے مراد ہے امام بخاری و امام مسلم۔ اور شیخین سے مراد ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ۔

۳۔ شیخان نے ابو سعید خدری رضؓ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو ارشاد فرماتے خود سنا ہے میں نے خواب میں کچھ لوگوں کو دیکھا جن میں سے بعض سینہ تک اور بعض کچھ اس سے نیچے تک قمیص پہنے ہوئے تھے لیکن عمرؓ اتنی نیچی قمیص پہنے ہوئے تھے جو زمین سے گھسٹ رہی تھی" صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! اس کی تعبیر؟ ارشاد ہوا دین و مذہب۔

۴۔ شیخان نے سعد بن ابی وقاص کی زبانی سرور عالمؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے بخدا اے عمرؓ! تم جس راستہ پر چلو گے اس سے شیطان کترا کر دوسری راہ اختیار کرے گا۔

۵۔ بخاری نے بحوالہ ابو ہریرہ رضؓ لکھا ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا گذشتہ اقوام میں کچھ بڑے سچے اور صاحبِ الہام ہوئے ہیں۔ اگر میری امت میں کسی کو الہام ہو سکتا تو عمرؓ کو ضرور الہام ہوتا۔

۶۔ ترمذی نے ابن عمرؓ کی زبانی رسول اکرمؐ کا یہ فرمان نقل کیا ہے" اللہ نے عمرؓ کی زبان و قلب پر حق و صداقت جاری فرمایا ہے اور حضرت عمرؓ ہی وہ شخصیت ہیں جن کے اقوال کے مطابق قرآنی آیات نازل ہوتی رہیں۔

۷۔ ترمذی و حاکم نے عقبہ بن عامر کی تصحیح کردہ حدیث لکھی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر نبی ہوتے یہ حدیث طبرانی اور ابن عساکر نے بھی لکھی ہے۔

۸۔ ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی زبانی لکھا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ شیاطین جنات اور بُرے آدمی سب کے سب عمرؓ سے دور بھاگ رہے ہیں۔

۹۔ ابن ماجہ و حاکم نے ابی بن کعب کی زبانی رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے کہ اللہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ سے مصافحہ کریگا۔ حضرت عمرؓ سب سے پہلے اسلام پیش کریں گے اور سب سے پہلے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کے اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں داخل کریں گے۔

۱۰۔ ابن ماجہ و حاکم نے بحوالہ ابوذر غفاری رضؓ لکھا ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو فرماتے خود سنا ہے" اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان پر حق جاری کر دیا ہے وہ ہمیشہ حق بات ہی کہتے ہیں" اسے احمد، بزار، طبرانی اور ابن عساکر نے بھی تحریر کیا ہے۔

۱۱۔ ابن منیع نے بحوالہ علیؓ لکھا ہے ہم تمام صحابیوں کو یقین ہے کہ حضرت عمرؓ کے ارشاد پر ہم سب کے قلوب مطمئن ہوتے ہیں اور ہم سب کو سکون و آرام قلبی حاصل ہوتا ہے۔

۱۲۔ بزار نے ابن عمرؓ کی زبانی رسول اکرمؐ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔" عمرؓ دراصل جنت والوں کے چشم و چراغ ہیں" اسے ابن عساکر نے بھی تحریر کیا ہے۔

۱۳۔ بزار نے قدامہ بن مظعون کے چچا عثمان بن مظعون کی زبانی لکھا ہے رسول اکرمؐ نے حضرت عمرؓ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہی وہ شخصیت ہیں جن کی وجہ سے فتنہ و فساد کے دروازے بند ہیں، اور جب تک یہ زندہ رہیں گے اس وقت تک تم میں فتنہ و فساد کوئی شخص نہیں ڈال سکے گا۔

۱۴۔ طبرانی نے ابن عباس کی زبانی لکھا ہے جبریل نے دربار رسالت میں حاضر ہو کے کہا یا رسول اللہ، حضرت عمرؓ سے سلام کے بعد فرما دیجئے کہ ان کا غصہ عزیز و پسند ہے اور ان کی خواہش کے مطابق ہی احکام اجرا ہوتے ہیں

۱۵۔ ابن عساکر نے حضرت عائشہ کی زبانی یہ حدیث لکھی ہے کہ شیطان عمرؓ کے خوف کے مارے دور بھاگتا ہے۔

۱۶۔ احمد نے کئی طریقوں سے لکھا ہے کہ رسالتمآب نے فرمایا اے عمرؓ تم سے شیطان ڈر کر بھاگتا ہے۔

۱۷۔ ابن عساکر نے ابن عباس کی زبانی رسول اکرمؐ کا یہ فرمان لکھا ہے تمام آسمانی مخلوق عمرؓ کی عزت کرتی ہے اور زمینی شیاطین ان سے ڈرتے ہیں

۱۸۔ طبرانی نے ابوہریرہ کی زبانی سرور عالمؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے "اللہ تعالیٰ عام طور سے عرفہ والوں پر اور خاص طور سے عمرؓ پر فخر و مباہات کرتا ہے۔" (یہی حدیث کبیر میں بھی بحوالہ ابن عباسؓ مرقوم ہے)

۱۹۔ طبرانی و دیلمی نے فضل بن عباس کی زبانی سرور عالمؐ کا یہ حکم تحریر کیا ہے۔ میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہے خواہ وہ کہیں رہیں۔

۲۰۔ شیخان نے بحوالہ ابن عمرؓ و ابوہریرہؓ یہ حدیث لکھی ہے۔ "میں نے خواب میں خود کو ایک کنوئیں پر دیکھا جس پر ڈول بھی تھا۔ چنانچہ میں نے کئی ڈول کھینچے۔ پھر ابوبکرؓ نے ایک دو ڈول نکالے لیکن پانی کھینچنے میں کچھ ضعف سا تھا۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔ پھر عمرؓ نے اچھے نوجوانوں کی طرح خوب پانی کھینچا۔ جسے لوگوں نے سیراب ہو کر خوب پیا اور انھوں نے اونٹوں کے پینے کے لیے بھی پانی جمع کر دیا"..... امام نووی نے اپنی تہذیب میں لکھا ہے۔ علماء نے اس خواب کا یہ مطلب لکھا ہے کہ اس سے رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت راشدہ کی جانب اشارہ فرمایا ہے جن کے عہد زریں میں فتوحات ہوں گی۔ اور عہد فاروقی میں اسلام کی کافی اشاعت ہوگی۔

۲۱۔ طبرانی نے سدلیسہ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "عمرؓ کی اسلام آوری کے بعد جب ان کا اور شیطان کا آمنا سامنا ہوا تو وہ فوراً ہی الٹے پاؤں ذلیل وخوار ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور عمرؓ کے سامنے کبھی نہ آسکا" (اس حدیث کو دارقطنی نے بھی لکھا ہے۔)

۲۲۔ طبرانی نے ابی بن کعب کی زبانی رسالتمآبؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے۔ جبریلؑ نے مجھ سے کہا۔ "عمرؓ کی وفات پر اسلام گریہ وزاری کرے گا"

۲۳۔ اوسط میں ابوسعید خدریؓ کی زبانی رسول اللہؐ کا یہ ارشاد تحریر ہے "عمرؓ سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھتا ہے اور عمرؓ سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور عرفہ کے دن زوال کے بعد جو حج کا دن ہے اللہ تمام حاجیوں پر عموماً، حضرت عمرؓ پر خصوصاً باہم فخر کرتا ہے اور جتنے نبی ہوئے ان کی قوم میں ایک صاحبِ الہام ہوا اور میری امت میں عمرؓ صاحبِ الہام ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہؐ! محدث وصاحبِ الہام کی تعریف کیا ہے؟ ارشاد فرمایا محدث وصاحبِ الہام وہ ہے جو فرشتوں کی زبان میں گفتگو کرتا ہے" اس حدیث کی اسناد حسن ہیں۔

فاروق اعظمؓ کی شان میں اقوال صحابہؓ وسلف صالحینؒ

اقوال صحابہؓ

ابن عساکر نے لکھا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا روئے زمین پر سب سے زیادہ عزیز مجھے عمرؓ ہیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے ان کے مرض موت میں پوچھا اگر اللہ تعالیٰ آپ سے عمرؓ کو خلیفہ بنانے کی علت پوچھے تو آپ کیا جواب دیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں یہ عرض کروں گا اے اللہ! میں نے تمام لوگوں میں عمرؓ کو بہترین پایا اس لیے انھیں خلیفہ منتخب کیا۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے لوگو! جب صالحین کا تذکرہ کرو تو حضرت عمرؓ کے تذکرہ کو مقدم رکھو۔ کیونکہ عین ممکن ہے کہ ان کا قول الہام ہو اور وہ فرشتہ کی زبانی بیان کر رہے ہوں۔

ابن سعد نے ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ کے بعد حضرت عمرؓ ہی سب سے زیادہ صاحبِ عقل وشعور اور بزرگ وبرتر ثابت ہوئے۔

طبرانی وحاکم نے ابن مسعود کا یہ بیان لکھا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں دوسرے لوگوں کا علم رکھ کر وزن کیا جائے تو حضرت عمرؓ کے علم کا پلڑا دوسروں سے وزن میں بھاری رہے گا اور یہ چیز مشاہدہ میں آچکی ہے کہ دوسروں کی بہ نسبت ان کا علم نوے فیصد ہے

حذیفہ کا بیان ہے کہ تمام آدمیوں کا علم حضرت عمرؓ کے علم میں پنہاں ہے۔ نیز کہا ہے بخدا حضرت عمرؓ ہی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے راہِ الٰہی میں مشرکین کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا بخدا حضرت عمرؓ سبک فہم اور زود ذہن شخصیت تھے۔ زبیر بن بکار نے اپنی مؤلفیات میں امیر معاویہؓ کا یہ قول لکھا ہے۔ ابوبکرؓ کے پاس نہ دنیا آئی اور نہ انھوں نے دنیا طلب کی اور حضرت عمرؓ کے پاس دنیا جمع ہوگئی لیکن انھوں نے دنیا کی جانب التفات نہیں کیا شیخینؓ[1] نے دنیا کو اختیار نہیں فرمایا البتہ میں دنیا میں بیحد مبتلا و مشغول ہوگیا ہوں۔

حاکم نے بحوالہ جابرؓ لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ ایک چادر اوڑھے بیٹھے تھے، اتنے میں حضرت علیؓ آئے اور کہا۔ اللہ کی آپ پر رحمت ہو۔ احادیثِ نبویؐ کے بعد آپ چادر اوڑھنے والے کے اقوال مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں ..... طبرانی و حاکم نے ابن مسعودؓ کی زبانی لکھا ہے۔ جب نیکوں کا ذکر کیا جائے تو حضرت عمرؓ کا لازماً تذکرہ کرنا چاہیئے کیونکہ آپ ہم سب سے قرآن کریم اور اسلامی احکام کے عالم و فقیہ ہیں ..... طیوریات میں مرقوم ہے حضرت ابوبکرؓ کی سیرت پوچھنے پر حضرت عباسؓ نے جواب دیا۔ وہ سراپا خیر تھے اور حضرت عمرؓ کے حالات دریافت کرنے پر جواباً کہا۔ حضرت عمرؓ کی مثال اس پرند کی مانند ہے جسے دیکھنے والے کی خواہش یہ ہے کہ ممکنہ طور پر کسی طرح اس کو اپنے جال میں لے لوں اور حضرت علیؓ کی کیفیت پوچھنے والے سے کہا وہ عزم مصمم، عقلمندی، علم اور دلیری و مردانگی کا مجسمہ ہیں ..... طبرانی نے عمیر بن ربیعہ کی زبانی لکھا ہے، حضرت عمرؓ نے کعب احبار سے پوچھا کتبِ قدیم میں میرا تذکرہ کس انداز سے ہے، کعب نے جواباً کہا ہاں لکھا ہے کہ آپ فولادی پہاڑ ہیں۔ پوچھا اس کا کیا مطلب؟ جواب دیا۔ ایسے مضبوط حاکم جو راہِ الٰہی میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ پھر پوچھا اور کیا لکھا ہے؟ کعب نے جواب دیا کہ آپ کے بعد کے خلیفہ کو ایک ظالم گروہ قتل کردے گا۔ پھر پوچھا اور کیا تحریر ہے کعب نے کہا ان شہید خلیفہ کے بعد فتنہ و فساد اور مصائب کا دور دورہ ہوگا۔ احمد، بزار اور طبرانی نے بحوالہ ابن مسعود لکھا ہے تمام لوگوں پر حضرت عمرؓ کی برتری و فضیلت حسب ذیل چار امور سے ثابت اور واضح ہے:۔

۱۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے آپ نے مشورہ دیا تو وحی آئی لَوۡ لَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ سَبَقَ الخ

۲۔ ازواج مطہراتؓ کو پردہ کرنے کا حکم دیا جس پر حضرت زینبؓ نے کہا اے عمر بن خطابؓ، ہم پر بھی آپ احکام نافذ فرمارہے ہیں حالانکہ وحی ہمارے ہی گھر میں نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ پردہ کرتے

[1] شیخین سے مراد ہے حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضہ۔

کے لیے فوراً وحی آئی۔ فَاِذَا سالتموھن الخ۔

۳۔ رسالت مآبؐ کی یہ دعا اے اللہ! عمر بن خطابؓ کے ذریعہ اسلام کو طاقتور اور مضبوط بنا دے۔

۴۔ خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سب سے پہلے آپ ہی نے کی۔

ابن عساکر نے مجاہد کی زبانی لکھا ہے ہم لوگ باہم کہا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں شیاطین مقید رہے اور ان کے بعد رُوئے زمین پر پھیل گئے...... سالم بن عبداللہ کا بیان ہے ابوموسیٰ اشعری کو تھوڑے دنوں تک حضرت عمرؓ کی خیریت معلوم نہ ہوئی تو ایک عورت جس پر شیطان آتا تھا اس سے پوچھا۔ اس نے کہا جب شیطان آئے تو پوچھ لینا چنانچہ اس پر شیطان آیا اور میں نے حضرت عمرؓ کی خیریت خیر صلا پوچھی تو اس آسیب زدہ عورت نے کہا میں ان کو اس حالت میں چھوڑ آیا ہوں کہ وہ ایک ازار پہنے ہوئے صدقات حکومت کے ایک فارسی اونٹ کو (قطران) بدبودار کالا تیل مل رہے تھے اور وہ ایسی شخصیت ہیں جن کو شیطان دوسری مرتبہ دیکھنے سے پہلے ہی ناک کے بل گر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت ان کی نظروں کے سامنے ہے اور وہ جبریلؑ کی زبانی گفتگو کرتے ہیں۔

اقوالِ سلف سفیان ثوری کا بیان ہے جس کا یہ گمان ہو کہ شیخان کی بہ نسبت حضرت علیؓ خلافت کے زیادہ مستحق تھے تو واقعہ یہ ہے کہ اس نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور تمام مہاجرین و انصار کو خطاوار ٹھہرایا..... شریک کا بیان ہے جس میں ذرا سی بھی عقل و دانش ہے وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر حضرت علیؓ کو خلافت کا مستحق نہیں کہہ سکتا..... ابواسامہ کا بیان ہے لوگو! جانتے ہو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کون تھے بسنو! ہر دو حضرات درحقیقت اسلام کے ماں باپ تھے..... امام جعفر صادقؒ کا بیان ہے جو کوئی حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو بھلائی سے یاد نہ کرے تو میں ایسے شخص سے بیزار اور بالکل علیحدہ ہوں۔

حضرت عمرؓ کے موافقات قرآنی

حضرت عمرؓ کی رائے سے قرآن کریم میں جہاں جہاں اتفاق کیا گیا ہے جسے بعض حضرات نے تحریر بھی فرمایا ہے اس میں سے یہاں صرف بیس مقامات کا اندراج حسب ذیل ہے۔

ابن مردویہ کے حضرت مجاہدؒ کی زبانی لکھا ہے حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق آیات قرآنی نازل

ہوتی تھیں ..... ابن عساکر نے حضرت علی رضؓ کی زبانی لکھا ہے قرآن کریم کی اکثر و بیشتر آیات حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق ہیں۔

شیخان نے حضرت عمرؓ کی زبانی لکھا ہے اللہ نے میری رائے سے اتفاق فرمایا ہے۔

۱۔ ایک مرتبہ میں نے رسالتمآبؐ سے عرض کیا یارسول اللہ! ہم مقام ابراہیمؑ پر نماز پڑھتے، تو فوراً ہی یہ آیت نازل ہوئی وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔

۲۔ ایک مرتبہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! امہات المؤمنینؓ کے سامنے نیک و بد ہر قسم کے آدمی آتے ہیں آپ انھیں پردہ کرنے کا حکم دے دیجیے۔ تو فوراً ہی آیتِ پردہ نازل ہوئی۔

۳۔ ایک مرتبہ رسالت مآبؐ کو غیرت دلانے کے لیے ازواج مطہرات ایک زبان ہوئیں تو میں نے کہا۔ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ۔ تو فوراً ہی انھیں الفاظ میں آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

۴۔ مسلم نے حضرت عمرؓ کی زبانی لکھا ہے، اللہ نے میری رائے کی موافقت تین مقامات میں کی، پردہ کے بارے میں، مقام ابراہیم کے مصلّٰی کے متعلق اور اسیرانِ جنگِ بدر کی بابت۔ اس روایت سے چوتھی چیز بدر کے قیدیوں کے ساتھ سلوک کرنا معلوم ہوا۔

۵۔ امام نووی نے تہذیب میں لکھا ہے اللہ نے حضرت عمرؓ کی رائے، اسیرانِ جنگ بدر، پردہ، مقام ابراہیم اور شراب کے حرام ہونے پر صاد کیا ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ کی رائے کے موافق ہی اللہ نے شراب کو حرام قرار دیا۔

نیز حاکم نے لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے دعا کی اے اللہ! شراب کے متعلق تفصیلی احکام صادر فرمادے چنانچہ حرمتِ شراب کی آیت نازل ہوئی۔

۶۔ ابن ابی حاتم نے انس نے حوالہ سے حضرت عمرؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے چار مقامات پر میری رائے سے اتفاق فرمایا ہے۔ جب وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ کی آیت نازل ہوئی تو میں نے فوراً ہی کہا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ اور میرے انھی الفاظ میں پھر یہ آیت نازل ہوئی ..... یہ روایت کئی طریقوں سے حضرت ابن عباس رضؓ کی زبانی بیان کی گئی ہے جسے میں نے اپنی مسند میں قلمبند کیا ہے۔

۷۔ ابو عبداللہ شیبانی نے اپنی کتاب فضائل الامامین میں حضرت عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ اللہ نے میری رائے سے اکیس مقامات پر اتفاق فرمایا ہے۔ چنانچہ مذکورہ چھ مقامات کے بعد لکھا ہے، عبداللہ

ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے لوگوں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔ چنانچہ سرورِ عالمؐ تیار ہو گئے میں بھی حاضر تھا۔ میرے دل میں یہ بات آئی اور میں نے سرورِ عالمؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ابن ابی ایک دن بہت زیادہ سخت و سست کہہ رہا تھا۔ بخدا تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ)" مشرکین میں سے کسی کے جنازے پر بھی نماز نہ پڑھیے"۔

۸۔ نزول آیت "یسئلونک عن الخمر والمیسر" جس میں میسر[1] کو حرام قرار دیا گیا۔

۹۔ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھنے کی آیت نازل ہوئی۔

۱۰۔ طبرانی نے ابن عباسؓ کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی زبانی لکھا ہے رسول اکرمؐ جب ایک خاص قوم کے لیے اکثر و بیشتر دعائے مغفرت فرمانے لگے تو میں نے عرض کیا۔ سواء علیہم استغفرت لہم۔ چنانچہ انھی الفاظ میں آیت نازل ہوئی۔

۱۱۔ رسول اللہؐ نے جب بدر میں لڑنے کے لیے صحابہ کی مجلس شوریٰ سے دریافت فرمایا تو حضرت عمرؓ نے کہا جنگ کرنا چاہیے تو آپ کی رائے کے موافق یہ آیت نازل ہوئی۔ کما اخرجک من بیتک الخ۔

۱۲۔ رسالتمآبؐ نے صحابہ سے جب حضرت عائشہؓ پر تہمت کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ کا نکاح کس نے کیا تھا؛ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ نے کہا، تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کبھی بھی تہمت کے واقعہ کو آپ سے پوشیدہ نہیں رکھے گا اور بخدا حضرت عائشہؓ پر یہ سب کچھ سراسر بہتان باندھا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے حضرت عائشہؓ کو تہمت سے پاک و صاف قرار دیا۔

۱۳۔ احمد نے اپنی مسند میں لکھا ہے۔ ماہ رمضان میں اپنی بیوی کے ساتھ سونا یعنی ماہ رمضان کی راتوں میں اپنی بیوی کے ساتھ سونا اسلام کے ابتدائی زمانہ تک حرام تھا اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ رمضان کی راتوں میں بھی اپنی بیوی کے پاس سویا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آیت نازل ہوئی۔ اُحِلّ لکم الخ۔

۱۴۔ آیت قرآنی "مَن کانَ عدواً لجبریل" کو ابن جریر وغیرہ نے چند طریقوں سے تحریر کیا ہے لیکن مناسب یہی ہے جو ابن ابی حاتم نے ابن ابی لیلیٰ کی زبانی لکھا ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا جبریلؑ ہمارا دشمن ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے جواب دیا جو شخص، اللہ، فرشتوں، رسولوں، اور جبریلؑ و میکائیلؑ سے دشمنی کرے تو کافروں سے اللہ تعالیٰ دشمنی کا بدلہ لیں گے اور بالکل انھی الفاظ میں آیت نازل ہوئی۔

---

[1] میسر کے معنی جوا۔ جس میں ہر قسم کی لاٹری اور معمہ وغیرہ داخل ہیں۔

۱۵۔" قسم ہے اللہ تعالیٰ کی وہ ایمان نہیں لائیں گے"۔ اس آیت کے بارے میں ابن ابی حاتم، اور ابن مردویہ نے ابوالاسود کی زبانی لکھا ہے۔ رسالتمآبؐ کی بارگاہ میں مدعی و مدعا علیہ بغرض انصاف رسی حاضر ہوئے۔ آپ کے فیصلہ پر جس کے خلاف فیصلہ نبوی صادر فرمایا گیا تھا۔ اس نے دوسرے سے کہا حضرت عمرؓ کے پاس چلو۔ چنانچہ دونوں فاروق اعظم کے پاس آئے اور جس کے موافق فیصلہ ہوا تھا اس نے پورا واقعہ سنایا کہ رسول اللہؐ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے اور یہ شخص دوبارہ فیصلہ کے لیے مجھے آپ کے پاس لایا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اچھا ذرا ٹھہرو۔ اتنا کہہ کر اندر گئے اور وہاں سے شمشیر برہنہ لاکر جو شخص رسالتمآبؐ کے فیصلہ کے خلاف مکرر خواہشمند فیصلہ تھا اس کی گردن اڑا دی اور دوسرے نے بھاگ کر رسول اللہؐ سے ماجرا کہا اس پر ارشاد نبویؐ ہوا مجھے امید نہیں کہ حضرت عمرؓ کسی کو قتل کریں اور پھر یہی آیت نازل ہوئی۔ کہ حضرت عمرؓ نے کسی مسلمان کو قتل نہیں کیا اور اس آیت کے پیش نظر مقتول کا خون معاف کیا۔ جا کہ حضرت عمرؓ کو بری کیا گیا۔۔۔۔ اس حدیث و روایت کو بیہ نے اپنی مسند میں بہ شواہد لکھا ہے۔

۱۶۔" گھر میں داخلہ کے لیے اجازت لو" اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ خوابیدہ تھے اسی حالت میں آپ کا ایک غلام بغیر اجازت اندر آ گیا۔ آپ نے کہا اے اللہ! بلا اجازت اندر آنے کو ممنوع قرار دیدے۔ چنانچہ آیت نازل ہوئی کہ گھر میں داخل ہونے والوں کو اجازت لینا ضروری ہے۔

۱۷۔ آپ نے فرمایا یہودی سرگرداں قوم ہے۔ چنانچہ یہی حکم اللہ نے نازل فرمایا۔

۱۸۔" ثلۃ من الاولین" کی آیت کے نزول کا واقعہ وہی ہے جو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جابر بن عبداللہ کی زبانی لکھا ہے اور یہی قصہ اس آیت کا شان نزول ہے۔

۱۹۔ آپ ہی کی رائے پر" الشیخ والشیخۃ اذا زنیا" کو منسوخ التلاوۃ کیا گیا ہے۔

۲۰۔ جنگ اُحد میں ابوسفیان کی دریافت پر حضرت عمرؓ کے اس ارشاد پر کہ" اس کا جواب نہ دو" رسول اللہؐ نے تائید فرمائی۔ اس قصہ کو احمد نے اپنی مسند میں لکھا ہے اور اسی کو اس قصہ کے ساتھ شامل کر لیا جائے جسے عثمان بن سعید دارمی نے اپنی کتاب" نرد بجہمیہ" میں ابن شہاب کے ذریعہ سالم بن عبداللہ کی زبانی لکھا ہے۔ کعب احبار نے کہا آسمانی بادشاہ زمینی حاکم اعلیٰ پر لعنت کرتا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ زمین کے اس حاکم اعلیٰ پر لعنت نہیں کرتا جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو بلکہ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ رضامند رہتا ہے۔ یہ سنکر کعب نے جواباً کہا بخدا تورات میں بھی یہی لکھا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ فوراً ہی بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوگئے۔ علاوہ ازیں میں جلال الدین نے

کامل بن عدی کی وہ تحریر دیکھی ہے جو انھوں نے ابن عمرؓ کی زبانی یوں لکھی ہے کہ حضرت بلالؓ اشہدان لاالہ الا اللہ کہنے کے بعد حی علی الصلوٰۃ کہا کرتے تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اشہدان لاالہ الا اللہ کہنے کے بعد اشہدان محمدا رسول اللہ کہا کرو۔ یہ سن کر رسالتمابؐ نے فرمایا اے بلالؓ! تم ویسی اذان کہو جیسی عمرؓ بتارہے ہیں۔

کراماتِ فاروق اعظمؓ

ساریہ کو للکار

بیہقی وابونعیم دونوں نے دلائل نبوت میں، لالکائی نے شرح السنۃ میں اور ان کے والد نے فوائد میں، ابن اعرابی نے کراماتِ اولیاء میں، خطیب نے رواۃ مالک میں نافع کے ذریعہ عبداللہ بن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ساریہ کو سالار فوج بنا کر روانہ کیا تھا۔ ایک دن آپ نے دوران خطبہ میں تین مرتبہ فرمایا "اے ساریہ! پہاڑ کی طرف" تھوڑے دنوں بعد اس فوج کا فرستادہ بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوا۔ آپ کے دریافتِ حالات پر فرستادہ نے کہا۔ اے امیرالمؤمنین! ایک مرتبہ ہمیں شکست ہورہی تھی کہ اس موقع پر ہم نے یہ آواز تین مرتبہ سنی "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" چنانچہ ہم نے پہاڑ کی طرف رخ کرلیا اور اللہ نے ہمارے دشمنوں کو شکست دی جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ کمانڈر انچیف ساریہ جس پہاڑ کے پاس مصروفِ جنگ تھے وہ ایران میں نہاوند شہر کے پاس ہے۔ ابن مردویہ نے ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے، والد بزرگوار حضرت عمر بن خطابؓ نے جمعہ کے خطبہ کے دوران تین مرتبہ فرمایا "ساریہ پہاڑ کی طرف" اور دشمنان اسلام پر نرمی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور حضرت علیؓ نے لوگوں سے کہا اب گھمسان کا رن پڑے گا۔ غرضکہ خطبہ کے بعد لوگوں کی دریافت پر حضرت عمرؓ نے کہا مجھے دکھائی دیا کہ مشرک ہمارے مسلمان بھائیوں کو شکست دینے والے ہیں اور وہ پہاڑ کی جانب سے بھرپور حملہ کیلئے تیار ہیں۔ اگر مسلمان ادھر کا رخ کرلیں تو ایک ایک کو چن کر ماریں گے۔ ورنہ ہلاک ہوجائیں گے۔ چنانچہ میری زبان سے وہ الفاظ نکلے جنھیں تم نے سُنا..... اس واقعہ کے ایک ماہ بعد بشیر نامی شخص مدینہ آیا اور اس نے بھی کہا کہ ہم سب نے فلاں تاریخ امیرالمؤمنینؓ کا یہ حکم نہاوند پہاڑ کے پاس سنا تھا۔ "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" چنانچہ بہ تعمیل حکم، اللہ نے ہم کو فتحیاب کیا..... ابونعیم نے عمرو بن حارث کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ نیچے اُترے اور تین مرتبہ فرمایا "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" اس کے بعد پھر برسر منبر جاکر خطبہ پڑھنے لگے۔ یہ کیفیت دیکھ کر بعض حاضرین

مسجد نے کہا انھیں جنون ہوگیا ہے۔ بعد اختتام نماز عبدالرحمن بن عوف نے حاضر ہوکر کہا، آپ کے آج کے دوران خطبہ کے الفاظ سے لوگوں میں چہ میگوئی ہو رہی ہے کیونکہ آپ نے بآواز بلند دو بانگ درا فرمایا "اے ساریہ! پہاڑ کی طرف" حالانکہ مسجد میں ساریہ و پہاڑ موجود نہ تھے۔ براہ کرم اس واقعہ کی حقیقت بیان فرما دیجیے۔ جواب دیا میں نے اسلامی دشمنوں کو دیکھا کہ وہ آگے پیچھے سے گھیر اڈال کر مسلمانوں کو قتل کر دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ساریہ کو پہاڑ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا، آپ ابھی یہ فرما ہی رہے تھے کہ اتنے میں ساریہ کا قاصد مع رپورٹ جنگ دربار خلافت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا ہم کو شکست ہونے والی تھی کہ جمعہ کے دن ہم نے دو مرتبہ یہ آواز سنی "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" چنانچہ ہم لوگوں نے پہاڑ کی جانب رخ کیا اور دشمن کی جرار فوج کو اللہ نے شکست دی ہم نے ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیے (اس بیان کے باوجود بھی طعنہ دینے والے کہتے ہیں کہ یہ سب من گھڑت ہے)

گھر جلنے کی کشفی اطلاع

ابوالقاسم بن بشران نے اپنی فوائد میں ابن عمر رض کی زبانی لکھا ہے کہ خلیفہ رسول اللہ رض نے ایک شخص سے اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا چنگاری۔ پھر پوچھا، تمھارے باپ کا نام؟ اس نے کہا شعلہ۔ پھر پوچھا کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ اس نے کہا آگ۔ پھر پوچھا رہتے کہاں ہو؟ کہا گرمی۔ اس سے دریافت کیا یہ کہاں ہے؟ اس نے کہا بھڑکنے والی ہیں۔ یہ تمام جوابات سننے کے بعد فرمایا جاؤ اپنے اہل وعیال کی خبر لو۔ وہ جل رہے ہیں۔ غرضکہ اس شخص نے اپنے گھر جا کر دیکھا کہ گھر بار جل رہا ہے اور اس کے اہل وعیال سوختہ ہو رہے ہیں۔ اس واقعہ کو امام مالک نے اپنے مؤطا میں یحییٰ وغیرہ کے ذریعہ اور ابن درید ابن کلبی وغیرہ نے تحریر کیا ہے۔

دریائے نیل کو حکم

ابوالشیخ نے اپنی کتاب العصمۃ میں قیس بن حجاج وغیرہ کی زبانی لکھا ہے عمرو بن عاص نے مصر فتح کر کے عجمیوں کی مانند ایک دن دربار عام کیا اس میں بعض لوگوں نے کہا اے امیرالمؤمنین! دریائے نیل کے جاری رکھنے کے لیے ہمارے یہاں قدیم سے طریقہ یہ ہے کہ چاند کی گیارھویں رات کو ہم ایک نوجوان لڑکی کو اس کے والدین کی رضامندی کے ساتھ بیش بہا کپڑے اور عمدہ زیور پہنا کر اور خوب بناؤ سنگھار کر کے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ اس پر عمرو بن عاص مصر کے گورنر نے جواب دیا۔ یہ رسوم اسلام میں ہرگز جائز نہیں اور اسلام غیر شرعی رسوم کو مٹانے آیا ہے۔ چنانچہ اس سال یہ رسم نہیں کی گئی اور دریائے نیل تقریباً سوکھ گیا اور باشندگان مصر ترک وطن پر مجبور ہوگئے تو گورنر مذکور نے خلیفہ رسول اللہ حضرت عمر فاروق رض کی خدمت میں حالات و واقعات کی رپورٹ روانہ کی

جس پر حضرت عمرؓ نے فرمان جاری کیا ہے حالات و کوائف اور تمھارا عمل معلوم ہوا، واقعی اسلام تمام غیر شرعی رسوم کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی کے ساتھ ایک اور خط بھی مرسل ہے تم اسے دریائے نیل میں ڈال دینا جب فرمان اور ملفوفہ خط ملا تو گورنر مصر نے اس ملفوفہ خط کو پڑھا جس میں تحریر تھا

منجانب بندۂ اللہ عمرؓ امیر المومنین دریائے نیل کے نام۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ اگر تو اپنے اختیار قوت سے بہتا ہے تو ہرگز جاری نہ ہو اور اگر اللہ تعالیٰ تیری روانی اور بہاؤ کو جاری کرتا ہے تو میں اللہ واحد و قہار کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کر دے اور تو رواں ہو جاؤ۔"

چنانچہ گورنر مصر نے ستارہ صلیب نکلنے والی رات سے ایک رات پہلے دریائے نیل میں ڈالا۔ اور باشندگان مصر نے صبح کو خواب سے بیدار ہو کر دیکھا کہ ایک ہی رات میں اللہ تعالیٰ نے سولہ ہاتھ گہرا پانی دریائے نیل میں جاری کر دیا ہے چنانچہ اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے باشندگان مصر کی رسم دختر کشی کا خاتمہ کر دیا اور حضرت عمرؓ کے حکم پر اب تک دریائے نیل برابر جاری ہے

جھوٹ پر کشفی گرفت

ابن عساکر نے طارق بن شہاب کی زبانی لکھا ہے کسی نے حضرت عمرؓ سے جھوٹی باتیں کہیں۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو۔ اس نے پھر دوسری بات کہی جس پر فرمایا یہ نہ کہو۔ اس پر اس جھوٹے نے کہا میں نے کچھ باتیں آپ سے سچ کہیں لیکن جو بات میں نے جھوٹ کہی آپ نے اس پر مجھے خاموش رہنے کا حکم دیا۔ حضرت امام حسن کا بیان ہے جھوٹ بات کی شناخت کرنے والے صرف حضرت عمر فاروقؓ ہی تھے کہ ہر جھوٹی بات ان کو فوراً معلوم ہو جاتی تھی اور وہ جھوٹے کو ٹوک دیا کرتے تھے۔

بددعا کا اثر

بیہقی نے دلائل میں بحوالہ ابو ہدیہ حمصی لکھا ہے حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ عراقیوں نے اپنے مقررہ حاکم کو پتھر مار کر ہلاک کر دیا یہ سن کر آپ غضبناک ہوئے پھر نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا کی اے اللہ عراقیوں نے مجھے دھوکہ دیا اس کی سزا میں ان پر ثقفی جوان کو حاکم بنا دے جوان پر عہد جاہلیت جیسی حکومت کرے کسی نیکی کو قبول نہ کرے اور کسی برائی پر معافی نہ دے میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ ثقفی نوجوان سے حجاج مراد ہے جس نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے اور ابن لہیعہ کا بیان ہے ثقفی جوان تا حال پیدا ہی نہیں ہوا ہے

حضرت عمرؓ کے بعض خصائل

ابن سعد نے احنف بن قیس کی زبانی لکھا ہے حضرت عمرؓ کی دہلیز پر ہم بیٹھے ہوئے تھے وہاں

سے ایک لونڈی گئی، لوگوں نے کہا یہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی کنیزک[1] ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ہماری کنیزک نہیں ہے اور اللہ کے مال سے کنیزک رکھنا حلال بھی نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے پوچھا۔ اللہ کے مال میں سے کیا چیز حلال ہے؟ فرمایا عمرؓ کے لیے صرف دو کپڑے ایک موسم سرما کا اور دوسرا موسم گرما کا۔ حج وعمرہ کا خرچہ، اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے اتنی غذا جو قریش کے معمولی شخص کے لیے کافی ہوسکتی ہو۔ اور میں مسلمانوں کا ایک معمولی سا فرد ہوں۔

خزیمہ کا بیان ہے۔ حضرت عمرؓ کسی کو گورنر بناتے وقت شروط ذیل عائد فرماتے۔ گھوڑے پر سواری نہ کرنا۔ میدہ کی روٹی نہ کھانا۔ باریک لباس نہ پہننا اور ضرورتمندوں کے لیے اپنا دروازہ کھلا رکھنا ورنہ تم کو سزا دی جائے گی۔

عکرمہ کا بیان ہے حضرت حفصہ وعبداللہ وغیرہ نے حضرت عمرؓ سے کہا اگر آپ اچھی غذا نوش فرمائیں تو امر حق کی اجرائی میں آپ مزید طاقتور ہو جائیں گے۔ فرمایا کیا سب کی یہی رائے ہے لوگوں نے کہا جی ہاں تو ارشاد فرمایا آپ کی نصیحتوں کی میں قدر کرتا ہوں۔ لیکن میں نے اپنے دوستوں کو ایک خاص دستور کا پابند دیکھا ہے اگر میں ان کے دستور کے موافق کاربند نہ رہوں تو ان کی منزل حاصل نہیں کر سکتا علاوہ ازیں لوگوں کا بیان ہے کہ قحط سال کے زمانہ میں ان کی منزل ایک سال تک آپؓ نے گھی اور گوشت تناول نہیں فرمایا ابن ابو ملیکہ کا بیان ہے عتبہ بن فرقد نے حضرت عمرؓ سے اچھی غذا کھانے کو کہا تو فرمایا چند روزہ دنیا میں اچھی غذا و استفادہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حسن کا بیان ہے حضرت عمرؓ نے اپنے فرزند عاصم کو گوشت کھاتے دیکھ کر فرمایا کیا کھا رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا گوشت کو جی چاہ رہا تھا..... یہ سن کر فرمایا تب تو ہر چیز کھانے کے لیے چوری کرنے کو بھی تمھارا جی چاہے گا۔

اسلم کا بیان ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تازہ مچھلی کھانے کو میرا جی چاہتا ہے۔ چنانچہ آپ کے غلام یرفاؔ نے اونٹنی کو دوڑایا اور ایک مچھلی خرید کر لایا اور پھر اونٹ کو نہلایا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا ٹھہرو ذرا ہم اونٹ کا معائنہ کرلیں۔ آپ نے اونٹ کے کان کے نیچے کا پسینہ دیکھ کر فرمایا۔ تم اسے دھونا بھول گئے۔ آہ میں نے اپنی خواہش کے لیے اس غریب اونٹ کو تکلیف دی۔ اس حالت میں اب بخدا میں یہ مچھلی نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ اونٹ کی تکلیف دہی کے پیش نظر خواہش کی منگوائی ہوئی مچھلی تناول نہیں فرمائی۔

---

[1] وہ لونڈی جس کے ساتھ ہم بستری کی جائے۔

قتادہ کا بیان ہے حضرت عمرؓ بعہدِ خلافت ایک اُونی جُبہ پہنے رہتے تھے جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور یہی لباس پہنے ہاتھ میں دُرّہ لیے بازار کی جانب تشریف لے جاتے۔ اور لوگوں کو ادب و تہذیب سکھاتے تھے اور اگر راستہ میں پھٹا پُرانا کپڑا یا کھجور کی گٹھلی مل جاتی تو اسے اٹھا کر کسی کے گھر میں ڈال دیتے تاکہ اس سے دوبارہ استفادہ کیا جا سکے۔

انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو قمیص میں کندھے کے پاس چار پیوند لگے پہنے دیکھا ہے..... ابوعثمان نہدی کا بیان ہے میں نے حضرت عمرؓ کو پائجامہ میں چمڑہ کا پیوند لگے پہنے دیکھا ہے۔ عبداللہ بن عامر کا بیان ہے میں نے حضرت عمرؓ کے ہمراہ حج کیا ہے۔ آپ اپنے ساتھ خیمہ و خرگاہ وغیرہ کچھ نہ رکھتے بلکہ کسی درخت وغیرہ پر اپنا کمبل ڈال کر اسی کے سایہ سے استفادہ فرماتے تھے..... عبداللہ بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کے رُوئے انور پر رونے کی وجہ سے دو سیاہ دھاریاں پڑ گئی تھیں۔ حضرت حسنؓ کا بیان ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس کو گلاب کی پنکھڑیاں دے آتے تھے..... انسؓ کا بیان ہے میں باغ میں تھا کہ میں نے باغ کی دیوار کے باہر حضرت عمرؓ کو کہتے سنا اے عمرؓ بن خطاب! ذرا امیرالمؤمنین کے عہدہ کا خیال رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ورنہ اللہ تم کو سخت عذاب دے گا۔

عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے۔ حضرت عمرؓ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کاش میں ایک تنکا ہوتا یا کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا اور میں پیدا ہی نہ ہوتا..... عبیداللہ بن عمر بن حفص کا بیان ہے۔ حضرت عمرؓ اپنی پیٹھ پر پانی کی مشک لیے جا رہے تھے۔ لوگوں نے کہا یہ کیا؟ فرمایا میرے نفس میں غرور کی لہر آئی تھی اس لیے میں نے اسے اس ترکیب سے ذلیل و خوار بنایا..... محمد بن سیرین کا بیان ہے حضرت عمرؓ کے خُسر آپ کے پاس بیت المال میں سے کچھ لینے آئے تو آپ نے جھڑکی دیتے ہوئے فرمایا، کیا آپ کی یہ خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے خیانت کرنے والے بادشاہوں کی فہرست میں رکھے۔ اس کے بعد اپنے ذاتی مال و دولت میں سے ان کو دس درہم دے دیے..... امام نخعی کا بیان ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے عہد خلافت میں بھی تجارت کیا کرتے تھے..... انسؓ کا بیان ہے ۱۸ھ میں ایک عام قحط پڑا تھا۔ اس خشک سالی میں حضرت عمرؓ کے پیٹ میں روغن زیتون کھانے کی وجہ سے قراقر ہوا کرتا تھا۔ اس سال آپ نے گھی وغیرہ کھانا مطلق ترک کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے پیٹ میں قراقر ہوا تو آپ نے انگلیاں ڈال کر قے کر دی اور فرمایا ہمارے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ عوام قحط میں گرفتار اور قوم بھوکی ہے..... سفیان ابن عیینہ کا بیان ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ مجھے وہ شخص سب سے زیادہ پسند ہے جو میرے نقائص

مجھے بتائیے ..... اسلم کا بیان ہے میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک ہاتھ سے اپنا کان پکڑا اور دوسرے سے گھوڑے کا اور پھر گھوڑے کے تھان کی جانب جھک گئے۔ عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ والد بزرگوار حضرت عمرؓ کو جب غصہ آیا اور کسی نے آپ کے سامنے اللہ کا ذکر کیا یا کوئی آیت پڑھی تو فوراً ہی آپ کا غصہ رفو ہو گیا اور آپ نے غضبناک حالت میں غصہ والا کام انجام نہیں دیا ..... بلالؓ نے اسلم سے حضرت عمرؓ کے حالات پوچھے تو اسلم نے جواباً کہا وہ بہترین شخصیت ہیں لیکن ان کو غصہ بہت ہے جس پر بلالؓ نے کہا جب انھیں غصہ آیا کرے تو کوئی آیت پڑھ دیا کرو۔ اس ترکیب سے ان کا غصہ اتر جاتا ہے ..... احوص بن حکیم کا اپنے والد کی زبانی بیان ہے حضرت عمرؓ کے پاس گوشت کا سالن آیا جس میں گھی پڑا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر اس سالن کے کھانے سے انکار کیا اور فرمایا اس سالن میں دو اجزاء ہیں ایک گوشت اور دوسرا گھی، اور ہر ایک بجائے خود ایک سالن ہے۔ یہ تمام حالات و کوائف ابن سعد نے لکھے ہیں۔ نیز ابن سعد نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں قومی اصلاح آسانی کے ساتھ اس طرح کر سکتا ہوں کہ ان کے موجودہ حاکموں کو تبدیل کر دوں۔

حضرت عمرؓ کا سراپا

ابن سعد و حاکم نے بحوالہ حضرت زر لکھا ہے میں نے عید الفطر کے دن باشندگانِ مدینہ میں حضرت عمرؓ کو پیدل چلتے دیکھا۔ بڑے دلاور تھے۔ آپ کا رنگ گندم گون تھا اور اکثر کام بائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔ دراز قد اتنے تھے کہ عام لوگوں کے سر سے آپ کے کندھے نکلتے رہتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ آپ سوار ہیں ..... واقدی کا بیان ہے حضرت عمرؓ درحقیقت گندمی رنگ کے نہ تھے بلکہ قحط کے زمانہ میں چونکہ آپ نے روغن زیتون کا زیادہ استعمال کیا تھا اس لیے آپ کا رنگ قدرے سیاہی مائل پڑ گیا تھا ..... ابن سعد نے ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے۔ والد بزرگوار حضرت عمرؓ کا رنگ سُرخ و سفید تھا اور آپ کے رنگ میں سرخی نمایاں تھی۔ آپ دراز قد تھے۔ ہمیشہ خود (ہلمٹ) پہننے کی وجہ سے سر کے کچھ بال گر گئے تھے اور بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے۔ عبید بن عمیر کا بیان ہے حضرت عمرؓ تمام لوگوں میں دراز قد تھے ..... سلمہ بن اکوع کا بیان ہے حضرت عمرؓ اکثر کام بائیں ہاتھ سے انجام دیا کرتے تھے۔

ابن عساکر نے ابو رجاء عطاردی کی زبانی لکھا ہے حضرت عمرؓ دراز قد، لحیم شحیم تھے اور ہمیشہ خود (ہلمٹ) پہننے کی وجہ سے سر کے کچھ بال گر گئے تھے، رنگ سرخ و سفید تھا اور گالوں پر سُرخی دمکتی تھی۔ بڑی بڑی مونچھیں تھیں جن کے سرے سرخ تھے۔ نیز ابن عساکر نے دوسرے طریقوں سے یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حنتمہ تھا جو ہشام بن مغیرہ کی بیٹی تھیں اور ابو جہل بن ہشام کی بہن تھیں۔

اس رشتہ سے ابوجہل آپ کا ماموں تھا۔

خلافتِ فاروقی

خلافت پر ماموری حضرت صدیق اکبرؓ کی زندگی ہی میں ماہ جمادی الآخر ۱۳ھ کو حضرت عمرؓ ولیعہد خلافت مقرر ہوئے ..... امام زہری کا بیان ہے حضرت ابوبکرؓ کی تاریخ وفات منگل کے دن ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو حضرت عمرؓ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اسے حاکم نے بھی تحریر کیا ہے۔

فتوحات آپ کے عہدِ خلافت میں فتوحات کا تانتا بندھ گیا۔ عسکری نے اوائل میں لکھا ہے کہ ۱۴ھ میں دمشق، بصرہ اور ابلہ فتح ہوئے۔ حمص اور بعلبک پر بذریعہ صلح قبضہ ہوا۔ اور اسی سال آپ نے لوگوں کو اجتماعاً نماز تراویح پڑھائی۔

۱۵ھ میں مملکت اردن فتح ہوا اور طبریہ ذریعہ صلح اسلامی قبضہ میں آیا۔ اسی سال یرموک و قادسیہ میں زبردست لڑائیاں کی گئیں۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ اسی سال حضرت سعدؓ نے کوفہ کو شہر بنایا۔ اور اسی سال حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جاگیریں دیں۔ دفاتر مقرر کیے اور مستحقین کو مزید عطیات سے سرفراز فرمایا۔

۱۶ھ میں اہواز اور مدائن فتح ہوئے۔ ایوان کسریٰ میں جو عراق میں تھا۔ حضرت سعد نے نماز جمعہ پڑھائی۔ یہ واقعہ ماہ صفر کا ہے۔ اسی سال معرکہ جلولا پیش آیا۔ جس میں یزدجرد ابن کسریٰ کو شکست ہوئی اور وہ پسپا ہو کر مقام رے کی جانب بھاگ گیا۔ اسی سال تکریت فتح ہوا جہاں حضرت عمرؓ بنفس نفیس تشریف لے گئے اور بیت المقدس فتح کرنے کے بعد مقام الجابیہ میں خطبہ پڑھا جو مشہور خطبہ ہے۔ اسی سال قنسرین اور سروج پر فتح ہوئی اور حلب، انطاکیہ، منبج، ترقیسا وغیرہ پر بذریعہ اسلامی قبضہ کے پرچم لہرائے گئے۔

سنہ ہجری کا آغاز ماہ ربیع الاول ۱۶ھ میں فاروق اعظمؓ نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے دفاتر و کاغذات میں تاریخ و سنہ ہجری لکھنے کی ابتدا کی۔

مزید فتوحات و کارنامے ۱۷ھ میں آپ نے مسجد نبوی میں توسیع کی۔ اسی سال مملکت حجاز میں قحط پڑا جسے عربی زبان میں عام رماۃ کہتے ہیں جس میں حضرت عباسؓ کے ساتھ آپ نے نماز استسقاء پڑھی۔ ابن سعد نے نیاز اسلمی کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ جب نماز استسقاء کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے کاندھوں پر سرورِ عالم کی چادر رکھی ہوئی تھی۔ ابن عون کا

بیان ہے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے ہاتھ پکڑ کے آسمان کی طرف اٹھائے اور اللہ سے یہ دعا کی۔ اے اللہ! ہم تیرے دربار میں رسول اللہؐ کے چچا کا وسیلہ لے کر حاضر ہیں۔ اے اللہ! تنگی و خشک سالی دور کردے اور پانی برسا دے۔ حضرت عمرؓ اس دعا کے بعد ابھی روانہ بھی نہ ہوئے تھے کہ بارش ہونے لگے۔ اور کئی دن تک جھڑی لگی رہی اور اسی سال اہواز کا پورا علاقہ فتح ہوا۔

۱۸ھ میں جُند نیشاپور فتح ہوا اور حلوان پر قبضہ کیا گیا۔ جبکہ پورے علاقہ شام میں بعہد اسلامی اول مرتبہ عام طاعون پھیلا ہوا تھا۔ جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے۔ اسی سال الرھی، شمیساط، حران نصیبین، جزیرۃ العرب اور موصل بشمول علاقہ جات متعلقہ فتح ہوئے۔

۱۹ھ میں جنگ کے بعد قیساریہ فتح ہوا۔

۲۰ھ میں پورا علاقہ مصر خونریزی کے بعد فتح ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ مصر صلح کے ذریعہ اسلامی قبضہ میں آیا۔ البتہ اسکندریہ پر جنگ کے بعد اسلامی پرچم لہرایا۔ علی بن رباح کا بیان ہے مغرب کا علاقہ بزورِ شمشیر فتح ہوا اور اسی سال تستر پر اسلامی قبضہ ہوا۔ اسی سال قیصر روم کا انتقال ہوا۔ اسی سال حضرت عمرؓ نے یہودیوں کو خیبر و نجران سے شہر بدر کیا۔ نیز خیبر اور وادی القریٰ کو تقسیم فرمایا۔

۲۱ھ میں اسکندریہ اور نہاوند فتح ہوئے اور اس سال کے بعد پھر عجمیوں کی سازشی جماعت وغیرہ باقی نہ رہی۔

۲۲ھ میں آذربائیجان، دینور، ماسبذان، ہمدان، طرابلس الغرب، رے، عسکر اور قومس جیسے عظیم الشان شہر فتح ہوئے اور یہاں اسلامی حکومت قائم کی گئی۔

۲۳ھ میں کرمان، سجستان، مکران، بلاد الجبل (سرحد و علاقہ پاکستان) اصبہان نیز اس کے متعلقہ و اطراف و اکناف کے علاقے فتح ہوئے۔ اور اسی سال کے اخیری دنوں میں حج سے واپسی کے بعد حضرت عمرؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

اپنے حق میں دعا سعید بن مسیب کا بیان ہے حضرت عمرؓ نے منٰی سے روانہ ہو کر مقام ابطح میں اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کے سہارے کھڑے ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کے یہ دعا کی "اے اللہ! میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میری قوتیں جواب دے رہی ہیں۔ میرے خیالات منتشر ہیں قبل اس کے کہ ضعف عقلی نمودار ہو اور خرابیوں کا اندیشہ ہو تو مجھے اپنے پاس بلا لے" چنانچہ ماہ ذی الحجۃ ختم ہونے سے پہلے ہی آپ نے شہادت پائی اور یہی واقعہ حاکم نے بھی تحریر کیا ہے۔

کعب کی پیشگوئی

امام بخاری نے ابوصالح کے حوالہ سے کعب احبار کا یہ بیان لکھا ہے میں نے حضرت عمرؓ سے کہا میں نے توراۃ میں لکھا دیکھا ہے کہ آپ شہید کیے جائینگے جس پر آپ نے فرمایا یہ کیسے ہوگا کہ جزیرۃ العرب میں رہتے ہوئے مجھے شہادت ملے ۔ اسلمہ کا بیان ہے کہ کعب کا یہ بیان سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ! فی سبیل اللہ مجھے شہادت عطا کر اور اپنے پیغمبر آخرالزماں کے شہر مدینہ میں میری روح قبض فرما۔

خواب میں اشارہ اور وصیّت

حاکم نے معدان بن ابوطلحہ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے دورانِ خطبہ میں فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے مجھے ایک دو ٹھونگیں ماریں ۔ اس کی تعبیر صاف ہے کہ میری موت قریب ہے ۔ نیز قوم اصرار کر رہی ہے کہ میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کردوں ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اسلام اور خلافت کو ضائع نہیں کرے گا ۔ اگر جلد تر میری موت واقع ہو جائے تو انتخابِ خلیفہ کے لیے ان چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ بنائی جائے جن سے رسول اکرمؐ راضی رہے ۔

روایاتِ شہادت

ازہری کا بیان ہے مدینہ میں نوجوانوں کے داخلہ پر حضرت عمرؓ نے پابندی عائد کردی تھی ۔ ایک مرتبہ حاکم کوفہ مغیرہ بن شعبہ نے امیرالمؤمنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ یہاں کوفہ میں ایک کاریگر نوجوان ہے جو لوہار بڑھئی ہونے کے ساتھ بہت سے کام جانتا ہے اور فن نقاشی میں ماہر ہے ۔ اگر اسے مدینہ میں حاضری کی اجازت صادر فرمائی جائے تو اس سے عوام کو بڑے بڑے فائدے ہوں گے اس پر حضرت عمرؓ نے اسے مدینہ آنے کی اجازت صادر فرمائی ۔ غرضکہ اس نوجوان نے دربار خلافت میں حاضری دی اور پھر یہ شکایت پیش کی کہ مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر سَو روپیہ ماہانہ ٹیکس عائد کر رکھا ہے اور یہ خراج بہت سخت ہے ۔ ارشاد ہوا کہ خراج کی یہ رقم زیادہ نہیں ہے اس پر یہ غیر مسلم کوفی نوجوان پیچ و تاب کھاتا ہوا خاموش لوٹ گیا ۔ اس واقعہ کے چند دن بعد حضرت عمرؓ نے پھر اس کو طلب کر کے فرمایا تمھیں یاد ہوگا تم نے کہا تھا کہ آٹا پیسنے کی ایک ہوائی چکی بنا دوں گا ۔ اس پر اس نے ترشرو ہو کر غصہ کے انداز میں کہا "میں آپ کے لیے وہ چکی بنا دوں گا جسے لوگ یاد رکھیں گے" غرضکہ اس کی واپسی کے بعد حضرت عمرؓ نے حاضرین سے فرمایا یہ نوجوان مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے گیا ہے پھر یہ نوجوان جس کا نام ابولؤلؤہ تھا ۔ وہ دودھاری دورخی خنجر جس کے وسط میں قبضہ تھا ، لیے ہوئے صبح کی تاریکی میں مسجد کے ایک کونہ میں چھپ کر بیٹھ گیا ۔ حضرت عمرؓ لوگوں کو نماز کے لیے بیدار کر رہے تھے ۔ آپ جب اس کوفی مشرک کے پاس سے گزرے تو اس نے آپ پر اپنے خنجر سے تین وار کیے ۔

اسے ابن سعد نے بھی لکھا ہے۔

۲۔ عمر بن میمون انصاری کا بیان ہے مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلوء نے حضرت عمرؓ کو دو رخی خنجر سے شہید کیا اور آپ کے ساتھ ہی مزید بارہ اشخاص کو زخمی کیا جن میں سے چھ نے شہادت پائی۔ بارہ آدمیوں کو زخمی کرنے کے بعد ابولؤلوء پہ ایک عراقی نے چادر پھینکی جس میں وہ لپٹ گیا اور جب اس نے آزادی کی راہ نہ پائی تو خودکشی کر لی۔

حاکم نے ابو رافع کی زبانی لکھا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولؤلوء چکیاں بناتا تھا جس سے مغیرہ چار درہم روزانہ وصول کیا کرتے تھے۔ اس نے بارگاہِ خلافت میں شکایت کی کہ مغیرہ میرے ساتھ سختی کرتا ہے۔ ارشاد ہوا تم اپنے آقا کے ساتھ اچھے برتاؤ کرتے رہو۔ اور حضرت عمرؓ کا ارادہ یہ تھا کہ اس بارے میں مغیرہ کو سمجھا دیں گے لیکن ابولؤلو طیش میں آگیا اور اس نے کہا امیرالمؤمنین میرے علاوہ سب کے ساتھ مہربانیاں کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے دل میں آپ کی شہادت کی ٹھان لی۔ اسی لیے اس خبیث فطرت نے بڑا آب خنجر زہرآلودہ فراہم کیا۔ حضرت عمرؓ کا دستور تھا کہ تکبیر سے پہلے صفیں درست کرنے کے لیے فرمایا کرتے تھے چنانچہ ابولؤلو آپ کے پیچھے کھڑا ہوا اور آپ کی کوکھ اور کندھے پر خنجر کے وار کیے۔ ساتھ ہی مزید تیرہ اشخاص کو زخمی کیا جن میں سے چھ انتقال کر گئے اور چونکہ آفتاب طلوع ہونے والا تھا اس لیے فجر کی نماز عبدالرحمٰن بن عوف نے پڑھائی۔ جنھوں نے نماز میں دو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھیں۔ حضرت عمرؓ کو گھر پہنچایا جا چکا تھا جہاں ان کو انگور کا افشردہ پلایا گیا جو پیٹ کے زخم کی راہ نکل گیا تو پھر دوبارہ دودھ پلایا گیا اور وہ بھی زخموں کی راہ خارج ہو گیا جس پر لوگوں نے کہا کوئی حرج نہیں۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا اگر قتل میں کوئی حرج بھی ہوتا تب بھی میں قتل ہو چکا ہوں۔ اس پر بعض لوگ آپ کی بہت کچھ تعریف و توصیف کرنے لگے۔ تو فرمایا بخدا میری تمنا یہی تھی کہ دنیا سے سبکدوش روانہ ہوں۔ میں کسی کا مقروض نہ رہوں اور میرا بھی کسی پر قرضہ نہ ہو۔ رسول اکرمؐ پر درود و سلام ہو جن کی صحبت نے مجھے تمام مصائب و آلام سے محفوظ رکھا۔ اور حضرت عباسؓ نے آپ کی پھر دوبارہ تعریف و توصیف کی۔ تو فرمایا اگر دنیا میں میرے پاس سونے کے پہاڑ ہوتے تو میں انھیں بھی قیامت کے خوف سے خرچ کر دیتا۔ پھر آپ نے حضرت عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سعدؓ کی مجلس شوریٰ مقرر کی اور صہیبؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور منتخبہ چھ اشخاص میں سے تین دست بردار ہو گئے۔

آخری اقوال

ابن عباس کا بیان ہے ابولؤلوہ مجوسی تھا۔ اور عمرو بن میمون کا بیان ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہ ہوئی۔ پھر اپنے فرزند عبداللہ سے کہا بتاؤ ہم کتنے کے مقروض ہیں؟ انھوں نے حساب کر کے بتایا تقریباً چھیاسی ہزار کے۔ اس پر ارشاد ہوا یہ رقم ہمارے مال میں سے ادا کر دینا اور اگر پورا قرض ادا نہ ہو سکے تو بنو عدی سے کہہ کر ادا کر دینا ورنہ بصورت آخر قریش سے لے کر قرض بیباق کر دینا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں جا کر ان سے اجازت مانگو کہ وہ مجھے میرے دوستوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت دیدیں۔ جب عبداللہ نے حضرت عائشہؓ سے اجازت تدفین کی درخواست کی تو انھوں نے فرمایا یہ جگہ تو میں نے آج تک اپنے لیے محفوظ رکھی تھی لیکن حضرت عمرؓ کی خواہش کو ترجیح دیتی ہوں۔ عبداللہ نے واپس ہو کر عرض کیا۔ بی بی عائشہؓ نے اجازت دیدی ہے تو فرمایا اے اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

خلافت کے لیے مجلس شوریٰ

لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین وصیتیں فرمائیے اور کسی کو خلیفہ منتخب فرما دیجیے۔ فرمایا انتخاب خلیفہ کے لیے وہ چھ آدمی زیادہ مستحق ہیں جن سے رسول کریمؐ خوش رہے۔ پھر ان چھ اشخاص کے نام گناتے ہوئے فرمایا انتظامات مجلس شوریٰ میں عبداللہ بن عمر در دش بدوش رہیں گے لیکن خلافت سے انھیں کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اگر سعد بن وقاص کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے تو وہ اس کے مستحق ہیں وگرنہ جسے چاہیں منتخب کریں اور میں نے سعد بن وقاص کو کسی خرابی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔

ہونے والے خلیفہ کو وصیّت

حضرت فاروقؓ نے فرمایا اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے خائف رہے۔ مہاجرین و انصار اور دیگر تمام باشندگان مملکت اسلامی کے ساتھ بھلائی کرے۔ اور اسی طرح کی دیگر وصیتیں فرمائیں۔

تدفین

ہم لوگ حضرت عمرؓ کے جنازے کے ساتھ رہے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے آگے بڑھ کر حضرت عائشہؓ کو سلام کیا اور دفن کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت صدیقہؓ نے اجازت صادر فرمائی اور ہم لوگوں نے حضرت عمرؓ کو ان کے دونوں دوستوں کے پاس دفن کیا۔

انتخاب مجلس شوریٰ

حضرت عمرؓ کی تدفین کے بعد ارکان مجلس شوریٰ نے نشست کی جس میں سے عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا آپ حضرات تین اشخاص کو اپنا نمائندہ بنالیں۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے کہا میں نے حضرت علیؓ کو نمائندہ بنایا۔ سعد بن وقاصؓ نے اعلان کیا کہ میں عبدالرحمٰن بن

عوف رضؓ کے حق دستبردار ہوا۔ اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو قائم مقام بنایا۔۔۔۔۔ چنانچہ ہر سہ منتخبہ اشخاص باہم گفتگو کرنے کے لیے ایک علیحدہ مقام میں گئے جہاں عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے کہا۔ میں خلیفہ بننا نہیں چاہتا۔ اب آپ دونوں میں سے کون دستبردار ہوتا ہے کہ باقی ماندہ کو امور خلافت سپرد کر دیے جائیں۔ اور جو کوئی خلیفہ ہو اس کے لیے لازمی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور احکام اسلامی کو پیش نظر رکھے۔ وہ اسلام کا بہترین فرد ہو اور اس کی تمناؤں کا مرکز صرف اصلاحِ امت ہو۔ یہ سن کر حضرت علی رضؓ و حضرت عثمان رضؓ دونوں خاموش رہے تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا مناسب یہ ہے کہ انتخابِ خلیفہ کا کام میرے سپرد کر دیجیے۔ اور واللہ! میں آپ سے بہترین کا انتخاب کروں گا۔ دونوں نے بیک آواز کہا، مناسب ہے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت علیؓ سے خلوت میں کہا آپ پہلے اسلام لائے ہیں اور ساتھ ہی رسول اکرمؐ کے رشتہ دار بھی ہیں۔ اگر میں آپ کا انتخاب کر لوں تو کیا آپ عدل و انصاف کریں گے اور اگر آپ کے مقابلہ میں دوسرے کو خلیفہ بنا دوں تو آپ اس کا کہا مانیں گے اور اس کی اطاعت کریں گے۔ حضرت علیؓ نے جواباً کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عثمانؓ سے بھی خلوت میں یہی بات کہی اور جب انھوں نے بھی وعدہ کر لیا تو حضرت عثمان غنی رضؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر لی اور پھر حضرت علیؓ نے بھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر وہیں بیعت فرمائی۔

مزید اقوال امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عمر رضؓ کا یہ قول لکھا ہے اگر میری موت آجائے اور ابوعبیدہ رضؓ زندہ رہیں تو میں ان کو خلیفہ منتخب کروں گا اور اس انتخاب پر اگر اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا تو عرض کروں گا۔ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا ہے ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور ابوعبیدہؓ میرے امین ہیں۔۔۔۔۔ اور اگر میری زندگی میں ان کا انتقال ہو جائے اور پھر میری موت قریب ہو تو معاذ بن جبل کو خلیفہ بناؤں گا اور ان کے بارے میں اگر اللہ نے دریافت فرمایا، تو معروضہ پیش کروں گا۔ میں نے رسول اکرمؐ کو فرماتے سنا ہے معاذ بن جبلؓ روزِ محشر علماء کے گروہ میں رہیں گے اور واقعہ یہ ہے کہ متذکرہ بالا ہر دو حضرات نے عہد فاروقی ہی میں انتقال کیا۔

امام احمد نے ابو رافع کے حوالہ سے لکھا ہے، حضرت عمر رضؓ کے آخری وقت میں لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین! کسے خلیفہ بنایا جائے؟ فرمایا موجودہ لوگوں میں حرص کی فراوانی ہے۔ اگر ابوحذیفہ رضؓ کے غلام سالم زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ منتخب کرتا۔

تاریخ شہادت ابوعبیدہ بن جراح کا بیان ہے حضرت عمر رضؓ بدھ کے دن ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو شہید ہوئے۔ اور ہفتہ کے دن محرم کی چاند رات کو دفن کیے گئے۔

بوقت شہادت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں آپ کی عمر ۶۶ سال کی تھی۔ بعض کا قول ہے ۶۱ سال اور بعض کہتے ہیں ۶۰ سال۔ واقدی کی رائے بھی ہے کہ شہادت کے وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی۔ بعض کہتے ہیں ۵۹ سال کی، بعض کہتے ہیں ۵۰ سال کی اور بعض کہتے ہیں ۴۵ سال کی۔

نماز جنازہ آپ کی نماز جنازہ مسجد میں صہیبؓ نے پڑھائی۔

مُہر فاروقی تہذیب مزنی میں ہے کہ حضرت عمرؓ کی انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ تھی کفیٰ بالموت واعظا یا عمر (اے عمرؓ! موت کافی ناصح ہے)۔

شہادت کے اثرات طبرانی نے طارق بن شہاب کے حوالہ سے حضرت ام ایمنؓ کا یہ بیان لکھا ہے حضرت عمرؓ کی شہادت سے آج ہی اسلام میں ضعف آگیا اور عبدالرحمن ابن لیسار (لبشار) کا بیان ہے حضرت عمرؓ کی رحلت کے وقت میں موجود تھا اس دن سورج گرہن تھا (اس روایت کے راوی نہایت ثقہ ہیں)

حضرت عمرؓ کی اولیّت اور ایجادات

عسکری کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ وہ پہلی شخصیت ہیں جنھیں امیرالمؤمنین کہا گیا، آپ ہی نے سب سے پہلے تاریخ وسنہ ہجری جاری فرمایا۔ بیت المال بنایا۔ ماہ رمضان میں باجماعت نماز تراویح پڑھنے کی سنت جاری فرمائی۔ لوگوں کے حالات کی کھوج کے لیے راتوں کو چکر لگائے۔ ہجو ومذمت کرنے والوں کو سزائیں دینا شروع کیں۔ شراب پینے والوں کو اسّی کوڑے لگوائے۔ متعہ کے حرام[۲] ہونے کو ظاہری رواج دیا اور اسے کسی فرد کے لیے بھی جائز نہ رکھا۔ جن لونڈیوں سے اولاد ہوجائے ان کی خرید وفروخت کی ممانعت فرمائی۔ نماز جنازہ میں تمام لوگوں کو چار تکبیریں پڑھنے کا حکم دیا۔ دفاتر بنائے اور وزارتیں قائم کیں، سب سے زیادہ فتوحات حاصل فرمائیں۔ میدانوں[۱] کی پیمائش کرائی۔ مصر سے بحرایلہ کے راستہ مدینہ منوّرہ میں غلہ منگوایا۔ صدقہ کا مال اسلامی کاموں میں خرچ کرنے سے روکا۔ ورثہ اور ترکہ کے مقررہ حصے نافذ فرمائے۔ گھوڑوں پر زکوٰۃ وصول کی۔ حضرت علیؓ کو "اطال اللہ بقاءک" اور "ایدک اللہ" فرمایا یہ وہ تمام ابتدائی اور اوّلیتی امور ہیں جنھیں سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے آغاز کیا اور انجام تک پہنچاتے رہے۔

۱؎ سواد کے معنی میدان اور شہر و قصبے اور دیہات وغیرہ جن کی سرحدیں ملی ہوئی ہوں اور مملکت عراق میں ایک شہر کا نام بھی سواد ہے۔

۲؎ رسول اکرمؐ نے اولاً جنگ خیبر میں متعہ کی حرمت کا حکم دیا پھر فتح مکہ کے دن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے متعہ کو حرام قرار دیا۔

ایجادات امام نووی نے اپنی تہذیب میں لکھا ہے حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے دُرّہ ایجاد کیا ابن سعد نے طبقات میں بھی یہی لکھا ہے اور اسی کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ بعد کو یہ مقولہ بن گیا تمہاری تلوار سے عمرؓ کا دُرّہ خوفناک ہے۔ شہروں میں قاضی مقرر کئے۔ کوفہ، بصرہ جزیرہ، شام، مصر اور موصل کو شہری آبادی میں تبدیل فرمایا۔

ابن عساکر نے اسمٰعیل بن زیاد کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے ماہ رمضان کے اندر مساجد میں چراغاں دیکھ کر فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے جس طرح ہماری مساجد کو جگمگایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو تاباں و درخشاں کرے۔ ابن سعد کا بیان ہے حضرت عمرؓ نے ایک گودام بنایا جس میں آٹا، ستو، کھجوریں منقے اور دوسری ضروریات رکھائیں تاکہ مسافر اس سے استفادہ کریں۔ نیز مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ میں مسافروں کے لیے عمدہ انتظامات کیے۔ مسجد نبوی کی توسیع کی اور اس میں کنکریٹ کا فرش کرایا۔ حجاز کے یہودیوں کو شام کی جانب جلا وطن کیا اور نجرانی یہودیوں کو کوفہ کی طرف۔ مقام ابراہیم پہلے بیت اللہ سے متصل تھا اسے اس مقام پر قائم کیا جہاں اب موجود ہے۔

حضرت عمرؓ کے بعض حالات اور فیصلے

امیر المؤمنین کا لقب عسکری نے اوائل میں، طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے بحوالہ ابن شہاب لکھا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن سلیمان سے کہا۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں آپ کو خلیفۂ رسول اللہ اور حضرت عمرؓ کو خلیفۂ ابوبکرؓ لکھا اور کہا جاتا تھے۔ لیکن امیر المؤمنین کا لقب سب سے پہلے کس نے اختیار کیا؟ ابوبکر بن سلیمان نے جواب دیا مجھے ایک مہاجرہ خاتون شفاؓ نے بتایا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ رسول اللہ، حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفۂ خلیفہ رسول اللہ کہا اور لکھا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عراق گورنر کو لکھا، بہادر و ہوشیار دو اشخاص ہمارے پاس روانہ کیجیے تاکہ ان سے عراق اور باشندگانِ عراق کے حالات و کوائف معلوم کیے جائیں۔ چنانچہ حاکم عراق نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو مدینہ روانہ کیا۔ چنانچہ اولاً ان دونوں کی مسجد میں عمرو بن عاصؓ سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے کہا ہمیں بارگاہِ امیر المؤمنین میں باریاب کرا دیجیے۔ اس پر عمرو بن عاصؓ نے کہا بخدا تم نے بالکل درست نام لیا۔ اس کے بعد بارگاہِ خلافت میں حاضری دے کر عمرو بن عاصؓ نے کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین! فرمایا یہ لقب تم نے کیسے معلوم کیا تفصیل سے بیان کرو۔ چنانچہ عمرو بن عاصؓ نے واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا آپ امیر ہیں اور ہم سب مؤمن ہیں۔ چنانچہ اس دن سے کاغذات

میں امیرالمؤمنین لکھا جانے لگا..... نووی نے تہذیب میں لکھا ہے عدی بن حاتم اور لبید بن ربیعہ ان دونوں عراقیوں نے حضرت عمرؓ کو امیرالمؤمنین کہا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عراق گورنر مغیرہ بن شعبہؓ نے آپ کو امیرالمؤمنین کہا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم سب لوگ مؤمن ہو اور میں امیر ہوں اس لیے آپ کو امیرالمؤمنین کہا جانے لگا۔ اور چونکہ قبل ازیں آپ کو خلیفۂ خلیفۂ رسول اللہ کہا جاتا تھا۔ اس سبب سے بھی اس طویل عبارت کو لفظ امیرالمؤمنین سے بدل دیا گیا..... ابن عساکر نے معاویہ بن قرہ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو خلیفۂ رسول اللہ لکھا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں لوگوں نے آپ کو خلیفۂ خلیفۂ رسول اللہ لکھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا تم بڑے لمبے الفاظ استعمال کرتے ہو، جس پر لوگوں نے کہا آپ ہمارے امیر ہیں۔ اس پر ارشاد فرمایا ہاں تم سب مؤمن ہو اور میں تمہارا امیر ہوں..... چنانچہ آپ کو امیرالمؤمنین لکھا جانے لگا۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں مسیب کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے ڈھائی سال بعد حضرت علی کے مشورہ سے اسلامی تاریخ لکھوانا چاہی جو سنہ ۱۶ھ تک لکھی گئی۔

سلفی نے طیوریات میں صحیح اسناد کے ساتھ ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے رسول اکرمؐ کی سیرت لکھوانے کا ارادہ کیا پھر استخارہ کرنے کے بعد فرمایا مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم سے پہلے لوگوں نے بھی سیرت کی کتابیں لکھیں جن پر لوگ ٹوٹ پڑے اور کتاب اللہ کو چھوڑ بیٹھے۔

اپنے لیے پہلی دعا

ابن سعد نے شداد کی زبانی لکھا ہے حضرت عمرؓ نے منبر پر رونق افروز ہو کے سب سے پہلے یہ دعا کی اے اللہ! میری سخت طبیعت کو نرم کر دے۔ میں ناتواں ہوں مجھے مضبوط و مستحکم فرما۔ اور میری تنگدلی کو کشادہ دلی اور سخاوت سے بدل دے۔

ضرورت پر بیت المال سے قرض

ابن سعد و سعید بن منصور وغیرہ نے لکھا ہے حضرت عمرؓ فرماتے تھے بیت المال اللہ کا مال ہے جس کی بے انتہا حفاظت کرتا ہوں اور یتیموں کا مال ان کو دلانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اگر تونگر ہو جاؤں تو بیت المال سے بالکل کچھ نہ لوں گا۔ اور اگر ضرورتمند و محتاج ہو گیا تو بقدر ضرورت اس میں سے کھانے پینے کے لیے لوں گا۔ اور جب مالدار ہو جاؤں گا تو بیت المال سے لیا ہوا قرض واپس کر دوں گا..... علاوہ ازیں ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے۔ والد بزرگوار حضرت عمرؓ بن خطاب کو جب کبھی ضرورت ہوتی تو منتظم بیت المال کے ذریعہ بیت المال سے قرض لیتے اگر تنگی کی وجہ سے بروقت بیت المال کا قرضہ ادا نہ کر سکتے تو منتظم بیت المال آپ سے سخت تقاضا کرتا اور آپ اس سے مہلت مانگ لیتے۔

اور پھر جب آپ کے پاس رقم آجاتی تو بیت المال کا قرض فوراً ادا کر دیا کرتے تھے . . . . . نیز ابن معرور کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کسی مرض میں مبتلا باہر تشریف لائے ۔ لوگوں نے کہا اس مرض کے لیے شہد بہت ہی مفید ہے بیت المال میں بھرا ہوا شہد کا کپا رکھا تھا ۔ فرمایا اگر تم لوگ اجازت دو تو بیت المال میں رکھے ہوئے شہد میں سے تھوڑا سا لے لوں گا وگرنہ بغیر حصول اجازت وہ میرے لئے بالکل حرام ہے ۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کو اجازت دی ۔

محاسبۂ نفس

سالم بن عبداللہ کا بیان ہے ۔ حضرت عمرؓ اونٹ کی پیٹھ کے زخم کو اپنے ہاتھ سے دھوتے ہوئے فرماتے مجھے خوف ہے کہ روز محشر مجھ سے اس کی پرسش ہو ۔ ابن عمرؓ کا بیان ہے والد بزرگوار حضرت عمر بن خطابؓ جب کسی چیز کی ممانعت کرنا چاہتے تو اس سے پہلے ہی لوگوں کے جاکر فرماتے جس چیز کی ممانعت کر دی جائے اور لوگ پھر بھی اس کو کریں تو ایسے مجرموں کو میں دوگنی سزا دوں گا

رعایا کی خبر گیری

حضرت عمرؓ راتوں کو مدینہ طیبہ میں گشت لگایا کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ ایک عورت اپنا دروازہ بند کیے فراق کے شعر پڑھ رہی تھی چنانچہ آپ نے گورنروں کے نام فرمان لکھا کسی فوجی کو چار ماہ سے زیادہ دارالحرب و میدان کارزار میں نہ روکا جائے ۔

بادشاہ و خلیفہ

ابن سعد نے زاذان کے ذریعہ سلمان کی زبانی لکھا ہے حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا "میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ ؟ تو میں سلمان نے عرض کیا ۔ آپ اگر مسلمانوں کا کم و بیش ایک پیسہ بھی بے کر بے جا طور پر خرچ کریں تو بادشاہ کہلائیں گے اور خلیفہ نہ رہیں گے ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے گریہ وزاری فرمائی . . . . . اور سفیان بن ابو العرجا کی زبانی تحریر کیا ہے ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بخدا میں نہیں جانتا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ ۔ اگر بادشاہ ثابت ہوں تو سخت مشکل ہے ۔ اس پر ایک شخص نے کہا اے امیرالمومنین ! بادشاہ و خلیفہ میں فرق ہے ۔ فرمایا کیا ؟ تو اس شخص نے کہا کہ خلیفہ کی شان یہ ہے کہ وہ بیجا وصول اور بیجا خرچ نہیں کرتا ۔ اور بحمد اللہ آپ کی یہی حالت و کیفیت ہے ۔ رہا بادشاہ وہ رعایا پر جبر و ظلم کر کے جس سے چاہتا ہے وصول کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے ۔ وہ کسی ضابطہ کا پابند نہیں ہوتا یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے

ہیبت

ابن سعد نے ابن مسعود کی زبانی لکھا ہے حضرت عمرؓ گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ کی ران پر سے کپڑا ہٹ گیا جس پر ایک سیاہ نشان تھا ۔ اس کالے دھبہ کو دیکھ کر یہودیوں نے کہا یہی وہ شخص ہیں جن کی بابتہ ہم اپنی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ یہ ہم کو جلاوطن کر دیں گے ۔

دل جوئی

سعد جاری نے کعب احبار کی زبانی تحریر کیا ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا میں نے کتب قدیم میں لکھا دیکھا کہ دوزخ کے دروازہ پر آپ کھڑے رہ کر لوگوں کو اس میں گرنے سے منع فرمائیں گے اور آپ کی شہادت کے بعد قیامت تک لوگ دوزخ میں داخل ہوتے رہیں گے

خلافت کی اصلاح

ابو معشر نے اپنے اساتذہ کے حوالہ سے لکھا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا امور خلافت اس وقت ٹھیک ہوں گے جبکہ رعایا کے کاموں میں اتنی سختی کی جائے جس میں جبر و ظلم کا شائبہ نہ ہو اتنی نرمی برتی جائے کہ اس میں سستی و غفلت کا نام نظر نہ آئے یعنی حقوق تلف کئے بغیر سخت گیری کی جائے اور رحم کے مدنظر کسی کے ساتھ غفلت و سستی کا برتاؤ نہ کیا جائے۔

عُمّال کو نصیحت

ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حکم بن عمیر کی زبانی تحریر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عمال (گورنرز) کے نام فرمان جاری کیا۔ فوجیں اور آفیسر جب حدود مملکت اسلامی میں داخل ہو جائیں اور انہوں نے کوئی تعزیری جرم کیا ہو تو حدود مملکت اسلامی کے اندر داخل ہونے کے بعد ان پر حد شرعی جاری کی جائے۔ وگرنہ حدود کفار میں سزا دینے پر ممکن ہے شیطان بھڑکا کر انہیں پھر کافروں میں شامل کر دے ..... ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں شعبہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے نام قیصر روم نے لکھا۔ میرے سفیر نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ کے پاس ایک ایسا درخت ہے جو کسی دوسرے درخت سے پیدا نہیں ہوا۔ اس کی پیداوار گدھے کے کان کی طرح ہے اس کے پھولوں میں سے موتیوں کی مانند کچھ نکلتا ہے۔ ہرے ہونے کی صورت میں سبز زمرد معلوم ہوتا ہے اور جب لال ہو جاتا ہے تو سرخ یاقوت نظر آتا ہے۔ اور جب پختگی پر پہنچتا ہے تو عمدہ فالودہ بن جاتا ہے اور خشک ہو جانے کی صورت میں مقیم کی غذا اور مسافروں کے لیے زاد راہ ہوتا ہے۔ اگر میرے سفیر نے سچ کہا ہے تو درحقیقت یہ پیڑ جنت کا درخت ہے۔ اس کا جواب حضرت عمرؓ نے یوں لکھا۔

منجانب بندۂ اللہ عمر امیر المومنین بنام قیصر بادشاہ روم!

آپ کے سفیر نے سچ کہا ہمارے پاس یہ وہ درخت ہے جسے اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش پر حضرت مریمؑ کے لیے پیدا کیا تھا۔ اس لیے اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کے سوائے حضرت عیسیٰؑ کو معبود نہ بناؤ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی مثال بالکل حضرت آدمؑ

کی مانند ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا۔ الخ

ابن سعد نے ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ والد بزرگوار حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے گورنروں کو حکم دیا کہ ہر ایک اپنے اپنے مال و دولت کی فہرست روانہ کرے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی ایک گورنر تھے ان کی جائداد کی فہرست آئی تو نصف مال و دولت تو ان کے پاس رہنے دیا اور نصف خود حاصل کر کے بیت المال میں جمع کرا دیا۔ . . . . اور شعبی کے حوالہ سے لکھا ہے حضرت عمرؓ کا دستور تھا کہ جب کسی کو گورنر مقرر کرتے تو اس کے موجودہ مال و دولت وغیرہ کی فہرست طلب کر لیا کرتے تھے۔

اُسوۂ فاروقی

ابن سعد نے ابو امامہ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک طویل عرصہ تک بیت المال سے کوئی چیز اور رقم نہیں لی تا آنکہ افلاس میں مبتلا ہو گئے پھر آپؓ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ میں امورِ خلافت انجام دینے کی وجہ سے اپنے اور اہل و عیال کے خورد نوش کا کیا انتظام کروں؟ اس پر حضرت علیؓ نے کہا صبح و شام کا کھانا آپ بیت المال سے لے لیا کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ خلیفۂ رسول اللہ نے اسے منظور کر لیا۔

اور ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے کہ والد بزرگوار عمر بن خطابؓ نے حج کرنے کے بعد فرمایا اے عبداللہ! ہماری سولہ اشرفیاں خرچ ہوئیں اور یہ خرچ زیادہ ہی ہوا۔

عبدالرزاق نے قتادہ و شعبہ کے حوالے سے لکھا کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میرا خاوند دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے۔ فرمایا تب تو تمہارا خاوند بڑا ہی قابل تعریف ہے۔ اس پر کعب بن سوار نے کہا یہ عورت شکایت کر رہی ہے کہ اس کا خاوند حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا۔ فرمایا اچھا اب ہم سمجھے۔ تم ہی اس کا فیصلہ کر دو۔ تو کعب نے کہا اے امیر المؤمنین اللہ نے مرد کے لیے ایک وقت میں چار عورتیں نکاح میں رکھنا حلال قرار دیا ہے۔ اس لیے چوتھائی دن اور چوتھائی رات ایک عورت کے لیے مخصوص ہونا چاہیے۔

نیز ابن جریج کی زبانی لکھا ہے کہ مجھے میرے ایک دوست نے اطلاع دی۔ یہ کہ حضرت عمرؓ نے گشت کرتے ہوئے ایک عورت کو چند شعر پڑھتے سنا۔ پوچھا تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اس نے کہا چند ماہ سے شوہر جنگ پر ہے اور اس کا شوق مجھے دامن گیر ہے فرمایا کیا تم نے برے کام کا ارادہ؟۔ اس نے جواب دیا۔ اللہ کی پناہ۔ تو فرمایا اپنے نفس پر قابو رکھو۔ قاصد کے جانے کی دیر ہے تمہارا شوہر تمہارے پاس آجائے گا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے پاس آئے اور فرمایا میں تم

سے ایک اہم مشورہ چاہتا ہوں، بتاؤ عورت اپنے مرد کے لیے کب تک مشتاق نہیں ہوتی۔ اس پر حضرت حفصہ رضؓ نے اپنا سر نیچا کر لیا اور شرمائیں، تو ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ حق کہنے سے نہیں شرماتا تب حضرت حفصہ رضؓ نے ہاتھ کے اشارے سے تین اور چار بتائے، چنانچہ فاروق اعظم رضؓ نے گورنروں کے نام حکم دیا کہ فوجیوں کو چار ماہ سے زیادہ مدت تک میدان جنگ میں نہ رکھا جائے۔ نیز جابر بن عبداللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت جابر رضؓ فاروق اعظم رضؓ کے پاس عورتوں کی شکایت لائے۔ اس پر آپ نے فرمایا، ہمارا بھی یہی حال ہے، جب ہم کسی ضرورت سے باہر جاتے ہیں تو ہماری بیوی کہتی ہیں کہ آپ فلاں قبیلے کی لڑکیوں کو دیکھنے گئے تھے۔ اس پر عبداللہ بن مسعود نے کہا امیر المومنین آپ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عؑ نے بی بی سارہ کی بد مزاجی کی اللہ سے شکایت کی تھی جس پر جواب ملا تھا کہ عورتیں تمہاری پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور وہ تمہارا لباس ہیں، جب تک ان میں دینی خرابی نہ دیکھو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو۔ عکرمہ بن خالد کی زبانی لکھا ہے کہ فاروق اعظم رضؓ کے صاحبزادے کنگھی کیے اور اچھے کپڑے پہنے حضرت عمر رضؓ کے سامنے آئے تو آپ نے انھیں درے سے اتنا مارا کہ وہ رونے لگے اس حضرت حفصہ نے پوچھا آپ نے اسے کیوں مارا۔ فرمایا اس کے نفس میں غرور پیدا ہو گیا تھا، اس لیے میں نے اس کے غرور کا سر نیچا کرنا پسند کیا۔

معمر نے لیس بن ابی سلیم کی زبانی لکھا ہے کہ فاروق اعظم رضؓ نے فرمایا کوئی آدمی اپنا نام حکم یا ابوالحکم نہ رکھے کیونکہ صاحب حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کسی سڑک کا نام سکہ بھی نہ رکھا جائے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں ضحاک کی زبانی حضرت ابوبکر رضؓ کا یہ ارشاد تحریر کیا ہے بخدا میری یہ خواہش ہے کہ کاش میں کسی سڑک کے کنارہ کا درخت ہوتا کوئی اونٹ چلتے ہوئے مجھے چبا ڈالتا اور پھر فضلہ بنا کر کسی جنگل میں ڈال دیتا لیکن میں انسان نہ ہوتا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کاش میں دنبہ ہوتا اور اچھی غذا و پرداخت کے ذریعہ مجھے اتنا فربہ کیا جاتا کہ لوگ شوق سے مجھے دیکھنے آتے۔ پھر ذبح کیا جاتا اور میرا تھوڑا سا گوشت بھونا جاتا اور تھوڑا سا خشک کر لیا جاتا اور مجھے کھا لیا جاتا لیکن میں انسان نہ ہوتا۔

ابن عساکر نے ابوالبختری کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضؓ ایک دن برسر منبر خطبہ دے رہے تھے اتنے میں امام حسین بن علی رضؓ آئے اور کہا میرے باپ کے منبر سے نیچے اتریئے فرمایا یہ منبر تمہارے ہی باپ کا ہے میرے باپ کا نہیں، مگر یہ تو کہو کہ تمھیں یہ چیز بتائی کس نے؟ اس پر حضرت علی رضؓ نے کہا بخدا میں انھیں کچھ نہیں بتایا اور امام حسین کی جانب متوجہ ہو کر کہا اے بے وفا تم سے یہ بات کس نے کہی تھی

اس پر فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا میرے بھتیجے کو نہ ڈانٹیے، انھوں نے سچ کہا یہ منبر انھیں کے باپ کا ہے (اس روایت کے اسناد صحیح ہیں)

خطیب نے روات میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن مسیب کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ اور عثمان غنی میں کسی مسئلے پر آویزش ہوگئی اور دیکھنے والوں کا کہنا ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھر یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی نہیں ملیں گے لیکن جب دونوں نے مجلس برخاست کی تو دونوں اتنے مسرور اور خوش تھے، گویا کوئی تنازعہ ہوا ہی نہیں[1]

ابن سعد نے امام حسن کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں حمد و ثناء کے بعد فرمایا تم میرے ساتھی ہو اور میں تمھارا ساتھی، اور میں اپنے دونوں دوستوں کے بعد تم پر خلیفہ بنایا گیا ہوں۔ موجودہ لوگ اپنے نفسوں کے ساتھ ہم سے ملے ہوئے ہیں اور جو لوگ دور ہیں انھیں اور تھیں ہم امین اور صاحبِ قوت تصور کر کے رعایا کے انتظامات کے لیے مامور کریں گے۔ اس لیے لوگو! اللہ سے ڈرو اور خیانت کو کام میں نہ لاؤ۔ جو اچھائی کرے گا ہم اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے اور جو برائی کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ دعا ہے کہ اللہ ہمارے اور تمھارے گناہوں کو معاف کرے.....

جبیر بن حویرث کی زبانی لکھا ہے کہ فاروق اعظمؓ نے دفاتر تقسیم آمدنی قائم کرنے کے لیے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے کہا آپ کے پاس جو کچھ جمع ہو وہ سالانہ تقسیم کر دیا کیجیے۔ آمدنی و خرچ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے کہا بہت زیادہ مال آتا ہے۔ مردم شماری اور لوگوں کے نام مع ولدیت و قومیت و علامات مخصوصہ اگر درج رجسٹر نہ ہوں تو یہ معلوم کرنا مشکل ہوگا کہ کسے دیا گیا اور کسے نہیں اور پھر شبہ کی گنجائش باقی رہ جائے گی۔

ولید بن ہشام بن مغیرہ نے کہا اے امیر المومنین! میں نے شامی بادشاہوں کو دیکھا ہے جنھوں نے رجسٹرات مرتب کیے ہیں اور فوجیوں کے نام و پتے مع تعداد درج ہیں اور ان کے پاس کافی فوجیں ہیں۔ یہ بات فاروق اعظمؓ کو پسند آئی چنانچہ حضرت عقیل بن ابوطالب، مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم کو طلب فرمایا جو قریش کے نسب ناموں سے بھی خوب واقف تھے اور ان تینوں سے فرمایا آپ لوگوں کے نام ان کی حیثیت کے موافق سلسلہ وار تحریر فرمائیں۔ چنانچہ انھوں نے سرفہرست بنو ہاشم کے پھر حضرت ابوبکرؓ اور ان کے خاندان کے نام لکھے پھر حضرت عمرؓ کے اور ان کی قوم کے نام تحریر کیے۔ یہ دیکھ کر فاروق اعظمؓ

---

[1] ہر دو حضرات میں مسلمانوں کی ایک مہم سے متعلق تنازعہ ہوا، بظاہر اتفاق رائے دشوار تھا لیکن انجام کار دونوں متفق الرائے ہوگئے اور پہلے کی طرح خندہ پیشانی سے ملے۔ یہ واقعہ ۲۲ھ کا ہے۔

نے فرمایا۔ سب سے پہلے رسول اکرمؐ کے رشتہ داروں کے نام لکھو۔ اس کے بعد دیگر قرابتداروں کے اسماگرامی اسی مناسبت سے تحریر کرو اور پھر آخر میں عمر بن خطابؓ کا نام اس حساب سے لکھو۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا ہے۔

ترتیب رجسٹرات سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے ماہ محرم ۲۰ھ میں رجسٹرات مرتب فرمانے کا حکم دیا اور اسی سال دفاتر بھی قائم ہوئے۔

حضرت امام حسنؓ کا بیان ہے حضرت عمر بن خطابؓ نے حذیفہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو ان کی تنخواہیں دیدو اور ان کے حق کا غلہ وغیرہ ان کے حوالہ کرو جس کے جواب میں حذیفہ نے معروضہ پیش کیا کہ حکم عالی کی تعمیل کی گئی تاہم کافی مقدار میں غلہ و مال وغیرہ باقی رہا ہے تو حضرت عمرؓ نے دوبارہ حکم دیا جتنا مال غنیمت موجود ہے وہ سب اللہ کا دیا ہوا ہے اور وہ عمرؓ یا اس کی اولاد کا نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کا حق ہے اس لیے تمام مال غنیمت تقسیم کر دیا جائے۔ ابن سعد نے جبیر بن مطعم کی زبانی لکھا ہے حضرت عمر بن خطابؓ کوہ عرفہ پر کھڑے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے اے خلیفہ اے خلیفہ! کہہ کے چیخنا شروع کیا۔ ایک اور آدمی نے یہ چیخنے کی آواز سنکر فرمایا، زمانۂ جاہلیت کی مانند یہ شخص پرندوں کو اڑانے کے لیے ان آوازوں میں چیخ رہا ہے۔ چنانچہ اس دوسرے آدمی نے چیخنے والے سے کہا تجھے کیا ہوگیا ہے تو نے اپنی خواہشات کے لیے اللہ کو چھوڑ دیا؛ دوسرے دن میں جبیر بن مطعم، حضرت عمرؓ کے پیچھے ہی کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں غیر معلوم پتھر حضرت عمرؓ کے سر میں لگا جس سے کچھ خراش سی آئی۔ جس سمت سے پتھر آیا میں نے ادھر کا ارادہ کیا تو سامنے پہاڑ پر سے انسانی آواز آئی۔ رب کعبہ کی قسم! یقین کرلو کہ اس سال کے بعد حضرت عمرؓ اس مقام پر کبھی بھی کھڑے نہ ہوسکیں گے۔ پھر میں نے غور کرکے دیکھا کہ یہ آواز دینے والا وہی شخص ہے جو گذشتہ کل چیخ رہا تھا۔ اس کی یہ بات مجھے بیحد شاق و بری معلوم ہوئی۔...... حضرت عائشہؓ صدیقہ کی زبانی لکھا ہے عمرؓ نے جب آخری حج کیا تو امہات المومنین بھی ساتھ تھیں۔ ہم لوگ جب عرفہ سے چل کر مقام محصب میں آئے تو میں نے خود ایک آدمی کی زبانی سنا جو اپنی سواری پہ بیٹھے ہوئے دوسرے شخص سے کہہ رہا ہے امیر المؤمنین عمرؓ کہاں ہیں؛ دوسرے نے جواب دیا امیر المؤمنین عمرؓ یہیں ہیں۔ چنانچہ ایسا محسوس ہوا کہ انھوں نے اپنے اونٹ بٹھائے اور حضرت عمرؓ کی شان میں مدحیہ نعتیں شروع کیں۔ پھر معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کب گئے اور کون تھے۔ غرضکہ ان کو نہ پا کر ہم نے باہم کہا یہ جنات تھے الحاصل اس سال ۲۳ھ میں حج سے واپسی کے بعد عمر بن خطابؓ کو خنجر سے زخمی کیا گیا اور انھوں نے شہادت پائی .... عبدالرحمن بن ابزی کا بیان ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا امور خلافت کی انجام دہی اہل بدر کو اور ان کے

بعد جنگ اُحد کے غازیوں کو انجام دینا چاہیئے تھی لیکن ان میں سے کوئی زندہ نہیں، ان کے بعد ان سے کمتر مرتبہ کے اشخاص کو امور خلافت کی انجام دہی لازمی تھی، اب رہے وہ لوگ جو فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور ان کی اولاد، جن پر اسلام کے احسانات ہیں ان کو خلافت کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

امام نخعی کا بیان ہے حضرت عمرؓ سے کسی نے کہا عبداللہ بن عمر بن خطابؓ کو آپ خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے، ارشاد فرمایا اللہ تجھے سمجھے، بخدا میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ ایسے شخص کو خلیفہ منتخب کر دوں جو اپنی بیوی کو اچھی طرح طلاق بھی نہ دے سکتا ہو۔

کعب کا بیان ہے ایک بنو اسرائیلی بادشاہ حضرت عمرؓ سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ جب ایک کا تذکرہ کیا جاتا تو دوسرا خود بخود فوراً یاد آ جاتا۔ اس بنو اسرائیلی بادشاہ کے زمانہ میں ایک نبی تھے جن کو اللہ نے وحی کی کہ تم اس بادشاہ سے کہہ دو کہ تمھارے انتقال میں صرف تین دن باقی ہیں اب تم کو جو کچھ وصیت کرنا ہو کر دو۔ چنانچہ تیسرے دن تخت سے نیچے اتر کر دیوار کے پاس بیٹھ کر اس نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کی اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے اجرائے احکام میں ہمیشہ انصاف کیا اور مختلف فیہ امور میں تیرے ہدایت یافتہ اشخاص کے افعال و اقوال کی پیروی کی اور میں نے یہ یہ اچھے کام کیے ہیں اے اللہ! میری عمر اتنی کردے کہ میرا لڑکا جوان ہو کر تربیت یافتہ ہو جائے۔

چنانچہ اللہ نے اپنے نبی کو وحی کی کہ اس بادشاہ نے ہم سے یہ یہ دعا کی ہے اور حقیقت بیان کی ہے اس لیے پندرہ سال ہم نے اس کی عمر میں اضافہ کر دیا ہے تاکہ اس کا لڑکا جوان و تربیت یافتہ ہو جائے۔ پھر جب حضرت عمرؓ کو خنجر گھونپا گیا تو کعب نے یہ قصہ بیان کر کے کہا اگر حضرت عمرؓ اسی طرح دعا کریں تو اللہ ان کی عمر میں بھی مزید اضافہ کر دے گا۔ غرضیکہ اس واقعہ کی جب حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا اے اللہ! مجھے عاجز اور غمزدہ کیے بغیر اپنے پاس طلب فرمالے۔

آپ کی وفات پر جنات اور پہاڑوں کا ماتم

سلیمان بن یسار کا بیان ہے حضرت عمرؓ کی وفات پر جنات نے گریہ و زاری کی....

اور حاکم نے مالک بن دینار کے حوالہ سے لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت پر پہاڑوں نے نوحہ و زاری کی۔

اپنے فرزند کو وصیت

ابن ابی الدنیا نے یحییٰ بن ابو راشد بصری کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ کو یہ وصیت کی کہ میرے کفن دفن میں فضول خرچی نہ کرنا۔ کیونکہ اگر میرے کچھ کام اللہ کو پسند آئے ہوں تو وہ ان کا اچھا بدلہ

دے گا وگرنہ تمہارا یہ کیا دھرا سب چھن جائے گا۔ اس لیے مجھ سے سب کچھ چھین لیے جانے کا کوئی کام نہ کرو۔ میری قبر بھی لمبی چوڑی نہ بنانا اگر میرے اعمال اللہ کو پسند آئے ہوں گے تو وہ میری قبر کو خود ہی حدِ نظر تک وسیع و فراخ کردے گا اور بصورتِ دیگر میری قبر اتنی تنگ ہو جائے گی کہ اس کی تنگی سے دب کر پسلیاں تک چکنا چور ہو جائیں گی ..... میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ رہے اور جو صفات مجھ میں نہیں ہیں وہ مجھ سے متعلق بیان نہ کی جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ میری ہر صنعت و کیفیت کو بخوبی جانتا ہے .... اور میرا جنازہ جلد تر روانہ کرنا۔ کیونکہ اگر میں اللہ کے نزدیک اچھا ہوں تو بارگاہِ الٰہی میں جلد پہنچا کر جلد تر اچھائیاں حاصل کرنے میں امداد کرنا اور اگر اللہ کے نزدیک بُرا ہوں تو اپنے کندھوں سے شر اور برائی کو جلد تر اتارنے کی کوشش کرنا۔

آپ کے متعلق بعض خواب

ابن عساکر نے عباس کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ایک سال میں نے یہ دعا کی اے اللہ! تو خواب میں حضرت عمرؓ کی مجھے زیارت کرا دے۔ چنانچہ اس دعا کے ایک سال بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عمرؓ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اے امیر المومنین! آپ کس حال میں ہیں؟ جواباً فرمایا حساب کتاب سے ابھی فرصت ہوئی ہے۔ اور اگر مجھے اللہ رؤف الرحیم سے ملنے کی توقع نہ ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ میری عزت و آبرو منہدم ہو جاتی..... نیز زید بن اسلم کی زبانی لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا، آپ کس حال میں ہیں؟ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا مجھے تم سے جُدا ہوئے کتنا عرصہ ہوا؟ میں نے عرض کیا تقریباً بارہ سال۔ فرمایا حساب و کتاب سے اب فرصت ملی ہے ..... ابن سعد نے سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطابؓ کی زبانی لکھا ہے میں نے ایک انصاری کو کہتے سنا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت عمرؓ کو بحالتِ خواب دیکھنے کی دعا کی جس کے دس سال بعد اس نے حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ اس انصاری نے کہا اے امیر المومنین! آپ کس حال میں ہیں؟ فرمایا حساب و کتاب سے ابھی فرصت ملی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اگر رحمت شاملِ حال نہ ہوتی تو برباد ہو گیا ہوتا....
حاکم نے شعبی کی زبانی لکھا ہے کہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل نے حضرت عمرؓ کی شہادت پر مرثیہ لکھا جس میں آپ کے محاسن وغیرہ بیان کیے۔

عہدِ فاروقی میں رحلت کرنیوالے صحابہؓ

حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں حسب ذیل مشہور صحابہؓ نے وفات پائی:-

عتبہ بن غزوان، علاء بن حضرمی، قیس بن سکین، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد بزرگوار حضرت ابوقحافہ، سعد بن عبادہ، سہیل بن عمرو، ابن ام مکتوم (اندھے مؤذن) عیاش بن ابو ربیعہ، عبدالرحمن برادر زبیر بن عوام قیس بن ابو صعصعہ (جو قرآن کریم جمع کرنے والوں میں تھے) نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور ان کے بھائی سفیان، ام المؤمنین حضرت ماریہؓ (جو حضرت ابراہیم کی والدہ تھیں) ابوعبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل، یزید بن ابوسفیان، شرحبیل بن حسنہ، فضل بن عباس، ابوجندل بن سہیل، ابومالک اشعری، صفوان بن معطل، ابی بن کعب، حضرت بلالؓ (مؤذن خاص) اُسید بن حضیر، براء بن مالک (برادر انسؓ) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش، عیاض بن غنم، ابو ہیثم بن تیہان، خالد بن ولید، جارود (سردار قبیلہ بنو قیس) نعمان بن مقرن، قتادہ بن نعمان، اقرع بن حابس، ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ، عویم بن ساعدہ، غیلان ثقفی، ابو محجن ثقفی اور دیگر اعلام و مشہور صحابہؓ نے عہد فاروقی میں اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔

حضرت عثمان غنیؓ

خاندان آپ کا سلسلۂ نسب درج ذیل ہے۔ عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن اُمیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرۃ بن کعب بن لُوئیؓ بن غالب قرشی اموی آپؓ کی کنیت ابوعمر تھی بعض کے نزدیک ابو عبداللہ اور بعض نے ابولیلی لکھی ہے۔

ولادت عام فیل کے چھٹے سال مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اسلامی تبلیغ کے آغاز ہی میں دولت اسلام سے مالا مال ہوئے، آپ کو بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دعوت اسلامی دی تھی، آپ نے دو مرتبہ ہجرت کی پہلے حبشہ اور پھر مدینہ۔

نکاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے آپ کا نکاح کیا۔ یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے۔ حضرت رقیہؓ نے بہ زمانہ جنگ بدر انتقال فرمایا۔ آپ کی تیمارداری کے سبب سے حضرت عثمان بن عفان رضہ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ رسول اکرمؐ نے حضرت رقیہ کی تیمارداری کرتے رہنے کا آپ کو حکم صادر فرمایا تھا اور جنگ بدر میں شرکت سے باز رکھا تھا، جنگ بدر کی فتح کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو مال غنیمت میں سے مقررہ حصہ دیا تھا اور شرکاء بدر کی مانند اجر بھی دیا تھا اس لئے آپ کا شمار اہل بدر میں ہوتا ہے۔ جس روز جنگ بدر کی فتح کی خوشخبری قاصد مدینہ طیبہ لایا۔ یہ وہ دن تھا کہ حضرت رقیہؓ کو سپرد خاک کیا جا رہا تھا حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد ان کی دوسری بہن حضرت ام کلثوم کی شادی بھی حضرت عثمانؓ سے رسول اللہؐ نے فرمائی۔ جن کا انتقال بھی مدینہ طیبہ میں ۹ھ کو ہوا

خصوصیات علماء کا بیان ہے کسی شخص کا نکاح کسی نبی کی دو بیٹیوں کے ساتھ نہیں ہوا۔ البتہ حضرت عثمانؓ ہی وہ شخصیت ہیں جن کی شادی رسول اکرمؐ کی دو صاحبزادیوں کے

ساتھ ہوئی، اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں، آپ ان لوگوں میں ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے۔ سب سے پہلے ہجرت کی اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں، نیز آپ ان چھ لوگوں میں سے ہیں جن سے رسول اکرمؐ آپنی رحلت تک راضی رہے۔ آپ ان حضرات میں سے ہیں جنھوں نے قرآن کریم جمع کیا، ابن عباد کا بیان ہے خلفاء کے منجملہ حضرت عثمانؓ اور مامون نے قرآن کریم جمع کیا ہے [1] ابن سعد کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ جب غزوۂ ذات الرقاع (رقاع ایک موضع کا نام ہے) اور غزوۂ غطفان میں تشریف لے گئے تو آپ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرما گئے تھے۔

آپ سے روایت کردہ احادیث

آپ نے رسالتمآبؐ کی (۱۴۶) احادیث بیان کی ہیں اور آپ کی زبانی حسبِ ذیل اشخاص نے روایتیں بیان کی ہیں۔

زید بن خالد جہنی، ابن زبیر، سائب بن یزید، انس بن مالک، زید بن ثابت، سلمہ بن اکوع ابو امامہ باہلی، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن مغفل، ابو قتادہ، ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ و تابعین حضرات نے بھی حضرت عثمان کے ذریعہ احادیث بیان کی ہیں۔ ابن سعد نے عبدالرحمن بن حاطب کی زبانی لکھا ہے حضرت عثمانؓ ہی وہ صحابی ہیں جو حدیث کو مکمل اور اچھی طرح بیان کرتے تھے اور روایت کرنے میں اتنی احتیاط کرتے تھے کہ حدیث شریف کا کوئی لفظ بدلنے نہ پائے، آپ ہر حدیث من وعن بیان فرمایا کرتے تھے۔ محمد بن سیرین کا بیان ہے افعال و ارکان حج سے حضرت عثمانؓ کو مکمل واقفیت تھی اور آپ کے بعد ابن عمرؓ مناسک حج سب سے زیادہ جانتے تھے۔

ذوالنورین کی وجہ تسمیہ

بیہقی نے اپنی سنن میں بحوالہ عبداللہ بیان کیا ہے مجھ سے میرے ماموں حسین جعفی نے کہا حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہنے کی وجہ تسمیہ جانتے ہو، میں نے کہا جی نہیں تو کہا آدمؑ سے لے کر روز محشر تک کسی نبی کی دو لڑکیاں کسی ایک شخص کے عقد میں نہیں آئیں البتہ عثمانؓ وہ شخصیت ہیں جنکو رسول اکرمؐ نے اپنی دو صاحبزادیاں بیاہی تھیں اسی لیے آپؓ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ ابو نعیم نے حسن کی زبانی لکھا ہے، حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین اس

---

[1] جمع کرنے کا مطلب حفاظ کے سینوں اور منتشر اشیاء پر سے جمع کرنا نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق اپنے عہد خلافت میں اسی طرح قرآن کریم کو کتابی صورت دے چکے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ نے اسے پھر جمع کیا اور خود اس کے نسخے بھی لکھے۔

لئے کہتے ہیں کہ صرف آپ سے رسول اکرمؐ کی دو صاحبزادیوں کا نکاح ہوا۔

فضیلت کی شہادتیں

خیثمہ نے اپنی کتاب میں فضائل صحابہ میں اور ابن عساکر نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ وہ شخصیت ہیں جن کو آسمانی فرشتے بھی ذوالنورین کہتے ہیں جو رسولِ اکرمؐ کے ایسے داماد تھے جن کے عقد میں سرور عالم کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ مالینی نے سہل بن سعد کی زبانی لکھا ہے حضرت عثمانؓ جنت میں ایک محل میں سے دوسرے محل میں جائیں گے اس وقت دو مرتبہ نورانی تجلیاں ہوں گی، اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

کنیت

عہد جاہلیت میں آپ کی کنیت ابو عمر تھی، لیکن اسلام لانے کے بعد حضرت رقیہؓ کے بطن سے جب آپ کے صاحبزادے عبداللہ کی ولادت ہوئی تو آپ کی کنیت ابوعبداللہ رکھی گئی۔

شرافت نسبی

حضرت عثمانؓ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی اروی بنتِ کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدالشمس تھا اور آپ کی نانی کا نام اُم حکیم البیضاُ بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھا۔ جو رسول اکرمؐ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی جڑواں بہن تھیں یعنی حضرت عثمانؓ کی والدہ اروی دراصل رسول اللہؐ کی پھوپی زاد بہن کی بیٹی تھیں۔

اسلام آوری میں سبقت

ابن اسحاق کا بیان ہے حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت علیؓ، اور زید بن حارثہ کی اسلام آوری کے فوراً بعد ہی حضرت عثمانؓ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے اس لئے آپ سابقین الاولین ہیں

حلیہ

ابن عساکر نے کئی ذرائع سے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا قد درمیانہ، رنگ سرخ و سفید چہرہ پر چیچک کے داغ، گھنی ڈاڑھی، اور چوڑی ہڈی کے تھے۔ شانے چوڑے، پنڈلیاں بھری ہوئی ہاتھ لمبے تھے جن پر بال بھی تھے سر کے بال گھنے ہوئے اور کنپٹی کے بال کانوں تک تھے، دانت چمکدار و خوبصورت تھے جنہیں سونے سے باندھ دیا تھا اور زرد خضاب کرتے تھے۔

ابن عساکر نے عبداللہ کی زبانی لکھا ہے میں نے کسی مرد و زن کو حضرت عثمانؓ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ اور موسیٰ بن طلحہ کی زبانی لکھا ہے حضرت عثمانؓ بڑے خوبصورت تھے اسامہ بن زید کا بیان ہے رسول اکرمؐ نے مجھے گوشت کے سالن کا ایک بڑا پیالہ دے کر حضرت عثمانؓ کے پاس بھیجا میں جب گھر میں پہونچا تو حضرت رقیہ تشریف فرما تھیں میں کبھی ان کو دیکھتا اور کبھی حضرت عثمان کو جب واپس ہوا تو سرور عالم نے دریافت فرمایا۔ اسامہ تم اندر گئے تھے میں نے عرض کیا جی ہاں، ارشاد عالی ہوا،

کیا تم نے کبھی ان میاں بیوی سے زیادہ خوبصورت جوڑا دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کبھی نہیں ابن سعد نے محمد بن ابراہیم کی زبانی لکھا ہے حضرت عثمانؓ کے اسلام لانے کے بعد ان کے چچا حکم بن ابو العاص پکڑ کر لے گئے اور ایک کمرہ میں بند کر دیا اور کہا کہ تم نے ابائی مذہب سے روگردانی کر کے ایک نیا مذہب اختیار کر لیا۔ جب تک تم نیا مذہب ترک نہ کردو گے میں تمہیں گرفتار رکھوں گا۔ جس پر حضرت عثمان نے فرمایا بخدا میں مذہب اسلام کبھی نہیں چھوڑوں گا اور اس دولت سے بھی دستبردار نہیں ہونگا۔ غرضکہ حکم بن عاص نے جب آپ کو اسلام پر مستحکم و مستقل دیکھا تو آپ کو قید و بند سے آزاد کر دیا۔ ابویعلی نے انس کی زبانی لکھا ہے مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت عثمانؓ نے مع اہل وعیال حبشہ ہجرت کی تو سرور کائناتؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی کے ساتھ رہے۔ اور حضرت لوطؑ کے بعد حضرت عثمانؓ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے فی سبیل اللہ مع اہل وعیال ہجرت کی ہے۔

ابن عدی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی لکھا ہے رسول اکرمؐ نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح کر کے اُم کلثومؓ سے فرمایا تمہارے دولہا، تمہارے دادا حضرت ابراہیمؑ اور تمہارے والد محمد مصطفٰے سے صورت میں بہت مشابہ ہیں۔ ابن عدی و ابن عساکر نے ابن عمر کی زبانی لکھا ہے رسول اللہ نے فرمایا ہم اور عثمانؓ اپنے والد حضرت ابراہیمؑ سے بہت مشابہ ہیں

حضرت عثمان کی فضیلت

احادیث شیخان نے حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے حضرت عثمانؓ کی آمد پر رسول اللہؐ نے اپنے کپڑے ٹھیک کر کے فرمایا میں اس شخص سے شرم کیوں نہ کروں جس سے فرشتے شرم کرتے ہیں۔

امام بخاری نے ابوعبدالرحمٰن سلمٰی کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے محصور ہونے کے بعد حصار کرنے والوں سے فرمایا۔ اللہ کی قسم دلا کر تم سب سے اور خصوصاً صحابہ رسالتمآبؐ سے پوچھتا ہوں تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو کوئی لشکر عسرہ[1] کا سامان فراہم کرے وہ شخص چاہِ رومہ خرید دے گا وہ جنتی ہے۔ چنانچہ میں نے مدینہ منورہ کے اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا جس کا مالک ایک یہودی تھا

---

[1] عسرہ کے معنی تنگی وترشی، اس لشکر کا نام جیش عسرہ اس لئے رکھا گیا کہ اس وقت مسلمان بڑی تنگ حالت میں تھے ان کے پاس سامان جہاد بالکل نہ تھا۔ افلاس و پریشانی کی حالت میں مسلمانوں کو سامانِ جنگ فراہم کرنے والے کیلئے رسالتمآب نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔

اور آپ کی ہر بات کی صحابہ نے تصدیق کی ترمذی نے عبدالرحمان بن خباب کی زبانی لکھا ہے رسول اکرمؐ لشکر عسرہ کی تیاری فرما رہے تھے میں بھی اس وقت حاضر تھا کہ حضرت عثمانؓ نے کہا یا رسول اللہؐ سو اونٹ مع پالان و تمام ساز و سامان کے میں پیش کروں گا۔ اس پر سرور عالمؐ نے دوسرے صحابہ کو سامان لشکر فراہم کرنے کی جانب متوجہ فرمایا تو حضرت عثمانؓ نے کہا یا رسول اللہؐ دو سو اونٹ مع تمام ساز و سامان کے فی سبیل اللہ میں پیش کرونگا اس پر سرور عالمؐ نے دوسرے صحابہ کو فراہمی سامان لشکر کے لئے توجہ دلائی تو حضرت عثمانؓ نے پھر عرض کیا یا رسول اللہؐ تین سو اونٹ مع تمام ساز و سامان کے فی سبیل اللہ میں پیش کرونگا۔ یہ سن کر سرورِ عالمؐ منبر سے نیچے اترے اور فرمایا اب عثمانؓ کے جرم و گناہ ان کو تکلیف نہ دیں گے۔ ترمذی و حاکم نے لکھا ہے رسولِ اکرمؐ جب لشکر عسرہ تیار فرما چکے تو حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اشرفیاں پیش گاہ سرور عالمؐ میں نذرانہ دیں سرور عالم ان اشرفیوں کو الٹتے پلٹتے رہے۔ اور دو مرتبہ فرمایا آج کے بعد سے عثمانؓ کا کوئی جرم و گناہ انہیں تکلیف نہیں دے گا[1]

ترمذی نے انسؓ کی زبانی لکھا ہے بیعت رضوان کے وقت حضرت عثمانؓ بحیثیت سفیر مکہ گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ صحابہ نے رسول اللہؐ سے بیعت رضوان کی اور رسول اللہؐ نے فرمایا چونکہ اللہ اور اس کے رسول کے کام کے لئے عثمانؓ گئے ہوئے ہیں اس لئے میں خود ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔ یہ فرما کر آپؐ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا۔ اس روایت سے آپ تمام بخوبی معلوم کرلیں گے کہ آپ تمام لوگوں کے ہاتھوں اور جانوں سے حضرت عثمانؓ کا دستِ مبارک کتنا زیادہ افضل و برتر ہے۔ ترمذی نے ابن عمرؓ کے حوالے سے لکھا ہے رسول اکرمؐ نے آئندہ کے فتنہ و فساد کی خبر دی اور حضرت عثمانؓ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ مظلوم عثمان بھی فتنہ و فساد میں شہید کیے جائیں گے۔ ترمذی حاکم اور ابن ماجہ نے بحوالہ مُرّہ بن کعب لکھا ہے میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے خود سنا ہے عنقریب ایک فتنہ رونما ہوگا جس پر ایک شخص اپنے کپڑوں میں لپٹا لپٹایا بارگاہ نبوی میں آیا تو ارشاد ہوا یہ شخص اس فتنہ کے زمانہ میں بھی راہ ہدایت پر گامزن رہے گا۔ میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ چنانچہ میں نے حضرت عثمانؓ کے چہرہ کو رسول اللہ کی جانب کر کے پوچھا کیا یہی عثمان بن عفانؓ راہ ہدایت پر ہوں گے، ارشاد عالی ہوا ہاں یہی۔ اس سے میرا مقصد اپنا قلبی اطمینان نیز تعین تھا تاکہ بعد میں کسی کو شک و شبہ نہ رہے۔ اس سے بھی حضرت عثمانؓ کی فضیلت و برتری واضح رہے۔ ترمذی و حاکم نے بحوالہ حضرت عائشہؓ لکھا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا

[1] ما عمل کے معنے نفل نہیں بلکہ اس سے علامہ جلال الدین سیوطی کا مطلب "جرم و گناہ" ہے تفصیل کے لئے " دیکھئے مجمع البحار)

اے عثمانؓ ! اللہ تعالٰے تم کو قمیص (خلافت) عنایت کرے گا منافق تم سے وہ چھیننا چاہیں گے لیکن تم اسے منافقین کے حوالہ نہ کرنا یہاں تک کہ تم ہم سے آملو گے۔ ترمذی نے لکھا ہے حضرت عثمانؓ نے اپنے گھر میں محصور رہتے ہوئے فرمایا رسول اکرمؐ نے مجھ سے ایک قول و قرار لیا ہے اور میں اس معاہدہ پر ثابت قدم ہوں قتل کے خوف سے خلافت کو ترک نہیں کروں گا نیز اپنی وجہ سے مسلمانوں میں جنگ کے شعلے نہیں بھڑکنے دوں گا۔ حاکم نے ابوہریرہؓ کی زبانی لکھا ہے۔ رسول اللہؐ سے حضرت عثمانؓ نے دو مرتبہ جنت مول لی ہے ایک مرتبہ بئر رومہ خرید کر اور دوسری مرتبہ لشکر عسرہ میں ساز و سامان جنگ دے کر۔ ابن عساکر نے ابوہریرہ کی زبانی لکھا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا میرے صحابہ میں سے عثمانؓ بلحاظ اخلاق مجھ سے بہت مشابہ ہیں طبرانی نے عصمۃ بن مالک کی زبانی لکھا ہے حضرت ام کلثومؓ کے انتقال کے بعد رسول اللہؐ نے صحابہ سے فرمایا تم لوگ ان کی کہیں شادی کر دو۔ بخدا اگر میری اور کوئی بیٹی ہوتی تو اسے بھی ان کے عقد میں دے دیتا۔ حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ دونوں کی شادی میں نے ان کے ساتھ بر بنائے وحی الٰہی کی تھی۔ ابن عساکر نے حضرت علی کی زبانی لکھا ہے میں نے خود رسول اکرم کو فرماتے سنا ہے اے عثمان ! اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے سب کا عقد تم سے کر دیتا۔ ابن عساکر نے زید بن ثابت کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ کو فرماتے میں نے خود سنا ہے ایک مرتبہ عثمانؓ ہمارے پاس سے گذرے اس وقت ہمارے پاس ایک فرشتہ بیٹھا ہوا تھا اس فرشتہ نے کہا یہ وہ شہید ہیں جنہیں ان کی قوم قتل کرے گی اور ہم سب فرشتے ان سے شرم کرتے ہیں ۔
ابویعلی نے ابن عمر کی زبانی لکھا ہے رسول اکرم نے فرمایا فرشتے جس طرح اللہ اور اس کے رسول کی عزت و عظمت کرتے ہیں اسی طرح عثمانؓ کا ادب کرتے ہیں۔ ابن عساکر نے امام حسن کی زبانی لکھا ہے کسی نے آپ سے حضرت عثمان کی شرم و حیا کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا حضرت عثمان جب غسل کرنا چاہتے ہیں تو گھر کے دروازے تک بند کر کے کپڑے اتارنے میں شرماتے ہیں اور کپڑے اتارتے وقت بند گھر کے بند کمرہ میں شرم کے مارے پیٹھ تک سیدھی نہیں کرتے ۔

خلافت عثمان غنیؓ

آپؓ سے بیعت

حضرت عمرؓ کی شہادت کے تیسرے دن آپ سے بیعت کی گئی ابن عساکر نے بحوالہ مسور بن مخرمہ لکھا ہے حالات یہ تھے کہ عبدالرحمان بن عوف سے لوگ مشورے اور سرگوشیاں کر رہے تھے اور ہر صاحب الرائے شخص تخلیہ میں عبدالرحمن بن عوف سے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنانے پر مصر تھا۔ غرضکہ عبدالرحمان بن عوف نے حمد و ثنا کے بعد کہا تمام لوگ حضرت عثمانؓ

کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا چاہتے ہیں، اور کوئی فرد بھی ان کے سوائے کسی دوسرے کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے حمد و ثنا کے بعد کہا اے علیؓ لوگوں کا متفقہ فیصلہ حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنانے کا ہے اس لئے آپ اپنے لئے کوئی اقدام نہ فرمائیں، اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا ہاتھ تھام کر کہا، اللہ کی سنت، رسول اکرمؐ کی سنت اور آپ سے پہلے والے دو خلفاء کی سنت کے موافق اے عثمانؓ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ عبدالرحمن بن عوف کی بیعت کرنے کے بعد تمام مہاجرین و انصار نے دست عثمانؓ پر بیعت کی۔ ابن سعد نے انس کی زبانی لکھا ہے حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے ایک گھنٹہ پہلے ابوطلحہ انصاری کو بلا کر فرمایا تم پچاس انصاری لے کر اس مکان کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ جس میں ارکان شورائے مشورہ کے لئے جمع ہونے والے ہیں اور تین دن تک تم مجلس شوریٰ کے دروازے پر کھڑے رہنا جب تک ارکان مشورہ کسی کو خلیفہ منتخب نہ کر لیں اس وقت تک تم کسی کو مجلس سے باہر نہ نکلنے دینا۔ مسند احمد میں ابو وائل کے حوالہ سے ہے میں نے عبدالرحمن بن عوف سے پوچھا آپ نے حضرت عثمانؓ سے کیوں بیعت کی؟ اور حضرت علیؓ سے کیوں نہیں کی؟ جواب دیا اس میں میرا کوئی جرم نہیں واقعہ یہ ہے کہ میں نے پہلے پہل حضرت علیؓ سے کہا قرآن کریم، سنت رسول اللہؐ اور سیرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں تو حضرت علیؓ نے فرمایا مجھ میں اتنی سکت نہیں اس کے بعد حضرت عثمان سے بھی میں نے مندرجہ بالا الفاظ دھرائے تو انہوں نے فرمایا مناسب ہے چنانچہ میں نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عبدالرحمان بن عوف نے تخلیہ میں حضرت عثمان سے کہا اگر آپ کی بیعت نہ کی جائے تو آپ کس کی بیعت کا مشورہ دیتے ہیں جواب دیا حضرت علیؓ کی، اور حضرت علیؓ سے جب میں نے کہا کہ اگر آپ کی بیعت نہ کی جائے تو آپ کس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے جواباً کہا حضرت عثمانؓ کا اس کے بعد حضرت زبیر کو بلا کر پوچھا اگر آپ سے بیعت نہ کی جائے تو آپ کے خیال میں بیعت کے لئے کون موزوں ہے؟ جواب دیا علیؓ یا عثمانؓ پھر سعد سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں اور آپ تو خلافت کرنا نہیں چاہتے ہیں لیکن میری رائے حضرت عثمانؓ کے حق میں ہے اس کے بعد دیگر خاص صاحبان رائے سے پوچھا گیا تو عام اکثریت نے متفقہ طور پر حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنانے کی خواہش کی۔

نکسیر کا سال

ابن سعد و حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ سے بیعت کرنے کے بعد عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا ہمارا موجودہ امیر دیگر تمام لوگوں سے زیادہ بہتر و برتر ہے۔

اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی پیروی و تعمیل احکام میں انشاء اللہ ہم کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے سال اول یعنی ۲۴ھ میں مملکت رے معہ تمام متعلقہ شہروں و دیہات کے

دوبارہ اسلامی قبضہ میں آئے چونکہ اس سال لوگوں کو ناک کی راہ خون آنے لگا تھا اس لیے ۲۴ھ کو نکسیر کا سال کہتے ہیں، اس سال حضرت عثمانؓ کو اتنی سخت نکسیر ہوئی کہ آپ حج کے لئے نہ جا سکے۔ اور وقت قریب جان کر دوسروں کی مانند وصیتیں کیں، اسی سال مملکت روما کے اکثر شہر اور قلعے فتح ہوئے۔ اور اسی سال آپ نے مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر کے سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔

سعد کی کارستانی

۲۵ھ میں حضرت عثمانؓ نے سعد کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابو لعیط کو کوفہ کا گورنر بنایا، یہ صحابی ہونے کے علاوہ آپ کے ننھیالی بھائی بھی تھے لوگوں نے آپ پر یہ پہلا الزام عائد کیا کہ آپ اپنے رشتہ داروں کو گورنر بنا رہے ہیں کہا جاتا ہے کہ ولید نے ایک دن شراب کے نشہ کی حالت میں فجر کی چار رکعتیں پڑھائیں اور نماز پڑھانے کے بعد مقتدیوں سے کہا کہو تو اور پڑھا دوں۔

مسجد حرام کی توسیع

۲۶ھ میں حضرت عثمانؓ نے کچھ مکانات خرید کر آراضی مسجد حرام میں شامل کیے اور اس طرح مسجد حرام کی توسیع کی۔ اسی سال عجم کا مشہور قلعہ سابور فتح کیا۔

قبرس اور افریقہ پر حملے

۲۷ھ میں امیر معاویہؓ نے بحری فوج کے ذریعہ قبرس پر حملہ کیا، ان کے ساتھ عبادہ بن صامت اور ان کی بیوی ام حرام بنت ملحان بھی تھیں یہ انصاری خاتون اپنے گھوڑے سے گر کر اللہ کو پیاری ہوئیں، اس واقعہ سے بہت پہلے رسول اللہ نے فرمایا تھا "قبرس پر حملہ آور لشکر میں عبادہ کی بیوی بھی ہوں گی اور قبرس ہی میں مدفون ہوں گی" ۲۷ھ میں ہی بعہد خلافت عثمانی ایشیا کے مشہور شہر ارجان اور دراآجرد فتح ہوئے اسی سال آپؓ نے عمرو بن عاص کو مصر سے معزول کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو ان کی جگہ گورنر مقرر فرمایا۔ افریقہ میں زبردست جنگ ہوئی اور اس کے تمام خشک و تر مقامات پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور نتیجتہً ہر آدمی کو دس ہزار اور بعض کے نزدیک تیرہ تیرہ ہزار اشرفیاں مال غنیمت میں سے تقسیم کی گئیں، افریقہ کی اس فتح کے بعد اسی سال اندلس (اسپین) فتح ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہ ہمیشہ حضرت عمرؓ سے بہ عاجزی التماس کرتے رہے کہ بحری راستہ سے قبرس پر حملہ کیا جائے چنانچہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاص کے نام فرمان جاری کیا، بحری کوائف اور جہاز کے راستوں کے حالات وغیرہ کی اطلاع دو' چنانچہ عمرو بن عاص نے معروضہ پیش کیا کہ جہاز ایک بہت بڑی مخلوق ہے جس

پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے جہاز کے ٹھہر جانے پر سواروں کے پھٹنے لگتے ہیں اور اس کی رفتار پر عقل و ادراک تک خوف زدہ ہو جاتی ہے خوبیاں کم اور خرابیاں زیادہ ہیں جہازیوں کی حالت کیڑے مکوڑوں کی طرح ہے۔ اگر جہاز ٹیڑھا ہو جائے تو سوار ڈوب جاتے ہیں۔ بصورت دیگر لرزاں و ترساں ساحل آب تک پہونچ جاتے ہیں" عمرو بن عاص کے اس معروضہ کو پڑھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسی سواری پر بخدا مسلمانوں کو سوار کر کے انہیں مصائب میں کبھی مبتلا نہیں کروں گا ابن جریر کا بیان ہے کہ امیر معاویہ نے بعہد عثمانی بحری راستہ سے قبرص پر حملہ کیا اور جزیہ لینے کی شرط پر ان سے صلح کر لی۔

مسجد نبوی کی توسیع

۲۹ھ میں اصطخر اور فسار وغیرہ فتح ہوئے اور اسی سال آپؓ نے مسجد نبوی میں توسیع کی۔ تراشیدہ پتھروں سے اس کی تعمیر کی اس کے ستون بھی پتھر کے بنوائے اور چھت میں ساگوان لگوایا مسجد کا طول ایک سو ساٹھ ہاتھ اور عرض ایک سو پچاس ہاتھ رکھا۔

دیگر فتوحات

۳۰ھ میں جور، خراساں کے اکثر شہر، نیشاپور، طوس، سرخس، مرو اور بیہق فتح ہوئے ان وسیع شہروں کی فتوحات کے بعد دولت و مال غنیمت کے انبار لگ گئے تو حضرت عثمانؓ نے خزانہ بنوایا اور تمام لوگوں کو وظیفہ و یومیہ تقسیم کیا دولت کی فراوانی کا یہ عالم ہوا کہ ہر شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے دہمانیاں دیں اور ہر بدرے میں چار ہزار اوقیہ آتے تھے [۱] یہ حالات ۳۱ھ کے ہیں جنہیں تفصیل سے ہم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے

شہادت

۳۵ھ میں خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کیا گیا۔

خلافت عثمانی میں خلفشار کے اسباب

زہری کا بیان ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے بارہ سال خلافت کی شروع کے چھ سال تک کسی شخص یا قریش کو آپؓ سے شکایت نہ ہوئی بلکہ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ سب آپ کے ثنا خواں رہے کیونکہ حضرت عمرؓ سخت مزاج تھے اور حضرت عثمانؓ تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی قریش پر مہربان تھا

---

[۱] اوقیہ چالیس درہم کا پیمانہ ہے۔ حساب لگانے سے معلوم ہوا کہ ہر ایک ہمیانی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ ہوئے اور ایک لاکھ بدرے و ہمیانی کی رقم سولہ ارب ہوتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ نے مجاہدوں کو بے حساب دولت دی اور آئندہ بھی دینے کا وعدہ کیا ہے

کرنے لگے، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور سزا دینے میں تاخیر سے کام لیا لیکن چھ سال بعد اپنے رشتہ داروں کو گورنر بنایا اور اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک کئے پھر عوام کے لئے پہلے کی طرح نرم نہ رہے، آخری چھ سال کی حالت یہ رہی کہ افریقہ کے گورنر مروان کی مملکت کا خمس معاف کر دیا اپنے رشتہ داروں کو بیت المال کی دولت سے نہال کر دیا اور بیت المال کی دولت اپنے رشتہ داروں کو تقسیم کرنے کا آپ نے جواز دیتے ہوئے یہ تاویل کی کہ اللہ نے رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیا ہے اگرچہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے اسے استعمال نہیں کیا اگرچہ بحکم الٰہی ان کے لئے بھی جائز تھا لیکن میں بیت المال کی دولت اپنے رشتہ داروں کو اللہ کے حکم کے موافق دے رہا ہوں ۔ ان امور کو عوام نے ناپسند کیا ۔ اور خلفشار کے یہی اسباب ابن سعد نے بھی بیان کیے ہیں ابن عساکر نے زہری کے حوالہ سے لکھا ہے میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سبب، ان کی اور اس زمانہ کے لوگوں کی کیفیت اور صحابہؓ کا سلوک بیان کرو۔ اس پر ابن مسیب نے جواباً کہا حضرت عثمانؓ بغیر کسی سبب کے مظلومانہ طور پر شہید کیے گئے اور آپ کے قاتل ظالم و ستمگر تھے صحابہؓ نے مجبور و معذور ہو کر آپکا ساتھ چھوڑا۔ میں نے کہا یہ سبب کیوں ہوا تفصیل سے بیان کیجئے تو ابن مسیب نے کہا حضرت عثمانؓ کا خلیفہ ہو جانا بعض صحابہؓ کو ناپسند تھا کیونکہ آپ اپنے رشتہ داروں سے محبت کرتے تھے آپ نے بارہ سال خلافت کی خلافت کے پہلے چھ سال میں آپ نے کسی اموی کو حاکم نہیں بنایا بلکہ صحابہ ہی حاکم رہے ۔ اس پر خلافت عثمانی کے چند غیر مقتدر حاکموں کو یہ ناگوار ہوا کہ ہمیشہ صحابہ رسول اللہ ہی حاکم رہیں ۔ صحابہؓ کے تقرر میں آپ ہمیشہ تمام لوگوں سے اجازت لے لیا کرتے تھے اور صحابہ کی دلجوئی کا ہر لمحہ خیال رکھتے تھے اور کسی صحابی کو کسی مقام کی گورنری سے علیحدہ نہیں کیا، لیکن خلافت کے آخری چھ سال کی حالت یہ رہی کہ اپنے چچازاد بھائیوں کو صحابہؓ پر ترجیح دے کر گورنر بنایا ۔ اور بر وقت تقرر ان کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی تلقین بھی کی۔ عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر بنایا۔ یہ وہاں دو ہی سال گورنر رہے تھے کہ مصریوں نے شکایتیں پیش کیں اور ان کے مظالم کی بارگاہِ خلافت سے داد رسی کی خواہش کی، عبداللہ ابن مسعود، ابوذر غفاری اور عمار بن یاسرؓ وغیرہ کو قبل ازیں حضرت عثمانؓ سے اس لئے کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی کہ آپ فریاد رسی نہیں کر رہے تھے ۔ بنو ہذیل اور بنو زہرہ کے قبیلے ابن مسعود کے بنو غفار اور ان کے حلیف قبائل ابو ذرؓ کے اور بنی مخزوم حضرت عمار بن یاسر کے ہم خیال تھے ، اور حضرت عثمانؓ سے بدظن ہو گئے تھے ۔ مصریوں نے بارگاہِ خلافت میں آ کر ابن ابی سرح کے مظالم کی شکایتیں کیں جس پر آپؓ نے ابن ابی سرح کو تہدید نامہ لکھا لیکن اس نے تہدید نامہ کی تعمیل نہ کی بلکہ اپنی روش پر قائم رہا ۔ اور جو مصری کہ حضرت عثمانؓ کے پاس شکایت لے گئے تھے ان صحابہؓ کو قتل کر دیا ۔ اس واقعہ کے بعد سات سو مصری مدینہ آئے اور نماز کے اوقات میں ابن ابی سرح

کے مظالم کی صحابہؓ سے شکایت کی۔ چنانچہ طلحہ بن عبید اللہ نے حضرت عثمانؓ سے اس معاملہ میں سختی کے ساتھ گفتگو کی حضرت عائشہ صدیقہ نے کہلا بھیجا کہ ظالم گورنر کی معزولی کے لئے صحابہؓ آپ سے کہہ رہے ہیں اور آپ کوئی انتظام نہیں کر رہے ہیں حالانکہ اسی ظالم گورنر نے بعض مصریوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اب اپنے اس گورنر کیفر کردار کو پہونچائیں۔

حضرت علیؓ نے بارگاہِ خلافت میں آکر فرمایا یہ مصری آپ سے ایک شخص کے تبادلہ کے خواہشمند ہیں اور یہ وہ ظالم ہے جو قبل ازیں قتل بھی کر چکا ہے۔ اس لئے اس ظالم کو معزول کر کے مصریوں کے معاملہ کی دریافت کیجئے اور ظالم گورنر کے ظلم سے ان کو نجات دلاکر انصاف کو کام میں لائیے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے مصری وفد سے کہا کسی شخص کا انتخاب کر لو۔ میں اسی کو تمہارا حاکم مقرر کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ باہم مشورہ کے بعد مصری وفد نے کہا محمد بن ابو بکر کو گورنر مقرر فرما دیجئے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کی معزولی اور محمد بن ابو بکر کے گورنر مقرر کرنے کا فرمان جاری کیا۔ دیگر مہاجر و انصار بھی بچشم خود مصریوں اور عبداللہ ابن ابی سرح کے باہمی تعلقات معائنہ کرنے کے لئے محمد بن ابو بکر کے ساتھ ہو گئے۔ یہ قافلہ مدینہ سے تین دن کی مسافت پر تھا کہ پیچھے سے ایک حبشی غلام اونٹ پر سوار تیزی سے اونٹ دوڑاتا ہوا آیا اس کے چہرہ بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ مفرور یا کسی کے خوف سے سہما ہوا ہے یا کسی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اس ستشدر حبشی سوار کو صحابہؓ نے پکڑ کے پوچھا۔ کیا واقعہ ہے کیوں پریشان ہو؟ تو اس نے کہا، میں امیر المومنین کا غلام ہوں اور ضروری کام سے مصری گورنر کے پاس جا رہا ہوں۔ اس پر ایک نے محمد بن ابو بکر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا مصر کے گورنر تو یہ موجود ہیں۔ تو اس غلام نے کہا وہ دوسرے ہیں اور پھر وہ روانہ ہو گیا۔ اس کی اطلاع محمد بن ابو بکر کو ہوئی تو انہوں نے دو آدمیوں کو اس غلام کے تعاقب میں بھیجا جو اسے پکڑ لائے۔ محمد بن ابو بکر نے پوچھا تم کون ہو؟ تو وہ سٹ پٹا گیا کبھی کہتا میں امیر المومنین کا غلام ہوں کبھی کہتا مروان کا۔ آخر کار ایک شخص نے پہچان لیا اور کہا یہ امیر المومنین کا غلام ہے محمد بن ابو بکر نے پوچھا بتا تجھے امیر المومنین نے کس کے پاس کس غرض سے بھیجا ہے؟ تو اس نے جواب دیا مصر کے گورنر کے پاس ایک چٹھی دے کر روانہ کیا ہے محمد بن ابی بکر نے کہا وہ خط نکالو تو اس نے کہا میرے پاس نہیں ہے تلاشی پر بھی اس کے پاس چٹھی برآمد نہ ہوئی۔ البتہ اس کے سوکھے مشکیزہ میں کوئی چیز ہلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ مشکیزہ کو لاکھ ہلایا لیکن اس میں سے وہ ہلتی ہوئی چیز نہ نکلی آخر کار مشکیزہ کو چاک کیا تو وہ عبداللہ بن ابی سرح کے نام امیر المومنین کا خط تھا۔ محمد بن ابو بکر نے اپنے ساتھ کے مہاجر و انصار وغیرہ مسافروں کو جمع کیا پھر اس کے سامنے اس خط کی مہر توڑی جس میں لکھا تھا تمہارے پاس جب محمد بن ابو بکر اور فلاں فلاں اشخاص پہونچیں تو کسی حیلہ بہانہ سے انھیں قتل کر کے موجودہ فرمان کو کالعدم قرار دو۔ اور حسب سابق اپنا کام کرتے رہو

اور جو لوگ تمہارے شاکی ہیں ان کو حبس دوام کی سزا دو اور اپنی حکمت عملی کو کام میں لاتے رہو۔ لوگوں نے جب خط کی یہ عبارت سنی تو ششدر رہ گئے اور مدینہ لوٹنے کا پکا ارادہ کر لیا، غرضکہ ان سب لوگوں کے سامنے ہی محمد بن ابو بکر نے اس خط پر دوبارہ مہر لگائی اور حاضرین کے دستخط وغیرہ ثبت کرائے اور پھر وہ خط ایک آدمی کے پاس محفوظ کرایا۔ چنانچہ مدینہ واپس ہو کر حضرت طلحہ، زبیر، علی، سعد اور دیگر صحابہ کو جمع کیا اور ان سب کی موجودگی میں وہ مہر زدہ خط کھول کر سب کو پڑھوایا اور حبشی غلام کا پورا ماجرا بیان کیا، جس پر مدینہ کے سب لوگ حضرت عثمانؓ پر غضبناک ہو گئے۔ اور ابن مسعود، ابو ذر غفاری و عمار بن یاسر کے ساتھ ظلم و زیادتی پر اس مزید واقعہ نے ان کے غیض و غصہ کو اور بھڑکا دیا، پھر تمام صحابہؓ نے غصہ کی حالت میں اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ خط پڑھنے کے بعد سے عام لوگوں پر غصہ کے بادل چھا گئے، انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابو بکر کی وجہ سے بنو تیم وغیرہ کے قبیلے چڑھ دوڑے۔ حضرت علیؓ نے یہ حالات دیکھ کر حضرات طلحہ، زبیر، سعد، عمار اور دیگر صحابہ کو جو سب کے سب بدری تھے حضرت عثمانؓ کے پاس بھیجا۔ پھر خود بھی وہ خط وہ اونٹ اور اس غلام کو لے کر بارگاہ خلافت میں آئے اور حضرت عثمانؓ سے پوچھا کیا یہ غلام آپ کا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اور یہ اونٹ بھی آپ کا ہے؟ جواب دیا ہاں۔ یہ خط بھی آپ نے لکھا ہے؟ کہا نہیں اور پھر کہا بخدا میں نے یہ خط نہیں لکھا اور میں نے یہ خط لکھنے کا کسی کو حکم بھی نہیں دیا، اور مجھے اس خط کے متعلق قطعاً کوئی علم نہیں ہے۔ اس پر حضرت علی نے پھر پوچھا یہ مہر تو آپ کی ہے؟ کہا ہاں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے کہا تو آپ کا غلام آپ کے اونٹ آپ کی مُہر کا ایک خط لے جاتا ہے اور آپ کو اس کی مطلق اطلاع نہ ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اس پر حضرت عثمانؓ نے دوبارہ قسم کھا کر کہا یہ خط تو میں نے لکھا اور نہ کسی سے لکھوایا اور نہ میں نے اس غلام کو مصر جانے کا حکم دیا، اس کے بعد لوگوں نے شناخت کی کہ یہ تحریر مروان کی ہے تاہم حضرت عثمانؓ کے بارے میں بھی بعض لوگ شک کرنے لگے، لیکن لوگوں کے اس مطالبہ پر کہ مروان کو ہمارے حوالہ کر دیجئے حضرت عثمان نے انکار کیا حالانکہ مروان آپ کے گھر میں موجود تھا، اس پر تمام صحابہؓ غصہ کی حالت میں آپ کے پاس سے چلے گئے اور آپ کے بارے میں شک کرنے لگے، بعض نے کہا حضرت عثمانؓ ہرگز جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے، بعض نے کہا ہمارے دلوں میں حضرت عثمانؓ کی جانب سے شک و شبہ پیدا ہو گیا ہے وہ مروان کو ہمارے حوالہ کیوں نہیں کر دیتے تاکہ مروان سے حقیقت حال اور تحریر خط وغیرہ معلوم کر سکیں۔ اور اس امر سے باخبر ہو جائیں کہ ایک صحابی کو ناحق قتل کرنے کا کیوں حکم دیا گیا ہے۔ اگر تحقیقات پر ثابت ہوا کہ حضرت عثمانؓ ہی نے یہ خط لکھا ہے تو ہم ان کو معزول کر دیں گے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ مروان نے حضرت عثمانؓ کی جانب سے یہ خط لکھا ہے تو مروان کو اس کے کیفر کردار تک پہونچائیں گے اس تصفیہ کے بعد بھی صحابہؓ

صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ پر بلوہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں کیا البتہ حضرت عثمانؓ کو شبہ ہو گیا تھا کہ وہ اگر مروان کو ان لوگوں کے حوالہ کر دیں گے تو مروان مارا جائے گا۔ اسی شبہ کی بنیاد پر حضرت عثمانؓ نے مروان کو لوگوں کے حوالہ نہیں کیا پھر اسی عرصہ میں دوسرے لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر کے پانی بھی ان پر بند کر دیا۔

سخت محاصرہ

محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمانؓ نے اوپر سے جھانک کر باہر کی طرف کہا کیا تم لوگوں کے مجمع میں علیؓ نہیں ؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا سعد ہیں ؟ جواب دیا گیا نہیں، پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہا تم میں سے کوئی شخص علیؓ سے جا کر کہدے کہ وہ ہمیں پانی پلا دیں حضرت علیؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے پانی کی بھری ہوئی تین مشکیں آپ کے گھر پہنچائیں اس پانی پہنچانے میں بنو ہاشم و بنو امیہ کے کئی غلام زخمی ہوئے لیکن پانی حضرت عثمانؓ کے گھر میں پہنچ گیا۔

حضرات حسنین کا حفاظتی پہرہ

حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل کے درپے ہو گئے ہیں تو فرمایا حضرت عثمانؓ سے ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ وہ مروان کو ہمارے حوالے کر دیں۔ اور حضرت عثمانؓ کو کسی طرح بھی قتل کرنا درست نہیں ہے۔ بالآخر حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادگان امام حسن و امام حسینؓ سے فرمایا جاؤ اپنی تلواریں لیکر حضرت عثمانؓ کے دروازہ پر پہرہ دار کی حیثیت سے کھڑے ہو جاؤ۔ خبردار کسی بلوائی کو اندر نہ جانے دینا۔ علاوہ ازیں حضرت زبیر، طلحہ و دیگر صحابہؓ نے اپنے نوجوان بیٹوں کو حکم دیا جاؤ، لوگوں کو منع کرو کہ وہ حضرت عثمانؓ کی شان میں کوئی گستاخی نہ کریں۔ البتہ مروان کا مطالبہ کر سکتے ہیں غرضکہ ان نوجوانوں نے کسی کو حضرت عثمانؓ پر حملہ نہیں کرنے دیا اور کوئی بلوائی دروازہ میں بھی داخل نہیں ہو سکا۔

محمد بن ابو بکر کا حملہ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت

محمد بن ابو بکر نے حالات کی جانچ پڑتال کر کے تیر برسانا شروع کئے اور دوسرے لوگ بھی حضرت عثمانؓ پر تیر اندازی کرنے لگے یہاں تک کہ امام حسنؓ کو عین اسی حالت میں جب کہ وہ دروازۂ عثمانؓ پر پہرہ دے رہے تھے اک تیر لگا، آپ خون میں نہا گئے۔ ایک مروان کو بھی لگا حضرت عثمانؓ کے گھر میں تھا محمد بن طلحہ زخمی ہوئے اور حضرت علیؓ کے غلام قنبر کے سر میں بھی اک تیر لگا جس سے خون جاری ہو گیا ان لوگوں کے زخمی ہونے سے محمد بن ابو بکر کو خوف ہوا کہ جناب حسنینؓ کے زخمی ہو جانے کی وجہ سے بنو ہاشم بگڑ بیٹھیں گے اور ایک عظیم الشان فساد رونما ہو جائے گا۔ اس کے بعد محمد بن ابو بکر نے دو آدمیوں کا ہاتھ

پکڑا اور ان سے کہا اگر بنو ہاشم نے حضرت حسنؓ کے چہرہ مبارک پر خون بہتا دیکھ لیا تو وہ عثمانؓ کا موجودہ سلسلہ بھول کر ہمارے مقصد کو باطل کردیں گے اس لئے ہمارے ساتھ چلو تاکہ برابر والے گھر میں سے دیوار پھاند کر عثمانؓ کے گھر میں کود پڑیں اور اس صورت میں کسی کو خبر تک نہ ہو سکے گی۔ یہ کہہ کر محمد بن ابو بکر اور اس کے دونوں ساتھی ایک انصاری کے گھر میں سے حضرت عثمانؓ کے گھر میں کود پڑے اور کسی کو اس کی کانوں کان خبر تک نہ ہوئی کیونکہ محافظین وغیرہ سب بالاخانے پر تھے البتہ حضرت عثمانؓ اپنی بیوی کے ساتھ گھر میں تھے۔ یہ دیکھ کر محمد بن ابو بکر نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا تم دونوں یہیں ٹھہرو عثمانؓ کے ساتھ ان کی بیوی بھی ہیں پہلے میں جاتا ہوں۔ جب میں انھیں پکڑ لوں تم دونوں ان پر حملہ کرکے قتل کردینا۔ چنانچہ محمد بن ابو بکر نے آگے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑی، اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا بخدا اگر تمہارے والد تم کو یہ کام کرتے دیکھتے تو انہیں برا معلوم ہوتا اور بہت دکھ ہوتا۔ یہ سن کر محمد بن ابو بکر کا ہاتھ ڈھیلا پڑا اور اس نے داڑھی چھوڑ دی اتنے میں ان دونوں ساتھیوں نے ایکدم سے حملہ کرکے حضرت عثمان کو شہید کردیا۔ اور جس راستہ سے آئے تھے اسی راستہ سے بھاگ گئے۔

حضرت علیؓ کی برہمی

حضرت عثمانؓ پر حملہ کرنے اور انھیں شہید کرتے وقت آپ کی زوجہ محترمہ بہت کچھ چیخیں چلائیں لیکن مختلف آوازوں اور شور وغوغا میں آپ کی چیخ پکار کسی نے نہ سنی یہاں تک کہ شہادت کے بعد آپ بالاخانہ پر گئیں اور فرمایا لوگو! امیرالمومنین شہید کردیے گئے لوگوں نے آکر دیکھا تو حضرت عثمانؓ کشتہ تھے یہ اطلاع حضرات علی، طلحہ، زبیر، سعد اور مدینہ والوں کو ملی تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ حضرت علیؓ نے آکر دیکھا کہ حضرت عثمان کشتہ ہیں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون پڑھا اور اپنے بیٹوں سے پوچھا تم دونوں کے دروازہ پر پہرہ دار ہونے کے باوجود حضرت عثمانؓ کس طرح شہید ہو گئے۔ یہ کہہ کر حضرت حسنؓ کے ایک چانٹا رسید کیا اور حضرت حسینؑ کے سینہ پر دوہتڑ مارا، محمد بن طلحہ اور عبداللہ ابن زبیر کو برا بھلا کہا اور غصہ کی حالت میں وہاں سے چل کر اپنے مکان چلے آئے۔

حضرت علیؓ سے بیعت

حضرت علیؓ کے مکان پہونچتے ہی لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ کسی کا امیرالمومنین ہونا ضروری ہے اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا یہ اہل بدر کا کام ہے وہ جس سے راضی ہوں گے اسی کو امیرالمومنین بنایا جائے گا غرضکہ تمام اہل بدر نے جمع ہو کر حضرت علی سے کہا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ آپ سے زیادہ کوئی دوسرا خلافت کا مستحق نہیں ہے، چنانچہ ان سب نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی مروان اور اس کا بیٹا پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ الحاصل حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ کے پاس آکر کہا حضرت عثمانؓ کو کس نے شہید کیا؟ انھوں نے فرمایا میں نہیں پہچانتی۔ البتہ وہ دو آدمی

تھے جن کے ساتھ محمد بن ابو بکر بھی تھے اور پورا ماجرا بیان کیا جس پر حضرت علیؓ نے محمد بن ابو بکر کو طلب کر کے واقعہ پوچھا تو اس نے کہا حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ حقیقتاً سچ فرماتی ہیں گھر میں پہلے میں ہی گیا تھا میں قتل کرنا چاہتا تھا لیکن جب انہوں نے میرے والد کا تذکرہ کیا تو میں نے اپنے ارادہ سے انحراف کیا اور بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی، بخدا میں نے انھیں پکڑا اور نہ ان کو قتل کیا جس پر حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ نے فرمایا اتنی بات تو سچ کہتا ہے لیکن دونوں قاتلوں کو یہی اندر لایا تھا۔

حضرت عثمان کا قاتل

ابن عساکر نے حضرت صفیہؓ کے غلام کنانہ کی زبانی لکھا ہے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا قاتل وہ مصری تھا جس کا رنگ سرخ تھا۔ آنکھیں نیلی تھیں اور اس کا نام حمار تھا۔

متفرق بیانات

احمد نے مغیرہ بن شعبہ کی زبانی لکھا ہے حضرت عثمانؓ جس زمانہ میں محصور تھے میں نے ان کے پاس جا کر کہا آپ امیر المومنین ہیں اور آپ موجودہ مصائب میں مبتلا ہیں میں تین مشورے دیتا ہوں ان میں سے کوئی ایک قبول فرمایا جائے تو مناسب ہے اول یہ کہ دشمنوں سے مقابلہ فرمائیے آپ کے ساتھ عوام کی قوت بھی ہے نیز آپ حق پر ہیں اور دشمن باطل پر ہے۔ دوسرے یہ کہ موجودہ دروازہ کے علاوہ جہاں دشمن جمع ہیں ہم ایک اور دروازہ بنائے دیتے ہیں اس کے راستہ آپ اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے جائیے کیونکہ حرم کعبہ میں وہ خون ریزی نہیں کر سکیں گے تیسرے یہ کہ آپ شام کا ارادہ فرمائیے جہاں امیر معاویہ موجود ہیں، یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا رسول اللہؐ کا خلیفہ ہو کر میرے لئے ناممکن ہے کہ میں اُمت مسلمہ کی خون ریزی کروں مکہ معظمہ اس لئے نہیں جا سکتا کہ رسول اللہؐ کی زبانی میں نے خود سنا ہے جو قریشی حرم مکہ میں خون ریزی کرائے گا اور ظلم و ستم کرانے کا سبب بنے گا اس پر آدھی دنیا کے باشندوں کا عذاب ہوگا۔ رہا شام جانا تو یہ اس لئے ناممکن ہے کہ میں مقام ہجرت اور رسالتمآبؐ کی ہمسائگی نہیں چھوڑ سکتا۔ ابن عساکر نے ابو ثور فہمی کی زبانی لکھا ہے کہ میں حضرت عثمانؓ کے پاس اس حالت میں گیا جب کہ آپ محصور تھے، اس زمانہ میں آپؓ نے فرمایا میری دس خصلتیں اللہ کے پاس محفوظ ہیں (۱) اسلام آوری میں چوتھا شخص ہوں (۲) رسالتمآبؐ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا میرے ساتھ نکاح فرمایا (۳) میں کبھی گانے بجانے میں شریک نہیں ہوا (۴) کھیل کود میں منہمک و مشغول نہیں ہوا (۵) میں نے کبھی بدی و برائی کرنے کی تمنا تک نہیں کی (۶) رسالتمآبؐ سے بیعت کرنے کے بعد میں نے اپنا ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا (۷) اسلام آوری کے بعد میں نے ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا۔ اور اگر اس وقت موجود نہ ہوا تو بعد میں آزاد کیا (۸) زمانہ جاہلیت یا زمانہ اسلام میں کبھی حرام کاری نہیں کی۔ (۹) زمانہ جاہلیت و عہد اسلامی میں کبھی چوری نہیں کی (۱۰) رسالتمآبؐ کے عہد کے

موافق میں نے قرآن کریم جمع کیا۔

تاریخ و یوم شہادت ۳۵ھ کے ایام تشریق عید اضحی میں حضرت عثمانؓ کی شہادت واقع ہوئی بعض لوگ کہتے ہیں جمعہ کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں آپ کو شہید کیا گیا اور ہفتہ کے دن مغرب و عشا کے درمیان جنت البقیع کے اندر اس مقام میں دفن کئے گئے جسے حش کوکب کہتے ہیں۔ اور آپ ہی وہ اولین شخصیت ہیں جنہیں یہاں دفن کیا گیا بعض کہتے ہیں بدھ کے دن آپ کی شہادت ہوئی بعض کا بیان ہے پیر کے دن ۲۴ ذی الحجہ کو آپ شہید کئے گئے

عمر بعض کہتے ہیں کہ بوقت شہادت آپ کی عمر (۸۲) سال کی تھی بعض کے نزدیک (۸۱) سال بعض کے خیال میں (۸۴) سال بعض (۸۶) بعض (۸۰) بعض (۸۹) اور بعض لوگوں نے آپؓ کی عمر (۹۰) سال بتائی ہے۔

نماز جنازہ قتادہ کا بیان ہے حضرت عثمانؓ کے جنازہ کی نماز زبیرؓ نے پڑھائی اور دفن بھی کیا کیونکہ حضرت عثمانؓ نے انہی کو دونوں چیزوں کی وصیت فرمائی تھی

خلفشار ابن عدی و ابن عساکر نے حضرت انسؓ کے حوالہ سے لکھا ہے حضرت عثمان رضی اللہ کی تلوار تھے وہ جب تک زندہ رہے تلوار نیام میں رہی، لیکن آپ کی شہادت کے بعد ہی تلوار شمشیر برہنہ ہو گئی جو قیامت تک نیام کی ممنون منت نہ ہوگی (اور میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ اس روایت کا اطمینان نہیں کیونکہ اس کا راوی صرف عمر بن فائد ہے جس میں اکثر خرابیاں ہیں۔

مخالفین عثمانؓ پر عذاب الٰہی ابن عساکر نے یزید بن حبیب کی زبانی لکھا ہے مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ تمام اشخاص جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے شہید کرنے میں حصہ لیا وہ سب دیوانے ہو گئے[1]۔ ابن ابو حذیفہ کا بیان ہے اولین فتنہ حضرت عثمانؓ کی شہادت ہے اور آخری فتنہ دجال کا ظہور ہوگا۔ اور بخدا حضرت عثمانؓ کی شہادت پر جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی خوشی ہو تو وہ دجال کی پیروی کرے گا اور اگر ظہور دجال سے پہلے ہی وہ مر جائے تو قبر میں دجال کا متبع و پیرو ہوگا حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے اگر حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ نہ کیا جاتا تو آسمان سے پتھر برستے۔

حضرت علیؓ کا تاثر امام حسنؓ کا بیان ہے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت والد بزرگوار حضرت علیؓ مدینہ میں موجود نہ تھے جب ان کو شہادت کی اطلاع ملی تو فرمایا اے اللہ!

---

[1] حضرت ذو النورین کی بہ ظاہری کرامت ہے کہ اس وقت کے تمام لوگ دیوانہ ہو گئے اور جو کوئی صحابہؓ کو طعن و تشنیع کرتا ہے اس کا چہرہ بھی بگڑ جاتا ہے اور وہ مخبوط الحواس ہو جاتا ہے یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے

میں قتل عثمانؓ پر راضی نہ تھا اور میں نے ان کے قتل میں کسی قسم کی کوئی مدد بھی نہیں کی۔

حاکم نے قیس بن عباد کی زبانی لکھا ہے جنگ جمل میں حضرت علیؓ کو میں نے خود یہ کہتے سنا ہے۔ اے اللہ! میں حضرت عثمانؓ کی خون ریزی سے بری ہوں، ان کی شہادت کے دن میرے ہوش اُڑ گئے۔ لوگ جب میرے ہاتھ پر بیعت کرنے آئے تو میں نے اسے گوارا نہ کیا۔ بخدا مجھے شرم آئی کہ قاتلین عثمانؓ سے بیعت لوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے مجھے یوں بھی شرم آئی کہ عثمانؓ ابھی تک دفن بھی نہیں ہوئے اور میں لوگوں سے بیعت لینے لگوں۔ یہ سُنکر لوگ واپس چلے گئے لیکن پھر لوٹ کر آئے اور مجھ (علیؓ) سے انہوں نے بیعت لینے کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے جواباً کہا بخدا میں اس امر سے خوف زدہ ہوں جو عثمانؓ کو پیش آیا آخر کار صبر و تسلی کے بعد میں نے لوگوں سے بیعت لی اور ان لوگوں نے مجھے امیر المومنین کہا تو فوراً ہی امیر المومنین عثمان غنیؓ کی یاد سے بے چین ہو گیا، اور میں نے کہا اے اللہ! عثمان کا بدلہ لینے کی مجھے طاقت دے تاکہ عثمان غنیؓ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ ابن عساکر نے ابو خلدہ حنفی کی زبانی لکھا ہے میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے خود یہ سنا ہے بنو امیہ کو خیال ہے کہ عثمانؓ کو میں نے قتل کرایا ہے اللہ کی الوہیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے نہ انہیں قتل کرایا ہے اور نہ قتل کی سازش میں امداد کی بلکہ میں نے تو قتل سے منع کیا لیکن لوگوں نے میرا کہنا نہ سنا سمرہ کا بیان ہے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر کے لوگوں نے اسلام کے مضبوط قلعہ میں ایک زبردست رخنہ ڈال دیا جو قیامت تک بند نہ ہوگا خلافت باشندگانِ مدینہ کا حق تھا حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے خلافت کا اس طرح خاتمہ کیا کہ پھر مدینہ والوں کو خلافت نصیب نہ ہوگی

محمد بن سیرین کا بیان

محمد بن سیرین کا ارشاد ہے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد فرشتوں نے اسلامی جنگوں میں مسلمانوں کی امداد کرنا ترک کر دی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت تا سے پہلے تک رویت ہلال میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، اور حضرت حسین کی شہادت کے بعد سے

قول حمید

عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں حمید بن ہلال کی زبانی لکھا ہے حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیرنے والوں کے مجمع میں عبداللہ ابن سلام آئے اور کہا۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کا خیال تک نہ کرو۔ اور بخدا جو کوئی آپؓ کو شہید کرے گا تو یاد رہے کہ آپ کا قاتل کوڑھی ہو جائے گا۔ اور بخدا شمشیر الٰہی اَب تک نیام میں ہے۔ اگر تم نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا تو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تلوار بے نیام کر دے گا اور مسلمانوں میں باہمی طور پر ہمیشہ خون ریزی ہوتی رہے گی یاد رکھو ایک نبی کے قتل کے عوض ستر ہزار آدمی اور ایک خلیفہ کے قتل کے بدلہ ۳۵ ہزار آدمی قتل کیے جاتے ہیں اس کے بعد بہ مشکل پھر باہمی اتفاق ممکن ہوتا ہے۔

نادر خصائل

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن مہدی کی زبانی لکھا ہے حضرت عثمانؓ میں دو خصلتیں ایسی تھیں جو گزشتہ خلفاء میں نہ تھیں ایک تو صبر تھا اور اس کی شان یہ ہے کہ شہادت کے وقت تک صبر کیا اور دوسری یہ کہ آپؓ نے قرآن کریم پر تمام مسلمانوں کو مجتمع اور متفق کیا۔

صبر و استقامت حاکم نے شعبی کی زبانی لکھا ہے۔ میں نے اکثر و بیشتر مرثیے سنے ہیں لیکن کعب بن مالک نے حضرت عثمانؓ کی شہادت پر جو مرثیہ لکھا ہے وہ سب سے بلند ہے جس میں آپؓ کے صبر و استقامت اور مخالفین سے جنگ نہ کرنے کا حقیقی حال بیان کیا ہے۔

اسوہ حسنہ ابن سعد نے موسیٰ بن طلحہ کی زبانی لکھا ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ ایک جمعہ کو حضرت عثمانؓ زرد لباس زیب تن کئے مسجد میں تشریف لائے، بر سر منبر رونق افروز ہو کر لوگوں سے بازار کے بھاؤ، ان کے کوائف اور مریضوں کے حالات دریافت کر رہے تھے اور مؤذن اذان دینے کی تیاری کر رہا تھا۔ عبداللہ رومی کا بیان ہے امیر المومنین حضرت عثمانؓ رات کو اٹھ کر خود ہی وضو کا سامان فراہم کر لیا کرتے تھے لوگوں نے کہا کسی غلام کو بیدار کر لیا کیجئے تاکہ وہ انتظام کر دیا کرے تو فرمایا یہ مناسب نہیں کیونکہ رات کو وہ آرام کرتے ہوتے ہیں۔

مہر ابن عساکر نے عمر بن عثمان بن عفانؓ کی زبانی لکھا ہے کہ والد بزرگوار حضرت عثمان بن عفانؓ کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا۔ اٰمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی۔

بدتمیزی کا بدلہ ابونعیم نے اپنی کتاب الدلائل میں ابن عمر کی زبانی لکھا ہے حضرت عثمانؓ خطبہ دے رہے تھے کہ اس دوران میں جہجاہ غفاری نے آپؓ کے دست مبارک سے آپ کا عصا لے کر اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا۔ اس واقعہ کو ایک سال بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے جہجاہ کے پاؤں میں اکلہ (گوشت خورہ) کی بیماری پیدا کر دی۔ اس لئے کسی صحابی کی شان میں کسی بدتمیزی کا خیال تک دل میں نہ لایا جائے۔ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔

حضرت عثمانؓ کی اوّلیت اور ایجادیں

عسکری نے اپنی اوائل میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے حسبِ ذیل امور ایجاد کئے جاگیریں دیں اور روزینے مقرر کئے جانوروں کے لئے چراگاہیں بنائیں۔ اذان کی بہ نسبت تکبیر ذرا آہستہ آواز میں دلانے کا انتظام فرمایا، مسجد میں خوشبو جلانے کا رواج دیا جس میں زعفران کی آمیزش ہوتی تھی جمعہ کے دن پہلی اذان دینے کا حکم صادر فرمایا مؤذن کی تنخواہیں مقرر فرمائیں ابن سعد نے لکھا ہے بیعت لینے کے بعد حضرت عثمانؓ جب خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو خطبہ نہ دے سکے۔ اور فرمایا لوگو! پہلی سواری بڑی مشکل ہوتی ہے بشرط زندگی آئندہ انشاءاللہ خطبہ دوں گا میں خطیب دیکھ رہا نہیں اور انشاءاللہ میرے حالات تمہارے سامنے آجائیں گے۔ غرض کہ پہلی عید کے موقع پر نماز سے پہلے آپ نے ایک بلیغ تقریر فرمائی آپؓ نے لوگوں کو حکم دیا کہ تم خود ہی حساب کر کے زکوٰۃ دیا کرو آپؓ

اپنی والدہ کی زندگی میں خلیفہ منتخب ہوئے اور چوکیدار مقرر فرمائے عسکری نے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مسجد میں اپنے لئے ایک خصوصی جگہ بنوائی جس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمرؓ کی مانند کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔ آپ کے عہد کی ایک بات یہ ہے کہ امت مسلمہ میں اختلاف نمایاں ہوا۔ اور ایک دوسرے کو برا کہنے لگا میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ حضرت عثمانؓ نے اولیات یہ بھی ہیں کہ امت مسلمہ میں سے آپ ہی نے سب سے پہلے مع اہل وعیال مکہ سے ہجرت کی قرآن پاک کی قرأت پر تمام مسلمانوں کو متفق و مجتمع کیا۔ ابن عساکر نے حکیم بن عباد کی زبانی لکھا ہے حضرت عثمانؓ کے عہد میں مدینہ منورہ کے اندر دولت کی اتنی کثرت ہوئی کہ لوگ خوش عیشی میں مبتلا ہو گئے۔ اور غلیل سے شکار وغیرہ کرنا ان کا مشغلہ ہو گیا، کبوتر بازی کی دھوم مچ گئی تو آپ نے اپنی خلافت کے آٹھویں سال بنو لیث کا ایک آدمی مقرر کیا جس کا کام یہ تھا کہ وہ کبوتروں کو پکڑ کے قینچی کر دیتا اور لوگوں کی غلیلیں توڑ ڈالتا تھا۔

دور عثمانی میں رحلت پانیوالے مشاہیر

عہد عثمانی میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال فرمایا، سراقہ بن مالک بن جعشم، جبار بن صخر، حاطب بن ابی بلتعہ عیاض بن زہیر، ابو اسید ساعدی، اوس بن صامت، حرث بن نوفل، عبداللہ بن حذافہ۔ زید بن خارجہ جس نے مرنے کے بعد بھی گفتگو کی تھی، لبید عرب کا مشہور شاعر، سعید کے والد حضرت مسیب، معاذ بن عمرو بن جموح، معبد بن عباس، معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی، ابولبابہ بن عبد المنذر، نعیم بن مسعود اشجعی، نیز دیگر صحابہ و تابعین رضا اور شعراء میں سے حطیہ، اور شاعر ہذلیات ابو ذریب نے بھی عہد عثمانی میں انتقال کیا۔

حضرت علی ابن ابی طالبؓ

نام نسب علی بن ابی طالب جن کا نام عبد مناف تھا ابن عبد المطلب جن کا نام شیبہ تھا بن ہاشم جن کا نام عمر تھا ابن عبد مناف جن کا نام مغیرہ تھا بن قصی جن کا نام زید تھا بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے۔

رسول اکرمؐ نے ابو الحسن اور ابو تراب آپ کی کنیت مقرر فرمائی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے یہ وہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن کے بطن سے ایک عظیم الشان ہاشمی رونق افروز ہوا۔ یہ سب سے پہلے اسلام لائیں اور ہجرت کی حضرت علی ان دس شخصیتوں میں سے ہیں جن کی زندگی میں اللہ نے جنت کی خوشخبری دی ہے آپ وہ پہلے مہاجر ہیں جن کی انصاریوں سے برادری قائم فرمائی۔ سردار خواتین جنت حضرت فاطمہؓ سے رسول اللہؐ نے آپ کی شادی کی۔ آپ یکتا عالم ربانی مشہور بہادر، پکے زاہد اور اعلیٰ خطیب تھے۔ آپ ان لوگوں میں

سے ہیں جنہوں نے قرآن مجید جمع کر کے بارگاہِ رسالت میں پیش کیا اور جمع کرنے والوں میں آپ کے ساتھ ابو اسود ابو عبدالرحمٰن سلمی اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی تھے۔ آپؓ ہاشمی خاندان کے پہلے خلیفہ اور ابو سبطین ہیں۔ ابن عباس، انس، زید بن ارقم، سلمان فارسی اور دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ سب سے پہلے آپؓ ہی اسلام لائے اور بعض کا اجماع ہے کہ آپ ہی پہلے اسلام لائے

قبولیت اسلام

ابو یعلیٰ نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ کو پیر کے دن تاج نبوت پہنایا گیا اور دوسرے دن یعنی منگل کو میں اسلام لایا اور میری عمر دس سال کی تھی بعض لوگ اسلام آوری کے وقت آپ کی عمر آٹھ نو سال اور اس سے بھی کم بتاتے ہیں۔ ابن سعد نے حسن بن زید بن حسن کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے بچپن میں بھی بت پرستی نہیں کی رسالتمآبؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کرتے وقت آپ کو حکم دیا کہ ہمارے جانے کے بعد تم مکہ میں تھوڑے عرصہ قیام کر کے لوگوں کی امانتیں اور وصایا وغیرہ جو ہمارے پاس محفوظ ہیں وہ ان کو پہنچا دینا اس کے بعد ہمارے پاس چلے آنا چنانچہ احکام رسالتمآب کی آپ نے حرف بحرف تعمیل کی۔

غزوات میں نمایاں حصہ

آپ تمام لڑائیوں میں رسول اللہؐ کے ساتھ رہے البتہ جنگ تبوک میں اس لئے شریک نہ ہو سکے کہ اس زمانہ میں رسول اللہؐ نے مدینہ میں اپنے خلیفہ کی حیثیت سے روک لیا تھا غرضکہ تمام جنگوں میں آپ کے بہادرانہ کارنامے مشہور ہیں نیز اکثر جنگوں میں رسول اکرمؐ نے آپؓ کو اسلامی پرچم دے کر علمبردار بنایا ہے۔ سعید بن مسیب کا بیان ہے جنگ احد میں آپ کو سولہ زخم آئے تھے شیخان نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے جنگ خیبر میں آپ کو پرچم اسلامی عنایت کرتے ہوئے فرمایا انشاء اللہ خیبر ان کے ہاتھ پر فتح ہو گا آپ کے بہادرانہ جنگی کارنامے مشہور ہیں۔

سراپا

آپ لحیم و شحیم تھے پیشانی چوڑی تمام جسم اور سر پر بال زیادہ، میانہ قد، پیٹ بڑا، چوڑی چکلی لمبی داڑھی، شانے چوڑے اور پر گوشت، رنگ سفیدی مائل گندم گوں اور کولہے بھاری تھے۔

قوتِ حیدری

ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ کی زبانی لکھا ہے جنگ خیبر میں حضرت علیؓ نے اپنی پشت پر دروازہ خیبر اٹھا لیا تھا جس پر سے ہو کر مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے اور قلعہ خیبر فتح ہوا مسلمانوں کے قلعہ میں داخل ہونے کے بعد آپؓ نے وہ دروازہ ہٹا دیا جسے اس کے مقام سے چالیس آدمیوں نے کھینچ کر اٹھایا۔ ابن اسحٰق و ابن عساکر نے ابو رافع کی زبانی لکھا ہے جنگ خیبر میں حضرت علیؓ نے قلعہ کے پھاٹک کو اٹھا کر ڈھال بنا لیا تھا اور اس سے ڈھال کا کام لیتے ہوئے شمشیر زنی کرتے رہے۔ فتح کے بعد آپ نے وہ پھاٹک اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور ہم آٹھ آدمیوں نے مل کر اسے دوسری جگہ رکھا

چاہا لیکن اسے پلٹ بھی نہ سکے امام بخاری نے اپنی ادب المفرد میں سہل بن سعد کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت علیؓ کو اپنا لقب ابوتراب بڑا پسند تھا اور اسی لقب سے آپ مسرور ہوتے تھے۔

ابوتراب اس کنیت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے غصہ کی وجہ سے ایک دن حضرت علیؓ مسجد کی دیوار کے پاس آکر چت لیٹ گئے۔ رسالتمآب نے مسجد میں تشریف لاکر آپؓ کی پیٹھ پر مٹی لگی ہوئی دیکھ کر اسے صاف کیا اور فرمایا اے ابوتراب اُٹھ بیٹھو۔ اس روز سے ابوتراب آپ کا لقب مشہور ہوگیا۔

آپ کی روایت کردہ احادیث حضرت علیؓ نے رسالتمآبؐ کی پانچ سو احادیث بیان کی ہیں اور ایک سو چھیاسی آپ کے تینوں صاحبزادوں حسن حسین محمد بن حنفیہ نے اور دیگر جلیل القدر صحابہ ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابوموسیٰ، ابوسعید، زید بن ارقم جابر بن عبداللہ، ابوامامۃ، ابوہریرہ اور دیگر صحابہ و تابعین نے بیان کی ہیں۔

حضرت علیؓ کی فضیلت میں احادیث نبویؐ

امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کی تفضیلت میں جتنی احادیث نبویؐ ثابت ہیں وہ کسی دوسرے صحابی سے کم نہیں۔ حاکم نے بھی یہی تحریر کیا ہے۔

شیخاں نے سعد بن ابی وقاص کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علیؓ کو جنگ تبوک میں جانے سے روک دیا تو آپ نے فرمایا: یارسول اللہؐ مجھے بچوں اور خواتین میں آپ خلیفہ بنا کر خود تشریف لے جارہے ہیں اس پر فرمانِ رسالتمآبؐ صادر ہوا۔ اے علیؓ! میں تم کو اس طرح چھوڑ کر جنگ تبوک میں جارہا ہوں جیسے حضرت موسیٰؑ اپنے بھائی ہارون کو چھوڑ گئے تھے۔ اور فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا یہ حدیث احمد و بزار وغیرہ نے بھی لکھی ہے۔

شیخاں نے سہل بن سعد کی زبانی یہ بھی لکھا ہے کہ جنگ خیبر کے زمانہ میں ایک دن رسول اللہؐ نے فرمایا کل صبح پرچم اسلامی اس شخص کے حوالہ کیا جائے گا جس کے ہاتھ سے ان شاء اللہ خیبر فتح ہوجائے گا وہ اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس سے راضی ہیں رات کو لوگ غور و خوض کرتے رہے کہ دیکھئے کل صبح کسے پرچم اسلامی عنایت فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو تمام پروانے شمع رسالت کے اطراف جمع ہوگئے اور ایک کو امید تھی کہ پرچم اسلامی مجھے عنایت ہوگا اتنے میں سرور عالمؐ نے فرمایا علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ ارشاد ہوا بلالاؤ۔ ان کی آمد پر سرور کائناتؐ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور ان کی صحت کی دعا

کی۔ اسی وقت آشوب چشم جاتا رہا اور آنکھوں میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ رہی اس کے بعد سرور عالمؐ نے حضرت علیؓ کو پرچم اسلامی عنایت فرمایا۔ (یہ حدیث طبرانی و بزار نے بھی بیان کی ہے۔

مسلم نے سعد بن ابی وقاص کی زبانی لکھا ہے نص قطعی نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ الخ کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسینؓ کو بلاکر کہا اے اللہ میرے کنبہ والے ہیں ترمذی نے لکھا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا میں جسکا مولا ہوں علیؓ بھی اس کے مولا ہیں[1] (اس حدیث کو احمد و طبرانی نے بھی لکھا ہے) بعض راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے متذکرہ ارشاد کے بعد یہ بھی فرمایا اے اللہ جو شخص علیؓ سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے راضی رہ اور علی کے دشمنوں سے محبت نہ کر۔

احمد نے ابوطفیل کی زبانی لکھا ہے حضرت علیؓ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرکے فرمایا تم میں سے ہر ایک کو قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تم نے رسول اللہؐ کی زبانی روز خم غدیر[2] میری بابت جو سنا ہے؟ وہ بیان کرو اس پر تیس[3] آدمیوں نے کھڑے ہوکر کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے خم غدیر کے موقع پر فرمایا تھا "میں جس کا مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں۔ اور اے اللہ جو علی سے محبت کرے تو اس سے راضی رہ اور جو کوئی علی سے بغض و دشمنی کرے تو اس سے محبت نہ کر"۔

ترمذی و حاکم نے بریدہ کی زبانی لکھا ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا اللہ نے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا مجھے حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ بھی ان سے راضی ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ان کے نام بتایئے۔ ارشاد عالی ہوا ان میں سے ایک علیؓ بھی ہیں لوگ کہتے ہیں کہ باقی تین اشخاص ابو ذر غفاریؓ، مقدادؓ اور سلمان فارسیؓ ہیں۔ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ کی زبانی لکھا ہے علی مجھ سے ہیں اور میں اسی سے[4] نیز ترمذی نے ابن عمرؓ کی زبانی لکھا ہے مدینہ میں رسول اللہؐ نے برادری قائم کی تو حضرت علی نے بارگاہ رسالت میں بچشم گریاں کہا یا رسول اللہؐ آپ نے تمام صحابہ میں مواخات و برادری قائم کردی لیکن میرا کسی سے بھائی چارہ کا رشتہ نہیں جوڑا تو ارشاد ہوا اے علی دنیا و آخرت میں تم میرے بھائی ہو۔

مسلم نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے اس ذات کی قسم جس نے درختوں سے پھل پیدا کیے اور جان دی مجھ سے رسول اللہؐ نے وعدہ فرمایا ہے اے علیؓ مسلمان تم سے عاقلانہ محبت رکھیں گے اور منافق عداوت رکھیں گے ترمذی

---

[1] مولا کے معنی رب، مالک، آقا، مددگار، دوست، تابع، پیروی کرنے والا، پڑوسی، چچازاد بھائی، حلیف، داماد، غلام، آزاد کردہ، احسان مند واضح رہے کہ اس حدیث سے خلافت کی جانب کوئی اشارہ نہیں۔ امام شافعی کا بیان ہے اس سے اسلامی محبت مراد ہے جیسا کہ انھوں نے کہا۔ اَنَّ اللّٰہَ مَوۡلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا الخ۔ از مترجم۔ [2] مکہ و مدینہ کے درمیان جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر خم غدیر ایک گاؤں کا نام تھا جسے آجکل رابغ کہتے ہیں [3] قریبی رشتہ داری اور اتحاد کی جانب یہ بہترین ارشاد ہے اور اشعری بھی یہی کہتے ہیں [4] (ہم ہیں اور ہم) رسول اللہ ہی میں سے ہیں۔

نے ابوسعید خدری کی زبانی لکھا ہے منافقوں کی صاف شناخت یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ سے عداوت رکھتے ہیں (اسے بزار وطبرانی نے بھی تحریر کیا ہے) ترمذی وحاکم نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ"[1] (میں جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کی تحقیقات کو اپنی کتاب "تعقیباتِ موضوعات" میں تفصیل سے لکھا ہے ابن جوزی اور نووی وغیرہ نے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے اور ان کی یہ تحقیق بالکل غلط ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے) حاکم نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ نے مجھے یمن کا حاکم بنایا جس پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھ نوجوان کو آپ قاضی بنا رہے حالانکہ فیصلے کرنے کے طریقے مجھے معلوم ہی نہیں ہیں۔ پھر سرورِ عالم نے میرا سینہ تھپ تھپا کر دعا کی اے اللہ اس کے قلب کو روشن کر دے، اس کی زبان میں تاثیر دے دے" سرور عالمؐ کی اس دعا کے بعد سے قسم ہے اس ذات کی جو بیجوں سے درخت پیدا کرتا ہے۔ مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان کسی مقدمہ کے تصفیہ میں مجھے کوئی وغدغہ اور وسوسہ پیدا نہیں ہوا۔ اور بغیر شک وشبہ کے میں نے ہر مقدمہ میں بآسانی درست فیصلہ دیا۔

اقوال صحابہؓ

ابن سعد نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے جو دوسرے صحابہؓ کی بہ نسبت آپ زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں؟ جواب دیا واقعہ یہ ہے کہ میری دریافت پر سرور عالمؐ بیان دیا کرتے اور جب میں خاموش رہتا تو خود ہی کلام کا آغاز فرماتے تھے ابوہریرہؓ کا بیان ہے حضرت عمرؓ

(سابقہ حاشیہ) [2] عاقلانہ محبت کے یہ معنی ہیں کہ افراط وتفریط سے باز رہیں گے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ دنیائے غیب کے عالم ہیں احکامِ الٰہی کو منسوخ کرنے کے مختار ہیں۔ رسول اللہؐ کے بعد وصی اور امام حق ہیں۔ یا اور دوسرے باطل اقوال زبان پر نہ لائیں گے نیز حضرت علیؓ کی اولاد سے اپنا جھوٹا نسب نامہ ملانا یا آل رسول اللہؐ کی ہر معاملہ میں پیروی ظاہر کرنا وغیرہ اور ان کو سجدہ وغیرہ کرنا یہ سب غیر عاقلانہ محبت ہے واضح رہے کہ منافق سے یہاں مراد گمراہ خارجی ہیں جو حضرت علیؓ کو خلیفہ ہی نہیں مانتے، العیاذ باللہ۔ ازمترجم

[1] شہر کا دروازہ شہر کے باہر ہوتا ہے جس میں سے ہو کر شہر میں داخل ہوتے ہیں چونکہ تصوف کے تمام طریقے حضرت علیؓ کے ذریعہ حاصل ہوتے جن کا سرچشمہ رسول اللہ ہیں اور حضرت علیؓ علم ولایت کے سردار ہیں۔ غرضکہ علم کے مطلق علم نہیں بلکہ علم ولایت مراد ہے۔ وگرنہ مشاہدات کی خلاف ورزی ہو گی۔ اور کسی کے دل میں یہ وہم تک نہ آنے پائے کہ دیگر صحابہ راشدینؓ کو علم ولایت حاصل نہ تھا واقعہ یہ ہے کہ باہر سے آنے والوں کے لئے دروازہ کے راستہ کے بغیر شہر میں داخل ہونا ناممکن ہے لیکن جو حضرات کہ شہر میں مقیم ہوں ان کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ وہ شہری کام کاج انجام دینے یا شہر سے مزید استفادہ کے لئے شہر کے باہر جا کر پھر شہر کے دروازہ سے شہر میں داخل ہوتے رہیں۔ بلکہ وہ شہر کے شہر میں رہتے ہوئے بخوبی افادہ و استفادہ کرتے ہیں ہر ایک کا رتبہ بلند اور ہر ایک کارہائے نمایاں ہیں فائق وبرتر سب آپس میں برابر اور دوسروں سے برتر وبلند وبالا ہیں۔ ازمترجم۔

فرمایا کرتے تھے کہ ہم سب میں علیؓ بہترین فیصلے کرتے ہیں ابن مسعودؓ کا بیان ہے ہم لوگ باہم کہا کرتے تھے کہ مدینہ میں سب سے اچھا فیصلہ حضرت علی کرتے ہیں۔ ابن سعد نے ابن عباس کی زبانی کہا ہے حضرت علیؓ سے جب کوئی اہم مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ نہایت درست جواب دیا کرتے۔ سعید بن مسیب کا بیان ہے جب کسی اہم مسئلہ کا حضرت علیؓ صحیح حل تجویز نہ کرتے تو حضرت عمرؓ اپنے عہد خلافت میں اللہ سے پناہ مانگتے تھے۔ نیز سعید بن مسیب کا بیان ہے صحابہؓ کے منجملہ صرف حضرت علیؓ ہی فرمایا کرتے تھے کہ جو مسئلہ پوچھنا چاہو وہ مجھ سے پوچھ لو۔ ابن مسعودؓ کا بیان ہے مدینہ میں احکام درثہ وزکوۃ اور فیصلہ جات صادر کرنے میں حضرت علیؓ زیادہ عالم و دانا تھے (اسے ابن عساکر نے بھی قلم بند کیا ہے) حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے رسول اللہؐ کی سنتوں سے زیادہ واقف اب صرف علیؓ ہیں۔ مسروق کا بیان ہے صحابہ رسول اللہؐ کا علم اب صرف حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ اور عبداللہ ابن عمرؓ تک محدود رہ گیا ہے۔ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کا بیان ہے حضرت علیؓ میں علم کی قوت، پختگی، مضبوطی اور استقلال موجود تھا، خاندان بھر میں آپ کی بہادری مشہور تھی آپ پہلے اسلام لائے، آپ رسول اللہؐ کے داماد تھے، احکام فقہ وسنت میں ماہر تھے، جنگی جرأت اور مال و دولت کی بخشش میں ممتاز تھے۔ جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے رسول اللہؐ نے فرمایا لوگوں کے شجرہ الگ الگ ہیں لیکن ہمارا اور علیؓ کا شجرہ ایک ہے (اسے طبرانی نے بھی لکھا ہے) ابن عباس کا بیان ہے اللہ نے قرآن حکیم میں جہاں اے مسلمانو! کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان مسلمانوں کے امیر و سردار حضرت علیؓ ہیں قرآن کریم میں بعض مقامات پر دوسرے صحابہ کو عتاب کیا گیا ہے لیکن حضرت علیؓ کو ہر جگہ بھلائی سے یاد فرمایا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی شان میں اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ دوسرے کی بابت نہیں ہے علاوہ ازیں بیان دیا ہے کہ حضرت علیؓ کی شان میں (۳۰۰) آیات قرآن کریم میں موجود ہیں (یہ سب روایات طبرانی، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے لکھی ہیں) سعد کا بیان ہے رسول اکرمؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا میرے اور تمہارے علاوہ کسی دوسرے کو یہ جائز نہیں کہ جنبی ہونے کی حالت میں مسجد میں سے گذرے۔ (اسے بزار نے لکھا ہے)۔

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے رسول اکرمؐ جب غصہ ہوتے تو حضرت علیؓ کے سوائے کوئی دوسرا گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ ابن مسعودؓ کا بیان ہے رسول اکرم نے فرمایا علیؓ کو دیکھنا عبادت ہے۔ (یہ روایات طبرانی وحاکم اور ابن عساکر نے بھی لکھی ہیں)۔ ابن عباس کا بیان ہے حضرت علیؓ میں وہ اٹھارہ صفات تھیں جو کسی دوسرے صحابی میں اکٹھا نہ تھیں۔ (اسے طبرانی نے اوسط میں بھی تحریر کیا ہے) ابوہریرہؓ کا بیان ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا علیؓ کو تین خصلتیں ایسی ملی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو میں اس کے عوض میں تمام قیمتی خصائل دے دیتا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ تو جواب دیا ایک یہ کہ سرور عالمؐ نے اپنی دختر نیک اختر حضرت بی بی فاطمہؓ

سے ان کی شادی کی، دوسرے یہ کہ سرور عالم ؐ نے ان میاں بیوی دونوں کو مسجد میں اقامت کی اجازت دی، اور ان کے لئے تمام متعلقہ چیزیں جائز قرار دیں۔ تیسرے یہ کہ جنگ خیبر میں انھیں علم بردار بنایا۔ ابن عمرؓ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے جسے احمد نے بھی لکھا ہے۔

حضرت علیؓ کا خود بیان ہے رسول اللہ ؐ نے جنگ خیبر کے موقع پر مجھے پرچم اسلامی عنایت فرمایا اور میری آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا تھا اس وقت سے آنکھ دکھنے، آشوب چشم اور درد سر کی بیاری سے اب تک محفوظ ہوں۔ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے رسول اکرم ؐ نے فرمایا جس نے علی کو تکلیف دی تو گویا اس نے مجھے تکلیف دی۔

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے رسول اکرم ؐ نے فرمایا جس نے علیؓ سے محبت کی تو گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ اور اس کے برعکس جس نے علیؓ سے عداوت رکھی تو گویا اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے بغض و حسد و دشمنی رکھی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی ٹھان لی نیز ام سلمہ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ ؐ کو فرماتے خود سنا ہے جس نے علیؓ کو گالیاں دیں تو گویا اس نے مجھے گالیاں دیں ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے رسول اللہ ؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا جس طرح میں نے کفار سے اس وقت جنگ کی جب کہ انہوں نے نزول قرآن سے انکار کیا تھا اسی طرح تم ان لوگوں سے جنگ کرو گے جو قرآن کریم کی حفاظت نہ کریں گے۔ (یہ روایات احمد و حاکم نے لکھی ہیں)

حضرت حضرت علیؓ کا بیان ہے رسول اللہ ؐ نے مجھے طلب کر کے فرمایا: اے علیؓ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ کی مانند ہے جن سے یہودیوں نے اتنا بغض و عناد رکھا کہ ان کی والدہ محترمہ کو تہمت لگائی اور عیسائیوں نے ان سے اتنی محبت کی کہ ان کو ان کے موقف سے بڑھا دیا۔ اور دونوں فرقے[1] ایسے ہیں کہ حد سے زیادہ الفت کی وجہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو محبوب میں نہیں اور حد سے زیادہ بغض و عداوت کے باعث برائیاں بیان کرتے کرتے بہتان لگاتے اور تہمت باندھ دیتے ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے رسول اکرم نے فرمایا علیؓ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؓ کے ساتھ۔ اور یہ دونوں اکٹھا رہیں گے تاآنکہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے۔ (اسے طبرانی نے اوسط و کبیر میں درج کیا ہے)

---

[1] دونوں فرقوں میں سے ایک فرقہ شیعوں کا ہے جو زبانی دعویٰ میں بندہ کو اللہ کہتا ہے اور دوسرا فرقہ خارجیوں کا ہے جو حضرت علیؓ سے حقیقتاً بغض و عداوت رکھتا ہے۔ افراط و تفریط دونوں امور خراب و ناجائز ہیں اور صرف درمیانی حالت بہتر ہے کہ ہر ایک کی اس کی شان کے موافق تعریف و توصیف کی جائے۔ اور برائی کرنا ہر برے آدمی کے نزدیک بھی برا ہے۔ اے اللہ! ہم کو ہر برائی سے دور رکھ اور نیکی کی توفیق عنایت فرما۔ از مترجم۔

عمار بن یاسر کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علیؓ سب سے زیادہ بدبخت دو آدمی ہیں ایک احیمر جس کا اصلی نام قدار تھا۔ یہ ثمود کی قوم کا وہ فرد تھا جس نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور دوسرا وہ شقی ہوگا جو اے علیؓ تم کو قتل کرے گا اور خون سے تمہاری داڑھی تر ہو جائے گی۔

ابو سعید خدری کا بیان ہے لوگوں نے بارگاہ رسالت میں حضرت علیؓ کی شکایت کی تو آپ نے برسر منبر ہم کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! علیؓ کا گلہ شکوہ نہ کرو کیونکہ احکام الٰہی کی اجرائی میں وہ سخت گیر ہیں اور سستی و کاہلی سے بہت دور ہیں۔

حضرت علیؓ کا دور خلافت

ابن سعد کا بیان ہے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دوسرے دن تمام صحابہ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بخوشی بیعت کی۔ البتہ حضرت طلحہ و زبیرؓ نے مجبوراً بیعت کی۔ اور پھر یہ دونوں حضرات مدینہ سے حضرت عائشہؓ کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ کے راستہ بصرہ گئے اور بصرہ میں پہنچ کر حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کیا اور اس مطالبہ کی اطلاع پر حضرت علیؓ عراق جانے کے ارادہ سے نکلے۔ راستے میں بصرہ ملا جہاں حضرت علیؓ کی طلحہ، زبیر، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دیگر صحابہ سے جنگ ہوئی۔ یہ جنگ جمل ماہ جمادی الثانی ۳۶ھ میں ہوئی جس میں حضرت طلحہ و زبیر وغیرہ شہید کئے گئے اور مقتولوں کی تعداد (۱۳) ہزار تک پہونچی۔ بصرہ میں حضرت علیؓ نے (۱۵) دن قیام کیا اور اس کے بعد کوفہ چلے گئے، کوفہ پر امیر معاویہؓ نے خروج کیا اور آپ کے ساتھ شام کے لوگ بھی تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے بھی جنگ کا رخ کیا۔ اور دونوں کی فوجیں دو بدو صف آرا ہوئیں۔ ماہ صفر ۳۷ھ میں کارزار گرم ہوا۔ اور عرصہ تک لڑائی ہوتی رہی، جس میں شامیوں نے قرآن کریم بلند کیا جو عمرو بن عاص کے غور و فکر کا نتیجہ تھا۔ قرآن کریم بلند ہونے کے بعد حضرت علیؓ کی فوج نے شمشیر زنی سے ہاتھ اٹھا لیا۔ صلح کرنے کے لئے حضرت علیؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو اور امیر معاویہؓ نے عمرو بن عاص کو منصف و ثالث مقرر کیا۔ چنانچہ دونوں فریق نے ایک معاہدہ لکھا کہ آئندہ سال ۳۸ھ میں بمقام اذرح متفقہ اجلاس کرکے اصلاح امت کی تدابیر کریں، غرضکہ اس تحریری معاہدہ کے بعد امیر معاویہؓ شام، حضرت علیؓ کوفہ اور دوسرے اشخاص اپنے اپنے مکانات چلے گئے، کوفہ پہونچ کر خارجیوں نے حضرت علیؓ سے علیحدگی اختیار کی اور کہا اللہ کے سوائے کسی دوسرے کی حکومت قابل تسلیم نہیں، اس کے بعد یہ تمام خارجی کوفہ کے ایک مشہور مقام حرورا میں بغاوت کے لئے جمع ہوئے جہاں حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباس کو روانہ کیا جنہوں نے خارجیوں سے بحث و مباحثہ کرکے ان کو شکست دی، غرضکہ یہ تمام خارجی وہاں سے چل دیئے ان میں سے کچھ خارجی مقام نہروان میں مقیم ہو گئے جو مسافروں کی آمد و رفت میں مزاحمت کرتے ان کا مال

مال لوٹتے۔ اور انھیں ایذا دیتے تھے چنانچہ ۳۸ھ میں حضرت علیؓ نے نہروان پہونچ کر ان خارجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اسی جنگ میں ذاالثدیہ بھی مارا گیا۔

اسی سال ۳۸ھ ماہ شعبان میں سعد بن ابی وقاص اور ابوموسیٰ اشعری نیز دیگر صحابہؓ مقام اذرح میں جمع ہوئے۔ اور سعید بن ابی وقاص نے ابوموسیٰ اشعری پر حقائق ثابت کر دے جس کے نتیجہ میں ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت کا انکار کر دیا۔ ادھر عمرو بن عاص نے امیر معاویہؓ سے بیعت کر لی۔ ان حالات کی موجودگی سے لوگوں میں انتشار رونما ہوا۔ حضرت علیؓ و دیگر صحابہ سے الگ تھلگ ہو گئے، بعض اوقات تو اپنی انگلیاں چباتے اور فرماتے میں نے نادرست کام کیا میں معاویہؓ کی اطاعت کر لیتا۔

خوارج کی سازش

عبداللہ بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن ابوبکر تمیمی ان تین خارجیوں نے مکہ میں باہمی معاہدہ کیا کہ تین اسلامی بزرگ شخصیتوں کو شہید کر دیں گے۔ چنانچہ عبداللہ بن ملجم نے حضرت علیؓ کو، برک بن عبداللہ نے امیر معاویہؓ کو اور عمرو بن ابوبکر تمیمی نے عمرو بن عاص کو اپنا ہدف بنانے کا اقرار کیا۔ اور عہد و پیمان کیا کہ ایک مقررہ رات میں گیارہ یا سترہ رمضان کو شہید کریں گے۔ اس قول و قرار کے بعد ہر ایک اس شہر کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اس کے ہدف سکونت پذیر تھے۔ عبداللہ بن ملجم سیدھا کوفہ پہونچا اور اپنے دیگر ساتھی خارجیوں سے مل کر اپنا ارادہ ان پر ظاہر کر دیا کہ جمعہ کی رات میں بتاریخ ۱۷ رمضان ۴۰ھ حضرت علیؓ کو شہید کرے گا۔

حضرت علیؓ کی شہادت

حضرت علی مرتضیٰؓ نے ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو علی الصباح بیدار ہو کر اپنے صاحبزادہ حضرت حسنؓ سے فرمایا رات میں نے خواب میں رسول اللہ سے شکایت کی کہ امت نے میرے ساتھ کجروی کی ہے اور بہت سخت نزاع برپا کر رکھا ہے جس پر رسول اکرمؐ نے فرمایا اللہ سے دعا کرو۔ چنانچہ میں نے بارگاہ الہی میں دعا کی اے اللہ! مجھے ان لوگوں سے نکال کر اچھے لوگوں میں شامل کر دے۔ اور میرے بجائے ان لوگوں کا اس شریر شخص سے واسطہ ڈال جو ان سے بھی بدتر ہو۔ حضرت علیؓ ابھی یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ ابن نباح مؤذن نے آکر کہا نماز نماز۔ چنانچہ حضرت علیؓ اپنے در دولت سے لوگوں کو نماز پڑھنے کے لئے بلانے کی خاطر روانہ ہوئے راستہ میں ابن ملجم نے آپ پر شمشیر کا ایسا وار کیا جس سے آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار بھیجہ پر جا کر ٹھہری۔ اس عرصہ میں تمام لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو گرفتار و مقید کر لیا۔ اس کاری زخم کے باوجود حضرت علیؓ جمعہ و ہفتہ کے دن بقید حیات رہے لیکن اتوار کی رات کو آپ کی روح بارگاہ قدس میں روانہ ہو گئی حسنین اور عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا امام حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور راتوں رات دارالامارت کوفہ میں دفن کئے گئے۔ اس کے بعد ابن ملجم

کو ایک ٹوکرہ میں رکھ کر نذر آتش کر دیا اور وہ جل کر خاکستر ہو گیا۔

انتباہ یہ تمام واقعات وہ ہیں جو ابن سعد نے لکھے ہیں اور جسے بطور خلاصہ اس مقام پر تحریر کیا گیا ہے کیونکہ اس کتاب میں اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

سرورِ عالمؐ کا ارشاد ہے جب میرے صحابہؓ کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو اگرچہ ان سے قتل سرزد ہو جائے

مستدرک میں سری کی زبانی تحریر ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی ایک خارجی عورت پر شیدا تھا جس کا نام قطام تھا۔ جب اس عورت نے شادی کی تو تین ہزار درہم اور حضرت علیؓ کا قتل زرِ مہر مقرر کیا تھا جس کی تصدیق فرزدق شاعر نے بھی کی ہے۔

حضرت علیؓ کی قبر لاپتہ

ابو بکر بن عیاش کا بیان ہے حضرت علیؓ کے مزار مبارک کو اس لئے پوشیدہ و لاپتہ کر دیا گیا تاکہ خارجی اسے کھود نہ ڈالیں شریک کا بیان ہے کہ امام حسنؓ نے کوفہ سے مدینہ آپ کی نعش منتقل کی مبرو نے محمد بن حبیب کی زبانی لکھا ہے ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل ہونے والی نعش صرف حضرت علیؓ کی تھی۔ ابن عساکر نے سعید بن عبدالعزیز کی زبانی لکھا ہے۔ شہادت کے بعد حضرت علیؓ کا لاشہ مدینہ کی جانب روانہ کیا گیا تاکہ رسول اللہ ؐ کے پاس تدفین کی جا سکے۔ لیکن راستہ میں رات کے وقت وہ اونٹ جس پر آپ کا لاشہ تھا کہیں بھاگ گیا۔ اور باوجود تلاش پتہ نہ چلا کہ کہاں گیا اور کیا ہوا عراقیوں کا قول ہے کہ حضرت علیؓ بادلوں میں تشریف فرما ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تلاش و جستجو پر وہ اونٹ لاشہ سمیت شہر طے میں دستیاب ہوا۔ چنانچہ اسے پکڑ کر آپؓ کی نعش مبارک طے میں سپرد خاک کی گئی۔

سن وصال

حضرت علیؓ کی عمر میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں شہادت کے وقت یعنی ۱۷ رمضان ۴۰ھ میں آپ کی عمر (۶۳) سال کی تھی۔ بعض (۶۴) بعض (۶۵) بعض (۵۷) اور بعض (۵۸) سال آپ کی عمر بتاتے ہیں اور آخری وقت میں بھی آپؓ کی خدمت کے لئے آپ کے پاس (۱۹) لونڈیاں تھیں۔

حضرت علیؓ کے مختصر حالات، فیصلے اور زریں اقوال

حالات سعد بن منصور نے شیخ فزارہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے خود سنا ہے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے دشمن کو ہم سے امور دینی پوچھنے کی توفیق دی۔ معاویہؓ نے خنثی وراثت کا مسئلہ ہم سے دریافت کیا اور ہم نے جواب میں لکھ دیا کہ اگر اس کی پیشاب گاہ مردوں کی مانند ہو تو اسے مرد جیسا گردانا جائے ورنہ عورتوں کی مانند شمار کیا جائے اور اسی کے موافق اس کے وشاو ترکہ کے احکام جاری کئے جائیں۔

ہشیم نے شعبی کی زبانی بھی حضرت علی کا جواب متذکرہ بالا تحریر کیا ہے ابن عساکر نے امام حسن کی زبانی لکھا

ہے۔ والدبزرگوار حضرت علیؓ کی بصرہ میں تشریف فرمائی پر ابن کوا اور قیس بن عبادہ نے پوچھا رسول اللہؐ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اے علیؓ! میرے بعد تم خلیفہ ہوگے اس حدیث پر روشنی ڈالیے کیونکہ یہ حدیث آپ کی سنی ہوئی ہے۔ اور آپ ہی اس معاملہ میں زیادہ قابل بھروسہ دامانت دار ہیں۔ اس کے جواب میں والدبزرگوار حضرت علیؓ نے فرمایا رسول اللہؐ نے مجھے خلافت دینے کے بارے میں کوئی وعدہ نہیں فرمایا چونکہ میں نے آقائے دو عالمؐ کی رسالت کی سب سے تصدیق کی ہے تو اب آپؐ کو جھوٹا الزام کیوں دوں۔ بفرض محال اگر رسول اللہؐ نے مجھے خلیفہ بنانے کا حکم دیا ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کو منبر نبوی پر کھڑا ہونے نہ دیتا۔ اور دونوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتا اگرچہ اس وقت اس معاملہ میں میرا کوئی ساتھی بھی نہ ہوتا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ رسول اللہؐ قتل ہوئے اور نہ یکبارگی لقمہ اجل ہوئے بلکہ عرصہ تک بیمار رہے۔ مؤذن جب آپؐ کو امامت کے لئے بلاتا تو آپ حکم صادر فرماتے کہ ابوبکرؓ امامت کریں اور حضرت ابوبکرؓ کئی دن تک امامت کرتے رہے۔ اور رسول اکرمؐ اپنے بستر استراحت پر آرام فرماتے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھاتے دیکھتے رہے۔ ایک مرتبہ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ نے رسول اکرمؐ سے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کو امامت سے باز رکھیے تو سرور عالمؐ نے غضبناک ہوکے فرمایا تم یوسفؑ کے زمانہ کی خواتین کی مانند ہو۔ جاؤ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہی نماز پڑھائیں حضرت علیؓ کا بیان ہے۔

"رسول اللہؐ کی رحلت پر ہم لوگوں نے مصالح ملت پر غور کیا اور اس شخصیت کو دنیاوی حاکم و خلیفہ بنایا جنہیں رسول اللہؐ نے ہمارے امور مذہبی کی تکمیل کے لئے امام بنایا تھا اور نماز ہی اسلام کا اصلی اصول و رکن اعظم ہے۔ حضرت ابوبکرؓ ہمارے مذہبی سردار اور مذہب کے مستحکم کرنے والے تھے اس لئے ہم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ خلافت کے اہل بھی تھے۔ ان کو خلیفہ بنانے میں کسی نے مطلق اختلاف نہیں کیا اور کوئی کسی کو نقصان پہونچانے کا درپے بھی نہیں ہوا اور یقین ہے کہ کوئی فرد حضرت ابوبکرؓ سے بیزار نہیں ہوا۔ میں نے بھی حضرت ابوبکرؓ کے حقوق ادا کئے اور ان کی مکمل طور پر فرمانبرداری کی۔ میں نے ان کی فوج میں رہ کر دشمنوں سے جنگ کی انہوں نے جو کچھ مجھے دیا وہ میں نے بخوشی لیا اور جب مجھے فوج کشی کرنے کا حکم دیا تو میں نے دشمنوں سے اچھی طرح جنگ کی۔ میں نے ان کے عہد خلافت میں ان کے احکام پر مجرموں کو اپنے کوڑے سے سزا دی انہوں نے اپنی زندگی میں حضرت عمرؓ کو خلیفہ منتخب کیا اور ان کے انتقال کے بعد جب حضرت عمرؓ تخت خلافت پر جلوہ فرما ہوئے اور خلیفہ اوّل بہترین جانشین اور سنتِ نبوی پر متمکن ہوئے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانے میں بھی کسی فرد نے مطلق اختلاف نہیں کیا۔ اور کوئی کسی کی نقصان رسانی کا درپے نہیں ہوا اور یقینی طور پر کوئی فرد بھی حضرت عمرؓ کی خلافت سے بیزار نہیں ہوا پہلے کی طرح میں نے حضرت عمرؓ کے حقوق ادا کئے اور ان کی مکمل طور پر اطاعت کی میں نے ان کی فوج میں شامل رہ کر دشمنوں سے جنگ کی انہوں نے جو کچھ مجھے عنایت کیا اسے میں نے بخوشی قبول

کیا انہوں نے مجھے جنگوں میں روانہ کیا جہاں میں نے دشمنوں سے دوٹوک مقابلہ کیا حضرت عمر رضؓ کے عہد خلافت میں بھی میں نے اپنے کوڑے سے مجرموں کو سزا دی۔ لیکن ان کے انتقال سے ذرا پہلے مجھے خیال ہوا کہ میں نے اسلام آوری میں سبقت کی ہے اور اسلام کے ابتدائی زمانہ میں وہ کام کئے ہیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ اور اپنی برتری کا مجھے خیال آیا ان احساسات کے ساتھ گمان ہوا کہ حضرت عمر رضؓ اب مجھی کو خلیفہ منتخب کریں گے، لیکن حضرت عمر رضؓ کو خوف دامن گیر ہوا کہ وہ کہیں ایسا خلیفہ منتخب نہ کرلیں جس کے اعمال کا خود حضرت عمر رضؓ کو قبر میں جواب دینا پڑے اس خیال کے مدنظر انہوں نے اپنی اولاد کو بھی خلافت کے لئے نامزد نہیں فرمایا۔ اور اگر حضرت عمرؓ خود کسی کو خلیفہ بناتے تو لازمًا اپنے کسی بیٹے کو خلیفہ مقرر کرتے لیکن خلیفہ منتخب و مقرر کرنے کا اقتدار چھ قریشیوں کے ہاتھ میں آیا۔ جن چھ میں ایک رکن میں (علیؓ) بھی تھا۔ جب ان چھ ارکان نے انتخاب خلیفہ کے لئے مجلس طلب کی تو مجھے خیال ہوا کہ خلافت کا بار میرے کندھوں پر ڈالا جائے گا۔ اور یہ مجلس کسی کو میرے برابر نہیں سمجھے گی بلکہ مجھی کو خلیفہ منتخب کرے گی اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف نے ہم سب سے وعدہ لیا کہ ہم میں سے اللہ تعالیٰ جس کو خلیفہ مقرر کردے ہم سب اس کی فرمانبرداری کریں گے اور اس کے احکام کی برضا و رغبت تعمیل کریں گے۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر خود بیعت کی، اس وقت میں نے غور کیا میری اطاعت یہی ہے کہ میں بھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلوں۔ کیونکہ مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ دوسرے کی بیعت کے لئے تھا۔ غرضکہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر میں نے بیعت کی اور گذشتہ خلفاء کی اطاعت و فرمانبرداری کی، ان کی ماتحتی میں جنگ کی، ان کے عطیہ کو قبول کیا، جنگوں میں گیا اور شرعی سزائیں دیں، الحاصل حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مجھے خیال ہوا کہ پہلے اور دوسرے خلیفہ جن کو رسول اللہ ﷺ نے ہمارا امام بنایا تھا وہ رخصت ہوگئے اور تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ جن کی خلافت کے لئے مجھ سے قول و قرار لیا گیا تھا وہ شہید ہوگئے تو آخر کار میں نے خلافت کا بار اپنے کندھوں پر سنبھالا۔ حرمین شریفین کے باشندوں اور بصرہ و کوفہ کے رہنے والوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت کے لئے وہ شخص میرے مقابلہ میں کھڑا ہوا ہے، جو قرابت و رشتہ داری، علم اور سبقت اسلامی میں میرے برابر ہو ہی نہیں سکتا اور میں ہر طرح خلافت کا اس شخص سے زیادہ حقدار ہوں۔

ابونعیم کے دلائل میں جعفر بن محمد کے والد کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک مقدمہ آیا ایک دیوار کی جڑ میں بیٹھ کر آپ اس کی سماعت کرنے لگے تو ایک شخص نے کہا یہ دیوار گرا چاہتی ہے۔ آپؓ نے فرمایا تم اپنا کام کرو، اللہ تعالےٰ کافی نگہبان موجود ہے غرضکہ آپ نے مدعی و مدعیٰ علیہ کے درمیان فیصلہ کیا پھر اس کے بعد دیوار گری

طیوریات میں جعفر بن محمد کے والد کی زبانی تحریر ہے ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا ہم نے آپ

کو خطبہ میں فرماتے سنا ہے۔ اے اللہ! ہم کو ویسی ہی صلاحیت عنایت فرما جیسی کہ ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کو تونے صلاحیت دی تھی۔ از راہ کرم ان خلفائے راشدین کے نام بتا دیجئے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ چشم پُرآب ہوئے اور فرمایا۔ وہ میرے دوست حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تھے جو امام ہدایت و شیخ الاسلام تھے رسولِ اکرمؐ کے بعد وہ دونوں قریشی راہبر تھے جس نے ان دونوں کی پیروی کی نجات پائی اور ان دونوں کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کو صراط مستقیم حاصل ہوئی اور جس نے ان دونوں کی اتباع کی وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ عبدالرزاق نے حجر مدری کی زبانی لکھا ہے حضرت علیؓ نے ایک دن مجھ سے پوچھا اگر کوئی شخص تم کو یہ حکم دے کہ مجھ پر لعن طعن کرو تو اس صورت میں تم کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا آیا ایسا بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا ہاں۔ تو میں نے پھر عرض کیا اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ ارشاد ہوا ان کے کہنے کو کہنا لیکن یاد رہے کہ ہرگز مجھ سے جدا نہ ہونا۔

عجیب بات

حجر مدری کا بیان ہے حجاج کے بھائی محمد یوسف حاکم یمن نے مجھے حکم دیا کہ علیؓ پر لعن طعن کرو۔ چنانچہ میں نے لوگوں سے کہا کہ حاکم یمن نے حضرت علیؓ پر لعن طعن کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے اے لوگو! تم اس پر لعنت بھیجو۔ اور میرے اس کلام کو صرف ایک آدمی سمجھ سکا۔

طبرانی و ابو نعیم نے زاذان کی زبانی لکھا ہے حضرت کے ایک جملہ کو کسی نے جھٹلایا اس پر حضرت علیؓ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر کہو تو تمہارے لئے بد دعا کر دوں اس نے کہا ضرور تو حضرت علیؓ نے بد دعا کی۔ اور وہ شخص آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر گیا بھی نہ تھا کہ آن کی آن میں وہ اندھا ہو گیا۔

فیصلے

زر بن حبیش کا بیان ہے دو آدمی صبح کے وقت ناشتہ کے لئے بیٹھے ہی تھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین۔ کہ اتنے میں ادھر سے ایک آدمی گذرا اس نے سلام علیک کی۔ ان دونوں نے اس کو بھی ناشتہ پر بٹھا لیا اور ان تینوں نے وہ پوری آٹھ روٹیاں کھا لیں۔ پھر اس تیسرے آدمی نے جاتے وقت آٹھ درہم ان دونوں آدمیوں کو دے کر کہا میں نے تمہارے پاس کھانا کھایا ہے یہ اس کی قیمت ہے تم دونوں آپس میں اسے تقسیم کر لو۔ ان دونوں میزبانوں میں تقسیم رقم پر تنازعہ ہوا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا پانچ درہم میں لوں گا۔ اور تین تمہارے ہیں تین روٹیوں والے نے کہا تین پانچ کا معاملہ نہیں۔ نصفا نصف بانٹ لو۔ غرضکہ یہ مقدمہ حضرت علیؓ کے پاس پیش ہوا۔ آپؓ نے پورے مقدمہ کی سماعت کے بعد فرمایا، تمہارا ساتھی جو کہتا ہے اس کو قبول کر لو کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں اور تمہارے حصہ کے جو یہ تین درہم دیتا ہے وہ لے لو۔ اس پر تین روٹیوں والے نے کہا ہم آپؓ کے اس غیر منصفانہ فیصلہ کو کیسے قبول کریں؟ تو آپؓ نے فرمایا یہ فیصلہ غیر منصفانہ نہیں اور تمہارے حق میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہے اور درحقیقت صرف ایک درہم تم کو ملنا چاہیے اور سات تمہارے ساتھی کو۔ اس پر

اس جھگڑالو نے کہا سبحان اللہ یہ کیسے۔ ذرا آپ سمجھا دیجئے تاکہ میں دلیل کے مدِ نظر آپ کا فیصلہ قبول کر سکوں، فرمایا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے تم تین آدمیوں نے کھائے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس نے کم اور کس نے زیادہ کھائے اس لئے اپنی روٹیوں کے برابر برابر حصّے کرو تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑوں میں سے جب کہ جملہ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے ہوئے آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے اور ایک ٹکڑا باقی بچا۔ اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے ہوئے جس میں سے اس نے بھی چوبیس ٹکڑوں کے منجملہ صرف آٹھ کھائے اور اس کے سات ٹکڑے باقی باقی بچے۔ یعنی مہمان نے تمہاری روٹیوں میں کا ایک ٹکڑا اور تمہارے ساتھی کی روٹیوں میں کے سات ٹکڑے کھائے اس لئے تمہارے ایک ٹکڑے کے بدلہ تم کو ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو سات درہم ملنا چاہیے۔ غرضکہ یہ تفصیل سننے کے بعد اس جھگڑالو نے آپ کے فیصلے کو قبول کر لیا۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں بحوالہ عطا لکھا ہے حضرت علیؓ کے پاس ایک مرتبہ ایک ملزم کو دو گواہ لائے اور کہا اس نے چوری کی ہے آپ نے اس مقدمہ کی دریافت کے سلسلہ میں لوگوں کے عیوب و احوال سننا شروع کئے اور جھوٹے گواہوں کی بابتہ فرمایا کہ اب سے پہلے ہمارے پاس جھوٹے گواہ پیش ہوئے تو ہم نے ان کو سخت سے سخت سزائیں دیں گے۔ غرضکہ اس مقدمہ کا فیصلہ دینے کے لئے آپ نے ایک دن ان دونوں گواہوں کو طلب فرمایا تو وہ لاپتہ تھے۔ اس لئے آپ نے اس ملزم کو بَری کر دیا۔

عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں ایک شخص کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میرے اس ساتھی نے خواب میں دیکھا کہ میری ماں کے ساتھ ہم بستری کی ہے یہ سن کر فیصلہ دیا جاؤ اسے دھوپ میں کھڑا کرو اور اس کے سایہ کو دُرّے لگاؤ (یعنی یہ شخص خیالی طور پر تمہاری ماں کے ساتھ سویا ہے اس لئے تم اس کے سایہ کو دُرّے مارو۔ مطلب یہ کہ یہ شخص مستوجب سزا نہیں ہے

مہر ابن عساکر نے جعفر بن محمد کے والد کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت علیؓ کی انگشتری چاندی کی تھی جس پر یہ عبارت کندہ تھی:" نعم القادر اللہ" اور عمرو بن عثمانؓ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کی مہر کی عبارت یہ تھی:" الملک للہ "

اقوالِ زریں مدائنی کا بیان ہے بزمانہ قیام کوفہ حضرت علیؓ کے پاس ایک عربی حکیم نے آ کر کہا اے امیر المومنین! بخدا آپ نے مسند خلافت کو زینت دی لیکن خلافت نے آپ کو زینت نہیں دی۔ آپ نے درجہ خلافت کو بلند کیا لیکن خلافت نے آپ کو بلند و بالا نہیں کیا اور درحقیقت یہ خلافت آپ آپ ہی کی محتاج تھی۔

مجمع کا بیان ہے حضرت علیؓ بیت المال میں جھاڑو دیتے یعنی بیت المال کی تمام چیزیں مسلمانوں میں تقسیم

کر دیا کرتے پھر بطور شکرانہ وہاں نماز ادا کرتے تاکہ بیت المال گواہی دے کہ آپ نے بیت المال کی دولت کو تمام مسلمانوں پر خرچ کر دیا ہے۔

ابوالقاسم زجاجی نے اپنی امالی میں ابو اسود دئلی کے والد کی زبانی لکھا ہے۔ میں ایک دن حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ سرنگوں فکرمند بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا اے امیرالمومنین! آپ متفکر کیوں ہیں؟ فرمایا ہم نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں الفاظ کے معنی بدلے جا رہے ہیں۔ اس لئے ارادہ ہے کہ تمہارے فائدے کی خاطر عربی اصول کی ایک کتاب مرتب کر دوں۔ میں نے عرض کیا آپ یہ کام انجام دے کر اصل الفاظ کے معنی کے قیام کی بقا کے ساتھ ہمیں حیاتِ ابدی عنایت فرمائیں گے۔ اس واقعہ کے تیسرے دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک مسودہ مجھے عنایت فرمایا۔ میں نے دیکھا اس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد لکھا تھا۔ کلام کی تین قسمیں ہیں۔ اسمؐ، فعلؐ، حرفؐ، اسم وہ ہے جو اپنے مسمی کو بتائے، فعل وہ ہے جو اس کی حرکت ظاہر کرے۔ اور حرف وہ ہے جو اسم و فعل نہ ہو بلکہ ظہور معنی میں مدد دے۔ پھر فرمایا تم اپنے معلومات کے ذریعہ اس میں اضافہ کر سکتے ہو۔ اس کے فرمایا! اے ابوالاسود! ہر چیز کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ ظاہری، پوشیدہ اور درمیانی جو نہ ظاہر ہو اور نہ پوشیدہ اور تیسری قسم کی معرفت پر بڑے بڑے فاضل علماء نے معرکۃ الآراء مضامین سپرد قلم فرمائے ہیں۔ میں ابوالاسود یہ نشست برخاست کر کے گھر آیا اور حروف کی اقسام میں سے حروف ناصبہ اِنَّ - اَنَّ - لَیْتَ - لَعَلَّ - کَاَنَّ لکھ کر خدمت اقدس میں پیش ہوا تو فرمایا حروف ناصبہ میں لٰکِنَّ کیوں نہیں لکھا۔ میں نے عرض کیا حروف ناصبہ میں لٰکِنَّ کو میں نے شمار نہیں کیا۔ ارشاد ہوا لٰکِنَّ بھی حروف ناصبہ میں سے ہے۔ اس کا بھی اضافہ کر دو۔

ابن عساکر ربیعہ بن ناجد کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: لوگو! تم با ہم شہد کی مکھیوں کی مانند بن جاؤ، اگرچہ دوسرے پرندان کو کمزور و حقیر جانتے ہیں لیکن اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ شہد کی مکھیوں کے پیٹ میں اللہ نے بڑی برکت والی چیز پوشیدہ کر دی ہے تو وہ مکھیوں ہرگز حقیر نہ سمجھتے۔ اس لئے اے لوگو! اپنی زبان و جسم میں اتحاد پیدا کرو۔ اور اعمال و قلوب میں مفارقت و جدائی کو راہ نہ دو کیونکہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو وہ انجام دیتا ہے اور روز محشر انسان اپنی محبوب چیز کے ساتھ رہے گا۔ نیز لکھا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا وہ کام کرو جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہو۔ اور عمل صالح کرنے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرو۔ کیونکہ عمل صالح بغیر تقویٰ قابل قبول نہیں اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جس عمل میں خلوص نہ ہو وہ کیسے قبول ہو سکتا ہے۔

یحییٰ بن جعدہ کا بیان ہے حضرت علی نے فرمایا اے حاملین قرآن! احکام قرآنی پر عمل کرو۔ عالم وہی ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کرے، علم کو عمل کی موافقت میں پورا اتارے، یعنی علم و عمل دونوں

مواقق ومطابق ہوجائیں، عنقریب ایسے صاحبان علم ظہور پزیر ہوں گے کہ ان کا علم ان کے گلے کے نیچے نہیں اترے گا ان کے ظاہر و باطن میں موافقت نہ ہو گی، ان کے علم و عمل میں یکسانیت کا نام ونشان نہ ملے گا، ان کی نشستوں میں ایک دوسرے پر خود کو سربلند و صاحب عزت گردانے کی کوشش کرے گا۔ ان کی مجلسوں کی کیفیت یہ ہو گی کہ ہم نشین غضبناک ہو کر اپنے ساتھی سے کہے گا جاؤ دور ہو کر الگ بیٹھو۔ ذرا ادھر تشریف رکھیے اور ان اشخاص کے مجلسی اعمال کو اللہ کی خوشنودی سے کوئی لگاؤ تک نہ ہو گا۔

ابن عساکر نے تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ بھی فرمایا۔ توفیق الٰہی بہترین رہبر ہے خوش اخلاقی بہترین دوست ہے عقل و شعور بہترین ساتھی ہے، ادب بہترین میراث ہے، اور اندوہ و غم دراصل تکبر سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ حارث کا بیان ہے میں نے حضرت علیؓ سے کہا مسئلہ قدر کی ذرا وضاحت فرمائیے۔ تو جواباً فرمایا مسئلہ قدر وہ تاریک راستہ ہے جس میں رفتار نا ممکن ہے۔ میرے دوبارہ استفسار پر فرمایا مسئلہ قدر بڑا ہی گہرا سمندر ہے اس میں گھسنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اس ترکیب سے تم مسئلہ قدر کا وجدان نہیں کر سکتے۔ میری سہ بارہ دریافت پر فرمایا مسئلہ قدر دراصل اسرار الٰہی ہے جو تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اس لئے تم اس کی چھان بین نہ کرو پھر چوتھی مرتبہ پوچھنے پر فرمایا اے پوچھنے والے! یہ بتا کہ اللہ نے تجھے اپنی منشاء کے موافق پیدا کیا ہے یا تیری خواہشات کے مطابق؟ تو میں نے عرض کیا اللہ نے میری تخلیق اپنی منشا کے موافق کی ہے یہ سن کر فرمایا اللہ تعالیٰ جس پر چاہے گا تیرے اعمال کو الگ کو ظاہر کرے گا۔

نیز لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا رنج و مصیبت بھی ایک مقام پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے اس لئے عقل مند کو چاہیے کہ مصیبت کی حالت میں صبر کرے تاکہ مصیبت اپنی مدت پر جاتی رہے وگرنہ اختتام مدت مصیبت سے پہلے دفعیہ کی کوشش اپنے ساتھ اور مصیبتیں لے آتی ہے ایک آدمی نے پوچھا سخاوت کسے کہتے ہیں؟ فرمایا بغیر مانگے کچھ دینا سخاوت ہے اور مانگنے والے کو دینا بخشش ہے۔

ایک آدمی نے بارگاہ خلافت علوی میں حاضر ہو کر آپ کی تعریف کے پل باندھے حالانکہ اس سے پہلے وہ دور ودراز مقامات پر آپ کی شان میں بیہودہ جملے کہہ چکا تھا۔ حد سے زیادہ اس کی زبانی اپنی تعریف سن کر فرمایا میں ایسا تو نہیں ہوں جیسا اس وقت تم کہہ رہے ہو البتہ اس سے زیادہ بلند مرتبہ ہوں جو تمہارا خیال ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد ہوا گناہوں کی دنیاوی سزا یہ ہے کہ عبادت میں سستی رونما ہو جاتی ہے معیشت میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے، لذت میں کمی ہو جاتی ہے اور حلال کی خواہش اسی شخص میں پیدا ہو جاتی ہے جو حرام کی کمائی چھوڑ دینے کی مکمل کوشش کرتا ہے۔

علی بن ربیعہ کا بیان ہے ایک دن حضرت علیؓ غضبناک بیٹھے تھے اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا اللہ آپ کو اس پر قائم رکھے تو فرمایا تمہارے سینہ پر یعنی تمہاری آرزو پوری نہ ہو گی۔

شعبی کا بیان ہے حضرات ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ شعر کہا کرتے تھے لیکن حضرت علیؓ ان سب سے زیادہ بڑے شاعر تھے۔

عقبہ بن ابی صہبا کا بیان ہے ابن ملجم جب حضرت علیؓ کو گھائل کر چکا تو امام حسنؑ آپ کے پاس گریہ کناں آئے تو آپ نے اس وقت امام حسنؑ سے فرمایا بیٹا ہماری یہ آٹھ باتیں یاد رکھنا۔

۱۔ سب سے زیادہ دولت عقل مندی ہے۔

۲۔ سب سے زیادہ افلاس و محتاجی، بیوقوفی و حماقت ہے

۳۔ سب سے زیادہ وحشت و گھبراہٹ، تکبر و غرور ہے۔

۴۔ سب سے زیادہ بزرگی و کرم، خوش اخلاقی و نیک کرداری ہے۔

اور مابقی چار چیزیں یہ ہیں جن سے ہمیشہ ہمیشہ پرہیز کرنا۔

۱۔ بیوقوف کی دوستی، اگرچہ وہ نفع پہونچانا چاہتا ہے لیکن نتیجتہً تکلیف پہونچتی ہے۔

۲۔ جھوٹے کی ہمنوائی۔ کیونکہ وہ قریب کو دور اور دور کو نزدیک کر دیتا ہے۔

۳۔ کنجوس کا ساتھ۔ کیونکہ کنجوس تم سے ان چیزوں کو چھڑا دیتا ہے جس کی تمہیں سخت ضرورت ہو۔

۴۔ فاجر کی دوستی کیونکہ وہ تمہیں تھوڑی سی چیز کے بدلے میں فروخت کر دیتا ہے

ابن عساکر کا بیان ہے حضرت علیؓ کے پاس ایک یہودی نے آکر پوچھا اللہ کب پیدا ہوا یہودی کی اس بیہودہ گفتگو سے حضرت علیؓ رنگ رخ تبدیل ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ وہ ذات نہیں جو عدم سے وجود میں آئے بلکہ وہ بلا کم و کیف اور بغیر تعیین زمانہ وغیرہ موجود ہے اس کے وجود کی کوئی ابتداء نہیں۔ ہر انتہا اس سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہے وہ ہر انتہا کی انتہا ہے یہ سنکر وہ یہودی اسلام لے آیا۔

دراج نے میسرہ کے ذریعہ قاضی شریح کی زبانی لکھا ہے جنگ صفین میں جاتے وقت حضرت علیؓ کی زرہ گم گئی۔ لیکن جنگ صفین میں فتح پانے کے بعد آپ جب کوفہ واپس آئے تو اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھ کر فرمایا۔ یہ زرہ تو ہماری ہے ہم نے اسے فروخت کیا اور نہ ہبہ، یہودی نے جواباً کہا یہ زرہ میری ہے اور ثبوت یہ کہ میرے قبضہ میں ہے امیر المومنین حضرت علیؓ یہ فرما کے کہ ہم عدالت میں جاتے ہیں۔ عدالت میں پہونچ کر حاکم عدالت قاضی شریح کے برابر بیٹھ گئے اور بیٹھتے ہوئے کہا اگر میرا فریق مخالف یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ ہی کھڑا رہتا۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم کو فرماتے خود سنا ہے یہودیوں کو حقیر سمجھو کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ذلیل

دخوار سمجھ رکھا ہے ۔حاکم عدالت نے پوچھا آپ کا دعویٰ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا اس یہودی کے پاس جو یہ زرہ ہے یہ میری ہے میں نے اسے فروخت کیا اور نہ ہبہ کیا ۔ حاکم عدالت شریح نے پھر اس یہودی سے پوچھا تمہارا جواب دعویٰ کیا ہے ؟ اس نے کہا یہ زرہ میری ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میرے قبضہ میں ہے حاکم عدالت نے پھر حضرت علیؓ سے کہا ۔قنبرا ور حسنؓ میرے گواہ ہیں کہ یہ زرہ میری ملکیت ہے ۔ اس پر حاکم عدالت شریح جج نے کہا بیٹے کی گواہی باپ کے لیے ناقابل قبول اور ناجائز ہے یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا ۔ایک جنتی کی گواہی کیسے ناجائز ہو سکتی ہے ۔ درآں حالیکہ رسول اکرمؐ کو فرماتے میں نے خود سنا ہے حسنؓ و حسینؓ یہ دونوں نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں اس پر اس یہودی نے کہا ۔آپ امیر المومنین ہونے کے باوجود مجھے عدالت میں لائے اور حاکم عدالت آپ سے جرح سوالات کر رہا ہے ۔ جج صاحب یہ سچے ہیں اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھ کر کہا اے امیر المومنین یہ زرہ آپ ہی کی ہے ۔

حضرت علیؓ بحیثیت مفسر قرآن

آپ کی تفسیر قرآن بڑی ضخیم ہے جسے میں نے اپنی تفسیر مسند میں باسناد متعلقہ بیان کیا ہے ابن سعد نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے بخدا جتنی آیاتِ قرآنی نازل ہوئی ہیں ان سب کا مجھے علم ہے ۔میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں کہاں اور کس طرح نازل ہوئی ۔ اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے مجھے قلب سلیم ،عقل و شعور اور زبان گویا عنایت کی ہے ۔

ابن سعد وغیرہ نے ابی طفیل کے حوالے سے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے ۔ قرآن کی بابتہ مجھ سے پوچھو میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی یا دن میں میدان میں اتری یا پہاڑ پر ابن ابی داؤد نے ابن سیرین کی زبانی لکھا ہے رسالتمآب کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں حضرت علیؓ کچھ تاخیر سے آئے تو ابوبکرؓ نے پوچھا کیا آپ میری خلافت کو ناپسند کرتے ہیں ؟ تو حضرت علیؓ نے جواباً کہا آپ کی خلافت و امارت سے مجھے کسی قسم کی ناپسندیدگی و انکار نہیں ہے لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن کریم کو ترتیب کے ساتھ جمع نہ کر لوں گا اس وقت تک پنجوقتہ نماز کے سوائے کسی دوسرے کام کو مستعدی سے نہ کروں گا لوگوں کا گمان ہے کہ آپ نے تنزیل کے مطابق قرآن کریم یکجا کیا ۔ اور میں محمد ابن سیرین کا خیال ہے کہ اگر حضرت علیؓ کا مرتبہ قرآن کریم ہم لوگوں کو دستیاب ہو جاتا تو ہم کو مزید معلومات حاصل ہو جاتے ۔

حضرت علیؓ کے چند حکمت مآب جملے

زیادہ ہوشیاری دراصل بدگمانی ہے (از ابن حبان)

محبت دور کے خاندان والے کو قریب کر دیتی ہے اور عداوت خاندان کے قریبی رشتہ دار کو دور ہٹا دیتی ہے۔ ہاتھ جسم سے بہت زیادہ قریب ہے لیکن گل سڑ جانے پر کاٹ دیا جاتا ہے۔ اور آخر کار داغ دیا جاتا ہے (از ابو نعیم)

ہماری یہ پانچ باتیں یاد رکھو: کوئی شخص گناہ کے سوائے کسی سے خوف زدہ نہ ہو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے اپنی امیدیں و آرزوئیں وابستہ رکھو۔ کسی چیز کے سیکھنے میں شرم نہ کرو۔ عالم کو کسی مسئلہ کی دریافت پر جب کہ وہ اس مسئلہ سے کما حقہ واقف نہ ہو جواب میں یہ کہنے سے شرم نہ کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اس مسئلہ سے واقف نہیں۔ صبر و ایمان کی مثال سر اور جسم کی مانند ہے جب صبر جاتا رہتا ہے تو ایمان رخصت ہو چکتا ہے۔ اسی طرح جب سر اڑ گیا تو جسم کی طاقت و قوت بالکل ختم ہو گئی۔ (از سنن ابی منصور)

کامل فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمتوں سے مایوس نہ کرے اور لوگوں کو گناہ کرنے کی ڈھیل نہ دے نیز عذاب الٰہی سے محفوظ بنانے کی طمانیت نہ دے، قرآن کریم پڑھنے کے لئے لوگوں کو متوجہ و مائل کرے۔ اور یاد رکھو جس عبادت گذار کو خود خبر نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ اس علم کی کوئی قدر و قیمت نہیں جو بغیر فہم و شعور حاصل کیا جائے اور اس تعلیم کی کوئی عزت و حیثیت نہیں جس میں غور و فکر نہ کیا جائے (فضائل قرآن از ابو فریس)

جب مجھ سے کوئی ایسی بات دریافت کی جاتی ہے جس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اس مسئلہ سے ناواقف ہوں تو اس وقت میرے کلیجہ کو ٹھنڈک ہو جاتی ہے اور میرا یہ جواب مجھے خود بے حد پسند اور مرغوب ہے (از ابن عساکر)

لوگوں میں عدل و انصاف کرنے والے پر واجب ہے کہ دوسروں کے واسطے وہی چیز انتخاب کرے جسے وہ خود پسند کرتا ہو (از ابن عساکر)۔ یہ سات چیزیں شیطانی حرکتیں ہیں۔ شدید غصہ، زیادہ پیاس بکثرت جمائیاں آنا قے، نکسیر، پیشاب پاخانہ اور عبادت کے وقت نیند کا غلبہ۔

انار کے دانے اس کے متصلہ درمیانی پردوں کے ساتھ کھاؤ کیونکہ یہ مقوی معدہ ہیں[1] (زوائد مسند از عبداللہ بن احمد)

---

[1] انار کے دانے اور اس کے ارد گرد کے پتلے دمونے پردے برنگ زرد دونوں کو چوس کے تھوک دیا جائے جو مقوی معدہ ہیں۔ از حکیم عبداللطیف پرنسپل طبیہ کالج علی گڑھ یونیورسٹی۔

تمہارا دنیا کو سنانا یا دنیا کا تم کو سنانا یہ دونوں چیزیں برابر ہیں (تاریخ از حاکم) لوگوں پر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں مسلمان ایک لونڈی سے بھی زیادہ ذلیل و خوار نظر آئے گا (از سعید بن منصور)

مراثی حضرت علیؓ کی شہادت پر اکثر لوگوں نے مرثیے لکھے لیکن ابو اسود دؤلی نے آپ کی منقبت پر جو مرثیہ لکھا ہے اس کے آخر میں ہے کہ معاویہ بن صخر کو برا نہ کہو کیونکہ وہ ہم میں خلفاء کا بقیہ حصہ موجود ہیں۔

خلافت مرتضوی میں رحلت کرنیوالے مشاہیر

حذیفہ بن عیان، زبیر بن عوام، طلحہ، زید بن صوحان، سلمان فارسی، ہند بن ابی ہالہ، اویس قرنی، خباب بن ارت، عمار بن یاسر، سہل بن حنیف، تمیم داری، خوات بن جبیر، شرحبیل بن سمط، ابو میسرہ بدری، صفوان بن عسال عمرو بن عنبسہ، ہشام بن حکیم، رسالتمآب کے غلام ابو رافع اور دیگر مشہور و برگزیدہ حضراتؓ نے حضرت علیؓ مرتضیٰ کے عہد خلافت میں قفس عنصری سے پرواز کی۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

امام حسنؓ

آپ کا اسم گرامی حسن بن علیؓ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف تھا۔ اور کنیت ابو محمد آپ رسول اکرمؐ کے نواسہ اور حدیث شریف کے موافق آخری خلیفہ ہوئے۔ ابن سعد نے عمران بن سلیمان کی زبانی لکھا ہے حسنؓ و حسینؓ یہ دونوں نام جنتیوں کے ہیں زمانہ جاہلیت یعنی اسلام سے پہلے کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کیونکہ وہ ان دونوں ناموں سے ناواقف تھے۔

ولادت حضرت امام حسنؓ ۱۵ رمضان ۳ھ کو پیدا ہوئے۔

عقیقہ آپ نے رسول اللہؐ کی اکثر احادیث بیان کی ہیں نیز آپ کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور اکثر تابعین نے بھی روایتیں کی ہیں۔ تابعین کے منجملہ آپ کے فرزند حسن، ابو الحوراء، ربیعہ بن شیبان شعبی، ابو وائل وغیرہ قابل ذکر راوی ہیں۔ آپ رسول اکرمؐ سے بلحاظ صورت بہت مشابہ تھے۔ اور رسول اللہؐ ہی نے آپ کا نام حسنؓ رکھا اور پیدائش کے ساتویں دن آپ کا سر منڈوایا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تول کر صدقہ کی۔ اور اہل کساء[۱] میں سے آپ پانچویں شخصیت تھے۔

---

[۱] اہل کساء سے مراد اپنی یا حضرت فاطمہؓ یا حضرت علیؓ کی چادر اور حسن و حسین یہ پانچ مراد ہیں آپ کے اس عمل کے بعد آیت تطہیر نازل ہوئی۔ حسنینؓ کو چادر میں اڑھانے کی وجہ سے پانچوں کو اہل کساء اور اہل بیت کا نام دیا گیا۔ از مترجم

عسکری کا بیان ہے زمانہ جاہلیت میں حسن نام کسی کو معلوم تک نہ تھا۔ مفضل کا بیان ہے حسنؓ و حسینؓ یہ دو نام اللہ نے ظاہر نہیں کیے تھے اور رسول اکرمؐ نے یہ دونوں نام اپنے نواسوں کے تجویز فرمائے

مشابہت امام بخاری نے انسؓ کی زبانی لکھا ہے امام حسنؓ رسول اللہؐ سے بہت زیادہ مشابہ تھے اور امام حسنؓ کے سوائے کسی اور کی صورت رسول اللہ سے نہیں ملتی تھی۔

محبوبیت شیخان نے بحوالہ براء ابن عازب لکھا ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ امام حسن کو رسول اللہؐ اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے فرما رہے تھے اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب بنا بخاری نے حضرت ابوبکرہؓ کی زبانی لکھا ہے، ایک دن رسول اکرمؐ اپنے پہلو میں برسرِ منبر حسنؓ کو بٹھائے ہوئے تھے کبھی ان کو دیکھتے اور کبھی حاضرین مجلس کی جانب متوجہ ہو کر فرماتے یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے صلح و آشتی کرائے گا۔ نیز بخاری نے بحوالہ ابن عمر لکھا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا حسن و حسین یہ دونوں میری دنیا کی خوشبوئیں ہیں ترمذی و حاکم نے ابو سعید خدریؓ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا حسن و حسین دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ اور ترمذی نے اسامہ بن زید کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے حسن و حسین کو اپنے کولھوں پر بٹھا کر فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے یعنی میری چھوٹی بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور ان سے محبت کرنے والوں کو بھی محبوب بنالے۔ اور انس کے زبانی لکھا ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپ کو اہل بیت کے منجملہ کس سے زیادہ محبت ہے؟ فرمایا حسن و حسین سے حاکم نے ابن عباس کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ امام حسنؓ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے یہ دیکھ کر ایک آدمی نے کہا اے صاحبزادہ تمہاری سواری بڑی اچھی ہے یہ سن کر سرور عالمؐ نے فرمایا سوار بھی اچھا ہے۔

ابن سعد نے عبداللہ بن زبیر کی زبانی لکھا ہے تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت امام حسن رسول اللہ سے بہت مشابہ تھے اور سرور عالمؐ ان سے بڑی محبت کرتے تھے۔ میرا چشم دید ہے کہ سرور عالمؐ سجدہ میں ہیں اور حضرت حسن آ کر آپ کی گردن یا پیٹھ پر بیٹھ گئے۔ جب تک حضرت حسن خود بخود نہ اتر جاتے رسول اللہؐ ان کو نہ اتارتے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ سرور عالمؐ رکوع میں ہیں کہ حضرت حسن آئے اور آپ کی دونوں ٹانگوں میں سے ہو کر دوسری طرف نکل گئے۔

ابن سعد نے ابن عبدالرحمٰن کی زبانی لکھا ہے امام حسن کے سامنے رسول اکرمؐ اپنی زبان باہر نکالتے تو آپ اس کی سرخی دیکھ کر بہت ہی شادماں و خوش ہوتے تھے حاکم نے زہیر ابن ارقم کی زبانی لکھا ہے کہ امام

... رضا کی اور دوسری خود امام حسنؓ کی

حسنؓ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے دوران خطبہ میں قبیلہ ازدشنوءۃ کے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا بخدا میں نے خود دیکھا ہے کہ امام حسنؓ کو رسول اللہ ﷺ اپنی گود میں لئے ہوئے فرما رہے تھے "مجھ سے الفت کرنے والے کو چاہیے کہ ان سے بھی محبت کرے اور موجودہ سامعین ہمارا یہ پیام ان لوگوں کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں" اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری نہ کرنا ہوتی تو یہ قول زبان پر نہ لاتا۔

مناقب امام حسنؓ

امام حسنؓ کے مناقب بے حد بے شمار ہیں۔ آپ بردبار و حلیم، مالک عزت وشان اور پُر وقار صاحب اقبال و احتشام تھے۔ فتنہ و فساد اور خون ریزی کو ناپسند کرتے تھے آپ نے بہت سی شادیاں کیں۔ سخاوت میں بے بدل تھے بعض اوقات ایک ایک آدمی کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔

حاکم نے عبداللہ بن عبید کی زبانی لکھا ہے امام حسنؓ نے پیادہ پا پچیس[۲۵] حج کیے جس کی صورت یہ ہوتی کہ حشم و خدم اور سواریاں آپ کے ساتھ ہوتیں لیکن آپ خود پیدل چلا کرتے تھے۔ ابن سعد نے عمیر بن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے امام حسنؓ بڑے شیریں کلام تھے آپ جب گفتگو کرتے تو جی چاہتا کہ سلسلہ کلام جاری رکھیں اور خاموش نہ ہوں۔ میں نے آپ کی زبان سے کبھی کوئی فحش بات نہیں سنی البتہ ایک مرتبہ جب کہ آپ اور عمرو بن عثمان کے درمیان ایک اراضی کی بابت اس بات پر کچھ آویزش ہو گئی تھی کہ آپ نے ان سے کوئی تصفیہ کی بات کہی جسے انہوں نے منظور نہ کیا تو آپ نے فرمایا تھا "تمہاری ناک خاک آلودہ ہو" اور یہی ایک سخت فحش جملہ میں نے ان کی زبان سے سنا۔ نیز عمیر بن اسحاق کی زبانی لکھا ہے مروان اپنی گورنری کے زمانہ میں ہر جمعہ کو برسرمنبر حضرت علیؓ کی شان میں گستاخانہ باتیں کہا کرتا تھا۔ امام حسنؓ اس کی گالیاں خاموش بیٹھے سنا کرتے۔ ایک دن مروان نے اپنے فرستادہ کے ہاتھ امام حسنؓ کے پاس کہلا بھیجا علیؓ پر علیؓ پر علیؓ پر اور تجھ پر، تجھ پر، تجھ پر اور تمہاری مثال اس خچر کی مانند ہے جس سے پوچھا جائے کہ تمہارا باپ کون ہے تو جواب دیتا ہے میری ماں گھوڑی تھی۔ فرستادہ مروان کی یہ باتیں سن کر امام حسنؓ نے جواب دیا جاؤ کہہ دینا کہ تمہاری یہ باتیں بخدا مجھے یاد رہیں گی اور تم کو یقین تھا کہ گالیوں کے بدلے میں بھی تم کو گالیاں دوں گا لیکن میں صبر کرتا ہوں اور قیامت آنے والی ہے اگر تم سچے ہو تو اللہ جزائے خیر دے گا۔ اور اگر تم جھوٹے ہو تو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا انتقام اور گرفت نہایت ہی سخت ہے

رزیق بن سوار کی زبانی لکھا ہے امام حسنؓ اور مروان میں گفتگو ہو رہی تھی کہ اس نے دو بدو ہی گالیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ آپ خاموش بیٹھے سنتے رہے اسی دوران میں اس نے سیدھے ہاتھ سے ناک کی ریزش صاف کی تو آپؓ نے فرمایا افسوس۔ تجھے اتنا بھی نہیں معلوم کہ سیدھے ہاتھ سے منہ دھویا جاتا ہے اور الٹے ہاتھ سے بول و براز کے مقام پھر سیدھے ہاتھ سے ریزش وغیرہ صاف کرنے کی برائیاں بیان فرمائیں

اور اسے ناپسند کہا۔ یہ سن کر مروان نادم و شرمندہ ہو گیا اشعث بن سوار کے ذریعہ ایک آدمی کی زبانی لکھا ہے امام حسن کے پاس ایک آدمی آکر بیٹھ گیا تو آپ نے اس سے فرمایا تم ہمارے پاس اس وقت آکر بیٹھے ہو جبکہ مجلس برخاست ہو چکی ہے اب ہمیں اجازت دو کہ ہم بھی روانہ ہو جائیں اور علی بن زید کے حوالہ سے لکھا ہے امام حسن رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ اپنا پورا مال راہِ الٰہی میں دے دیا اور تین مرتبہ اپنی ملکیت کی ہر چیز آدھی فی سبیل اللہ دے دی۔ یہاں تک کہ ایک ایک جوتہ اور ایک ایک موزہ تک راہِ الٰہی میں نچھاور کر دیا اور علی بن حسین کی زبانی لکھا ہے

امام حسن رضی اللہ عنہ طلاق دینے کے بے انتہا عادی تھے جو عورت آپ کے نکاح میں آجاتی وہ آپ سے کسی حالت میں جدا ہونا گوارا نہ کرتی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نوے شادیاں کیں اور جعفر بن محمد کے حوالہ سے لکھا ہے امام حسن رضی اللہ عنہ نکاح کرنے اور طلاق دیدیتے آپ کے اس وطیرہ سے ہمیں خوف ہو گیا کہ قبائل میں اب ہمیشہ ہمیشہ دشمنی رہے گی۔ نیز جعفر بن محمد کے والد کی زبانی لکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفیوں سے فرمایا تم اپنی لڑکیوں کا حسن رضی اللہ عنہ سے نکاح نہ کرو کیونکہ طلاق دینی ان کی عادت ہو گئی ہے اس پر ایک ہمدانی نے کہا ہم اپنی لڑکیاں ضرور انھیں دیں گے وہ پسند کے موافق رکھیں چاہے طلاق دیں۔ اور عبداللہ بن حسن حسین کی زبانی تحریر کیا ہے امام حسن رضی اللہ عنہ بہت زیادہ نکاح کرنے والی شخصیت تھے وہ اپنی نئی دلہن کو تھوڑے دنوں بعد طلاق دے دیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود عالم یہ تھا کہ آپ جس عورت سے شادی کر لیتے وہ دل و جان سے آپ پر فریفتہ ہو جاتی تھی۔

ابن عساکر نے جویریہ بن اسماء کی زبانی لکھا امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر مروان نے گریہ وزاری کی تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب لاشہ پر رو رہے ہو درآں حالیکہ تم نے زندگی میں ان کے ساتھ ہر قسم کی برائی کی جس کے جواب میں پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مروان نے کہا میں یہ سب کچھ اس شخصیت کے ساتھ کیا کرتا تھا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم و بردبار تھا، نیز مبرد کے حوالہ سے لکھا ہے کسی نے کہا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں دولت کی بہ نسبت فقر اور صحت کی بہ نسبت علالت مجھے زیادہ پسند ہے یہ سن کر امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ ابو ذر رحمہ اللہ پر رحم کرے۔ میرا تو قول یہ ہے کہ جس نے خود کو اللہ کے حوالہ کر دیا اور اپنے تمام کام کاج اللہ کے سپرد کر دیئے اور اللہ کی مرضی کے خلاف اس کی کوئی تمنا و آرزو نہ رہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اختیارات عطا فرما دیتا ہے اور اس صورت میں بھی وہ شخص قضا و قدر کے آگے سرنگوں رہتا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کوفیوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی۔ ابھی چھ ماہ اور کچھ دن آپ نے خلافت کی تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن آپ کے پاس آئے اللہ تعالیٰ کو حکم اور فیصلہ دہندہ مان کر شرائط ذیل مقرر ہوئیں کہ فی الحال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے جاتے ہیں لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفۃ المومنین ہوں گے۔ باشندگان

مدینہ، حجاز اور عراق سے مزید کوئی ٹیکس وغیرہ نہیں لیا جائے گا بلکہ حضرت علیؓ کے زمانہ سے جو دستور چلا آ رہا ہے وہی برقرار رہے گا نیز امام حسنؓ کے ذمّی قرض کی ادائیگی امیر معاویہؓ کریں گے۔ ان شرائط کو امیر معاویہؓ نے قبول و منظور کیا اور باہمی صلح ہو گئی۔ یہ صلحنامہ دراصل معجزہ نبوی تھا جیسا کہ سرور عالمؐ نے فرمایا تھا یہ میرا بیٹا مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ غرضکہ امام حسنؓ نے تخت خلافت سے دستبرداری کی بلقینی نے آپ کی دستبرداری خلافت سے یہ استدلال کیا ہے کہ خلافت ایک بلند ترین منصب ہے جب اس سے دستبرداری جائز ہے تو وظائف اور پنشن وغیرہ کو چھوڑ دینا بھی جائز ہے امام حسنؓ ماہ ربیع الاول، بعض کے نزدیک ربیع الثانی اور بعض کے نزدیک جمادی الاوّل سنہ ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے

آپ پر پھبتیاں

امام حسن کے دوست آپ کو عار الناس کہہ کے آواز دیتے تو آپ جواب دیتے عار (شرم) اچھی ہے دوزخ ہے ایک نے کہا السلام علیکم اے مُذِلّ المُومِنِین[1] آپ نے جواب دیا۔ میں مسلمانوں کو ذلت و رسوائی دینے والا نہیں ہوں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میں نے تم مسلمانوں کو صرف مملکت کی خاطر جنگ کے شعلوں میں جھونکنا پسند نہیں۔

طلب خلافت کی افواہیں

دستبرداری خلافت کے تھوڑے دنوں بعد امام حسنؓ کوفہ سے مدینہ چلے گئے اور مدینہ ہی میں مقیم ہو گئے۔ حاکم نے جُبیر بن نفیر کی زبانی لکھا ہے میں نے امام حسنؓ سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ آپ پھر خلافت کے طلبگار ہیں تو ارشاد فرمایا جس وقت عربوں کے سر میرے ہاتھ میں تھے اس زمانہ میں جس سے چاہتا میں ان کو لڑا دیتا اور جس سے چاہتا صلح کرا دیتا اس وقت میں نے صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خلافت سے دستبرداری کی اور امت محمدؐ کے خون کو رائگاں نہیں کیا جس خلافت سے میں نے صرف اللہ کی رضامندی کے حاصل کرنے کے لئے دستبرداری کی ہے اب اس کو باشندگان حجاز کی خوشی حاصل کرنے کے لئے طلب کرنا کسی حالت میں مناسب و گوارا نہیں ہے۔

زہر خورانی

امام حسنؓ مدینہ کے قیام کے زمانہ میں زہر خورانی کے ذریعہ شہید کئے گئے۔ زہر خورانی کا واقعہ یہ ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ دختر اشعث کو یزید بن معاویہ نے پوشیدہ طور پر پیغام دیا اگر تم امام حسن کو زہر دے دو گی تو میں تم سے شادی کر لوں گا۔ چنانچہ جعدہ نے آپ کو زہر کھلا دیا اور آپ کی شہادت کے بعد یزید سے وعدہ ایفائی کیلئے کہا تو یزید نے جواب دیا میں تجھ کو حسنؓ کے نکاح میں نہ دے سکا تو ہی بتا کہ تجھ کو اپنی بیوی کیسے بنا لوں؟

تاریخ شہادت

جعدہ کی زہر خورانی کی وجہ سے ۵ ربیع الاوّل ۵۰ھ بعض کے نزدیک سنہ ۴۹ھ اور بعض کے نزدیک سنہ ۵۱ھ میں امام حسنؓ نے ملک الموت کو خوش آمدید کہا امام حسینؓ

[1] مُذِل۔ ذلت دینے والا

نے لاکھ جتن کیے کہ آپ کسی طرح زہر پلانے والے کا نام بتا دیں لیکن آپ نے نام ظاہر کرنے کے بجائے فرمایا اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے بر بنائے گمان اگر میں کسی کا نام بتا دوں تو وہ مفت میں جان سے جائے گا۔

بعض خاص باتیں

ابن سعد نے عمران بن عبداللہ بن طلحہ کی زبانی لکھا ہے ایک رات امام حسنؓ نے خواب دیکھا کہ میری دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھو اللّٰہ احد لکھا ہوا ہے صبح کو یہ خواب اہل بیت نے سنا تو بہت مسرور ہوئے لیکن سعید بن مسیب نے سن کر کہا اگر اگر آپ کا خواب سچا ہے تو آپ کی زندگی تھوڑے دنوں کی رہ گئی ہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد آپ نے جام شہادت نوش فرمایا بیہقی و ابن عساکر نے ہشام کے والد محمد کی زبانی لکھا ہے امام حسنؓ کو امیر معاویہؓ ایک لاکھ سالانہ پنشن دیا کرتے تھے ایک سال پنشن نہ ملنے سے امام حسن کی معاشی حالت بہت زیادہ گر گئی تو آپ نے قلم دوات منگوا کر اپنے حالات امیر معاویہؓ کو لکھنے چاہے لیکن کچھ سوچ کر تحریر سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اسی رات رسول اکرمؐ نے پوچھا حسنؓ کیسے ہو؟ میں نے عرض کیا ابا جان بخیریت ہوں البتہ مالی پریشانیاں دامنگیر ہیں، ارشاد نبویؐ ہوا تم نے قلم دوات اس لیے منگوائی تھی کہ اپنی ضرورتوں کا اپنی ہی جیسی مخلوق کی طرف اظہار کرو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ واقعہ تو یہی تھا اب آپ فرمایئے کیا ترکیب کروں؟ ارشاد گرامی ہوا، یہ دعا پڑھا کرو

"اَللّٰھُمَّ اَقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَائَكَ۔ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ۔ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ۔ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْہُ عَمَلِیْ۔ وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ۔ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْأَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِہٖ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ"

ترجمہ: اے اللہ میرے دل میں اپنی آرزو پیدا کر دے اور دوسروں سے میری تمنائیں اس طرح ختم کر دے کہ میں کسی سے پھر تیرے سوائے اُمید وابستہ نہ رکھوں اے اللہ میری قوتوں کو کمزور نہ بنا، میرے نیک اعمال کو کوتاہ نہ کر مجھ سے اعراض نہ فرما اپنے فضل و کرم سے توفیق و توکّل کی ایسی قوت عطا فرما کہ کسی مخلوق کے پاس اپنی حاجت نہ لے جاؤں۔ تو ہی میرے مسائل کو حل کر۔ اور مجھے وہ سب کچھ دے دے جو اب تک کسی گذشتہ یا آئندہ شخص کو نہیں دیا۔ اے رب العالمین مجھے یقین کی دولت سے بھی مالا مال کر دے۔ آمین یا رب العالمین۔ (از مترجم)

بخدا میں نے یہ دعا ایک ہفتہ تک بھی نہ پڑھی تھی کہ امیر معاویہؓ نے پانچ لاکھ میرے پاس بھیج دیے جس پر میں نے اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو اپنے یاد کرنے والے کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ اور

مانگنے والے کو محروم و ناامید نہیں کرتا۔ جس دن یہ روپے آئے اسی رات میں نے پھر خواب میں دیکھا رسول اللہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں حسنؓ کیسے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ بخریت ہوں اس کے بعد پورا قصہ بیان کیا تو سرور عالم ؐ نے فرمایا اے بیٹے! اللہ سے امید وابستہ کرنے اور مخلوق سے التجا نہ کرنے کا یہی نتیجہ ہے۔

طیوریات میں سلیم بن عیسیٰ کوفی قاری کے حوالہ سے تحریر ہے امام حسنؓ جب بوقت وفات گھبرانے لگے تو امام حسینؓ نے فرمایا یہ گھبراہٹ کیسی! آپ تو رسول اکرم ؐ اور حضرت علیؓ کے پاس جا رہے ہیں جو آپ کے والد بزرگوار ہیں اپنی نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ اپنے ماموں قاسم و طاہر اور اپنے چچا حضرت حمزہ و جعفرؓ سے ملنے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت امام حسنؓ نے جواباً کہا پیارے بھائی! میں اس امر الٰہی میں داخل ہونے والا ہوں جہاں پہلے نہیں گیا اور اس مخلوق الٰہی کو دیکھ رہا ہوں جس کو اب سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے امام حسنؓ نے مرض موت کی حالت میں امام حسینؓ سے کہا اے بھائی! رسالتمآب ؐ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، خلیفہ ہوئے پھر مجلس شوریٰ میں یقین تھا کہ حضرت علیؓ کو خلافت ملے گی۔ لیکن حضرت عثمانؓ خلیفہ بنائے گئے۔ اور ان کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے۔ پھر تلواریں نکل آئیں اور ہم نے خلافت کو خیرباد کہا کیونکہ کوئی تصفیہ ہی نہ ہوا تھا۔ اور مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ نجدا امامت و خلافت اب ہمارے خاندان میں نہ رہے گی۔ اور یقین ہے کوئی بیوقوف تم کو خلیفہ بنائیں گے لیکن پھر کوفہ سے شہر بدر کر دیں گے۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے خواہش کی تھی کہ وہ رسول اللہ ؐ کے پہلو میں مجھے دفن ہونے کی اجازت دیدیں چنانچہ انہوں نے اجازت بھی سرفراز فرمائی۔ لیکن میری وفات کے بعد پھر دوبارہ اجازت دفن طلب کر لینا۔ گمان غالب ہے کہ مکرر اجازت دیہی میں کچھ لوگ مخالفت کریں گے ان کی مخالفت کی موجودگی میں تم زیادہ اصرار کر کے اجازت نہ مانگنا۔

الحاصل امام حسنؓ کی وفات کے بعد امام حسینؓ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دوبارہ اجازت چاہی آپؓ نے فرمایا اجازت ہے اور مکمل اجازت۔ لیکن مروان حائل ہوا۔ جس پر امام حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار سنبھال لیے مگر ابوہریرہؓ نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اور آخر کار امام حسنؓ کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؓ کے پہلو میں بمقام جنت البقیع سپرد خاک کیا گیا۔

امیر معاویہ بن سفیانؓ

نسب معاویہ بن ابی سفیان صخر، بن حرب، ابن امیہ، بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی اموی امیر معاویہؓ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی یہ اور ان کے والد ابوسفیان صخر دونوں فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور جنگ حنین میں اسلامی بہادری کے جوہر دکھائے پہلے پہل مؤلفۃ القلوب میں سے تھے لیکن بعد میں پکے

مسلمان ہو گئے تھے[1]

کاتب وحی امیر معاویہؓ نے ایک عرصہ تک دربار رسالت میں کتابت وحی کے فرائض انجام دیئے اور بحیثیت کاتب وحی (۱۶۳) احادیث کے راوی ہیں۔ آپ کے حوالے سے صحابہؓ کے منجملہ ابن عباس ابن عمرؓ ابن زبیر۔ ابو درداء۔ جریر بجلی، نعمان بن بشیر وغیرہ اور تابعین کے منجملہ ابن مسیّب۔ حمید بن عبدالرحمن وغیرہ نے احادیث بیان کی ہیں، ہوشیاری و بردباری میں مشہور تھے۔ آپ کی فضیلت میں اکثر احادیث وارد ہیں۔ ترمذی نے ابن ابی عمیرہ صحابی کی زبانی لکھا ہے کہ سرور عالمؐ نے حضرتِ امیر معاویہؓ کے لئے یہ دعا کی۔ اے اللہ انہیں ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ احمد نے عرض بن ساریہ کی زبانی لکھا ہے میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے خود سنا ہے، اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا دے اور عذاب سے محفوظ رکھ۔ ابن ابی شعبہ اور طبرانی نے عبدالملک بن عمیر کی زبانی لکھا ہے حضرت معاویہؓ نے کہا جب سے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا تھا کہ اے معاویہ تم بادشاہ ہو جاؤ تو لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا اس وقت سے مجھے امید تھی کہ میں خلیفہ ضرور ہونگا۔

سراپا امیر معاویہؓ دراز قد اور خوبصورت آدمی تھی۔ رنگ سرخ و سفید تھا اور آپ کے دیکھنے سے لوگوں پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ آپ کو دیکھ کر فرماتے یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ نیز حضرت علیؓ کا بیان ہے امیر معاویہؓ کو برا نہ کہو۔ جب تم میں سے اٹھ جائیں گے تو اس وقت دیکھو گے کہ بہت سے سر گردنوں سے کٹ جائیں گے۔

بعض آراء مقبری کا بیان ہے تعجب ہے ہرقل و کسریٰ کا تذکرہ تو کرتے ہو لیکن امیر معاویہؓ کا نام بھول جاتے ہو حالانکہ آپ کی بردباری لاجواب ہے۔ ابن ابی دنیا اور ابو بکر بن ابی عاصم نے امیر معاویہؓ کی بردباری اور علم پر کتابیں لکھی ہیں۔ ابن عون نے لکھا ہے ایک شخص نے کہا اے امیر معاویہؓ ہمارے ساتھ سیدھے ہو جائیے وگرنہ ہم آپ کو سیدھا کر دیں گے۔ امیر معاویہؓ نے پوچھا کس چیز سے سیدھا کرو گے؟ اس شخص نے کہا لکڑی سے۔ یہ سن کر فرمایا تو اس وقت بالکل سیدھا ہو جاؤں گا۔ قبیصہ بن جابر کا بیان ہے میں عرصہ تک امیر معاویہ کے ساتھ رہا آپ سے زیادہ میں نے کسی دوسرے کو حلیم و بردبار نہیں دیکھا۔ آپ جاہلوں سے دیر آمیز تھے اور بڑے عقلمند تھے۔ ابو بکرؓ نے جس زمانہ میں شام پر فوج کشی کی اس وقت امیر معاویہؓ اپنے بھائی یزید بن ابو سفیان کے

سابقہ حاشیہ: [1] حکیم مسعود رضا خاں ریمپ نے بحوالہ حکیم مسیح الدین احمد خاں لکھا ہے جو شخص یہ دعا خلوص کے ساتھ کسب حلال کی موجودگی میں سات دن تک رات کو پڑھے اس کی مراد پوری ہوتی ہے۔

[2] امام ترمذی نے بسلسلہ روایات لکھا ہے رسول اکرم نے امیر معاویہ کو دعا دی تھی اے اللہ تو معاویہ کو ہدایت کنندہ و ہدایت یافتہ کر دے تاکہ مخلوق کو فائدہ پہونچے اور معاویہ کو بھی راست باز اور ثابت قدم رکھ

ساتھ فوج میں شریک تھے اور یزید بن ابوسفیان کے انتقال پر آپ ہی کو دمشق کا حاکم بنایا گیا تھا حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں آپ کا دمشق سے کسی دوسری جگہ تبادلہ وغیرہ نہیں کیا آخر کار پوری مملکت شام کا آپ کو گورنر بنا دیا گیا تھا جہاں بیس سال تک بحیثیت گورنر حاکم رہے اور پھر بیس سال تک بحیثیت خلیفہ حکمران رہے کعب احبار کا بیان ہے امیر معاویہؓ کے پاس جتنی دولت موجود ہے اتنی کسی مسلمان کی ملکیت نہ رہی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کے خلیفہ بننے سے پہلے ہی کعب احبار کا انتقال ہو چکا تھا لیکن کعب کا بیان بالکل درست ہے۔ امیر معاویہؓ کی زندگی کے آخری بیس سال دورِ خلافت میں اس سرزمین کے اندر کسی گورنر یا حاکم وغیرہ نے سر نہیں اٹھایا اس کے برخلاف آپ کے بعد کے خلفاء کے زمانہ میں حکام وغیرہ کے درمیان خوب تنازعے ہوئے اور خلیفہ وقت کی دل کھول کے مخالفت کی گئی۔ ان خلفاء کے عہد میں اکثر ممالک، اسلام کے قبضہ سے نکل گئے

قرار دادِ خلافت امیر معاویہؓ

امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ پر خروج کیا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ خود کو خلیفہ کہلوایا۔ پھر امام حسنؓ پر خروج کیا جس کی وجہ سے وہ خلافت سے دستبردار ہوئے ماہ ربیع الثانی یا اوائل ماہ جمادی الاول ۴۱ھ میں بہ اجماع امت امیر معاویہؓ خلیفہ مقرر کئے گئے۔ اور یہ وہ سال ہے جس میں روئے زمین پر صرف امیر معاویہ ہی واحد خلیفہ تھے تمام مسلمانوں کے متفق الراد ہونے کی وجہ سے اس سال کا نام سال جماعت رکھا گیا۔ اور اسی سال خلیفہ وقت امیر معاویہ نے مروان بن حکم کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔

اہم واقعات

۴۳ھ میں مملکت سجستان کے مشہور شہر رُخّج وغیرہ برقہ کے منجملہ ودّان اور سوڈان کا کور وغیرہ پر اسلامی عمل دخل ہوا۔ اسی سال امیر معاویہؓ نے اپنے بھائی زیاد بن ابی سفیان کو اپنے بعد ہونے والا خلیفہ منتخب کیا۔ ثعالبی وغیرہ نے لکھا ہے یہ وہ سب سے پہلا قضیہ ہے جو رسول اللہ کے حکم کے خلاف، اسلام میں رونما ہوا ۴۵ھ میں قیقان فتح ہوا اور ۵۰ھ میں بزور شمشیر کوہستان فتح کیا گیا۔ اور اسی سال ۵۰ھ میں امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی ولیعہدی پر تمام باشندگان مملکت شام سے بیعت لی۔ آپ ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی صحت مندانہ زندگی میں اپنے فرزند کو خلیفہ اور ولیعہد بنانے کی رسم بحصول بیعت جاری کی اور ساتھ ہی ساتھ حاکم مدینہ مروان کو لکھا کہ تم مدینہ میں یزید کی ولیعہدی کی لوگوں سے بیعت لے لو۔ چنانچہ مروان نے مدینہ میں بدوران خطبہ اعلان کیا امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کے فرزند یزید کے لئے سنت ابوبکرؓ و عمرؓ کی مانند بیعت لے لوں۔ اس پر عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے فوراً کھڑے ہو کر کہا سنت ابوبکرؓ و عمرؓ پر نہیں بلکہ قیصر و کسریٰ کے طریقہ کے مطابق کیونکہ پدر بزرگوار حضرت ابوبکرؓ صدیق یا حضرت عمر فاروقؓ نے کبھی بھی اپنی اولاد یا اپنے اہل بیت اور گھر والوں کے لئے کسی سے بیعت نہیں لی ۵۱ھ میں امیر

معاویہ رضؓ نے حج کیا اور اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینا شروع کی اور حضرت عبداللہ بن عمر کو بلوا کر حمد و ثنا کے بعد کہا آپ کا مقولہ تو یہ ہے کہ جس دن مجھ پر کوئی امیر ہو اس رات مجھے سونا گوارا نہیں۔ اب میں تمہیں مسلمانوں کے اتحاد میں پھوٹ ڈالنے سے خوف دلاتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں کسی قسم کے فساد کی کوشش نہ کرو گے۔ اس پر عبداللہ بن عمر رضؓ نے کھڑے ہو کر پہلے تو اللہ کی تعریف اور سرور عالمؐ کی توصیف بیان کی اور پھر کہا آپ سے پہلے والے خلفاء کے بھی فرزند تھے۔ ان کے بیٹوں سے آپ کا بیٹا برتر و بالا نہیں۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کے لئے وہ سب کچھ نہیں کیا جو آپ اپنے بیٹے کے لئے کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں پر چھوڑا اور دور کے مسلمانوں نے اپنے حق خود اختیاری کے پیش نظر اپنے لئے خلیفہ کا انتخاب کیا۔ اور مسلمانوں میں جو پھوٹ ڈالنے کی مجھے دھمکی دے رہے ہیں تو بخدا میں مسلمانوں میں افتراق پسند نہیں کرتا اب بحالت موجودہ مسلمانوں کا اجتماع و اتفاق جس پر ہو گا اسی کو خلیفہ بنایا جائے گا اور میں بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرد ہوں۔ جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں۔ اتنا کہہ کر ابن عمر رضؓ اس مجلس سے باہر چلے گئے۔ ابن عمر رضؓ کی یہ تقریر سن کر امیر معاویہ رضؓ نے کہا اللہ آپ پر رحم و کرم کرے۔

پھر امیر معاویہ رضؓ نے عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضؓ کو بلوا کر پہلے کی طرح کہنا شروع کیا جس پر حضرت عبدالرحمٰن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ آپ کو گمان ہو گیا ہے کہ یزید کی ولیعہدی کے بارے میں ہم نے آپ کو اپنا وکیل اور مختار عام بنا لیا ہے۔ بخدا آپ کا یہ گمان باطل ہے ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمان مجلس شوریٰ میں کسی بات پر متفق ہو جائیں ورنہ تفرقہ پروری کا بار آپ ہی کے کندھوں پر رہے گا اتنا کہہ کر حضرت عبدالرحمٰن ابن ابو بکر رضؓ بیٹھ گئے۔ تو امیر معاویہ رضؓ نے کہا اے اللہ! میری مدد کر اور یزید کی ولیعہدی و خلافت کے نتائج سے میری ذات کو محفوظ رکھ۔ پھر نرمی سے کہا آپ سختی و درشتی نہ کیجئے اور اپنا تخیل باشندگان شام تک نہ جانے دیجئے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ سے سبقت نہ کر بیٹھیں صرف ایک رات کی مہلت دیجئے تاکہ راتوں رات میں ان کو اطلاع کر دوں کہ آپ نے بیعت کر لی ہے اس کے بعد آپ حسب دلخواہ ضروری تدابیر کر لیجئے گا۔ اس کے بعد امیر معاویہ رضؓ نے ابن زبیر رضؓ کو بلوا کر کہا تم ایک شاطر لومڑی کی طرح ہو جو ایک سوراخ سے نکل کر دوسری میں گھس جاتی ہے۔ ابن ابو بکر رضؓ اور ابن عمر رضؓ ان دونوں کے کان میں تم ہی نے کچھ پھونک دیا ہے اور کسی دوسرے شخص کے حق میں رائے دہی پر آمادہ کر دیا ہے اس پر ابن زبیر رضؓ نے جواباً کہا کہ اگر آپ خلافت سے بیزار ہو گئے ہیں تو بسم اللہ شوق سے استعفیٰ دے دیجئے اور اپنے بیٹے کو بلا لیجئے تاکہ ہم اس ہی کی بیعت کر لیں۔ آپ ذرا خود غور فرمائیے کہ اگر آپ کی موجودگی میں ہم آپ کے بیٹے کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو دو خلیفہ ہو جائیں گے اور اس حالت میں ہم کس کی اطاعت کریں اور کس کا کہا مانیں گے؟ وقت واحد میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے وہ کس طرح بیعت کی جائے! یہ کہہ کر عبداللہ ابن زبیر رضؓ بھی چلے گئے۔ اس کے

بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بر سرِ منبر آکر حمد و ثنا کے بعد کہا میں نے کچھ رد لوگوں کی یہ باتیں سنی ہیں کہ ابن ابو بکر رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کبھی بھی یزید کی بیعت نہیں کریں گے حالانکہ انہوں نے برضا و رغبت بیعت کر لی ہے۔ اس پر شامیوں نے کہا ہم اس کی اس وقت تصدیق کریں گے، جب کہ وہ ہماری موجودگی میں علی الاعلان بیعت یزید کا اقرار کریں ورنہ ہم ان کے سر قلم کر دیں گے اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ! استغفر اللہ قریش کی شان میں اس قدر جلد بازی اور یہ شرارت آئندہ تم میں سے کسی کی زبانی ایسی گستاخ باتیں سننا پسند نہیں کرونگا اس کے بعد منبر سے اتر گئے اور لوگ باہم کہنے لگے ابن ابو بکر رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔ لیکن آں حضرات ہر شخص کو جواب دیتے رہے کہ ہم میں سے کسی نے بھی یزید کی خلافت پر بیعت نہیں کی ہے یہ سن کر لوگ ہاں اور نہیں کی بھول بھلیوں میں پھنس گئے اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہو کر شام چلے گئے ابن منکدر کا بیان ہے یزید کی بیعت کے بعد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ اچھا ثابت ہوا تو ہم اس سے راضی رہیں گے اور اگر مصیبت بن گیا تو صبر کریں گے خرائطی نے ہواتف میں حمید بن وہب کی زبانی لکھا ہے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کی شادی نوجوان قریشی فاکہ بن ربیعہ سے ہوئی تھی اس کے کمرہ طعام (ڈائننگ روم) میں لوگ بغیر پوچھے آتے جاتے تھے۔ ایک دن یہ میاں بیوی اس کمرہ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ فاکہ اچانک کسی ضرورت سے اندر گھر میں گیا اور اس کے فوراً ہی بعد ایک غیر شخص اس کمرہ میں داخل ہو گیا، اس شخص نے اس کمرہ میں صرف ایک.... تنہا عورت کو بیٹھا دیکھا تو فوراً ہی الٹے پاؤں بھاگ نکلا۔ اس شخص غیر کو بے تحاشا لوٹتے ہوئے فاکہ نے دیکھ کر اپنی بیوی کو ٹھوکریں مارتے ہوئے پوچھا یہ کون تمہارے پاس بیٹھا تھا۔ بیوی نے جواب دیا میں نے تو کسی کو آتا تک نہیں دیکھا البتہ تمہارے کہنے پر اب یاد آیا کہ کوئی آیا تھا۔ چنانچہ فاکہ نے اس کو میکے بھیج دیا۔ اس واقعہ کی لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اس پر ایک دن ہند کے والد نے ہند سے کہا بیٹی! تمہارے متعلق لوگوں میں بڑا چرچا ہو رہا ہے۔ اصل واقعہ مجھ سے بیان کر دو اگر تمہارا خاوند سچا ہے تو میں خفیہ طور پر اسے قتل کرادونگا اور پھر لوگ خاموش ہو جائیں گے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو یمن کے کسی نجومی کے پاس چلو وہ تمہاری صداقت کا اعلان کر دے گا۔ یہ سن کر ہند نے زمانہ جاہلیت کی طرح کی قسمیں کھائیں جس کو عتبہ کو اپنی بیٹی کی برأت و صداقت کا الیقین ہو گیا۔ اس کے بعد فاکہ سے عتبہ نے کہا۔ تم نے میری بیٹی کو بہت بڑا بہتان باندھا ہے۔ اس لئے یمن کے کسی نجومی کے پاس چلو۔ غرضکہ فاکہ اپنے خاندانی لوگوں کو اور عتبہ اپنی بیٹی ہند اس کی سہیلیوں وغیرہ، دوسری عورتوں اور قبیلہ عبد مناف کے کچھ لوگوں کو لے کر یمن کی جانب روانہ ہوئے۔ جب حدود یمن میں پہونچے تو ہند کی حالت غیر دیکھ کر اس کے والد عتبہ نے کہا، بیٹی تم پریشان کیوں ہو؟ آپ کی گھبراہٹ آپ کے جرم کو واضح کر رہی ہے۔ ہند نے جواباً کہا، ابا جان آپ مجھے نجومی کے پاس لے جا رہے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ نجومی کبھی درست کہتے ہیں اور کبھی غلط۔ میں اس چیز سے ڈر رہی ہوں کہ اگر اس نے مجھ کو بلاوجہ مجرم کہہ دیا تو میری پیشانی پر ایک دھبہ لگ جائے گا اور مملکت عربیہ مجھے شرمسار کرے گی اس پر عتبہ نے کہا

بیٹی! میں تمہارا معاملہ پیش کرنے سے پہلے ہی اس کا امتحان کر لوں گا۔ غرضکہ نجومی کی صداقت کا امتحان لینے کے لئے اس نے اپنے گھوڑے کے کان میں جانوروں کی وہ بولی بولی جس سے گھوڑا گرم ہوگیا اور عتبہ نے اس کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ رکھ کر اوپر سے چمڑے کی پٹی باندھ دی پھر یہ قافلہ ایک یمنی نجومی کے پاس پہونچا جس نے ان مہمانوں کا خیر مقدم کیا ان کے لئے جانور ذبح کر لئے۔ دستر خوان پر عتبہ نے اپنے میزبان نجومی سے کہا ہم لوگ آپ کے پاس ایک کام سے آئے ہیں اور آپ کا امتحان لینے کے لئے ایک کام کیا ہے بتائیے وہ امتحانی کام کیا ہے؟ نجومی نے کہا نر کل میں گیہوں، عتبہ نے کہا براہِ کرم تفصیل سے بیان فرمائیے۔ تو نجومی نے کہا گھوڑے کے عضو مخصوص کے سوراخ میں ایک گیہوں رکھا ہے۔ عتبہ نے کہا بالکل درست۔ اب ان عورتوں کے معاملہ کی بابت بتلائیے چنانچہ وہ نجومی ہر عورت کے پاس جاتا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتا کھڑی ہو جاؤ یہاں تک کہ ہند کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کھڑی ہو جاؤ۔ تم بالکل پاک وصاف ہو تم نے زنا وغیرہ کچھ نہیں کیا کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خیال نہ کرو اور تم ایک بادشاہ کی ماں بنو گی جس کا نام معاویہ ہوگا یہ دیکھ کر فاکہ نے اپنی بیوی ہند کا ہاتھ پکڑا لیکن بیوی نے اپنے خاوند کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور کہا دور ہو، میں قسم کھا کے کہتی ہوں کہ نجومی کی یہ بات کہ میری قسمت میں بادشاہ کی ماں بننا ہے تو وہ تیری پیٹھ سے نہ ہوگا۔ الحاصل ہند نے ابو سفیان سے شادی کی اور امیر معاویہؓ پیدا ہوئے۔

امیر معاویہؓ کی رحلت

امیر معاویہؓ نے ماہ رجب ۶۰ھ میں وفات پائی۔ باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں حضرت معاویہؓ ستتر سال زندہ رہے رسول اللہ ﷺ کے تراشیدہ بال اور ناخن آپ کے پاس تھے آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد یہ میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دئے جائیں اور پھر مجھے میرے اور میرے ارحم الراحمین کے درمیان چھوڑ دینا چنانچہ آپ کی وصیت کی حسبہ تعمیل کی گئی۔

امیر معاویہؓ کے مزید حالات

ابن ابی شیبہ نے سعید بن جمہان کی زبانی لکھا ہے میں نے سفینہ سے کہا بنو امیہ کہتے ہیں کہ خلافت ہمارے خاندان میں ہے تو سفینہ نے جواب دیا بنو زرقا جھوٹ بکتے ہیں۔ البتہ وہ بادشاہ ہیں اور سخت ترین بادشاہ اور سب سے پہلے معاویہؓ بادشاہ ہوئے

بیہقی و ابن عساکر نے ابراہیم بن سوید ارمنی کی زبانی لکھا ہے میں نے امام احمد ابن حنبلؒ سے پوچھا کون حضرات خلفاء ہوئے؟ انہوں نے جواب دیا، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ میں نے پوچھا اور امیر معاویہؓ

فرمایا حضرت علیؓ کے زمانہ میں ان سے زیادہ اور کوئی دوسرا مستحق خلافت نہیں ہوسکتا سلفی کی طیوریات میں عبداللہ کی زبانی تحریر ہے میں نے اپنے والد بزرگوار امام احمد بن حنبل سے امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا۔ حضرت علیؓ کے دشمنوں کی تعداد زیادہ تھی جنہوں نے آپ میں عیوب تلاش کئے اور جب کوئی عیب نظر نہ آیا تو اس شخص کے پاس آکر مداحوں کے زمرہ میں داخل ہوگئے جس نے حضرت علیؓ سے جنگ و جدال کی اور اپنے اس ممدوح کو ان لوگوں نے بڑا ہوشیار پایا۔

ابن عساکر نے عبدالملک بن عمیر کی زبانی لکھا ہے جاریہ بن قدامۃ سعدی ایک دن امیر معاویہؓ کے پاس گئے امیر معاویہؓ نے پوچھا تم کون ہو؟ جواب دیا میں جاریہ بن قدامہ سعدی ہوں۔ اس پر امیر معاویہؓ نے کہا تم کیا بننا چاہتے ہو؟ اور تم شہد کی مکھیوں کی مانند ہو۔ جاریہ نے جواب دیا اب زیادہ نہ کہیے آپ نے مجھے شہد کی مکھی بنا دیا جس کا ڈنک بڑا زہریلا ہوتا ہے اور اس کا تھوک بڑا ہی میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے اور بخدا معاویہؓ کے معنی اس کتے کے ہیں جو دوسروں پر بھونکتا ہے۔ اور امیتہ، امۃؔ[1] کی تصغیر ہے

فضل بن سوید کا بیان ہے ایک دن جاریہ بن قدامہ سعدی سے امیر معاویہؓ نے کہا تم علی بن ابی طالبؓ کا پروپیگنڈا کرتے پھرتے ہو۔ اور آگ کے شعلے بھڑکا رہے ہو یاد رکھو ممالک عربیہ کی سڑکیں اور سرائیں خون سے بھر جائیں گی۔ اس پر جاریہ نے جواب دیا اے معاویہؓ! آپ حضرت علیؓ کا پیچھا چھوڑ دیے، ان کا حال یہ ہے کہ جب سے ہم نے ان سے محبت شروع کی ہے وہ ہم پر کبھی غصہ تک نہیں ہوئے اور جب سے ہم کو نصیحت کرنے لگے ہیں ہم نے ان کو دھوکہ نہیں دیا امیر معاویہؓ نے کہا افسوس اے جاریہ! تو اپنے گھر والوں پر بھی بھاری تھا اسی لئے انہوں نے تیرا نام جاریہ (لونڈی) رکھا تو جاریہ نے جواب دیا اے معاویہ! تم بھی اپنے گھر والوں پر گراں بار تھے اسی لئے انہوں نے تمہارا نام معاویہ (بھونکنے والا) رکھا ہے امیر معاویہؓ نے کہا تیری ماں کا ستیاناس ہو۔ جاریہ نے کہا میری والدہ زندہ رہیں، انہوں نے مجھ جیسا سپوت جنا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ شمشیر بر آں لئے ہوئے قبل ازیں ہم تم سے جنگ صفین میں دو بدو ہو چکے ہیں امیر معاویہؓ نے کہا تو ہم دھمکی دیتا ہے جاریہ نے کہا آپ ہی ہم کو دھمکا رہے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ آپ زبردستی ہمارے مالک نہیں بنے ہیں ہم کو بزور شمشیر فتح نہیں کیا ہے بلکہ قول وقرار کے ذریعہ آپ حاکم بن گئے ہیں آپ اگر ہماری حفاظت کریں گے تو ہم آپ کے وفادار ہیں۔ اور اگر کوئی دوسرا خیال کریں گے تو ہمارے ساتھ زرہ پوش مددگار اور تیز زبان موجود ہیں اگر آپ ہم سے بے وفائی کے لئے سستی کریں گے تو ہم بھی آپ سے مکاری و بے وفائی کریں گے۔ اس پر امیر معاویہؓ نے کہا اللہ تم جیسا کوئی شخص زندہ نہ رکھے

ابن عساکر نے ابوطفیل عامر بن واثلہ صحابی کی زبانی لکھا ہے۔ امیر معاویہؓ نے مجھ سے کہا آیا تم بھی قاتلین

[1] امۃ کے معنی ہیں لونڈی، باندی، بے پالک چھوکری

عثمانؓ میں ہو ؟ میں نے کہا قاتلین عثمانؓ میں تو نہیں ہوں البتہ شہادت کے زمانہ میں موجود تھا مگر میں نے حضرت عثمانؓ کی کوئی مدد نہیں کی ۔ پوچھا مدد کرنے سے کس نے منع کر دیا تھا ؟ میں نے کہا مہاجرین و انصار میں سے کسی نے بھی ان کی امداد نہیں کی ۔ اس پر امیر معاویہؓ نے کہا تمام مسلمانوں پر واجب تھا کہ اس وقت حضرت عثمانؓ کی مدد کرتے ۔ میں نے کہا اے امیر المومنین ! آپ کو ان کی امداد کرنے سے کس چیز نے روک رکھا حالانکہ آپ کے ساتھ تمام شامی موجود تھے ۔ اس پر جواب دیا میں ان کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں یہ بھی ان کی مدد ہے اس پر مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی ۔

امیر معاویہؓ کی ایجادات

ابن ابی شیبہ نے شعبی کی زبانی لکھا ہے سب سے پہلے بیٹھ کر خطبہ پڑھنے والے امیر معاویہؓ تھے کیونکہ وہ بڑے موٹے تازے تھے اور ان کی توند آگئی تھی ۔

عبدالرزاق نے زہری کے حوالہ سے لکھا ہے امیر معاویہؓ نے نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھنے کی بنیاد ڈالی ابن ابی شیبہ نے سعید بن مسیب کی زبانی لکھا ہے ۔ عیدین میں اذان دلانے کی رسم امیر معاویہؓ نے ایجاد کی ہے اور تکبیرات میں کمی کرنے والے بھی امیر معاویہؓ ہی ہیں عسکری نے اپنی اوائل میں لکھا ہے اوّل اوّل امیر معاویہؓ نے اسلام میں پیامبر مقرر کئے ۔ اور اپنی خدمت کے لئے خواجہ سرا رکھے ۔ آپ ہی کے زمانہ میں رعایا دل گرفتہ ہوئی ۔ اور آپ ہی کو ان الفاظ میں سلام کیا گیا ۔ **السلام علیک یا امیر المومنین و رحمۃ اللہ و برکاتہ والصلوٰۃ یرحمک اللہ** آپ ہی نے دفتری مہر ایجاد کی ۔ اور مہر کی نگرانی کے لئے عبداللہ بن اوس غسانی کو مامور کیا اس مہر پر یہ عبارت کندہ تھی " ہر کام کا ثواب ملتا ہے " ۔ اور مہر لگانے کا طریقہ آپ کے زمانہ سے لیکر تمام خلفاء عباسیہ میں آخری دم تک جاری رہا مہر کی ایجاد کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آپ نے کسی کو ایک لاکھ درہم دینے کا حکم تحریر کیا لیکن اس شخص نے حکمنامہ کھول کر اس میں دو لاکھ بنالئے حساب و کتاب کے وقت امیر معاویہؓ نے دو لاکھ کی تحریر سے انکار کیا پھر حکمنامہ لے جانے والے کی خیانت معلوم کرنے کے بعد آپ نے مہر کا طریقہ ایجاد کیا اور اس دن سے احکامات پر مہر (سیل) لگائی جانے لگی ۔ آپ ہی نے مسجد میں چھوٹا سا کمرہ بنوایا آپ نے سالانہ غلاف کعبہ اتارنے کی بنا ڈالی ورنہ پہلے قاعدہ یہ تھا کہ غلاف کعبہ کے اوپر ہی سالانہ غلاف چڑھا دیا جاتا تھا ۔ زبیر بن بکار نے اپنی موفقیات میں زہری کے بھتیجہ کی زبانی لکھا ہے میں نے چچا زہری سے پوچھا سب سے پہلے بیعت لیتے وقت قسم لینے کا طریقہ کس نے جاری کیا ؟ تو انہوں نے کہا امیر معاویہؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیعت لیتے وقت قسم لینے کا طریقہ جاری کیا اور عبدالملک بن مروان نے بیعت لیتے وقت طلاق اور آزادی غلام پر بھی قسم لینا شروع کر دی ۔

طرزِ گفتگو عسکری نے اپنی کتاب اوائل میں سلیمان بن عبداللہ کی زبانی لکھا ہے امیر معاویہ رضؓ جب مکہ (مدینہ) کی مسجد میں آئے تو اس حلقہ میں جہاں ابن عمر، ابن عباس اور عبدالرحمان بن ابو بکر رضؓ تشریف فرما تھے آکر بیٹھے اور سلام کیا ابن عباس نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا تو کہا اس منہ پھیر نے والے اور اس کے چچازاد بھائی (علی رضؓ) سے میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ اس پہ ابن عباسؓ نے کہا استحقاق خلافت کا سبب کیا پہلے اسلام آوری ہے یا رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلے ساتھ دینا یا رسول اکرم ﷺ سے رشتہ داری؟ آخر وہ کونسا سبب ہے جس کی وجہ سے آپ خود کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتے ہیں؟ امیر معاویہ رضؓ نے جواب دیا یہ سب نہیں بلکہ اپنے چچازاد بھائی (عثمان رضؓ) کی شہادت کی وجہ سے۔ اس پر ابن عباسؓ نے کہا اس لحاظ سے تو عبدالرحمان بن ابوبکر رضؓ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس پر امیر معاویہ رضؓ نے کہا ابو بکر رضؓ کا تو اپنی موت سے انتقال ہوا۔ اس پر ابن عباسؓ نے کہا تو پھر عبداللہ ابن عمر رضؓ زیادہ مستحق قرار پائے اس پر امیر معاویہ رضؓ نے جواب دیا۔ اس کے والد کو تو ایک کافر نے قتل کیا تھا۔ اس پر ابن عباسؓ نے کہا آپ کے اس قول سے تو آپ کی دلیل و حجت ہی باطل ہو جاتی ہے کیونکہ آپ کے چچازاد بھائی (عثمان رضؓ) پر مسلمانوں ہی نے سختیاں اور چڑھائی کی یہاں تک کہ ان کو قتل کر ڈالا عبداللہ بن محمد بن عقیل کا بیان ہے امیر معاویہ رضؓ نے ابو قتادہ انصاری سے کہا یہاں مدینہ میں مجھ سے سب لوگ ملنے آئے مگر تم انصار نہیں آئے اس کا کیا سبب ہے؟ ابو قتادہ نے جواب دیا ہمارے پاس سواریاں نہیں رہیں پوچھا اونٹنیاں کیا ہوئیں؟ ابو قتادہ نے کہا جنگ بدر میں تمہارے اور تمہارے باپ کے تعاقب کے سلسلہ میں سب کٹوا دی گئیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ تم دیکھو گے میرے بعد ہی لوگ غیر حقدار کو مستحق پر ترجیح دیں گے امیر معاویہ رضؓ نے کہا پھر سرور عالم ﷺ نے کیا حکم صادر فرمایا تھا؟ تو میں ابو قتادہ نے کہا سرور عالم ﷺ نے ہم کو صبر کرنے کا حکم دیا تھا اس پر امیر معاویہ رضؓ نے کہا تو پھر صبر کرو اس گفتگو کی اطلاع ملنے پر عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت نے بھی اشعار کہے ہیں ابن ابی دنیا اور ابن عساکر نے حبلہ بن سحیم کی زبانی لکھا ہے عہد خلافت امیر معاویہ رضؓ میں ایک دن میں آپ کے پاس گیا کیا دیکھا کہ آپ کی گردن میں ایک رسی بندھی ہے جسے ایک چھوٹا سا بچہ کھینچ رہا ہے۔ اس پر میں نے کہا آپ اور یہ کام جواب دیا اے ذلیل و خوار خاموش کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے جس کا کوئی بچہ ہو تو وہ اپنے بچہ کی دلجوئی کے لئے بچہ بن جائے۔ (ابن عساکر کے نزدیک یہ حدیث بے انتہا غریب ہے)

ابن ابی شیبہ نے شعبی کی زبانی لکھا ہے ایک نوجوان قریشی نے امیر معاویہ رضؓ کو روبرو گالیاں دیں تو امیر معاویہ نے کہا اے بھتیجے! میں تمہیں منع کرتا ہوں کہ بادشاہ کو سخت و سست نہ کہو کیونکہ بادشاہ کو بچوں کی طرح غصہ آجاتا ہے اور بادشاہ کی گرفت شیر کی مانند ہے۔ شعبی نے بحوالہ زیاد لکھا ہے میں نے ایک شخص

کو وصول خراج کے لئے مقرر کیا لیکن حساب کتاب کے وقت اس کا غبن ثابت ہونے پر اسے خوف ہوا کہ میں اسے سزا دوں گا چنانچہ وہ امیر معاویہ رضؓ کے پاس بھاگ گیا میں نے امیر معاویہ رضؓ کو لکھا کہ میرے ایک مفرور کا آپ کے پاس محفوظ ہو جانا میری کسرشان ہے جس کے جواب میں انہوں نے لکھا ہمارے اور تمہارے لئے زیبا نہیں کہ ہم دونوں ایک ساتھ مل کر لوگوں کو سزائیں دیں یا دونوں کے دونوں عوام کے لئے نرمی ہی کرتے رہیں اور لوگوں کو معصیتؔ نافرمانی کی چراگاہوں میں آزاد چھوڑ دیں یا سب کو باندھ رکھیں۔ اس طرح کے عمل سے لوگ تباہ و برباد ہو جائیں گے اس لئے مناسب یہ ہے کہ تم جس پر سختی کرو اور اس سے درشت خوئی کرو میں ایسے شخص کے ساتھ نرمی اور سہولت کا برتاؤ کروں شعبی کا بیان ہے میں نے امیر معاویہ رضؓ کو کہتے سنا ہے جس قوم میں تفرقہ پڑا تو باطل پرست اہل حق پر غالب آ گئے مگر ہماری ملت کا یہ حال نہیں ہے۔

طیوریات میں سلیمان مخزومی کی زبانی مرقوم ہے امیر معاویہ رضؓ نے دربار عام کیا جب تمام پبلک جمع ہو گئی تو تو کہا مجھے کسی عربی شاعر کے ایسے مسلسل تین شعر سناؤ جس میں ہر ایک کا مطلب اسی شعر میں پوری طرح ادا کر دیا گیا ہو سکوت عام تھا کہ ابوخبیب عبدالرحمٰن بن زبیر تشریف لائے لوگوں نے کہا یہ مشہور عربی شاعر ہیں، چنانچہ امیر معاویہ رضؓ نے ان سے کہا تین شعر کسی ایک شاعر کے ایسے مسلسل سنائیے جس میں ہر شعر کا مطلب اسی شعر میں پوری طرح ادا کر دیا گیا ہو ابوخبیب نے کہا تین شعر تین لاکھ اشرفی کے عوض سنانے پر تیار ہوں۔ امیر معاویہ رضؓ نے کہا ہاں برابر۔ چنانچہ ابوخبیب نے تین شعر سنائے جن کے بدلہ میں امیر معاویہ رضؓ نے تین لاکھ اشرفیاں دینے کا حکم جاری کیا۔

بخاری، نسائی اور ابن ابی حاتم نے یہ الفاظ واحد متفرق واسطوں سے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں مروان منجانب امیر معاویہ رضؓ حجاز کا حاکم تھا اس نے ایک دن مدینہ منورہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ نے امیر معاویہ رضؓ کو اپنے بیٹے کے ولیعہد بنانے میں بڑی ہی سوجھ بوجھ دی ہے اور یہ رائے بالکل درست ہے کیونکہ شیخین[1] رضؓ کی بھی سنت ہے اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضؓ نے کہا شیخین[1] رضؓ کی سنت نہیں بلکہ قیصر و ہرقل کے طریقہ پر اور واقعہ یہ ہے کہ پدر بزرگوار حضرت ابوبکر رضؓ نے بخدا اپنی اولاد و اہل بیت کو ولیعہد خلافت نہیں بنایا اور امیر معاویہ رضؓ اپنی پدری شفقت کی وجہ سے ولیعہد بنا رہے ہیں۔ اس پر مروان نے کہا تم وہی ہو جس کے متعلق قرآن کریم میں نازل ہوا کہ والدین کو اُف تک نہ کرو انھوں نے جواب دیا اے مروان تم ابن لعین ہو اور آپکے باپ پر حضورؐ نے لعنت کی ہے۔ اس واقعہ کی حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا والدین کو اف تک نہ کرو کی آیت فلاں فلاں شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور رسول اللہ ؐ نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت کی تھی جبکہ مروان ان کی پیٹھ میں موجود تھا اور جزو پدر تھا اس لحاظ سے مروان بھی منسوب لعنت ہوا ہے۔

---

[1] شیخین کا مطلب ہے حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ اور شیخان کا مطلب ہے امام بخاریؒ و امام مسلمؒ۔ مترجم

ابن ابی شیبہ نے عروہ کی زبانی لکھا ہے امیر معاویہ رضؓ فرمایا تجربہ کے بعد ہی حلم و بردباری پیدا ہوتی ہے۔

عرب کے تجربہ کار

ابن عساکر نے شعبی کی زبانی لکھا ہے عرب میں صرف حسب ذیل چار اشخاص ہوشیار و تجربہ کار پیدا ہوئے امیر معاویہ رضؓ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور زیاد، اور یہ چاروں حسب ذیل صفات میں کامل تھے۔ امیر معاویہ رضؓ حلم و عقل میں، عمرو بن عاص مشکلات حل کرنے میں، مغیرہ بن شعبہ حادثات اتفاقی پر صاحب ہوش و حواس رہتے ہیں، اور زیاد ہر چھوٹی بڑی بات پر۔

چار قاضی و عقلمند

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح عمر رضؓ، علی رضؓ، ابن مسعود اور زید بن ثابت یہ چار حضرات یکتا قاضی ہوئے اسی طرح امیر معاویہ رضؓ، عمرو بن عاص، مغیرہ اور زیاد بھی بہترین عقلمند اور دانا ہیں قبیصہ بن جابر کا بیان ہے میں عرصہ تک حضرت عمر رضؓ کے ساتھ رہا میں نے آپ سے زیادہ کسی اور کو قرآن دقیقہ کا عالم نہیں پایا۔ اور طلحہ بن عبیداللہ کی صحبت میں رہ کر مجھے یقین ہو گیا کہ طلحہ سے زیادہ کوئی دوسرا سخی سردار نہیں۔ آپ بغیر سوال کئے بخشش کیا کرتے تھے امیر معاویہ رضؓ کے بھی میں ساتھ رہا ہوں اور یہ سب سے زیادہ بردبار اور عقلمند ہیں، نیز عمرو بن عاص کی صحبت سے مستفید ہوا ہوں آپ پر خلوص دوست اور بہترین ہم نشین تھے اور مغیرہ بن شعبہ کا بھی لطف صحبت اٹھایا ہے اگر شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور کسی دروازہ سے کوئی شخص بغیر مکاری و دغا بازی نہ نکل سکتا ہو تو یہ آٹھوں دروازوں میں سے نکل جائیں گے۔

بعض دیگر بیانات

ابن عساکر نے حمید بن بلال کی زبانی لکھا ہے کہ عقیل بن ابی طالب رضؓ نے ایک دن حضرت علی رضؓ سے کہا میں نقیو محتاج ہو گیا ہوں مجھے کچھ دیدیجئے حضرت علی رضؓ نے جواب دیا تھوڑی دیر ٹھہریئے۔ جب دوسروں کو دوں گا تو آپ کو بھی ان کے ساتھ دے دوں گا۔ جب حضرت عقیل نے زیادہ اصرار کیا تو حضرت علی رضؓ نے ایک آدمی سے کہا ان کا ہاتھ پکڑ کے انھیں شہر کی دکانوں کے پاس لے جاؤ اور وہاں پہونچ کر ان سے کہنا یہ قفل توڑلو اور دکانوں میں جو کچھ ہے لے جاؤ، حضرت عقیل نے کہا کیا چور بنا کر مجھے پکڑوانا چاہتے ہو؟ اس پر حضرت علی رضؓ نے کہا تو کیا آپ مجھے چور بنانا چاہتے ہیں کہ لوگوں کی عدم موجودگی میں مسلمانوں کا مال بیت المال میں سے نکال کر آپ کے حوالہ کر دوں۔ اس پر حضرت عقیل نے کہا تو پھر میں امیر معاویہ رضؓ کے پاس جاتا ہوں، حضرت علی رضؓ نے کہا آپ کو اختیار حاصل ہے، چنانچہ حضرت عقیل نے امیر معاویہ رضؓ سے کچھ طلب کیا اور امیر معاویہ رضؓ نے ان کو ایک لاکھ روپے دیتے ہوئے کہا علی رضؓ نے اور میں نے جو کچھ آپ کو دیا ہے اس کا بر سر منبر اعلان فرما دیجئے چنانچہ حضرت عقیل نے بر سر منبر آکر حمد و ثنا کے بعد کہا لوگو! تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے حضرت علی رضؓ سے وہ چیز مانگی جو ان کے مذہب کے ضرر کاری تھی چنانچہ انھوں نے وہ چیز مجھے نہ دی اور اپنے مذہب کو محفوظ رکھا پھر وہی چیز میں نے امیر معاویہ رضؓ سے طلب کی اور امیر معاویہ رضؓ نے اپنے مذہب پر مجھے اور میرے مطالبہ کو

ترجیح دی۔ ابن عساکر نے جعفر بن محمد کے والد کی زبانی لکھا ہے حضرت عقیل ایک دن امیر معاویہؓ کے پاس گئے جنہیں دیکھ کر امیر معاویہؓ نے کہا یہ عقیل ہیں جن کے چچا ابولہب تھے اس پر عقیل نے جواب دیا۔ یہ معاویہؓ جن کی پھوپھی حمالۃُ الحطب (زوجہ ابولہب) تھیں۔ ابن عساکر نے اوزاعی کی زبانی لکھا ہے۔ ایک دن حزیم بن فاتک پائنچے چڑھائے امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے۔ چونکہ ان کی پنڈلیاں بڑی خوبصورت تھیں جنہیں دیکھ کر امیر معاویہؓ نے کہا کاش! یہ پنڈلیاں کسی خاتون کی ہوتیں جس پر حزیم نے کہا اے امیر المومنین یہ کہیے کہ آپ کی بیوی کی ہوتیں۔

عہد معاویہؓ میں رحلت کرنے والے علماء

بزمانہ خلافت معاویہؓ حسب ذیل مشاہیر و معززین نے انتقال کیا۔

صفوان بن اُمیہ، اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ، ام حبیبہؓ و صفیہؓ و میمونہؓ و سودہؓ و جویریہؓ و عائشہ اور مشہور شاعر عرب لبید اور عثمان بن طلحہ حجبی، عمرو بن عاص، عبداللہ بن سلام، الجہیر، محمد بن مسلمہ ابوموسیٰ اشعری، زید بن ثابت ابوبکر و کعب بن مالک، مغیرہ بن شعبہ جریر بجلی، ابوایوب انصاری، عمران بن حصین، سعید بن زید، ابوقتادہ انصاری، فضالہ بن عبید، عبدالرحمٰن بن ابوبکر، جُبیر بن مطعم، اسامہ بن زید، ثوبان، عمرو بن حزم، حسان بن ثابت، حکیم بن حزام، سعد بن ابی وقاص، ابوالیسر، قثم بن عباسؓ، اور ان کے برادر عبیداللہ، عقبہ بن عامر اور ۵۹ھ میں ابوہریرہؓ نے انتقال کیا جو دعا کرتے تھے۔ اے اللہ مجھے ۶۰ھ کے ابتدائی زمانہ اور لڑکوں کی حکومت سے محفوظ رکھ۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی، نیز دیگر مشاہیر نے بھی عہد معاویہؓ میں انتقال کیا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

یزید بن معاویہؓ

نسب

یزید بن معاویہؓ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ۔ یزید کی کنیت ابوخالد اموی تھی جو ۲۶ھ میں پیدا ہوا، یہ بڑا ہی لحیم شحیم تھا اور اس کے جسم پر بال بہت تھے ماں کا نام میسون اور نانا کا نام بحدل کلبی تھا۔

عبدالملک کا بیان

عبدالملک بن مروان نے خالد اور ان کے والد یزید کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ یزید کو ان کے والد نے اپنا ولیعہد حکومت مقرر کیا تھا۔ لیکن لوگوں نے اسے پسند نہ کیا۔ اور یہ پورا واقعہ قبل ازیں تحریر کیا جا چکا ہے۔

یزید کے متعلق بعض آراء

حسن بصریؒ کا بیان ہے دو اشخاص نے فساد ریزی کی ایک عمرو بن عاص ہیں جنہوں نے جنگ صفین میں امیر معاویہؓ سے قرآن شریف اٹھوایا نیز ابن فراز کا بیان ہے کہ عمرو بن عاص ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے خوارج کو ثالث مقرر کیا تھا جس کا وبال قیامت تک رہے گا دوسرے فتنہ انگیز مغیرہ بن شعبہ ہیں جو منجانب امیر معاویہؓ کوفہ کے گورنر تھے۔ ان کی معزولی کا فرمان جب ان کو ملا تو انہوں نے اس کی تعمیل نہ کی بلکہ تھوڑے دنوں بعد خود امیر معاویہؓ کے پاس آئے۔ اور دیر حاضری کا سبب یہ بیان کیا کہ ایک عظیم الشان کام کی تکمیل میں مصروف تھا۔ امیر معاویہؓ نے پوچھا وہ کیا کام تھا۔ جواب دیا، آپ کے بعد یزید کی خلافت کے لئے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا۔ امیر معاویہؓ نے پوچھا تو کیا پورا کر لیا؟ جواب دیا ہاں کام کی تکمیل ہو چکی ہے اس پر امیر معاویہؓ نے کہا جاؤ حسب سابق فرائض مفوضہ انجام دو بارگاہ امیر معاویہؓ سے باہر نکل کر مغیرہ سے لوگوں نے پوچھا کہو کیا ہوا؟ جواب دیا امیر معاویہؓ کا پاؤں ایسی دلدل میں پھنسا آیا ہوں کہ قیامت تک اس سے چھٹکارا نہیں ملیگا

نیز حسن بصریؒ نے کہا ہے چونکہ امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو ولیعہد بنایا اسی لئے ولیعہد بنانے کا رواج ہو گیا ورنہ قیامت تک مسلمانوں میں مجلس شوریٰ کے مشورہ کے مطابق تعمیل ہوتی رہتی۔

ابن سیرین کا بیان ہے عمرو بن حزم نے ابن معاویہؓ کے پاس اپنے مندوب کے ذریعہ کہلایا اللہ کو یاد کرو۔ امت محمدیہ پر کس کا خلیفہ بنے رہے ہو؟ جس کا امیر معاویہؓ نے یہ جواب دیا آپ کی نصیحت درائے معلوم ہوئی، بحالت موجودہ میرے بیٹے اور دوسروں کے بیٹے ہی بیٹے ہیں اور ان سب لڑکوں میں میرا بیٹا ہی خلافت کا زیادہ مستحق ہے۔

عطیہ بن قیس کا بیان ہے امیر معاویہؓ نے دوران خطبہ میں کہا اے اللہ! میں نے یزید میں قابلیت دیکھ کر اسے ولیعہد خلافت بنایا ہے اس لئے اس کام کی تکمیل میں میری مدد کر اور اگر صرف شفقت پدری کے سبب اس کو ولیعہد بنا رہا ہوں اور اس میں جوہر قابل موجود نہ ہوں اور یہ خلافت کا اہل نہ ہو تو خلیفہ بننے سے پہلے ہی اس کو موت دیدے

امام حسینؓ سے مطالبہ بیعت

۶۰ھ میں امیر معاویہؓ کے بعد فوراً ہی بعد شامیوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر مدینہ والوں سے بیعت لینے کے لئے مندوب روانہ کیا لیکن امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ نے بیعت سے انکار کر دیا اور راتوں رات یہ دونوں مکہ معظمہ پہنچ گئے مکہ معظمہ وارد ہو کر ابن زبیرؓ نے نہ تو یزید کی بیعت کی اور نہ اپنے لئے خلافت کے خواہش کی، البتہ امام حسینؓ کی حالت یہ تھی کہ کوئی آپ کو عہد معاویہ ہی سے بلا رہے تھے کہ ایسے ہم آپ کے ساتھ مل کر مقابلہ کریں گے، لیکن امام حسینؓ انکار کرتے رہے۔ اب جب کہ یزید کی خلافت کے لئے سب لوگ بیعت کرنے لگے تو آپ کبھی اپنی موجودہ حالت پر رہنے کا خیال کرتے اور کبھی کوفہ جانے کا ارادہ کرتے، اسی زمانہ میں ابن زبیرؓ نے آپ کو خروج کرنے کا مشورہ دیا ابن عباسؓ نے کوفہ جانے سے منع کیا اور ابن عمرؓ نے کوفہ جانے سے روکتے ہوئے کہا رسول اکرمؐ کو دنیا و

آخرت میں سے سب مرضی اختیار کرنے کی اللہ نے اجازت دی تھی مگر سرورِ عالم ؐ نے آخرت کو پسند فرمایا۔ چونکہ آپ بھی ان ہی میں سے ہیں اس لئے دنیا کی جانب توجہ نہ کیجئے۔ بالآخر جب امام حسین رضؓ نے کہا نہ سنا تو ابن عمر رضؓ نے آپ کو گلے لگا کر بگریہ وزاری الوداع کہا۔

امام حسین رضؓ کا کوفہ کو کوچ

ابن عمر رضؓ فرمایا کرتے تھے حسین رضؓ نے ہماری بات نہ مانی اور خروج کر دیا حالانکہ اللہ کی قسم انھیں اپنے والد و برادر کے حالات سے عبرت حاصل ہو چکی تھی جابر بن عبداللہ ابو سعید اور ابو واقد لیثی نے بھی اسی طرح امام حسین رضؓ کو سمجھایا لیکن امام حسین رضؓ نے کسی کی نہ سنی اور جب آپ نے عراق جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو ابن عباس رضؓ نے کہا بخدا میرا گمان ہے کہ آپ اپنی خواتین اور لڑکیوں کے سامنے حضرت عثمان رضؓ کی طرح شہید کر دیئے جائیں گے۔ امام حسین رضؓ نے جب ان پر کان نہ دھرا تو ابن عباس رضؓ نے خوب گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا اب تو ابن زبیر رضؓ کی آنکھوں میں ٹھنڈک پڑی۔ اس کے بعد ابن عباس رضؓ نے عبداللہ ابن زبیر کو دیکھ کر کہا تم جو چاہتے تھے وہ پورا ہوا۔ تو یہ حسین رضؓ جا رہے ہیں تمہیں اور ارض حجاز کو چھوڑے جا رہے ہیں۔

عراقیوں کا بلاوا

عراقیوں نے حسین کی طلبی کے لئے صدہا خطوط روانہ کیے تھے انہی کے مدِ نظر امام حسین رضؓ ۱۰ ذی الحجہ ۶۰ھ کو گھر والوں کے ساتھ جن میں مرد، عورتیں اور بچے وغیرہ شامل تھے مکہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عراق کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کے نام حکم بھیجا کہ حضرت حسین رضؓ سے جنگ کی جائے چنانچہ عبیداللہ بن زیاد گورنر عراق نے چار ہزار فوج عمر بن سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں روانہ کی ادھر کوفیوں نے اپنی قدیم روایات کے پیش نظر امام حسین رضؓ کو تن تنہا چھوڑا اور الگ ہو گئے جیسا کہ وہ اس سے پہلے بھی حضرت علی رضؓ کو یکہ و تنہا چھوڑ کر الگ ہو گئے تھے۔ غرضکہ عراقی فوجوں نے جب امام حسین رضؓ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو امام حسین رضؓ نے ان سے صلح کی درخواست کی اور کہا یا تو مکہ لوٹنے دو یا پھر یزید کے پاس جانے دو تاکہ اس کی بیعت کی جا سکے۔ لیکن فوج نے سب باتوں سے انکار کر کے آپ کو شہید کر دیا اور آپ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر ملعون ابن زیاد کے پاس روانہ کیا امام حسین رضؓ کے قاتل، ابن زیاد اور یزید ان تینوں پر اللہ کی لعنت"

شہادت حسین رضؓ اور اس اثر

امام حسین رضؓ کو کربلا میں شہید کیا گیا آپ کی شہادت کا واقعہ بہت طویل اور دلگداز ہے جسے لکھنے سننے کی دل میں سکت نہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

امام حسین رضؓ کے ساتھ آپ کے (۱۶) گھر والے شہید ہوئے۔ شہادت کے ہنگامہ کے وقت دنیا میں سات

دن تک اندھیرا رہا، دیواروں پر دھوپ کا رنگ پیلا سا نظر آتا تھا اور ستارے ٹوٹتے تھے آپ کی شہادت ۱۰ محرم ۶۱ھ کو واقع ہوئی۔ اس دن سورج گہنا گیا تھا اور مسلسل چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے۔ بعد وہ سرخی رفتہ رفتہ جاتی رہی لیکن افق کی سرخی اب تک موجود ہے جو شہادت حسین سے پہلے موجود نہ تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روز شہادت حسینؓ بیت المقدس کا جو پتھر پلٹا جاتا تو اس کے نیچے تازہ خون دکھائی دیتا عراقی فوج میں جس قدر کسنب تھا وہ راکھ ہو گیا۔ یعنی یہ زرد گھاس رنگنے کے قابل نہ رہی عراقی فوج نے اپنے فوجیوں کے ایک اونٹ ذبح کیا تو اس کا گوشت آگ کا انگارہ تھا جو شعلے لے رہا تھا اور جب انہوں نے وہ گوشت پکایا تو وہ کڑوا ہو گیا اور ایک آدمی نے حضرت حسینؓ کو گالیاں دیں تو بحکم الٰہی ایک ستارہ ٹوٹا جس سے اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔

ثعالبی نے عبدالملک بن عمیر لیثی کی زبانی لکھا ہے میں نے اس قصر امارۃ کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کے روبرو سر حسینؓ ایک ڈھال پر رکھا دیکھا۔ پھر اسی قصر میں عبیداللہ بن زیاد کا سر مختار بن ابی عبید کے آگے پڑا دیکھا پھر تھوڑے دنوں بعد مختار بن ابی عبید کا سر مصعب بن زبیر کے دربار میں رکھا ہوا دیکھا پھر مصعب کا سر عبدالملک کے سامنے پڑا ہوا دیکھ کر جب پورا واقعہ عبدالملک سے کہا تو اس نے قصر کو نامبارک و منحوس تصور کر کے چھوڑ دیا۔

ترمذی نے سلمی کی زبانی لکھا ہے میں ایک دن حضرت ام سلمہؓ کے پاس گیا وہ رو رہی تھیں میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح دیکھا گویا ان کا سر اور داڑھی گرد آلود ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ ارشاد فرمایا میں نے ابھی حسینؓ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔ بیہقی نے دلائل میں ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ٹھیک دوپہر کے وقت دیکھا کہ وہ پراگندہ و غبار آلود ہیں اور آپ کے دستِ مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا چیز ہے فرمایا یہ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جو آج دن بھر جمع کرتا رہا ہوں لوگوں نے اس خواب کے دن کا حساب لگایا تو وہ شہادت کا دن نکلا۔

جنات کی مرثیہ خوانی

ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ام سلمہؓ کی زبانی لکھا ہے میں نے حسینؓ پر جنات کو روتے اور نوحہ کرتے سنا ہے۔

ثعلب نے امالی میں ابی جناب کلبی کی زبانی لکھا ہے میں نے کربلا میں جا کر ایک معزز عرب سے کہا کیا تم نے جنات کو نوحہ و زاری کرتے سنا ہے اس نے کہا تم جس سے چاہو پوچھ لو ہر ایک نے سنا ہے میں نے پوچھا کیا؟ انہوں نے کہا میں نے انھیں مرثیہ پڑھتے سنا ہے۔

امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے سر ابن زیاد نے یزید کے دربار میں بھیجے جنہیں دیکھ کر پہلے تو

وہ خوش ہوا اور پھر بعد کو شرمندہ۔ شرمندگی کا سبب یہ کہ مسلمانوں نے جب اس فعل کو بُرا سمجھا اور اس سے ناراض ہوئے تو ندامت سے غرق ہو گیا اور مسلمانوں کا یزید سے ناراض ہونا بالکل حق بجانب تھا۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں ابی عبیدہ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میری امت میں ہمیشہ عدل و انصاف ہوتا رہے گا لیکن بنو امیہ کا ایک شخص یزید نامی امت کے عدل و انصاف کے کاموں میں رخنہ ڈالے گا۔

رویانی نے اپنی مسند میں ابو درداء کی زبانی لکھا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلا شخص جو میری سنتوں کو تبدیل کرے گا وہ بنو امیہ کا وہ شخص ہو گا جس کا نام یزید ہو گا۔

نوفل بن ابو فرات کا بیان ہے میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یزید کا ذکر آیا تو ایک آدمی نے کہا امیر المومنین یزید بن معاویہ۔ جس پر عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا یزید کو تو امیر المومنین کہتا ہے اور اس جرم میں بیس کوڑے لگانے کی اسے سزا دی۔

اہلِ مدینہ کے ساتھ یزید کا معاملہ

۶۳ھ میں یزید کو اطلاع ملی کہ مدینہ والوں نے اس کی بیعت توڑ دی اور اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس اطلاع پر یزید نے ایک بڑی فوج مدینہ پر حملہ کے لئے بھیجی اور مدینہ والوں کے سر اڑا دینے کا حکم دیا اور مدینہ والوں سے جنگ کا اعلان کر دیا گیا اس کے بعد ابن زبیرؓ کو قتل کر دینے کے لئے مکہ پر چڑھائی کی۔ چنانچہ باب طیبہ میں جنگ ہوئی جو جنگ حرہ کے نام سے مشہور ہے جانتے ہو جنگ حرہ کیا چیز ہے ہجوم کی بابت امام حسنؓ نے ایک مرتبہ بیان کیا بخدا اس جنگ میں صحابہؓ کو چن چن کر قتل کیا گیا اور دوسرے مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ شہر کو لوٹا گیا اور ہزار ہا دوشیزہ و نوخواں خواتین کو جبراً ذلیل کیا گیا

مسلم نے لکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے باشندگان مدینہ کے ڈرانے والے کو اللہ تعالےٰ ڈرائے گا اور اس ڈرانے والے پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے واقدی نے عبداللہ بن حنظلہ کی زبانی لکھا ہے یزید پر ہم نے اس وقت حملہ کی تیاری کی جبکہ ہمیں یقین ہو گیا کہ اب آسمان سے پتھر برسیں گے کیونکہ لوگ اپنی ماں بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کر رہے تھے۔ شرابیں پی رہے تھے اور نماز چھوڑ چکے تھے۔

اہل مکہ کے ساتھ یزید کا معاملہ اور اس کا انجام

ذہبی نے لکھا ہے یزید جب مدینہ والوں کے ساتھ ظلم و ستم کر چکا اور انہی کے ساتھ شراب نوشی اور دوسری برائیاں کرنے لگا تو تمام لوگوں کو اس پر غصہ آیا اور سب نے اس پر حملہ کی ٹھانی اللہ نے اس کی عمر کم کر دی اور اس نے اپنی فوج حرہ از مکہ معظمہ، ابن زبیر کے قتل کے لئے روانہ کر دی اللہ کا کرنا کہ اس کا سپہ سالار فوج راستہ میں مر گیا اس کے بجائے دوسرا سپہ سالار مقرر ہوا اس فوج نے مکہ پہونچ کر ابن زبیر کا محاصرہ کر لیا

ان کے قتل کی تدبیریں کیں اور ان پر منجنیق سے پتھر برسائے یہ واقعہ ماہ صفر ۶۴ھ کا ہے اور شہر میں آگ لگا دی جس کے شراروں سے کعبہ کا پردہ اور اس کی چھت جل گئی اور حضرت اسماعیلؑ کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اور جس کا سینگ اب تک کعبہ کی چھت میں لگا ہوا تھا وہ بھی خاکستر کر دیا گیا۔

مرگ یزید اللہ تعالیٰ نے یزید کو ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہلاک کر دیا گیا۔ جب اس کے مرنے کی خبر مشہور ہوئی تو حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے عین حالت جنگ میں بمقام مکہ معظمہ اعلان کیا اے شامیو! تمہارا گمراہ کرنے والا مر گیا۔ یہ سنتے ہی شامی فوج منتشر ہو گئی اور بڑی ذلیل ہوئی مکہ کے مسلمانوں نے اس فوج کا تعاقب کیا اس کے بعد عبداللہ ابن زبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کیا اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی البتہ شامیوں نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن معاویہ بن یزید کی عمر نے زیادہ وفا نہ کی جسے آئندہ لکھا جاتا ہے

ابن عساکر نے عبداللہ بن عمر کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا نام الصدیق تم نے ٹھیک رکھا حضرت عمرؓ کو الفاروق بھی ٹھیک کہا کیونکہ وہ فولادی سینگ کی مانند تھے۔ حضرت عثمانؓ بن عفّان دو نور والے کو زبردستی شہید کیا گیا اور اللہ نے اپنی رحمت سے انہیں دوگنا حصہ دیا۔ امیر معاویہؓ ارض پاک کے بادشاہ ہوئے اور ان کا بیٹا یزید بھی بادشاہ ہوا، اس کے بعد سفاح، سلام، منصور، جابر، مہدی، امین، امیر غضب یہ سب کے سب کعب بن لوی کے خاندان کے افراد صالح اور بے مثال بادشاہ ہوئے، ذہبی کا بیان ہے یہ روایت کئی طرح ابن عمرؓ کی زبانی بیان کی گئی ہے لیکن کسی نے بھی خود ابن عمرؓ کی زبانی یہ واقعہ سنا بیان نہیں کیا ہے۔

غلاف کعبہ واقدی نے ابوجعفر باقر کی زبانی لکھا ہے کہ سب سے پہلے یزید بن معاویہؓ نے خانہ کعبہ پر موٹا ریشمی غلاف چڑھایا۔

دور یزید میں رحلت کرنے والے مشاہیر

یزید کے دور حکومت میں امام حسینؓ ان کے ساتھی اور جنگ حرہ میں شہدا کے علاوہ حسب ذیل حضرات نے ملک الموت کو خوش آمدید کہا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، خالد بن عرفطہ، جرہد اسلمی، جابر بن عتیک، بریدہ بن حصیب، مسلمہ بن مخلد، فقیہہ کامل امام وقت، علقمہ بن قیس غنی، مسروق، مسور بن مخرمہ وغیرہ۔ واضح باد کہ جنگ حرہ میں جو بمقام مکہ معظمہ کی گئی اس میں (۳۰۶) بڑے بڑے مہاجر و انصار شہید کئے گئے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

معاویہ بن یزید

معاویہ بن یزید بن معاویہ ابو عبدالرحمان جسے بعض لوگ ابو یزید اور بعض ابو لیلی بھی کہتے ہیں معاویہ بن یزید اپنے والد کی زندگی ہی میں بماہ ربیع الاول سنہ ۶۲ھ ولیعہد حکومت مقرر ہو چکا تھا۔ یہ ایک صالح نوجوان تھا۔ بیماری کی حالت ہی میں تخت نشین خلافت ہوا۔ اور اسی بیماری کی حالت میں وفات پائی اس نے کسی پر فوج کشی نہیں کی سلطنت کا کوئی کام انجام نہیں دیا۔ لوگوں کو نماز بھی نہ پڑھا سکا۔ اس کا دور حکومت صرف ۴۰ دن رہا بعض کہتے ہیں تخت نشینی خلافت کے بعد دو ماہ اور بعض کے نزدیک تین ماہ زندہ رہا، اس نے بیس اکیس سال کی عمر پائی۔

قبل از مرگ لوگوں نے کہا کسی کو اپنا خلیفہ منتخب کر دیجئے تو جواب دیا میں نے خلافت کی شیرینی ہی سے استفادہ نہیں کیا تو اس کی تلخیاں کیوں برداشت کروں۔

عبداللہ ابن زبیر

نسب عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اسدی ہے اور ابو بکر و ابو خُبیب کنیت ہے۔ آپ صحابی اور صحابی زادہ ہیں آپ کے والد عشرہ مبشرہ میں ہیں آپ کی والدہ اسماء بنتِ ابو بکر صدیق رض تھیں۔ اور آپ کی دادی حضرت صفیہ رض رسول اللہ ص کی پھوپی تھیں۔

پیدائش ہجرت نبویؐ کے بیس ماہ بعد آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ بعض کے نزدیک ۱ھ ہی میں آپ کی ولادت ہوئی غرضکہ آپ وہ پہلے نومولود ہیں جو ہجرت کے بعد سب سے پہلے پیدا ہوئے آپ کی پیدائش سے تمام مسلمانوں کو مسرت ہوئی کیونکہ یہودیوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور مدینہ میں ان کی کوئی اولاد نہ ہوگی آپ کے پیدا ہونے کے بعد آپ کو رسالتمآبؐ کے پاس لیگئے اور سرور عالمؐ نے کھجور چبا کر آپ کو چٹائی۔ آپ کا نام عبداللہ رکھا اور آپ کے نانا ابو بکر رض کے نام پر آپ کی کنیت ابو بکر تجویز فرمائی۔

خصائل و فضائل ابن زبیر عام طور پر روزے رکھتے، راتوں کو عبادت کرتے، نماز میں طویل قرأت کرتے، صلہ رحمی کرتے اور بڑے جیوٹ و دلیر تھے آپ کا سہ شبانہ نظام العمل یہ تھا کہ ایک شب رات بھر صبح ہونے تک نماز پڑھتے ایک شب رات بھر صبح ہونے تک رکوع میں رہتے اور ایک شب رات بھر سجدہ ریز رہتے۔ آپ کی زبانی (۳۳) احادیث مروی ہیں جنہیں آپ کے بھائی عروہ، ابو ملیکہ، عباس ابن سہل، ثابت بنانی، عطار، عبیدہ سلمانی اور دیگر حضرات نے روایت کیا ہے

آپ وہ شخصیت ہیں کہ یزید کی بیعت سے انکار کر کے مکہ معظمہ چلے گئے جہاں پہونچ کر اس افراتفری کے زمانہ میں اپنی بیعت کی خواہش نہیں کی۔ بیعت نہ کرنے کی وجہ سے یزید آپ سے سخت ناراض ہوا اور آپ پر مکہ معظمہ میں چڑھائی کی۔ لیکن یزید کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کو خلیفہ بنایا آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور باشندگان حجاز و یمن اور عراق و خراساں نے آپ کی اطاعت میں سر تسلیم خم رکھا۔ آپ نے خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کی اور جس طرح ابراہیمؑ کے زمانہ میں تھا اسی طرح خانہ کعبہ کے دو دروازہ بنائے اور اپنی خالہ حضرت عائشہؓ کے کہنے پر کہ رسول اللہ کی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ میں مزید چھ گز زمین شامل کی جائے آپ نے حسب منشا شمالی جانب حجر اسود کے پاس سے چھ گز زمین حطیم کعبہ میں شامل کی۔ البتہ شامیوں اور مصریوں نے معاویہ ابن زبیر کو اپنا خلیفہ تسلیم کیا تھا چونکہ اس کی زندگی نے وفا نہ کی اس لئے یہ سب شامی و مصری بھی اس کی موت کے بعد آپ کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے اور آپ کی خلافت پر ان سب نے بھی بیعت کر لی۔

مروان کی فتنہ انگیزی

مروان نے انہی دنوں میں خفیہ سازشیں کر کے شام و مصر پر تسلط حاصل کر لیا اور ۶۵ھ تک زندہ رہ کر اپنے بیٹے عبدالملک بن مروان کو ولیعہد مقرر کر گیا ذہبی کا بیان ہے مروان کو خلیفہ نہ کہا جائے کیونکہ وہ باغی تھا اور اس نے عبداللہ ابن زبیر پر خروج کیا تھا اور اس کی بغاوت ہی کی وجہ سے اس کا ولیعہد مقرر کرنا بھی درست و جائز نہیں، البتہ عبداللہ ابن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک کی خلافت درست ہو سکتی ہے۔

ابن زبیر کو پھانسی دی گئی

عبداللہ ابن زبیر بحیثیت امیر المومنین مکہ میں قیام پذیر تھے کہ عبدالملک نے حجاج کو چالیس ہزار فوج دے کر مکہ کو محصور کر لیا اور ایک ماہ تک متواتر مکہ کا گھیراؤ لئے ہوئے حجاج منجنیق کے ذریعہ مکہ پر پتھر برساتا رہا، ابن زبیر کے ساتھی اس محاصرہ سے عاجز آ کر خفیہ طور پر حجاج سے مل گئے۔ غرضکہ ۱۷ جمادی الاول ۷۳ھ کو منگل کے دن عبداللہ ابن زبیر کو پھانسی دے کر شہید کیا گیا بعض کے نزدیک یہ واقعہ ۷۲ھ کے آخری سال کا ہے اس طرح مکہ پر بھی عبدالملک بن مروان نے قبضہ کر کے اپنی خلافت کا اعلان کیا۔

ابن عساکر نے محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر کی زبانی لکھا ہے حجاج نے منجنیق کے ذریعہ جب عبداللہ ابن زبیر پر پتھر برسانا شروع کئے تو اس وقت میں ابوقبیس پہاڑ پر تھا۔ میں نے پہاڑ پر سے دیکھا کہ منجنیق سے گدھے کے برابر ایک چمکدار شعلہ نکلا اور وہ چکر لگاتے ہوئے ابن زبیر کے ساتھیوں پر گرا جس کی وجہ سے تقریباً پچاس آدمی جل کر خاکستر ہو گئے

حضرت عبداللہ ابن زبیر اپنے زمانہ میں قریش کے مشہور سوار تھے اور آپ کے فضائل زبان زد خاص و

عام ہیں۔

فرمانبرداری

ابویعلی نے اپنی مسند میں عبداللہ ابن زبیر کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے پچھنے لگوا کر خراب خون نکلوایا اور حکم دیا اے عبداللہ ابن زبیر! اسے ایسی جگہ پھینک آؤ جسے کوئی دیکھ نہ سکے چنانچہ میں اسے لے گیا اور باہر جا کر پی لیا پھر لوٹ آیا۔ ارشاد عالی ہوا خون کیا کیا؟ میں نے عرض کیا اسے ایسی جگہ چھپا لیا جسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ فرمایا شاید تم نے پی لیا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ ارشاد گرامی ہوا اس کی وجہ سے لوگ تمہارا دبدبہ مانیں گے اور لوگوں پر تم کو قوت و برتری حاصل رہے گی۔ چنانچہ لوگوں نے دیکھا کہ ابن زبیر میں قوت و طاقت اسی خون کی وجہ سے ظاہر ہوتی رہی نوف بکالی کا بیان ہے مجھے قرآن مجید میں صاف لکھا نظر آتا ہے کہ ابن زبیر شہسوار خلیفہ ہیں۔

عبادت و شجاعت

عمر بن دینار کا بیان ہے ابن زبیر بہترین نمازی تھے آپ حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے منجنیق کے پتھر آ آ کر آپ کے کپڑوں پر گرتے لیکن آپ ادھر متوجہ نہ ہوتے اور برابر نماز پڑھتے رہے مجاہد کا بیان ہے کہ ابن زبیر عبادت کے بڑے شوقین تھے اور آپ کے بجائے دوسرا شخص نا گہانی حوادث سے عاجز ہو جاتا۔ ایک مرتبہ بیت اللہ میں بہت زیادہ پانی بھر گیا چونکہ آپ کو ارکان ادا کرنے تھے اس لئے تیر کر آپ نے طواف کعبہ کیا۔ عثمان بن طلحہ کا بیان ہے کہ شجاعت و عبادت اور بلاغت میں ابن زبیر کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکا آپ اتنے بلند آواز تھے کہ آپ کے خطبہ کی آواز پہاڑوں سے ٹکراتی تھی ابن عساکر نے عروہ کی زبانی لکھا ہے۔ کہ عبداللہ ابن زبیر کی منقبت میں عرب کے مشہور شاعر نابغہ جعدی نے بھی ترنم ریزی کی ہے۔

آپکی یکتائیت

ہشام بن عروہ اور خبیب کا بیان ہے کہ سب سے پہلے ابن زبیر نے خانہ کعبہ پر دیباج کا غلاف چڑھایا ورنہ اس سے پہلے پلاس و چمڑے کا غلاف چڑھایا جاتا تھا عمرو بن قیس کا بیان ہے کہ ابن زبیر کے پاس سو غلام تھے اور ہر ایک سے اس کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ میں جب انہیں دنیاوی کام میں مشغول دیکھتا تو کہتا یہ ایک لمحہ کے لئے بھی دنیا سے الگ نہیں اور جب دینی کاموں میں منہمک دیکھتا تو یقین ہوتا کہ انھیں دنیا سے کوئی واسطہ و تعلق ہی نہیں ہے ہشام بن عروہ کا بیان ہے میرے چچا عبداللہ ابن زبیر بچپن ہی میں شمشیر شمشیر کہتے تھے اسی لئے میرے دادا عوام بن خویلد نے قیافہ شناسی سے کہا عبداللہ ابن زبیر کو ایک مدت تک شمشیروں سے سابقہ پڑے گا۔

صاف بیانی

ابو عبیدہ کا بیان ہے عبداللہ ابن زبیر اسدی نے ایک دن عبداللہ ابن زبیر بن عوام کے پاس آ کر کہا اے امیرالمومنین! ہمارے آپ کے درمیان فلاں فلاں رشتہ داری ہے اس پر امیرالمومنین نے جواب دیا بالکل ٹھیک لیکن ذرا غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم سب آدم و حوا کی اولاد ہیں اس

پر عبداللہ اسدی نے کہا میرے پاس خرچ کے لئے کچھ نہیں ہے امیر المومنین نے جواب دیا تمہارے اخراجات کا میں ضامن نہیں مناسب یہی ہے کہ تم اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ اس پر عبداللہ اسدی نے پھر کہا اے امیر المومنین! میرے اونٹ سردی اور بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں فرمایا انہیں مرغزار چراگاہ میں بھیج دو تاکہ فراخی و آسائش سے چرتے رہیں، ان کی پیٹھ پر موٹا نمدہ کس دو اور عصر و مغرب کے درمیان ان پر سواری کیا کرو۔ اس پر عبداللہ اسدی نے کہا اے امیر المومنین میں آپ کے پاس رائے لینے نہیں بلکہ کچھ زر نقد مانگنے آیا تھا اور اس اونٹنی پر جس نے مجھے آپ تک پہونچایا لعنت ہے جس کے جواب میں امیر المومنین ابن زبیرؓ نے فرمایا اونٹنی کے سوار پر بھی۔

عبدالرزاق نے زہری کے حوالہ سے لکھا ہے بارگاہ رسالت میں بمقام مدینہ منورہ کبھی کسی کا سر پیش نہیں ہوا۔ نیز جنگ بدر میں بھی کسی کا سر آپؐ کے آگے نہیں لایا گیا حضرت صدیق اکبرؓ کے روبرو کسی کا سر پیش کیا گیا تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ البتہ عبداللہ بن زبیر کے سامنے اکثر لوگوں کے کٹے ہوئے سر پیش ہوئے۔

مختار کذاب کی شکست

حضرت عبداللہ ابن زبیر کے عہد خلافت میں مختار نامی باطل پرست نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ابن زبیر پر خروج کیا۔ نتیجہ کے طور پر ملعون و کذاب مختار، میدان کارزار میں مارا گیا اور ابن زبیر کو فتح حاصل ہوئی۔

خلافت ابن زبیر میں رحلت کرنیوالے مشاہیر

حضرت عبداللہ ابن زبیر کے عہد خلافت میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال فرمایا، اُسید بن حضیر، عبداللہ بن عمرو بن عاص، نعمان بن بشیر، سلیمان بن صرد، جابر بن سمرہ، زید بن ارقم، عدی بن حاتم، ابن عباس، ابو واقد لیثی، زید بن خالد جہنی، ابو اسود دؤلی اور دوسرے بزرگ بھی نذر اجل ہوئے۔

عبدالملک بن مروان

پیدائش

عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیّ بن کلاب، عبدالملک کی کنیت ابو ولید تھی یہ ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ اس کے والد نے اس کو اپنی زندگی میں ولیعہد بنایا۔ چونکہ یہ زمانہ عبداللہ ابن زبیر کی خلافت کا تھا اس لئے عبدالملک کی ولیعہدی خلافت صحیح و درست نہیں عبداللہ ابن زبیر امیر المومنین کی زندگی میں اس کے مصر و شام پر قبضہ کر لیا تھا پھر ابن زبیر کی شہادت ۷۳ھ کے بعد عراق پر بھی قابض و متصرف ہو گیا اور بعد شہادت ابن زبیر ۷۳ھ سے اس کی خلافت صحیح ہو سکتی ہے

کارنامے

اسی سال ۷۳ھ میں عبدالملک کے کمانڈر انچیف حجاج نے کعبہ کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کیا جو اب تک بحالت موجود و برقرار ہے۔ اسی سال حجاج کے اشارہ پر ایک شخص نے زہر کا بجھا ہوا برچھا

ابن عمرؓ کو مارا جس کے زہریلے اثرات سے آپ بیمار ہو کر اللہ سے مل گئے ۷۹ھ میں حجاج نے باشندگان مدینہ کو ذلیل کیا اور باقی ماندہ صحابہؓ کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ کیئے انس، جابر بن عبداللہ، سہل بن ساعد ساعدی کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر رسوا کیا۔

۸۰ھ میں عبدالملک نے لوگوں کے ساتھ حج کیا اور اسی سال حجاج کو عراق کا گورنر بنایا ۸۱ھ میں مملکت روما کا مشہور شہر ہرقلہ فتح ہوا۔ اور اسی سال عبدالعزیز بن مروان نے مصر کی جامع مسجد کو منہدم کر کے چاروں طرف کی زمین اس میں شامل کر کے اسے وسیع و کشادہ طریقہ سے تعمیر کیا ۸۲ھ میں مصیصہ کے اطراف کا قلعہ سنان فتح ہوا اور اسی سال مغرب میں ارمینیہ و صہاجہ کی جنگ ہوئی۔

۸۳ھ میں حجاج نے شہر واسطہ کی بنیاد قائم کی۔

۸۴ھ میں مصیصہ فتح ہوا اور مغرب کی وادیوں پر اسلامی قبضہ ہوا۔

۸۵ھ میں عبدالعزیز بن ابو حاتم بن نعمان باہلی نے شہر اردبیل و برذعہ آباد کئے۔

۸۶ھ میں قلعہ اخرم و قلعہ بولق فتح ہوئے اسی سال شہر اخرم میں عام طور پر طاعون پھیلا ہوا تھا چونکہ خواتین میں ابتداءً طاعون پھیلا تھا اس لیے اس طاعونی سال کو طاعونِ فتیات کہتے ہیں۔

تاریخ وفات

اسی سال ماہ شوال ۸۶ھ میں عبدالملک بن مروان نے انتقال کیا اور (۱۷) لڑکے وارث چھوڑے۔

خلافت سے پہلے

احمد بن عبداللہ عجلی کا بیان ہے عبدالملک گندہ ذہن تھا اور چھ ماہ میں پیدا ہوا تھا ابن سعد کا بیان ہے عبدالملک خلافت سے پہلے بڑا عابد و زاہد تھا اور مدینہ منورہ میں عبادت گذار مشہور تھا۔ یحییٰ غسانی کا بیان ہے عبدالملک اکثر و بیشتر حضرت ام درداء کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن ام درداء صحابیہ نے کہا اے امیرالمومنین! میں نے سنا ہے کہ تم جیسا عبادت گذار اب شراب نوشی کرتا ہے تو جواب دیا بخدا خون خواری بھی کرنے لگا ہوں۔

عبدالملک کے کمالات

نافع کا بیان ہے میں نے مدینہ میں صرف عبدالملک بن مروان کو خوبرو، چست و چالاک، دانشمند، عالم قرآن ماہر احادیث نوجوان دیکھا یعنی عبدالملک اپنے زمانہ میں جملہ فنون و علوم کا یکتا ماہر تھا۔ ابوزناد کا بیان ہے کہ قبیصہ بن ذویب، عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب اور عبدالملک بن مروان ہی مدینہ طیبہ کے عظیم الشان فقیہہ تھے۔ ابن عمرؓ کا بیان ہے لوگ بیٹے پیدا کرتے ہیں لیکن مروان نے باپ پیدا کیا۔ عبادہ بن نسی کا بیان ہے کسی نے عبداللہ ابن عمرؓ سے پوچھا آپ قریش کے مشہور عالم ہیں لیکن آپ کے بعد ہم کس سے مسائل دریافت کریں تو ابن عمرؓ نے جواب دیا مروان کا بیٹا عالم ہے اس سے پوچھنا۔

ابو ہریرہؓ کے غلام سحیم کا بیان ہے عبدالملک اپنی جوانی کے زمانہ میں ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ سے ملنے آیا تو آپؓ نے فرمایا یہ ایک دن مملکت عربیہ کا مالک ہوگا۔عبیدہ بن ریاح غسانی کا بیان ہے ام درداء نے عبدالملک سے کہا میں نے اولین نگاہ ہی میں یقین کر لیا تھا کہ تم بادشاہ بنو گے۔عبدالملک نے پوچھا یہ یقین کیسے ہوا؟ ام درداء نے جواب دیا تمہاری سخن گوئی و سخن فہمی سے۔اور تم سے زیادہ عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔شعبی کا بیان ہے۔میرے ہم نشین میری بیانت و قابلیت کے قابل ہو گئے البتہ عبدالملک کی حالت یہ ہے کہ میں جب کوئی حدیث بیان کرتا ہوں یا کوئی شعر پڑھتا ہوں تو وہ اس میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں۔ذہبی کا بیان ہے عبدالملک نے حسب ذیل صحابہ سے احادیث کی سماعت کی۔حضرت عثمانؓ، ابو ہریرہؓ، ابو سعیدؓ، حضرت ام سلمہؓ، بریرہ، ابن عمرؓ اور امیر معاویہؓ اور عبدالملک کی زبانی حسب ذیل راویوں نے احادیث بیان کی ہیں عروہ، خالد بن معدان، رجاء بن حیوۃ، زہری، یونس بن میسرہ، ربیعہ بن زیاد، اسماعیل بن عبیداللہ، جریر بن عثمان اور دیگر اشخاص۔بکر بن عبداللہ مزنی کا بیان ہے یوسف نامی یہودی مسلمان ہو گیا۔اسے تلاوت قرآن کا شوق تھا، وہ ایک دن مروان کے محل کے نیچے سے گذرا اور بلند آواز سے کہا اس مالک مکان سے امت محمدیہ کو تکالیف ہوں گی۔میں نے پوچھا کس زمانہ میں؟ تو یوسف نے کہا اس عہد میں جب کہ خراسانی سیاہ پرچم لئے آئیں گے یوسف سے عبدالملک کی دوستی بھی تھی ایک دن اس نے عبدالملک کے شانہ پر ہاتھ مار کر کہا بادشاہ بننے کے بعد امت محمدیہ کے ساتھ بخوف خدا پیش آنا۔عبدالملک بن مروان نے کہا کہاں میں اور کہاں بادشاہت؟ تاہم خلاف شریعت کوئی کام نہیں کروں گا اور اللہ سے ڈرتا رہوں گا۔

بیان ہے کہ یزید نے جب مکہ پر فوج کشی کی تو عبدالملک نے کہا خدا کی پناہ حرم کعبہ پر یزید چڑھائی کر رہا ہے۔ اس وقت یوسف نے اس کے شانہ پہ ہاتھ مار کر کہا تمہارا لشکر اس سے بھی بدتر کام کرے گا یحییٰ غسانی کا بیان ہے مسلم عقبہ مدینہ میں داخل ہوا تو مسجد نبوی میں جا کر عبدالملک کے برابر بیٹھ گیا، اس پر عبدالملک نے مجھ سے کہا کیا تم بھی اسی لشکر میں ہو، میں نے کہا جی ہاں۔تو عبدالملک نے کہا تیری ماں اولاد سے محروم ہو تمہیں معلوم ہے کہ کس کے مقابلے میں آ رہے ہو؟ سنو عبداللہ ابن زبیرؓ وہ شخصیت ہیں جو عہد اسلامی میں سب سے پہلے پیدا ہوئے۔سرور عالمؐ کے حواری اور ذات النطاقین حضرت عثمانؓ کی اولاد میں سے ہیں اور وہ محبوب ہیں جنہیں رسول اللہؐ نے اپنی چبائی ہوئی کھجور خود چٹائی ہے۔بخدا جب میں ان کے پاس دن کے وقت گیا تو انہیں روزہ دار پایا اور جب رات کے وقت ان کے پاس پہنچا تو انہیں نماز پڑھتے دیکھا۔اگر روئے زمین کے تمام باشندے اکٹھا ہو کر انہیں قتل کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ تمام قتل کرنے والوں کو دوزخ میں اوندھے منہ جھونک دے گا لیکن عبدالملک نے خود خلیفہ بننے کے بعد حجاج کے ذریعہ مکہ پر چڑھائی کی اور حجاج کے لشکر نے عبداللہ ابن زبیرؓ کو شہید کر دیا۔

ابن ابی عائشہ یعنی عبدالرحمان بن ابو بکرؓ کا بیان ہے کہ عبدالملک نے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے کمرہ

ہیں ان کے قرآن کریم کو بند کرتے ہوئے کہا اے ابن زبیر رضی یہ آپ کا آخری وقت ہے امام مالک کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن سعید کی زبانی سنا ہے کہ عبدالملک بن مروان اپنے دیگر دو ساتھیوں کے ساتھ ظہر و عصر کے درمیان مسجد میں نماز پڑھا کرتا تھا یعنی ظہر کی جماعت کے بعد سے عصر تک یہ نماز پڑھتا تھا۔ سعید بن مسیب سے کسی نے پوچھا اگر ہم بھی ان تینوں کی طرح نماز پڑھیں تو کیا حرج ہے؟ تو سعید نے جواباً کہا زیادہ نماز روزہ عبادت نہیں بلکہ عبادت نام ہے۔ امور الٰہی پر غور و فکر کرنے اور تقویٰ کا یعنی جن چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ان سے علیحدہ رہا جائے۔ مصعب بن عبداللہ کا بیان عہد اسلامی میں سب سے پہلے عبدالملک نام صرف عبدالملک بن مروان کا رکھا گیا۔

دینار پر آیات الٰہی

یحییٰ بن بکیر نے امام مالک کی زبانی لکھا ہے کہ عبدالملک ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے دینا و اشرفیوں پر آیات الٰہی کندہ کرائیں۔

مصعب بن عمیر کا بیان ہے عبدالملک نے اشرفی کے ایک رخ پر قل ھو اللہ احد اور دوسرے رخ پر لا الہ الا اللہ کندہ کرایا۔ اس دینار کے اطراف سنہرے دائرہ پر ٹکسال کا نام اور دائرہ کے باہر محمد رسول اللہ ارسلہ اللہ بالھدیٰ و دین الحق کندہ ہوتا تھا۔

عسکری نے اوائل میں اسناد کے ساتھ لکھا عبدالملک ہی وہ پہلا شخص تھا جو اپنے فرامین و سرکاری کاغذات کی پیشانی پر قل ھو اللہ احد اور رسول اکرم کی ثنا اور سنہ و تاریخ لکھتا تھا چنانچہ شاہ روم نے ایک مرتبہ لکھا کہ تم اپنے سرکاری کاغذات کی پیشانی پر اپنے رسول اکرم کا تذکرہ لکھنا چھوڑ دو ورنہ ہم بھی اپنے سکوں پر وہ چیز کندہ کرائیں گے جس سے تم کو قلبی تکلیف ہوگی۔ شاہ روم کی یہ تحریر عبدالملک کو گراں ہوئی۔ چنانچہ خالد بن یزید بن معاویہ نے مشورہ دیا کہ روم کے سکوں کی درآمد پر اپنی مملکت میں بندش لگا دیجئے اور اپنے ملک کے لئے ملکی سکے جاری کیجئے جن پر اللہ و رسول اللہ کندہ ہو۔ اور آپ کے سرکاری کاغذات کی پیشانی پر کی عبارت اگر اغیار کو بری معلوم ہوتی ہے تو ہوتی رہے اس کی پرواہ نہ کیجئے۔ چنانچہ عبدالملک نے ۷۵ھ میں ملکی سکے بھی جاری کئے۔

عبدالملک کی خودداری

عسکری کا بیان ہے سب سے پہلا بخیل خلیفہ عبدالملک تھا۔ اسی وجہ سے وہ پتھر دینے والا مشہور ہو گیا نیز لوگوں نے اس کی کنیت "مکھیوں کا باپ" تجویز کی تا کہ بھنبھناتا رہے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اسی نے اسلام سے غداری کی، اور خلفاء کے دربار میں لوگوں کو بات کرنے کی ممانعت کی اور امر بالمعروف سے روکا۔ علاوہ ازیں کلبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مروان بن حکم نے اپنے بیٹے کے بعد عمرو بن سعید بن عاص کو ولیعہد حکومت بنایا تھا لیکن عبدالملک بن مروان نے اسے قتل کرا دیا اور اس قسم کا قتل اسلام میں پہلی غداری ہے۔ نیز کدیمی راوی کے ذریعہ جس پر جھوٹ کا الزام ہے اس نے ابن جریج کے والد کی زبانی لکھا ہے عبداللہ ابن زبیر رضی کی شہادت کے بعد ۷۵ھ میں بمقام مدینہ طیبہ عبدالملک بن مروان نے

خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد کہا حضرت عثمان رضی کی مانند میں ضعیف خلیفہ نہیں، امیر معاویہ رضی کی طرح سست نہیں یزید کی طرح کمزور رائے نہیں رکھتا اچھی طرح سن لو میرے پیش رو خلیفہ اپنے اپنے حالات میں گذر گئے لیکن میرے پاس ان تمام بیماریوں کا علاج شمشیر براں ہے تمہیں چاہیے کہ میری امداد کے لئے اپنے نیزے سیدھے کر لو۔ مہاجرین کے اعمال ہمارے لئے تکلیف رساں ہیں۔ یہ ماضی کی طرح اعمال صالح نہیں کر رہے ہیں لوگو خبردار! سخت سخت سزاؤں کے کام نہ کرو اور یاد رہے کہ آئندہ تلوار فیصلہ کرے گی۔ اے عمرو بن سعید وہ تستہ داری سر آنکھوں پر لیکن عہدہ داری علیحدہ چیز ہے۔ تمہاری ہر بات ہم برداشت کریں گے لیکن کسی پر حملہ کرنا یا امیر المومنین کی موجودگی میں کسی پر فوج کشی نہایت نازیبا حرکت ہے جسے ہم کسی حال میں بھی برداشت نہیں کریں گے بلکہ سخت ترین سزا دیں گے۔ اور سزا دیتے وقت اگر کوئی خوف خدا یاد دلائے گا تو اس کی بھی گردن اڑا دی جائے گی اتنا خطبہ دے کر عبدالملک بن مروان منبر سے اتر گیا۔

عربی دفتری زبان

عسکری نے لکھا ہے کہ عبدالملک بن مروان ہی وہ پہلا عظیم الشان ہے جس نے فارسی کے بجائے دفتروں میں عربی زبان جاری کی اور منبر پر سب سے پہلے ہاتھ بلند کئے۔

عبدالملک کی اختراعات

عبدالملک کے اختراعات میں سے پانچ برے اور باقی اچھے ہیں ابن ابی شیبہ نے محمد بن سیرین کے حوالہ سے لکھا ہے۔ عیدین میں سب سے پہلے اذان والانے کی اختراع بنو مروان کی ہے۔ عام اس سے کہ یہ عبدالملک کا فعل ہو یا مروان کے کسی دوسرے بیٹے کا،

عبدالرزاق نے بحوالہ ابن جریج لکھا ہے مجھ سے اکثر لوگوں نے کہا خانہ کعبہ پر سب سے پہلے موٹا ریشمی غلاف عبدالملک بن مروان نے چڑھایا اور ہر فقیہہ نے یہ موٹا ریشمی غلاف دیکھ کے کہا واقعی ایسے ہی کپڑے کا غلاف کعبہ زیادہ مناسب ہے یوسف بن ماجشون کا بیان ہے عبدالملک بن مروان جب مقدمات کا فیصلہ کرتا تو اس کے سر پر تلواروں کا سایہ ہوا کرتا تھا۔

اصمعی کا بیان ہے کسی نے کہا اے امیر المومنین آپ بہت جلد بوڑھے ہو گئے تو جواب دیا کیوں نہ ہوتا واقعہ یہ ہے کہ ہر جمعہ کے دن لوگوں کو عقلمندی سکھاتا ہوں۔ محمد بن حرب زیادی کا بیان ہے کسی نے پوچھا اے اے امیر المومنین! سب سے زیادہ اچھا کون ہے؟ جواب دیا جو صاحب عزت ہونے کے باوجود عاجزی کرے اور قدرت رکھنے پر زہد و تقویٰ کرے اور طاقت و ثروت کی موجودگی میں انصاف سے کام لے۔

ابن عائشہ رضہ کا بیان ہے عبدالملک کے پاس جب دنیا کے کسی حصہ سے کوئی شخص آتا تو اس سے کہتے حسب ذیل چار باتوں سے میرے سامنے پرہیز کرنا اور ان کے علاوہ جو جی چاہے مجھے کہہ لینا۔

۱۔ میرے سامنے جھوٹ نہ بولنا کیونکہ جھوٹے کی کوئی قدر و منزلت نہیں کرتا۔
۲۔ میرے پوچھے بغیر کوئی جواب نہ دینا کیونکہ بن پوچھے جوابات میرے لئے بیکار ہیں۔
۳۔ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا کیونکہ میں اپنا حال بخوبی جانتا ہوں اور اپنے ضمیر سے واقف ہوں۔
۴۔ میری رعیت پر مجھے برانگیختہ نہ کرنا کیونکہ ان سے مہربانی کرنے کی مجھے بڑی ضرورت ہے۔

مدائنی کا بیان ہے عبدالملک کو جب مرنے کا یقین ہو گیا تو کہا بخدا تاریخ پیدائش سے آج تک میں ایک حمال اور تملی ہوتا۔ پھر اپنے بیٹوں کو وصیت کی بیٹو! ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے خوف زدہ رہنا فرقے نہ بنانا تفرقہ بازی و اختلاف سے دور رہنا۔ زمانہ امن میں اُم برہ کے لوگوں کی طرح رہنا اور جنگ کی صورت میں خوب سرگرمی دکھانا اور شجاعت دینا۔ عوام کے لئے راہِ ہدایت اور منارہ روشنی کا کام دینا میدان کارزار میں وقت مقررہ سے پہلے موت نہیں آتی۔ نیک کاموں کا اجر و ذکر ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ کڑواہٹوں میں بھی تم شیریں نظر آنا اور سختیوں کے وقت بھی نرمی کرنا اور اے ولید! کارہائے خلافت کو خوف خدا کے ساتھ انجام دینا۔ حاجیوں کا خیال رکھنا ان کی عزت کرتے رہنا۔ کیونکہ حاجیوں کی بدولت ہی تم منبر تک پہنچے ہو اور وہی تمہاری تلوار ہیں۔ دشمنوں پر قوی رہنا اور مہاجرین کی بابت کوئی شکایت نہ سننا تمہیں مہاجرین کی زیادہ حاجت مندی ہے اور انہیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے میری وفات کے بعد لوگوں سے مقر بیعت لے لینا اور بیعت سے انکار کرنے والوں کا سر اڑا دینا اس کے ماسوا اور بھی وصیتیں کیں ولید رونے لگا تو کہا لڑکیوں کی طرح کیوں رو رہے ہو! میرے انتقال کے بعد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر جرأت کو کام میں لانا، چستی و چالاکی دکھانا، اور شمشیر لٹکائے رہنا، سرکش کا سر اڑا دینا اور خاموش سے اغماض کرنا کیونکہ وہ اپنی موت سے پہلے ہی مر چکا ہے

میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ عبدالملک اور حجاج میں کوئی فرق نہیں دونوں برابر ہیں عبدالملک ہی نے حجاج کو صحابہ و ممتاز مسلمانوں پر حاکم اعلیٰ بنایا جس نے مسلمانوں کو ذلیل و خوار کیا، مارپیٹا، گالیاں دیں، تابعین و صحابہ کا قتل عام کیا اور سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ مشہور صحابی حضرت انسؓ کی مشکیں کسوائیں، ٹنڈی بندھوائی اور طرح طرح کی سخت ترین تکلیفیں پہونچائیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔

عبدالملک کی شاعری

عبدالملک شاعر بھی تھا۔ اس کا دیوان ادب میں بلند مقام رکھتا ہے

جوانمردی

ابن عساکر نے ابراہیم بن عدی کی زبانی لکھا ہے عبدالملک کو ایک رات چار شکلیں پیش آئیں لیکن وہ نہ گھبرایا اور نہ اس کے چہرہ پر شکن آئی عبیداللہ بن زیاد کا قتل، حجاز میں حبیش بن دلجہ کا مارا جانا سہنشاہ روم کی کشیدگی کی خبر اور دمشق پر عمر بن سعید کے حملہ کی اطلاع پائی

اربعی کا بیان ہے کہ حسب ذیل چار اشخاص نے اچھائیوں یا برائیوں میں کبھی لغزش نہیں کی، امام شعبی، عبدالملک بن مروان، حجاج بن یوسف اور ابن القریہ۔

قدردانی

سلفی نے طیوریات میں لکھا ہے کہ عبدالملک سے ایک دن ایک عورت نے کہا۔ اے امیرالمومنین! میرے مرحوم بھائی کے ورثا میں سے لوگ مجھے ایک دینار دے رہے ہیں حالانکہ اس نے چھ سو دینار نقد ترکہ چھوڑا ہے اور کہتے ہیں کہ تیرے حصہ میں اتنا ہی آتا ہے۔ عبدالملک کی سمجھ میں یہ مسئلہ نہ آیا تو امام شعبی کو بلوا کر پوچھا انہوں نے بتایا متوفی کی دو بہنوں کے دو ثلث کی رقم چار سو ماں کا چھٹا حصہ ایکسو، بیوی کا اٹھواں حصہ رقمی پچھتر اشرفیاں، اور بارہ بھائیوں کا حصہ چوبیس دینار یہ (۵۹۹) ہوئے باقی ایک دینار متوفی کی اس بہن کا حصہ ہے۔

ابن ابی شیبہ نے خالد بن محمد قرشی کے حوالہ سے عبدالملک کا یہ قول لکھا ہے جسے لذت کی خواہش ہو وہ بربری، جسے اولاد کی طلب ہو وہ فارسی اور جسے خادم کی ضرورت ہو وہ رومی عورت حاصل کرے

ابو عبیدہ کا بیان ہے عبدالملک کے روبرو اخطل شاعر نے زمرمہ سرائی کی تو عبدالملک نے اپنے غلام سے کہا اسے لے جاؤ اور اسے اتنی دولت دو کہ اس کی خواہش پوری ہو جائے۔ اس کے بعد کہا ہر قوم میں ایک شاعر ہوتا ہے اور اخطل بنو امیہ کا شاعر ہے۔ اصمعی کا بیان ہے عبدالملک نے ایک دن اخطل سے کہا شراب کے صفات بیان کرو۔ چنانچہ اس نے کہا شراب نوشی کے فوراً بعد لذت و سرور ہوتا ہے لیکن آخر میں درد سر ہو جاتا ہے اور اس کی درمیان کی حالت ناقابل بیان ہے، عبدالملک نے کہا کچھ تو بتاؤ تو کہا اے امیرالمومنین آپ کی تمام ملکت میرے جوتے کے نعل سے بھی زیادہ حقیر و کمزور نظر آتی ہے یہ بہادری و ترنگ کا زمانہ ہوتا ہے۔

شوال میں انتقال

ثعالبی کا بیان ہے عبدالملک کہتا تھا میری پیدائش، دودھ چھڑائی، ختم قرآن، بلوغ ولیعہدی، خلافت یہ سب ماہ رمضان میں ہی ہوئی۔ اور مجھے خوف ہے کہ ماہ رمضان ہی میں میرا انتقال ہوگا، لیکن ماہ رمضان ۸۶ھ کے ختم پر اس کو موت سے اطمینان ہوا ہی تھا کہ ماہ شوال میں انتقال ہو گیا۔

عہد عبدالملک میں انتقال کرنے والے مشاہیر

عبدالملک کے دور حکومت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے اس دنیائے فانی کو خیرباد کہا۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابو سعید بن معلی، ابو سعید خدری، رافع بن خدیج، سلمہ بن اکوع عرباض بن ساریہ، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، سائب بن یزید، عمرو بن عاص کا غلام اسلم، ابوادریس

خولانی، قاضی شریح، ابان بن عثمان بن عفانؓ، مشہور شاعر اعشیٰ، مشہور و نادر فصیح ایوب بن قریہ، خالد بن جرید بن معاویہ، زر بن حبیش، سنان بن سلمہ بن محبق، سوید بن غفلہ، ابو وائل طارق بن شہاب، محمد بن حنفیہ، عبداللہ بن شداد بن الہاد، ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعودؓ، عمرو بن حریث، عمرو بن سلمہ جرمی اور دیگر بزرگ حضرات نے اس دور میں انتقال فرمایا۔

ولید بن عبدالملک

ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابوالعاص نام تھا اور ابوالعباس کنیت تھی۔ شعبی کا بیان ہے۔ ولید کی پرورش بڑے لاڈ پیار سے ہوئی اس لئے وہ لکھ پڑھ نہ سکا۔

روح بن زنباغ کا بیان ہے میں ایک دن عبدالملک کے پاس گیا اور وہ رنجیدہ تھا اس نے اسی حالت میں کہا میں سوچ رہا ہوں کہ ممالک عربیہ کا خلیفہ کسے بناؤں مگر مجھے کوئی نظر نہیں آ رہا ہے میں نے کہا ولید تو موجود ہے تو جواب دیا اسے صرف و نحو تک نہیں آتی، ہماری باتیں ولید نے بھی سن لیں چنانچہ اس نے فوراً ہی اکثر نحویوں کو اپنے گھر پر طلب کیا اور ان سے چھ ماہ تک علم صرف و نحو پڑھتا رہا، اس کے بعد بھی وہ پہلے ہی کی طرح ناواقف رہا تو عبدالملک نے کہا تم لکھنے پڑھنے سے معذور ہو۔

ولید کی جہالت

ابو زناد کا بیان ہے کہ ولید بن عبدالملک اعراب میں بے انتہا غلطیاں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ مسجد نبویؐ میں برسر منبر اس نے کہا: یا اَھلُ المدِینَۃِ۔

ابو عکرمہ ضبی کا بیان ہے کہ ولید بن عبدالملک نے ایک دن برسر منبر کہا یا لیتُھا کَانَتِ القَاضِیَۃ اس مجلس میں منبر کے قریب ہی عمر بن عبدالعزیزؒ اور سلیمان بن عبدالملک بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ سلیمان بن عبدالملک نے باآواز طنزاً کہا ماشاء اللہ خوب بولتے ہیں اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ ولید بڑا ہی ظالم و ستمگر بھی تھا۔

خصوصیات

ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں ابن شوذب کے حوالہ سے عمر بن عبدالعزیز کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ولید بن عبدالملک شام میں، حجاج عراق میں عثمان بن حیارہ حجاز میں اور قرہ بن شریک مصر میں ظالم حاکم کارفرما ہیں اور پوری دنیا میں ظلم و ستم ہو رہا ہے۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابراہیم بن زرعہ کی زبانی لکھا ہے کہ ولید بن عبدالملک نے مجھ سے پوچھا اے ابراہیم! میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا اے امیرالمومنین! آپ ہی فرمائیے کہ آپ اور داؤد میں سے کون برتر ہے؟ تو ولید نے کہا۔ داؤدؑ کو اللہ نے نبوت و خلافت دونوں چیزیں عنایت کی تھیں۔ نیز قرآن کریم میں ان کی بابت لکھا ہے اے داؤد! ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے انہوں نے اپنے دور میں جہاد بھی کیا اور

ممالک بھی فتح کئے۔ اسی طرح میں نے جہاد و فتوحات حاصل کیں اور ۸۷ھ میں بخارا جیسی مملکت پر قبضہ کر کے اسلام کا ولیدی پرچم لہرایا۔ علاوہ ازیں میں نے اپنے دور میں تیموں کے ختنے کرائے، ان کی تعلیم و تربیت کے مراکز قائم کئے اپاہج خانے بنوا کر معذوروں کی خدمت کے لئے نوکر چاکر وغیرہ مقرر کیے۔ اندھوں کے کام کاج کے لئے خدمتی مہیا کئے، مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کی عالموں کی تنخواہیں مقرر کیں، کمزوروں اور فقیروں کے کھانے پینے کا معقول انتظام کیا۔ اور دست سوال دراز کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہرایا۔ نیز امور مملکت کی انجام دہی کے لئے قواعد و ضوابط مقرر کئے۔

ابن ابی عطیہ کا بیان ہے اللہ تعالیٰ ولید بن عبدالملک پر رحم و کرم کرے۔ اس جیسا اب کہاں؟ اس نے ہندستان واسپین فتح کیا اور ۹۳ھ میں سمرقند کو زیر نگین کیا۔ دمشق کی جامع مسجد تعمیر کی۔ ولید بن عبدالملک وہ وہ بادشاہ تھا جو بیت المقدس کی مسجد کی فقیروں کو ہمیشہ اشرفیاں بانٹا کرتا تھا۔

ولید کے کارنامے

ولید بن عبدالملک کو ان کے والد نے شوال ۸۶ھ میں خلیفہ مقرر کیا تھا۔ چنانچہ ولید نے خلافت ملنے کے چند ماہ بعد ۸۶ھ میں دمشق کی جامع مسجد بنوانا شروع کی اسی سال ۸۷ھ میں مسجد نبوی کی توسیع کے احکام جاری کئے اور اسی سال بیکند، بخارا، سروانیہ، مطمورہ، قمیقم جیسے عظیم الشان شہر اور بحیرہ فارس بزور شمشیر فتح کئے۔ اسی سال حاکم مدینہ نے بحیثیت سپہ سالار حجاج، دیگر حاجیوں کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا چونکہ قربانی کے دن اس سے کچھ غلطی ہو گئی تھی جس کا ولید کو عمر بھر افسوس رہا۔

۸۸ھ میں جرثومہ اور طوانہ فتح کئے

۸۹ھ میں جزائر منورقہ پر اسلامی پرچم لہرائے

۹۱ھ میں نسف، کش، شومان، مدائن اور آذربائیجان کے سمندری قلعے فتح کئے۔

۹۲ھ میں اسپین، باسرہ، ارمائیل اور قرطبون جیسے شہروں پر اسلامی قبضہ کیا۔

۹۳ھ میں دیبل[1] اور اس کے اطراف واکناف کے مقامات پھر کرخ اور برہم، باجہ، بیضا، خوارزم، سمرقند اور صغد جیسے شہر فتح کئے۔

۹۴ھ میں کابل، فرغانہ، شاش، سندرہ وغیرہ فتح کئے۔

۹۵ھ میں موقان اور مدینۃ الباب پر فتح پائی۔

۹۶ھ میں طوس وغیرہ فتح کئے تھے کہ اسی سال وسط ماہ جمادی الثانی میں بعمر (۵۱) سال ولید بن عبدالملک نے وفات

---

[1] دیبل شہر کا اب نام و نشان نہیں لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ دریائے سندھ اور بحر عرب کے درمیانی علاقہ میں دیبل آباد تھا۔ اور تہذیب قدیم کا مرکز تھا۔ از مترجم۔

پائی ـــ ذہبی کا بیان ہے ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں ازابتداء تا انتہا جہاد ہوتا رہا اور عہد فاروقی کی مانند دورِ ولید میں بے انتہا ممالک پر اسلامی پرچم لہرایا گیا۔

عمر بن عبدالعزیز کا بیان ہے میں نے ولید کو جب قبر میں اتارا تو دیکھا کہ وہ کفن پوش بار بار اپنے پاؤں سے زمین کو ٹھکراتا تھا۔

ولید کا قول

ولید بن عبدالملک کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اگر قوم لوط کا حال بیان نہ کرتا تو مجھے یقین نہ آتا کہ لوگ ایسا برا کام بھی کرتے ہیں۔

دورِ ولید میں انتقال کرنے والے مشاہیر

ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا۔

عتبہ بن عبد سلمی، مقدام بن معدی کرب، عبد بن بشر مازنی، عبداللہ بن ابی اوفی، ابوالعالیہ، جابر بن زید انس بن مالک، سہل بن ابی درداء، سعید بن مسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، ابوبکر بن عبدالرحمن، ابراہیم نخعی، مطرف ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف، مشہور شاعر عجاج اور دوسرے حضرات رضی اللہ عنہم خاص کر سعید بن جبیر اسدی رضی اللہ عنہ جنہیں ملعون حجاج نے شہید کیا۔

سلیمان بن عبدالملک

سلیمان بن عبدالملک کی کنیت ابوایوب تھی۔ یہ بنوامیہ کا بہترین بادشاہ تھا۔ اس کے بھائی ولید کے انتقال کے فوراً بعد اسی ماہ جمادی الثانی ۹۶ھ میں عبدالملک بن مروان نے اس کو خلیفہ بنایا۔ سلیمان محدث تھا اس نے اپنے والد عبدالملک بن مروان اور عبدالرحمان بن ہبیرہ کے ذریعہ احادیث بیان کی ہیں۔ اور سلیمان بن عبدالملک بن مروان کے فرزند عبدالواحد اور زہری وغیرہ نے ہم تک روایات بہم پہونچائی ہیں۔

محاسن

سلیمان بن عبدالملک نہایت موثر فصیح البیان، عادل اور جہاد کا متوالا تھا۔ ۶۰ھ میں پیدا ہوا۔ سلیمان کے چند محاسن درج ذیل ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز جیسے شخص کو وزیر بنایا جو ہمیشہ نیک کام کرنے کی طرف مائل کرتا رہتا۔ سلیمان ہی وہ صاحب خیر تھا جس نے حاجیوں کے معلموں کو یک لخت موقوف کر دیا۔ عراق کے جیل خانوں سے تمام قیدی رہا کر دیے۔ تمام بنوامیہ بادشاہ بہ تاخیر وقت نماز پڑھا کرتے تھے، لیکن سلیمان نے بروقت نماز پڑھنے اور پڑھانے کی زندہ مثال قائم کی۔

ابن سیرین کا بیان ہے سلیمان بن عبدالملک پر اللہ رحم و کرم کرے اس نے اپنی خلافت کی ابتدا میں سب

سے پہلے یہ حکم دیا کہ بروقت نماز ادا کی جائے اور خلافت کے آخری زمانہ میں بہتر کام یہ انجام دیا کہ ۹۹ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین و خلیفہ بنایا۔ نیز سلیمان نے گانے بجانے کی قطعاً ممانعت کردی تھی۔ اور سلیمان کی پرخوری کی حالت یہ تھی کہ ایک دفعہ ایک ہی دسترخوان پر ایک ہی وقت میں ستر انار، چھ ماہ کا بکری کا بچہ، چھ مرغیاں اور طائف کی تین پا کشمش صاف کر گئے۔

سلیمان کی رحلت

یحییٰ غسانی کا بیان ہے ایک دن سلیمان بن عبدالملک نے اپنا حسن و جمال دیکھ کر کہا رسول اکرم ﷺ خاتم النبیین ہوئے حضرت ابوبکر صدیق قرار پائے حضرت عمرؓ فاروق حضرت عثمانؓ صاحب شرم و حیا تھے، امیر معاویہؓ بردبار، یزید صابر، عبدالملک سیاست دان۔ ولید جابر و جابر و قاہر لیکن میں سلیمان سجیلا نوجوان بادشاہوں۔ اس واقعہ کو ایک مہینہ بھی نہ گذرا تھا کہ جمعہ کے دن ۱۰ صفر ۹۹ھ کو اچانک انتقال ہوا۔

دور سلیمانی کی فتوحات

سلیمان بن عبدالملک کے عہد خلافت میں حسب ذیل شہروں پر اسلامی پرچم لہرایا۔ جرجان، قلعہ حدید، سروابہ، شقا، طبرستان، اور شہر سقالبیہ وغیرہ۔

عہد سلیمان میں انتقال کرنیوالے مشاہیر

سلیمان بن عبدالملک بن مروان کے تین سالہ دورِ خلافت میں حسب ذیل مشہور لوگوں نے انتقال کیا

قیس بجلی کوفی ابن ابی حازم، محمود بن ولید، حسن بن امام حسینؓ، حضرت ابن عباسؓ کا غلام کریب، عبدالرحمن بن اسود نخعی اور دیگر بزرگوں نے جام رحلت نوش فرمایا۔

عمرؒ بن عبدالعزیز کی نامزدگی خلافت

عبدالرحمن بن حسان کنانی کا بیان ہے۔ سلیمان بن عبدالملک میدانِ جنگ میں دابق کے مقام پر دشمن کے ہاتھوں زخمی ہوئے اور مرض الموت کے زمانہ میں رجاء بن حیوٰۃ سے کہا میرے بعد کون خلیفہ ہوگا پھر کہا میں اپنے کسی بیٹے کو خلیفہ منتخب کردوں۔ رجاء نے جواب دیا آپ کے فرزند اکبر یہاں موجود نہیں اور باقی بیٹے چھوٹے ہیں۔ تو سلیمان نے پھر پوچھا بتاؤ تمہارا خیال کیا ہے؟ رجاء نے کہا عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنادو سلیمان نے جواباً کہا مجھے خوف ہے کہ اس تقرر سے میرے بھائی راضی نہ رہیں گے تو رجاء نے پھر کہا یہ شرط عائد کر دیجئے کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوگا۔ چنانچہ سلیمان نے کہا مناسب ہے یہی وصیت نامہ لکھوا اور اس کو لفافہ میں بند کر کے سربمہر کر دو۔ اور اس سربمہر لفافہ کو لئے ہوئے باہر جا کر اعلان کر دو کہ اس بند لفافہ پر جس کا نام لکھا ہے لوگوں اس کی بیعت کرو چنانچہ میں باہر گیا اور حکم امیرالمومنین سنایا تو لوگوں نے پوچھا اس میں کس کا نام لکھا ہے میں نے کہا لفافہ سربمہر ہے اور اس کا مرقومہ نام مجھے معلوم نہیں البتہ وفات کے بعد نام معلوم ہوگا لوگوں نے جواب دیا ہم ایسی صورت میں بیعت

نہیں کر سکتے۔ چنانچہ میں نے سلیمان سے جا کر باہر کا پورا ماجرا بیان تو انہوں نے حکم دیا پولیس کی موجودگی میں لوگوں سے بیعت لو اور جو انکار کرے اس کی گردن اڑا دو۔ چنانچہ میں نے اسی طرح لوگوں کی بیعت لی۔ بیعت لینے کے بعد میں لوٹ رہا تھا کہ سربراہ ہشام نے مجھ سے مل کر پوچھا۔ میرا موقف کیا ہے امیر المومنین نے میرے بارے میں کیا کیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے نظر انداز کر دیں گے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بتا دو تاکہ میں کوئی دوسرا انتظام کر لوں میں نے کہا سبحان اللہ! امیر المومنین تو آپ کو تمام امور بتا دیتے ہیں البتہ آپ کو معلوم چیزوں میں سے بعض چیزیں مجھ سے پوشیدہ رکھتے ہیں اس کے بعد راستہ میں عمر بن عبدالعزیز نے مل کر مجھ سے کہا۔ رجاء! مجھے امیر المومنین سے ایک خوف دامنگیر ہے۔ اگر انہوں نے بار خلافت میرے کندھوں پر رکھ دیا تو اس بار عظیم کو اٹھانے کی مجھ میں سکت نہیں ہے اگر تمہیں کچھ معلومات ہوں تو بتا دو تاکہ کسی ترکیب کے ذریعہ اس آنے والی مصیبت سے تادم واپسیں چھٹکارا حاصل کر سکوں۔ میں نے ان کو بھی یہی جواب دیا کہ امیر المومنین تو آپ کو سب کچھ بتا دیتے ہیں البتہ آپ کے معلومہ امور میں سے بعض چیزیں مجھ سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔

غرضکہ سلیمان بن عبدالملک کے انتقال کے بعد جب بہ سر مہر وصیت نامہ کھولا گیا تو اس میں عمر بن عبدالعزیز کا نام دیکھ کر عبدالملک والوں کے چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ اور آخر میں جب یزید بن عبدالملک کا نام سنا تو ان کے ہوش ٹھکانے ہوئے الحاصل سب لوگوں نے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ تسلیم کیا اور خلافت کا منصب ان کے سپرد کر دیا۔ خلیفہ بنانے کی جب عمر بن عبدالعزیز کو خوشخبری دی گئی تو وہ اپنی جگہ پر بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور کپکپاہٹ کی وجہ سے کھڑے تک نہ ہو سکے اس موقع پر لوگوں نے ان کے بازوؤں میں ہاتھ دیا اور منبر کے قریب لا کر منبر پر چڑھایا منبر پر عمر بن عبدالعزیز بہت دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ اس پر رجاء نے لوگوں سے کہا اٹھو اور امیر المومنین سے بیعت کرو۔ اور رجاء نے عمر بن عبدالعزیز کا ہاتھ پکڑ کے لوگوں کی طرف دراز کر دیا۔

بیعت کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے کھڑے ہو کر پہلے حمد و ثنا پڑھی اور پھر کہا لوگو! میں شریعت بنانے والا نہیں بلکہ احکام شریعت جاری کرنے والا ہوں، کسی چیز کا مبتدع اور موجد نہیں بلکہ فرمانبردار ہوں، تمہارے اطراف و اکناف میں دوسرے ممالک اور شہر میں اگر وہاں کے باشندوں نے تمہاری طرح میرے ہاتھ پر بیعت کر لی تب تو میں تمہارا خلیفہ ہوں اور اگر انہوں نے بیعت سے انکار کر دیا تو میں تمہارا خلیفہ نہیں ہوں۔ اتنا کہہ کر منبر سے اتر گئے اس کے بعد شاہی سواری لائی گئی آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ داروغہ نے کہا یہ خاصہ کی سواری آپ کی شاہی سواری کے لئے ہے اس پر عمر بن عبدالعزیز نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں بلکہ میری قدیم سواری لاؤ۔ چنانچہ اپنی قدیم سواری پر اپنے گھر تشریف لے گئے اور گھر پہنچ کر قلم دوات منگوا کر خود اپنے ہاتھ سے اپنے تمام گورنروں کے نام احکام تحریر کئے۔ رجاء کہتے ہیں مجھے شک تھا کہ احکامات میں کمزوریوں کا اظہار کریں گے لیکن جب میں نے آپ کے تحریر کردہ احکام

ہیں قوت و طاقت کی فراوانی دیکھی تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔

روایت ہے کہ مروان و سلیمان دونوں بھائیوں کے درمیان امور خلافت کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ اور بڑے بھائی سلیمان نے چھوٹے بھائی مروان کو کچھ سخت و سست کہا مروان نے سخت جواب دینا چاہا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز وزیر حکومت نے مروان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے خاموش کر دیا اور قسم دلاتے ہوئے کہا تمہیں یہ حرکت زیبا نہیں کیونکہ سلیمان تمہارے بڑے بھائی اور امام و خلیفۃ المومنین ہیں۔ اس پر مروان خاموش رہا لیکن عمر بن عبدالعزیز سے کہا ہائے تم نے مجھے مار ڈالا۔ بخدا میرے سینہ میں آگ دہک رہی ہے آخر کار مروان نے اسی رات انتقال کیا۔

ابن ابی دینا نے زیاد بن عثمان کی زبانی لکھا ہے سلیمان بن عبدالملک کے بیٹے ایوب کے انتقال پر میں نے ان کے پاس جا کر کہا اے امیرالمومنین! حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ فرمایا کرتے تھے جسے قیامت تک اپنا نام زندہ رکھنا مقصود ہوا اسے چاہیے کہ خود کو مصائب کے حوالہ کر دے یعنی بغیر مشقت کے نیک نامی حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔

عمر بن عبدالعزیزؒ

پانچویں خلیفہ راشد

عمر بن عبدالعزیز بن مروان نام تھا اور ابو حفص کنیت۔ یہ صالح و نیک کردار خلیفہ خلفاء راشدین میں سے پانچویں خلیفہ ہوئے۔ ابو داؤد نے اپنی سنن میں سفیان ثوری کا یہ بیان لکھا ہے کہ اسلام میں حسب ذیل صرف پانچ خلیفہ ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ مرتضیٰؓ اور عمرؒ بن عبدالعزیزؒ۔

پیدائش

۶۱ یا ۶۳ھ میں مصر کے موضع حلوان میں عمر بن عبدالعزیز اس وقت پیدا ہوئے جبکہ آپ کے والد مصر کے حاکم تھے آپ کی والدہ کا نام ام عاصم تھا جو عاصم بن خطاب کی صاحبزادی تھیں۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ذاتی گھوڑے نے مار کر آپ کے چہرہ کو زخمی کر دیا آپ کے والد آپ کے چہرہ سے خون پونچھ رہے تھے تم بنو امیہ کے اشج (داغدار) ہو اور تم یقیناً خوش قسمت ہو۔[1]

آپ کے متعلق پیشگوئیاں

ترمذی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے حضرت عمر فاروقؓ فرماتے تھے۔ میری اولاد میں سے ایک شخص کے چہرہ پر چوٹ کا نشان ہوگا اور

[1] اشج کے معنی زخمی لیکن مورخین نے لکھا ہے کہ اشج و ناقص یہ دونوں القاب بنو امیہ کے دو عادل لوگوں کیلئے خاص ہیں۔ اشج سے عمر بن عبدالعزیز و ناقص سے یزید بن عبدالملک بن مروان دونوں عادل و انصاف پرور حاکم مراد لئے جاتے ہیں ہیں اور واقعہ بھی یہی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے بنو امیہ کے ہاتھوں سینکڑوں مصائب برداشت کئے۔ از مترجم اقبال الدین احمد

زمین کو انصاف سے مالا مال کر دے گا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ ارشاد حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔

ابن سعد نے لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کاش میں اپنے اس زخم خوردہ لڑکے کے عہد میں زندہ جو اس حالت میں پوری زمین کو انصاف سے بھر دے گا جبکہ اس دنیا میں چو طرفہ سے جور و ستم ہو رہا ہو گا۔ ابن عمرؓ کا بیان ہے ہم لوگ باہم کہا کرتے تھے قیامت اس زمانہ کے بعد ہو گی جب کہ حضرت عمرؓ کی مانند آپ کی اولاد میں سے ایک عادل عدل و انصاف کے کارہائے نمایاں انجام دے چکے گا حضرت بلالؓ کے چہرہ پر بھی چوٹ کا نشان تھا لوگوں کا خیال تھا کہ یہی وہ شخص ہیں جن کے بارے میں حضرت عمرؓ کی پیش گوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حق میں پوری ثابت ہوئی۔

حصول علم

آپ نے اپنے والد اور حضرت انس، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، ابن فارض، یوسف بن عبداللہ بن سلام، عامر بن سعد، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبدالرحمن ربیع بن سمرہ اور اور دیگر حضرات کی زبانی احادیث بیان فرمائیں اور آپ کی زبانی حسب ذیل اشخاص نے روایت کی ہے۔ زہری، محمد بن منکدر، یحییٰ بن سعید انصاری، مسلم بن عبدالملک، رجاء بن حیوۃ اور دوسرے اشخاص آپ کے بچپن سے پہلے ہی دیگر اشخاص جمع قرآن کا کام مکمل کر چکے تھے۔ آپ کے والد نے آپ کو طلب علم کی خاطر عبیداللہ بن عبداللہ کے پاس مدینہ طیبہ روانہ کیا اور آپ ان سے تحصیل علم کرتے رہے۔ تاآنکہ آپ کو اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد عبدالملک بن مروان نے اپنے پاس دمشق بلا لیا اور اپنی بیٹی فاطمہ کا آپ سے عقد کر دیا۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے سے قبل تک آپ نہایت صالح اقدار کے حامل تھے۔ خوش عیش زندگی بسر کرتے اور اٹھلا کر چلا کرتے تھے اسی بنا پر آپ کے عیب جو حاسد اتہام لگاتے ہیں کہ آپ مغرور و متکبر تھے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ مال و دولت کی وجہ خوش عیش اور علم کی سرخوشی میں مست رہتے تھے۔

حاکم مدینہ

ولید بن عبدالملک نے تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آپ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا جہاں ۸۶ھ سے ۹۳ھ تک بحیثیت حاکم مدینہ آپ مامور و کارگذار رہے۔ اور پھر معزول ہونے کے بعد علاقہ شام میں چلے گئے۔

آپ کو معزول کرنے کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ ولید نے جب اپنے بھائی سلیمان کو ولیعہدی سے خارج کر کے اپنے بیٹے کو ولیعہد خلافت بنانا چاہا جسے اکثر معززین نے جبراً قہراً منظور کر لیا لیکن عمر بن عبدالعزیز نے ایسا کرنے سے ولید کو روکا اور کہا سلیمان کی بیعت کا حلقہ ہماری گردنوں پر پڑا ہوا ہے جس سے ہم انحراف نہیں کر سکتے غرضکہ عمر بن عبدالعزیز اپنے اس قول و فعل پر مضبوطی سے جمے رہے جس کے نتیجہ پر ولید نے آپ کو ایک تنگ د

تاریک کوٹھری میں بند کر دیا تاکہ بھوکے رہ کر اور سانس گھٹ کر مر جائیں۔ پھر تین دن کے بعد لوگوں کی سفارشوں آپ کو رہا کر دیا لیکن آپؓ اپنے ارادہ پر مستحکم رہے سلیمان بن عبدالملک نے آپ کے اعتقاد و فاداری کی قدر دانی کی اور اپنی زندگی میں آپ کو خلیفہ نامزد کر دیا۔

زید بن اسلم نے انس کی زبانی لکھا ہے میں نے اکثر اماموں کے پیچھے نماز پڑھی ہے لیکن عمر بن عبدالعزیزؓ ویسی ہی امامت کرتے تھے جیسی کہ رسول اکرمؐ نماز پڑھایا کرتے تھے عمر بن عبدالعزیز چونکہ ۹۹ھ میں مدینہ کے حاکم اعلیٰ تھے اس لئے وہی نماز پڑھاتے تھے۔

بیہقی نے اپنی سنن وغیرہ میں زید بن اسلم کی زبانی لکھا ہے عمر بن عبدالعزیز رکوع و سجدوں میں تو کافی دیر لگاتے تھے لیکن قیام و قعود میں اتنی زیادہ دیر نہیں لگاتے تھے۔

آپ کی بزرگی

کسی کی دریافت پر محمد بن علی بن حسین نے کہا عمر بن عبدالعزیز بنو امیہ کے بہترین بزرگ اور نجیب الطرفین ہیں اور روز محشر اُمت واحدہ کی مانند ان کا حشر ہو گا۔

میمون بن مہران کا بیان ہے بڑے بڑے علماء حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ شاگردوں کی طرح رہا کرتے تھے۔ ابونعیم نے ریاح بن عبیدہ کی زبانی لکھا ہے عمر بن عبدالعزیز نماز کے لئے اس شان سے روانہ ہوئے کہ ایک بوڑھا آپ کے ہاتھ پر سہارا دیئے ہوئے تھا یہ کیفیت دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا یہ بوڑھا بڑا ستمگر ہے۔ جو امیرالمومنین پر سہارا دئے چل رہا ہے نماز سے فراغت کے بعد میں نے کہا اے امیرالمومنین اللہ آپ کو اور ثروت دے یہ بوڑھا کون تھا جو آپ کے ہاتھ پر سہارا دیئے چل رہا تھا فرمایا اے ریاح کیا تم نے ان کو دیکھا؟ میں نے کہا جی ہاں تو ارشاد فرمایا تم بھی خوش قسمت ہو وہ صلاحیت مآب میرے بھائی خضرؑ تھے جو امت محمدیہؐ کے حالات دریافت کرنے اور مجھے انصاف کرنے کے طریقے بتاتے تشریف لائے تھے۔ ابوہاشم کا بیان ہے ایک شخص نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا رات میں نے دیکھا کہ رسالتمآبؐ کے دائیں جانب ابوبکرؓ اور بائیں طرف عمر فاروقؓ تشریف فرما ہیں اور آپ روبرو نشستہ ہیں۔ اتنے میں دو آدمی کوئی قضیہ لیکر حاضر ہوئے تو سرور عالمؐ نے آپ سے فرمایا اے عمر بن عبدالعزیز تم جب حاکم بن جاؤ تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے نقش قدم پر چلنا۔ اور جب اس شخص نے اپنا یہ خواب قسم کھا کر بیان کیا تو عمر بن عبدالعزیز زار و قطار رونے لگے۔

دو سالہ خلافت

سلیمان بن عبدالملک نے ماہ صفر ۹۹ھ میں عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ بنایا اور اپنی زندگی میں لوگوں سے آپ کی بیعت لی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت کی مانند آپ بھی دو سال پانچ ماہ خلیفہ رہے اس قلیل مدت میں آپ نے روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیا۔ ظالموں کی بیخ کنی کی اور دیگر بہترین کاموں کی بنیاد ڈالی۔

زہد و تقویٰ

جب سلیمان کا وصیت نامہ کھول کر پڑھا گیا جس میں آپ کو خلیفہ نامزد کیا گیا تھا تو آپ ششدر رہ گئے اور آپ نے فرمایا! بخدا میں نے اللہ سے کبھی بھی خلافت کی خواہش نہیں کی، آپ کے لئے جب شاہی سواری لائی گئی تو آپ نے اس پر سوار ہونے سے انکار کیا اور کہا ہماری قدیم سواری کا خچر ہی ہمارے لئے کافی ہے وہی لے آؤ۔

حکم بن عمرؓ کا بیان ہے میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس موجود تھا اتنے میں داروغہ اصطبل گھوڑوں وغیرہ کے دانے چارے اور نوکروں کی تنخواہ وغیرہ کی اجرائی کی منظوری حاصل کرنے کی خاطر حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا! گھوڑوں وغیرہ کو شامی شہروں میں بھیج دو۔ اور جس قیمت پر فروخت ہو سکیں بیچ کر اس کے دام فی سبیل اللہ خرچ کر دو۔ اور ہماری سواری کے لئے یہ بھورا خچر بہت کافی ہے۔ عمر بن ذر کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز کو جب سلیمان کے کفن دفن سے فراغت ہو گئی تو آپ کے نوکر نے پوچھا آقائی! آج آپ اتنے رنجیدہ کیوں ہیں؟ تو عمر بن عبدالعزیز نے جواباً کہا امت مرحومہ میں آج میں صرف اس لئے فکر مند ہوں کہ مستحق کی حق طلبی سے پہلے ہی اس کی حق رسی کر دی جائے۔ تاکہ وہ میرے پاس عرضی یا زبانی ذریعہ سے اپنے مطالبہ حق کے لئے پریشان نہ ہو۔

عمر بن مہاجر وغیرہ کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہونے پر کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد کہا لوگو! قرآن کریم کے بعد کوئی دوسری کتاب نازل نہیں ہو گی اور رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا میں حکم دینے والا نہیں بلکہ احکام کی تعمیل کرانے والا ہوں اور میں موجد بھی نہیں بلکہ مُتبع اور فرمانبردار ہوں اور میں تم سے بہتر بھی نہیں ہوں تاہم تمہاری بہ نسبت مجھ پر زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا ہے اور جو کوئی ظالم امام سے بھاگ جائے تو ایسا شخص ظالم نہیں ہے اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کی کسی مخلوق کی فرمانبرداری ہو ہی نہیں سکتی یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرو۔

زہری نے لکھا ہے کہ ۹۹ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے سالم بن عبداللہ سے ایک خط کے ذریعہ استفسار کیا کہ حضرت عمر فاروقؓ صدقات کس طریقہ و ترکیب سے وصول فرماتے تھے؟ چنانچہ سالم بن عبداللہ نے اپنے جواب میں اصول صدقات کے طریقے لکھے اور آخر میں لکھا اگر تم اپنے زمانہ میں لوگوں کے ساتھ وہی عمل کر دگے جو حضرت فاروق اعظمؓ کا طریقہ تھا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زیادہ اجر و ثواب دے گا۔

حمادؓ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہونے کے بعد روتے ہوئے کہا اے حماد مجھے بڑا خوف اور ڈر معلوم ہو رہا ہے۔ میں نے کہا کیا دولت کی محبت کی وجہ سے؟ فرمایا! دولت میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی تو میں نے کہا پھر آپ کو کیا ڈر؟ آپ بالکل خوف زدہ نہ ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔

اصلاحات

مغیرہ کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے والد مروان کے تمام رشتہ داروں کو جمع کیا اور ان سے کہا سنو! رسول اکرمؐ کے قبضہ میں باغ فدک تھا جس کی آمدنی بنو ہاشم کے چھوٹے بچوں پر خرچ فرماتے اور اسی آمدنی میں سے یتیم و بیسیر خواتین کی شادیاں کراتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ نے اس کو اپنی ملکیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تو رسول اکرمؐ نے انکار فرمادیا۔ رسالتمآب کی رحلت کے بعد یہ باغ فدک حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی نگرانی میں رہا آخر کار میرے والد مروان نے اس باغ فدک کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دیا جو میرے ترکہ میں آیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ باغ فدک رسول اللہ نے جب کہ حضرت فاطمہؓ کو دینے سے انکار کر دیا تھا تو میری ملکیت بھی نہیں ہو سکتا اور اس پر میرا کوئی ذاتی حق نہیں ہے اور میں تم سب کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ جس طرح ایک باغ کی ملکیت رسول اکرمؐ کے عہد مبارک میں تھی اب بھی اسی طرح جمہور مسلمانوں کی ملکیت رہے گی۔

لیث کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلے اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کی دولت حکومت کے قبضہ میں لی اور ان لوگوں کے پاس سے جو مال برآمد ہوا اس کی بابتہ فرمایا کہ تم نے یہ دولت ظلم و ستم کے ذریعہ سے حاصل کی تھی۔ اسما بن عبید کا بیان ہے ایک دن عنبسہ بن سعید بن عاص بن امیہ اموی نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا اے امیرالمومنین! خلفائے گذشتہ ہمیں عطیات سے سرفراز فرماتے رہے لیکن آپ نے بند کر دیئے ہیں اور ہمارے اہل و عیال ماشاء اللہ زیادہ ہیں ہمارے نام کی ایک جاگیری زمین بھی ہے جو بحق حکومت ضبط کر لی گئی ہے اجازت دی جائے کہ اس میں سے صرف اتنا لے لیا کروں جس کے ذریعہ بال بچوں کی کفالت ہو سکے تو امیرالمومنین نے جواب دیا تم اپنی محنت سے جو کچھ پیدا کرو وہ تمہارا ہے۔ اس کے بعد کہا موت کو زیادہ یاد کرو اگر تمہیں معاشی تنگی ہوگی تو ذکر موت کی وجہ سے معاشی حالت میں فراخی پیدا ہو جائے گی۔ اور اگر تمہاری معاشی حالت بہتر و عمدہ ہے تو ذکر موت کے باعث تم کو معاشی خستگی محسوس ہوگی۔

فرات بن سائب کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کے پاس نادر و نایاب جواہرات کا زیور تھا جو عبدالملک نے جہیز میں دیا تھا ایک دن عمر بن عبدالعزیز نے اپنی بیوی سے کہا یا تو تم اپنا زیور بیت المال میں دے دو یا پھر مجھے چھوڑ دو کیونکہ مجھے یہ امر ناپسند ہے کہ تم اپنا قیمتی زیور لئے ہوئے میرے ساتھ رہو۔ اس پر آپ کی بیوی نے جواباً کہا اس زیور پر میں آپ کو ترجیح دیتی ہوں اور پھر وہ سب زیور بیت المال میں داخل کر دیا۔

عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے فاطمہ بیوہ عمر بن عبدالعزیز سے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کا سب زیور بیت المال سے آپ کو واپس کر دوں جس کے جواب میں فاطمہ نے کہا

ا؎ یہ عمر بن عبدالعزیز کا رشتہ میں بھائی تھا جو کوفہ میں بزمانہ حجاج رہا کرتا تھا۔

جو چیزیں اپنی خوشی سے عمر بن عبدالعزیز کی زندگی میں دے چکی اسے ان کی رحلت کے بعد واپس لینا نہیں چاہتی

عبدالعزیز ابن عمر بن عبدالعزیز کا بیان ہے بعض گورنروں نے والد بزرگوار عمر بن عبدالعزیز سے تحریری استدعا کی کہ ہمارے شہر کی حالت مرمت طلب ہے۔ امیرالمومنین اگر مناسب خیال کریں تو ایک رقم مختص فرما دیں تاکہ اس سے شہروں کی اصلاح و مرمت کی جاسکے۔ امیرالمومنین نے سب کو یہی ایک جواب لکھا کہ ہمارا خط ملتے ہی عدل و انصاف کا قلعہ فوراً مضبوط و مستحکم کرلو اور شہری راستوں کو ظلم و ستم سے محفوظ کر دو۔ اس طریقہ سے شہروں کی اصلاح و مرمت ہوکر وہ سرسبز و شاداب ہوجائیں گے والسلام۔

ابراہیم سکونی کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز نے کہا جب سے مجھے یہ علم ہوا کہ جھوٹ بولنا، اہل و عیال کے لئے سب سے بڑا عیب ہے۔ اس وقت سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔

آپ کے اثرات

قیس بن جبیر کا بیان ہے خاندان بنوامیہ میں عمر بن عبدالعزیز کی مثال ایسی ہے جیسے خاندان فرعون میں کوئی مومن ہو۔ میمون بن مہران کا بیان ہے اللہ تعالےٰ نے ایک نبی سے دوسرے نبی کیلئے قول و قرار لیا ہے۔ اسی طرح اللہ نے لوگوں سے عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے لئے عہد لیا ہے

وہب بن سنبہ کا بیان ہے اگر موجودہ لوگوں میں مہدیؑ ہو سکتے ہیں تو عمر بن عبدالعزیز لازمی طور پر مہدیؑ ہیں۔ محمد بن فضالہ کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز ایک مرتبہ ایک جزیرہ میں کسی راہب کے مسکن کے پاس سے جا رہے تھے کہ راہب نے دور سے آپ کو دیکھا پھر نزدیک آکر کہا۔ آپ جانتے کہ میں آپ کے پاس کیوں آیا؟ آپ نے فرمایا تم ہی بتاؤ تو اس راہب نے جو کبھی کسی سے ملتا جلتا نہ تھا کہا میں آپ کے والد سے واقف ہوں۔ آپ ایک امام عادل ہیں اور عدل و انصاف میں آپ کی مثال ایسی ہے جیسے اشہر حرم اور معزز مہینوں میں رجب کا مہینہ عزت دار ہے۔ ایوب بن سوید نے اشہر حرم کی تفسیر میں کہا کہ تین مسلسل مہینہ ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم دراصل حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ہیں۔ باقی ایک منفرد مہینہ رجب ہے جو عمر بن عبدالعزیز ہیں اور یہ چاروں ملاکر اشہر حرم ہیں۔ حسن قصاب کا بیان ہے میں نے عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں بکریوں اور بھیڑیوں کو ایک ہی میدان میں کھاتے پیتے دیکھا تو کہا سبحان اللہ! کیسا مسعود و محمود دور ہے کہ بھیڑیا بکریوں کے گلہ میں ہے اور پھر بھی بکریوں کو نقصان نہیں پہونچا رہا ہے یہ سن کر چرواہے نے کہا جب سر درست و اصلاح افگن ہوتا ہے تو پھر جسم کو کچھ نقصان نہیں ہوتا مالک بن دینار کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہونے کے بعد بکریوں کے گلہ بانوں نے کہا ہم پر ایسا صالح شخص خلافت کر رہا ہے کہ بھیڑیے بھی بکریوں کو نقصان پہونچانا بھول گئے ہیں۔

موسیٰ ابن اعین کا بیان ہے میں عہد خلافت عمر بن عبدالعزیز میں بمقام کرمان بکریاں چراتا تھا میری بکریاں اور بھیڑیا ایک ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔ ایک رات بھیڑیا میری بکری اٹھا لے گیا تو میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ

صالح کا انتقال ہوگیا۔ چنانچہ جب دریافت کیا گیا تو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ اسی رات خلیفہ فوت ہو چکے تھے۔

مقبولیت ولید بن مسلم کا بیان ہے مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایک خراسانی نے خواب دیکھا کوئی کہہ رہا ہے جب کوئی زخم خوردہ مروانی خلافت کا اعلان کرے تو فوراً اس کے ہاتھ پر بیعت کر لینا کیونکہ وہ امام عادل ہوگا۔ میں اسی جستجو میں تھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کا اعلان ہوا اور میں نے تین رات یہی خواب دیکھا تو خراسان سے چل کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حبیب بن ہند اسلمی کا بیان ہے مجھ سے سعید بن مسیب کہتے تھے کہ خلفاء تین ہیں۔ ابوبکرؓ و عمرؓ و عمر بن عبدالعزیز۔ میں نے پوچھا کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے تو میں واقف ہوں لیکن عمر بن عبدالعزیز کون ہیں؟ اس پر سعید بن مسیب نے جواباً کہا بشرط حیات تم انھیں دیکھ لوگے ورنہ تمہارے بعد وہ خلیفہ ہوں گے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت سے پہلے ہی سعید بن مسیّب نے انتقال کیا۔

ابن عون کا بیان ہے ابن سیرین سے جب طلاء (مئے نجتج) کا مسئلہ حلت دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ امام ہدایت عمر بن عبدالعزیز نے مئے نخج کو بھی ممنوع قرار دیا ہے حسن کا بیان ہے اس زمانہ میں اگر کوئی مہدی ہو سکتا ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں ورنہ حضرت عیسیٰؑ ہی مہدی ہیں۔

احساس ذمہ داری مالک بن دینار کا بیان ہے لوگ کہتے ہیں کہ مالک بڑا زاہد ہے اور حقیقت یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز زاہد تھے جن کے پاس دنیا آئی اور انھوں نے اسے لات ماردی۔ یونس بن ابی شیب کا بیان ہے میں نے عمر بن عبدالعزیز کو قبل از خلافت دیکھا اس وقت ان کے پائجامہ کا نیفہ ان کے پیٹ کے موٹاپے میں چھپا رہتا تھا اور پھر خلیفہ ہونے کے بعد ان کو دیکھا کہ بغیر ہاتھ لگائے ان کی پسلیاں ایک ایک کر کے شمار کی جا سکتی تھیں۔

عمر بن عبدالعزیز کے لڑکے عبدالعزیز کا بیان ہے مجھ سے ابوجعفر منصور نے پوچھا کہ تمہارے والد کی آمدنی کتنی ہے؟ میں نے کہا خلیفہ ہونے سے پہلے ان کی آمدنی چالیس ہزار اشرفیاں تھیں پھر انھوں نے پوچھا کہ انتقال کے وقت کیا آمدنی تھی؟ تو میں نے جواب دیا صرف چار سو۔ اور اگر وہ اور زندہ رہتے تو آمدنی میں اور بھی کمی ہو جاتی

مسلمہ بن عبدالملک کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز کی بیماری میں ان کی عیادت کے لئے گیا ان کے جسم پر بڑا میلا کرتہ دیکھ کر میں نے ان کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا اس کرتہ کو دھوتی کیوں نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا ان کے پاس صرف یہی ایک کرتہ ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کے غلام ابوامیہ خصی کا بیان ہے مجھے امیرالمومنین کی بیگم صاحبہ نے مسور کی دال کھلائی تو میں نے کہا روزانہ مسور؟ تو جواباً کہا اے بیٹے! تمہارے امیرالمومنین کی تو یہ روزمرہ کی غذا ہے ابوامیہ خصی کا بیان

ہے کہ ایک دن امیر المومنین عمر بن عبد العزیز غسل خانہ گئے جہاں آپ کے کپڑے گم ہو گئے تو وہاں سے اسی طرح باہر آئے کہ پیٹ کے نچلے حصہ کو دونوں ہاتھوں سے چھپائے ہوئے تھے۔ ابو امیہ خصی کا بیان ہے کہ امیر المومنین نے انتقال سے ذرا پہلے مجھے ایک دینار دے کر فرمایا جاؤ یہاں کے رہنے والوں سے میری قبر کی جگہ مول لے لو اگر وہ ایک دینار میں دیں تو فبہا ورنہ واپس آجانا۔ چنانچہ میں لوگوں کے پاس گیا اور زمین قبر خریدنا چاہی جس پر ان لوگوں نے کہا ہمیں تمہارا لوٹ جانا منظور نہیں اس لئے یہ ایک دینار قبول کیے لیتے ہیں ورنہ سب زمین امیر المومنین کی ہے اور ان کے لئے حاضر ہے۔

عون بن معمر کا بیان ہے ایک دن عمر بن عبد العزیز نے اپنی بیوی فاطمہ سے کہا اگر تمہارے پاس ایک درہم ہو تو انگور منگوا لو۔ بیوی نے جواباً کہا میرے پاس تو نہیں ہے البتہ آپ امیر المومنین ہیں کیا آپ کو اتنا اختیار نہیں کہ ایک درہم کے انگور خرید کر خود کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں۔ اس پر جواب دیا آج تو یہ آسان ہے لیکن کل جہنم میں اس کے عوض بیڑیاں پہننا پڑیں گی، فاطمہ بنت عبد الملک کا بیان ہے کہ جب سے میرے خاوند عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے اس وقت سے مرتے دم تک کبھی بھی ان کو احتلام نہیں ہوا اور پوری مدت میں انھوں نے ہم بستری بھی نہیں کی۔ سہل بن صدقہ کا بیان ہے عمر بن عبد العزیز کے خلیفہ ہونے پر ان کے گھر سے گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی لونڈیوں کو آزاد و مختار فرمایا کہ میرے کندھوں پر وہ بوجھ پڑا ہے جس کے باعث میں تم سب سے بے پرواہ ہو گیا ہوں۔ اب جو کوئی آزادی کی خواہشمند ہو، آزاد ہے اور جو رہنا چاہتی ہو وہ اس شرط سے رہ سکتی ہے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ خلیفہ کے اس حکم سے کہرام مچا ہوا ہے۔ آپ کی بیوی فاطمہ کا بیان ہے کہ میرے خاوند عمر بن عبد العزیز بزمانہ خلافت گھر میں آنے کے بعد سجدے کرتے اور روتے رہتے اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو جا نماز پر ہی آرام کرتے پھر آنکھ کھلنے پر وہی سجدے اور گریہ وزاری یہانتک کہ صبح ہو جاتی۔

ولید بن ابی سائب کا بیان ہے میں نے سب لوگوں کو دیکھا لیکن سب سے زیادہ عمر بن عبد العزیز کو اللہ سے ڈرنے والا پایا۔ سعید بن سوید کا بیان ہے۔ عمر بن عبد العزیز خلیفہ وقت نماز جمعہ پڑھانے آتے اور آپ کی قمیص میں آگے پیچھے پیوند لگے ہوئے تھے یہ حالت دیکھ کر ایک شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے آپ لباس نیا کرا لیجئے تو عرصہ تک سر بگریباں رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا، مالداری و تونگری کے وقت میانہ روی اور قدرت و قوت کے وقت معاف کر دینا زیادہ افضل و برتر ہے۔

میمون بن مہران کا بیان ہے میں نے عمر بن عبد العزیز کو کہتے ہوئے خود سنا ہے کہ اگر پچاس سال

تک بھی میں تمہارا خلیفہ رسول تب بھی انصاف کے جملہ مرتبے تم کو نہیں سکھا سکتا۔ میں تمہارے دل سے دنیاوی طمع نکال ڈالنا چاہتا ہوں لیکن خوف ہے کہ طمع کے ساتھ تمہارے دل بھی تمہارے سینہ سے نکل نہ پڑیں۔ میری خواہش یہ ہے کہ تم برائیوں کو دل سے برا سمجھو تاکہ عدل و انصاف سے دلوں کو تسکین حاصل ہو ورگرنہ تم ادھر اور میں ادھر۔ ابراہیم بن میسرہ کا بیان ہے میں نے طاؤس سے کہا عمر بن عبدالعزیز امام مہدی ہیں تو انھوں نے جواباً کہا وہ صرف مہدی ہی نہیں بلکہ عدل و انصاف کے کامل مجسمہ ہیں۔ عمر بن اسد کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز کی وفات تک بخدا ان کا یہ دستور تھا کہ لوگ ان کے پاس بکثرت قیمتی مال لاتے اور وہ یہ کہہ کر واپس کر دیتے کہ اس سے بروقت اپنی ضرورت پوری کرنا۔ اور عمر بن عبدالعزیز بخدا دولت و مال سے مستغنی اور بے پروا تھے۔ جویریہ کا بیان ہے میں ایک دن فاطمہ بنت حضرت علیؓ کے پاس گئی انھوں نے عمر بن عبدالعزیز کی تعریف و توصیف کے بعد کہا اگر وہ زندہ ہوتے تو پھر ہمیں کسی اور کی حاجت نہ ہوتی۔ عطاء بن ابی رباح نے فاطمہ بنت عبدالملک کی زبانی بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز میرے خاوند جب خلیفہ ہوئے تو گھر میں آکر جانماز پر بیٹھ کر اتنا روئے کہ آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تربتر ہوگئی۔ میں نے کہا اے آقا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جواب دیا اے فاطمہ آج میری گردن پر امت محمدیہ کے سیاہ و سفید کا کل بوجھ لادا گیا ہے۔ بھوکے، فقیر، مرنے والے، بیمار، تنگدست، ستم رسیدہ، غریب، قیدی، بوڑھے، عیالدار، اور کم آمدنی والے وغیرہ لوگوں کے بارے میں اور ان لوگوں کے متعلق جو روئے زمین پر اور متفرق شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں فکر لاحق ہوگئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ رعایا کے حقوق کے بارے میں روز محشر سوال کیا جائے گا اور یہی خوف دامن گیر ہے کہ کہیں کوئی ثبوت ظلم فراہم نہ ہو جائے، اسی لیے بارگاہ الٰہی میں گریہ و زاری کر رہا ہوں۔ امام اوزاعی کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز کے گھر پر بنو امیہ کے معززین بیٹھے ہوئے تھے، ان سے کہا کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو سردار فوج مقرر کر دوں؟ اس پر ان میں سے ایک نے کہا آپ ہم سے وہ بات کہہ رہے ہیں جسے کر نہیں سکتے۔ اس پر فرمایا تم میرے اس فرش کو دیکھ رہے ہو اور مجھے یقین ہے کہ ایک دن یہ فنا و برباد ہو جائے گا، تاہم مجھے یہ پسند نہیں کہ تم اس پر اپنے پیروں کا میل کچیل صاف کرو، اور اس نوبت پر یہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے مذہب اور تمام مسلمانوں کی عزت و بلندی کا تمہیں مالک بنا سکوں۔ افسوس صد افسوس۔ اس پر ان لوگوں نے کہا ہماری رشتہ داری کے حقوق کا تو خیال کیجیے۔ جواب دیا اس معاملہ میں تم اور ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان دونوں برابر ہیں۔ یاد رکھو یہ بات مجھ پر شاق اور گراں ہے کہ کسی مسلمان کو مجھ سے امداد نہ ملے۔

حمید کا بیان ہے حسن نے ایک دفعہ میری معرفت عمر بن عبدالعزیز کو ایک خط لکھا جس میں اپنی اور اہل و عیال کی ناگزیر ضروریات لکھی تھیں، میں نے وہ خط دربار خلافت میں پیش کیا تو آپ نے عطاء و بخشش کا حکم جاری فرما دیا۔

امام اوزاعی کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیزؒ جب کسی کو سزا دینا چاہتے تو ملزم کو تین دن تک بند رکھتے پھر اس کے جرم کی اس کو سزا دیتے اور خوف زدہ رہتے کہ کہیں غصہ میں اس کو سزا نہ دیدیں۔

جویریہ بن اسماء نے عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے جب اپنی کسی ایک خواہش کو پورا کیا تو اس سے زیادہ دوسری خواہش اور پیدا ہو گئی اور جب میں نے اس دوسری خواہش کی بھی تکمیل کر دی تو اس سے بھی بلند تر ایک اور خواہش پیدا ہو گئی جسے خواہش جنت کہتے ہیں۔

عمر بن مہاجر کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیزؒ کا روزانہ گھر خرچ صرف دو درہم تھے۔ یوسف بن یعقوب کاہلی کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ رات کے وقت ایک ٹوپا پہنتے تھے اور آپ کے گھر میں تین پاؤں کی ایک اونچی گھڑونچی رکھی ہوئی تھی جس کے سرے پر مٹی کا ایک دیا بنا ہوا تھا اسی میں تیل ڈالا جاتا اور گھر کی ساری روشنی صرف یہی ایک ڈیوٹ تھا۔ عطاء خراسانی کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے غلام سے کہا پانی گرم کر کے لاؤ، چنانچہ وہ شاہی باورچی خانہ سے پانی گرم کر لایا۔ جب آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو ایک درہم کی لکڑیاں شاہی مطبخ میں رکھوا دیں۔ عمر بن مہاجر کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیزؒ جب تک مسلمانوں کے کاموں میں مشغول رہتے اس وقت تک سرکاری شمع روشن رہتی۔ اور جب امور خلافت ختم کر لیتے تو پھر اپنے گھر کے روشن دان سے کام لیا کرتے تھے۔

حکم بن عمر کا بیان ہے گذشتہ خلفاء کا دستور تھا کہ تین سو دربان اور تین سو پولیس ہمیشہ خلیفہ کے پاس حاضر رہتی تھی لیکن عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلیفہ ہوتے ہی کہا مجھے تمہاری ضرورت نہیں بلکہ قدرت الٰہی میری حفاظت کرے گی، اور موت کی یاد گناہوں سے بچائے گی۔ اگر تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو اسے صرف دس دینار سالانہ تنخواہ ملے گی اور جو شخص ملازمت نہ کرنا چاہے وہ اپنے گھر جا سکتا ہے۔

عمر بن مہاجر کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیزؒ کو ایک دن سیب کی خواہش ہوئی چنانچہ رشتہ داروں میں سے ایک سیب آپ کے پاس بھیجا گیا۔ آپ نے وہ سیب دیکھ کر کہا اس کی خوشبو اور رنگت بڑی اچھی ہے۔ پھر غلام سے کہا اسے اٹھا لے جاؤ اور بھیجنے والے کو ہمارے سلام کے بعد واپس کر دو اور کہہ دینا ہماری خواہش کے مطابق آپ کا ہدیہ وصول ہوا۔ میں نے کہا اے امیرالمؤمنین ہدیہ (تحفہ) بھیجنے والے آپ کے چچازاد بھائی ہیں جو آپ کے عزیز ہیں اور حدیث صحیح بھی ہے کہ رسول کریمؐ بھی ہدیہ قبول کر کے نوش جان فرمایا کرتے تھے، اس پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواباً کہا افسوس تم کو جاننا چاہیئے جو تحفہ کہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا جاتا تھا وہ تحفہ و ہدیہ تھا اور میرے پاس جو یہ سیب آیا ہے یہ رشوت ہے۔

ابراہیم بن میسرہ کا بیان ہے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عہدِ خلافت میں کسی کو پٹوایا ہو، البتہ ایک شخص جس نے امیر معاویہؓ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے تھے اس کو تین دُرّے لگوائے تھے۔ امام

اوزاعی کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز نے جب اپنے گھر والوں کے خرچ میں کمی کی تو انھوں نے خرچ کی تنگی ترشی کی شکایت کی جس پر کہا اب میرے پاس صرف اتنا ہی رہ گیا ہے اور اس سے زیادہ دینے کی مقدرت نہیں ہے اور بیت المال میں تمہارا وہی استحقاق ہے جو علاقہ برک عماد کے دیہاتی مسلمان باشندوں کا حق ہے۔ ابو عمر کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز نے اپنے حکام کو احکام دیئے کہ لوگوں کے احکام کی پرواہ نہ کی جائے بلکہ یاد رکھا جائے کہ حاجیوں کے معاملات ہی دراصل احکام ہیں۔

یحییٰ غسانی کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز نے جب مجھے موصل کا حاکم بنا کر بھیجا تو میں نے موصل کے علاقہ میں اکثر و بیشتر چوریوں اور نقب زنی کے واقعات و حالات وغیرہ کی امیر المؤمنین کو اطلاع دی اور استفسار کیا جو لوگ برسر موقع گرفتار نہ ہوں اور ان پر جرم کا شبہ ہو تو تہمت لگانے والوں کو حد شرعی دی جائے یا تادیب کی جائے یا سنت کے موافق گواہ طلب کیے جا کر سزا دی جائے۔ اور مجرموں کو کون کون سی سزائیں دی جائیں؟ اور یہ تمام ایسے مقدمات ہیں جن کا برابر ارتکاب ہو رہا ہے۔ اس کے جواب میں عمر بن عبدالعزیز نے حکم بھیجا۔ شہادت لے کر سنت کے موافق سزا دی جائے۔ اگر عدل و انصاف کی رو سے کام نہیں لیا گیا تو پھر اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح نہیں کرے گا۔ چنانچہ میں یحییٰ نے حسب تعمیل کی۔ جس کے نتیجہ میں موصل سے جب میرا تبادلہ ہوا تو موصل کی آبادی سب سے زیادہ صالح و صلاحیت نواز ہو گئی۔ اور چوری و نقب کی وارداتیں برائے نام رہ گئیں۔

رجاء بن حیوۃ کا بیان ہے میں ایک رات عمر بن عبدالعزیز سے گفتگو کر رہا تھا کہ چراغ گل ہو گیا اور حالت یہ تھی کہ آپ کے برابر ہی آپ کا غلام سو رہا تھا۔ میں نے کہا غلام کو جگا کر چراغ روشن کرا لیجئے۔ جواب دیا نہیں، تو میں نے کہا پھر میں اٹھتا ہوں۔ جواباً کہا مہمان سے یہ کام لینا مناسب نہیں، پھر خود ہی اٹھ کے چراغ ٹھیک کر کے جلایا اور میرے پاس کھڑے ہو کر کہا چراغ روشن کرنے سے پہلے اور اس کے بعد میں وہی عمر بن عبدالعزیز ہوں اس سے مجھ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آپ کے پیشکار و احکام نویس نعیم کا بیان ہے اجرائی احکام و فرامین پر عمر بن عبدالعزیز مجھے ہمیشہ منع کیا کرتے تھے کہ میں تحریر میں ان کی شان و عظمت کا اظہار نہ کروں۔

مکحول کا بیان ہے اگر میں حلفیہ کہوں تو میری قسم بالکل سچی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نہایت زاہد و پاکباز اور اللہ سے بے انتہا خوفزدہ تھے۔ سعید بن ابی عروبہ کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز جب موت کا تذکرہ کرتے تو ان کا جوڑ جوڑ بے چین ہو جاتا تھا۔

تقویٰ کی تلقین و تاکید

عطاء کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز کا معمول تھا کہ رات کے وقت فقہاء کو جمع کر کے موت و قیامت کے بیانات سنتے اور اس قدر روتے گویا ان کے

سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہے۔ عبیداللہ بن عیزار کا بیان ہے مملکتِ شام میں ایک مٹی کے منبر پر کھڑے ہو کر عمر بن عبدالعزیز نے دورانِ خطبہ میں کہا لوگو! اپنے باطن کی اصلاح کرو جس کے نتیجہ میں تمہارے ظاہر خود بخود اصلاح پذیر ہو جائیں گے۔ اور آخرت کے کام کرو جس کے بدلہ میں تمہاری دنیا سنور جائے گی اور یاد رکھو کہ باوا آدم سے لے کر اب تک تمہارے باپ دادا نذرِ اجل ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی و صلاحیت کی توفیق دے۔ وہیب بن ورد کا بیان ہے ایک مرتبہ خاندان بنو مروان کے کچھ لوگ عمر بن عبدالعزیز کے دروازہ پر جمع ہوئے اور انھوں نے عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز سے کہا اندر جا کر اپنے والد سے نہ بتائیے کر خلفاء گذشتہ ہم کو عطایا و بخشش سے نوازا کرتے تھے، وہ ہمارے مقام و رشتہ داری کا خیال کرتے تھے لیکن آپ نے سب کچھ بند کر دیا ہے چنانچہ عبدالملک نے اندر جا کر یہ سب کچھ کہا جس پر خلیفہ نے جواباً کہا جاؤ ان سے کہہ دو کہ میرے والد یہ کہہ رہے ہیں "اگر میں احکامِ الٰہی کی نافرمانی کروں گا تو روزِ محشر لازماً سزا پانے کا خوف مجھے دامن گیر ہے۔

امام اوزاعی نے عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول لکھا ہے گذشتہ کے سچے لوگوں کی رائے پر قائم رہو اور ان کے مخالف عمل پیرائی نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ بہتر اور جاننے والے تھے۔

جریر ایک دن بہت دیر تک بارگاہِ خلافت عمر بن عبدالعزیز میں حاضر رہے لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو جریر ایک پرچہ پر چند شعر لکھ کر ان کے دوست عون بن عبداللہ کو دے کر واپس چلے گئے جس میں لکھا تھا کہ میں اپنے زمانے کے خاتمے کی وجہ تمہارے در پر قیدی بن گیا ہوں۔

جویریہ بن اسماء کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہو جانے پر بلال بن ابی بردہ نے آپ کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا خلافت کو آپ نے عزت و شرف بخشا اور حسنِ زینت سے آراستہ کیا، جعونہ کا بیان ہے، عبدالملک کے انتقال پر عمر بن عبدالعزیز ان کی تعریف کرنے لگے تو مسلمہ نے کہا، اے امیر المومنین اگر وہ زندہ رہتے تو کیا آپ انھیں ولیعہد بناتے، جواب دیا نہیں۔ تو مسلمہ نے کہا پھر آپ ان کی اب کیوں تعریف و توصیف کر رہے ہیں؟ جواباً کہا مجھے خوف ہے کہ صرف میں ہی تو ان کی تعریف نہیں کر رہا ہوں اور واقعہ یہ ہے کہ ہر باپ اپنے بیٹے کی تعریف کیا ہی کرتا ہے۔

غسان نے ایک ازدی کی زبانی لکھا ہے کہ ایک آدمی نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا آپ مجھے کچھ نصائح فرمائیے۔ تو امیر المومنین نے کہا اللہ سے ڈرو، اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرو تاکہ تمہاری تکالیف دور ہو جائیں، اور اللہ کے حکم سے تم کو فراغت حاصل ہو جائے۔

[illegible] کا بیان ہے ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس اسامہ بن زید کی صاحبزادی آئیں تو آپ نے ان کی

تعظیم کی خاطر ان کا استقبال کیا، پھر اپنی مسند پر ان کو بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھے۔ اور پھر وہ جس ضرورت سے تشریف فرما ہوئی تھیں اس کی تکمیل کی۔

حجاج بن عنبسہ کا بیان ہے خاندان مروان کے چند لوگوں نے اکٹھا ہو کر کہا اگر عمر بن عبدالعزیز تک باریاب ہونے کا موقع مل جائے تو مزاح کے ذریعہ ہم ان کو اپنی جانب مائل کر لیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہونچے ان میں سے ایک نے مذاق کی کوئی بات کہی تو عمر بن عبدالعزیز اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ اسی اثنا میں دوسرے نے بھی ایک چٹکلا چھوڑا جس پر عمر بن عبدالعزیز نے کہا آپ لوگ مزاح کی خاطر آئے ہیں۔ اور مذاق کی وجہ سے باہمی طور پر کینہ و فساد پیدا ہوتا ہے مناسب یہ ہے کہ اپنے مجمع میں قرآن کریم و احادیث کی باتیں کرو اس کے مطالب پر غور کرو اور پھر اس سے پوری طرح فائدے حاصل کرو۔

ایاس بن معاویہ بن قرہ کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز کی مثال اس کاریگر کی طرح ہے جو اوزار کے بغیر ہی عمدہ و بہترین کام کرتا ہے۔ عمر بن حفص کا بیان ہے مجھ سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا مسلمان کی بات جس میں ذرہ برابر بھی نیکی کا احتمال ہو اس کو کبھی بھی برائی و خرابی پر محمول نہ کرنا۔

یحییٰ غسانی کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ہمیشہ سلیمان بن عبدالملک کو خارجیوں کے قتل سے روکتے اور کہتے توبہ کرنے تک انھیں جیل خانہ میں بند رکھئے۔ ایک دن ایک خارجی گرفتار کر کے سلیمان کے دربار میں لایا گیا۔ سلیمان نے اس سے کہا کہو اب کیا چاہتے ہو؟ اس خارجی نے کہا اے فاسق ابن فاسق کیا پوچھتا ہے۔ تو سلیمان بن عبدالملک خلیفہ وقت نے عمر بن عبدالعزیز کی جانب مخاطب ہو کر کہا سنیئے یہ کیا کہتا ہے چنانچہ اس خارجی نے پھر کہا اے فاسق ابن فاسق پوچھ کیا پوچھتا ہے۔ اس پر سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا اب فرمائیے آپ کی کیا رائے ہے۔ اور اس کا تصفیہ آپ ہی کیجئے۔ تو عمر بن عبدالعزیز تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر کہا میری رائے یہ ہے کہ جس طرح اس نے گالی دی ہے آپ بھی اس کو گالیاں دے لیجئے۔ جس کے جواب میں سلیمان نے کہا جی نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر اس خارجی کی گردن اڑوا دی۔ دربار سلیمان سے عمر بن عبدالعزیز اپنے گھر جا رہے تھے کہ برسر راہ خالد کوتوال نے مل کر کہا آپ نے تو غضب ہی کر دیا کہ امیر المومنین سے صاف اپنی رائے کہہ دی کہ آپ بھی اس کو گالیاں دے لیجئے۔ آپ کے اس جواب سے تو میں خائف ہو گیا کہ وہ آپ کی گردن اتارنے کا مجھے حکم دیں گے۔ عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا اگر خلیفہ تم کو میری گردن مارنے کا حکم دیتے تو تم اس کی تعمیل کرتے؟ خالد نے جواب دیا بیشک۔ عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہونے کے بعد ہی خالد کوتوال اپنے فرائض انجام دینے کے لیے اپنی جگہ آ کر کھڑے ہوئے تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا اپنی تلوار یہاں رکھ دو۔ اور پھر دعا کی اے اللہ! میں نے تیری خوشنودی کی خاطر خالد کو برطرف کر دیا ہے اب اسے دوبارہ تلوار رکھنے کی قابلیت نہ دے۔ اس کے بعد پولیس کے دوسرے

لوگوں پر نظر کی اور عمرو بن مہاجر انصاری کو بلا کر کہا۔ واللہ تم جانتے ہو کہ ہم میں تم میں کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ البتہ اسلامی اخوت کا رشتہ موجود ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تم بکثرت قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہو۔ نیز میں نے تم کو خود ایسے مقام پر عبادت کرتے دیکھا ہے جہاں تم کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا میں نے وہاں تمہیں خشوع و خضوع کے ساتھ نماز میں مشغول پایا ہے اور تم انصاری بھی ہو۔ اس لیے تلوار لو میں نے تمھیں کوتوال شہر مقرر کیا۔

شعیب کا بیان ہے مجھ سے عبدالملک نے کہا کہ میں ایک دن والد بزرگوار عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا۔ اور میں نے کہا اے امیرالمؤمنین اکل روز محشر آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے جبکہ وہ پوچھے گا کہ تم نے بدعتوں کی بیخ کنی کر کے سنت کو رواج کیوں نہیں دیا؟ یہ سن کر والد بزرگوار نے خوش ہو کر فرمایا اللہ تم کو جزائے خیر دے بیٹا۔ اِنَّ قومکَ الخ (تمھاری قوم) کی پوری آیت میں نے قرآن کریم میں پڑھی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے طرح طرح کی بدعتیں پیدا کر لی ہیں اور سنت کے خلاف گامزن ہیں میں نے جب کبھی ارادہ کیا کہ بدعتوں کی بیخ کنی کروں تو فوراً فتنہ و فساد کے اندیشہ اور خون ریزی کا خیال آیا۔ اور دنیا والوں کی بربادی کے لیے ان کے خون کا ایک قطرہ بھی بہانا نہیں چاہتا۔ اور تمہارے والد پر خدانخواستہ وہ دن نہ آئے جبکہ اسے بدعتوں کی بیخ کنی اور سنت کے رواج کا خیال نہ ہو۔ معمر نے عمر بن عبدالعزیز کی زبانی یہ پیام مسرت دیا ہے جو شخص فتنہ و فساد، غصہ اور لالچ سے محفوظ رہا وہ یقیناً کامیاب ہوا۔ ارطاۃ بن منذر نے لکھا ہے کسی نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا آپ اپنی حفاظت کے لیے پولیس مقرر کریں اور کھانے پینے میں احتیاط کو کام میں لائیں تو مناسب ہے جس کے جواب میں عمر بن عبدالعزیز نے کہا اے اللہ تو جانتا ہے کہ قیامت کے سوائے میں کسی دوسری چیز سے خوفزدہ نہیں۔ اور اگر اس کے برخلاف کسی اور سے خوف کروں تو کبھی امن نہ دینا بلکہ اسی خوف میں مبتلا رکھنا۔

عدی بن فضل کا بیان ہے میں نے عمر بن عبدالعزیز کو دوران خطبہ یہ کہتے خود سنا ہے۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اچھے ذرائع سے روزی کماؤ۔ اگر تمھارا رزق کسی بلند پہاڑ کی چوٹی پر یا زمین کی تہہ میں ہے تو وہ لازماً تم کو ملے گا۔ ازھر کا بیان ہے میں نے عمر بن عبدالعزیز کو خطبہ دیتے اس حالت میں دیکھا کہ وہ پیوندوں کا کرتہ پہنے ہوئے تھے۔

عبداللہ ابن علاء کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اکثر و بیشتر جمعہ کے خطبہ اولیٰ میں یہ سات جملے دہرایا کرتے تھے۔ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت کے طلبگار ہیں۔ نیز ہم اپنے نفوس اور برے اعمال کے شر و فساد سے بارگاہ الٰہی میں پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ جسے ہدایت کرتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جو غضب الٰہی یا اپنے کرتوت کی وجہ سے گمراہ

ہوجاتا ہے اسے کوئی راہِ راست پر نہیں لاسکتا۔ اور شہادت دیتا ہوں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں نیز شہادت دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرمؐ کی فرمانبرداری کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے اللہ و رسالتمآبؐ کی نافرمانی کی وہ گمراہ بنا۔ اور وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ اللہ سے خوف زدہ رہو۔ اور خطبۂ ثانی کے آخری جملے یہ ہوتے تھے: اے لوگو! اپنے نفوس پر ظلم نہ کرو اور اللہ کی رحمتوں سے مایوس نہ بنو۔

حاجب بن خلیفہ برجمی کا بیان ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے دورانِ خطبہ میں کہا۔ رسولِ اکرمؐ نے مذہبی امور کا جو طریقہ بنایا اور جس پر صحابۂ کرام رضؓ گامزن رہے وہی اصل مذہب اسلام ہے، اور وہی ہماری ابتداء و انتہاء ہے اور غیروں نے جو راہ ایجاد کی ہے اس پر ہم کو چلنے کی کوئی ضرورت نہیں اور ہم راہِ اغیار ہرگز ہرگز اختیار نہیں کریں گے۔ (بیانات متذکرہ کی اسناد ابونعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں تحریر کی ہیں)۔

ابن عساکر نے بحوالہ ابراہیم بن ابی عبلہ لکھا ہے ہم لوگ عید کے دن عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھے، دوسرے لوگ آتے اور سلام کے بعد کہتے: اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ کی مبارکباد قبول کرے جن کے جواب میں آپ بھی بغیر کسی قسم کی کمی و بیشی کے یہی الفاظ دہراتے۔ میں کہتا ہوں کہ عید و سال و ماہ کے لیے یہ بڑی ہی اچھی تہنیت ہے۔

جعونہ کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ میں عمرو بن قیس سکونی کو صائفہ کا حاکم مقرر کر کے فرمایا وہاں کے نیکوں کی باتیں قبول کرنا اور بروں کی باتوں پر کان نہ دھرنا۔ نیز میدانِ جنگ میں فوج کے درمیان میں رہنا۔ اگر اوّل میں رہو گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے اور اگر آخیر میں رہو گے تو رنجیدہ و بددل ہوجاؤ گے۔ غرضکہ فوج کے وسط میں رہنا تاکہ وہ تمھیں دیکھتے رہیں اور تم ان کو اپنی آواز پہونچاتے رہو۔

سائب بن محمد کا بیان ہے جراح بن عبداللہ نے امیر المؤمنین کو تحریر کیا کہ خراسانیوں کے اطوار و عادات بے انتہا خراب ہیں۔ ان کی اصلاح تلوار اور کوڑوں سے ہوسکتی ہے۔ امیر المؤمنین اگر اجازت صادر فرمائیں تو مناسب ہوگا۔

اصلاحی اقدامات

چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے جواباً لکھا تمھاری رپورٹ بدست ہوئی، تمھاری تجزیہ بالکل غلط ہے بلکہ اصلاحی اقدامات اور انصاف و حق رسانی کے ذریعہ ان کی حالت درست ہوجاتی ہے۔ اس لیے خراسانیوں سے عدل و انصاف کرنا شروع کر دو۔ والسّلام

امیر بن زید قرشی کا بیان ہے امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز جب مجھ سے فرامین و احکامات تحریر کراتے

تو پہلے یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! زبان کے شر و فساد سے میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ صالح بن جبیر کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز دورانِ گفتگو ہی میں اکثر غضبناک ہو جاتے تھے چنانچہ موقع پاکر میں نے ایک دن کہا اے امیر المؤمنین! میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے نوجوان بادشاہ کے غصہ سے ڈرو اور اس وقت ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو تاکہ ان کا غصہ فرو ہو جائے۔ اس کے جواب میں عمر بن عبدالعزیز نے کہا اے صالح ہمارے بارے میں تم اس مقولہ کی پابندی نہ کرنا۔ عبدالحکیم بن محمد مخزومی کا بیان ہے ایک دن جریر بن خطفی نے امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز سے کچھ کہنا چاہا لیکن امیر المؤمنین نے منع کر دیا تو اس نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کہنے آیا ہوں آپ نے فرمایا کہو تو اس نے اشعار کی زبان میں کہا میں آپ سے جبکہ تم ردیوں کا طلبگار ہوں اس پر امیر المؤمنین نے جواب دیا قرآن کریم میں تمہارا کوئی حق تحریر نہیں ہے تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین میں مسافر ہوں چنانچہ آپ نے اپنی جیب خاص سے (۵۰) دینار اس کے حوالہ کر دیئے۔

طیوریات میں ہے کہ جریر بن عثمان رجی اپنے والد کے ساتھ عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔ تو امیر المؤمنین نے ان سے کہا تم اپنے بیٹے کو فقہ اکبر سکھاؤ۔ انھوں نے کہا فقہ اکبر کسے کہتے ہیں؛ تو جواباً کہا قناعت کرنا اور مسلمانوں کو تکلیف نہ دینا۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں محمد بن کعب قرظی کی زبانی لکھا ہے عمر بن عبدالعزیز نے مجھے طلب کر کے فرمایا عدل و انصاف کے معنی بیان کرو تو میں نے کہا اُوہ آپ نے اتنی عظیم الشان چیز پوچھی ہے۔ جس کی بابت عرض ہے کہ چھوٹوں کے ساتھ باپ کی طرح، بڑوں کے ساتھ بیٹے کی طرح، برابر والوں کے ساتھ بھائی کی طرح سلوک کرنا چاہیئے۔ نیز خواتین کے ساتھ بھی یہی طریقہ برتنا چاہیئے۔ مجرموں کو ان کے جرائم اور جسموں کے موافق سزا دی جائے۔ اور غصہ میں کسی کو ایک کوڑا تک نہ مارا جائے ورنہ عدل و انصاف کے بجائے ظلم و ستم کی حدود شروع ہو جائیں گی۔ عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں زہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز آگ پر پکی ہوئی کوئی چیز جیسے شکر وغیرہ بھی کھانے کے بعد ہمیشہ وضو کیا کرتے تھے۔ وہیب کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے جس کا عمل اس کے کلام سے سبقت لے گیا تو گویا اس کا کلام گم ہو گیا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ غیلان نامی شاعر نے اپنا عقیدہ ظاہر کیا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز خلیفۂ وقت نے کہا توبہ کرو توبہ۔ تو غیلان نے کہا اگر میں گمراہ ہوتا تو آپ کی نصیحت سر آنکھوں پر تھی، اس پر آپ نے دعا کی اے اللہ اگر یہ سچا ہے تو خیر ورنہ اس کو پھانسی پر چڑھا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔" چنانچہ آپ کی دعا کی قبولیت اس امر سے ظاہر ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے اپنی

خلافت کے زمانہ میں اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ کر دمشق کے مقام پر اس کو پھانسی دے دی۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ بنو امیہ دوران خطبہ میں حضرت علیؓ کو گالیاں دیا کرتے تھے لیکن عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہوتے ہی اس بدگوئی کی سختی سے ممانعت کی اور اپنے ماتحتین ومسند و بین کو حکم بھیجا کہ اس بدگوئی کو ختم کر کے اس کے بجائے یہ پوری آیت پڑھی جائے: ترجمہ: اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ یہ آیت آج تک خطبہ میں پڑھی جاتی ہے۔

قالی نے اپنی امالی میں بحوالہ احمد بن علید لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز قبل از خلافت شعر بھی کہا کرتے تھے۔ ثعالبی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے حضرت عثمانؓ، علیؓ، مروان بن حکم اور عمر بن عبدالعزیز کے سر کے بال خود (ہیلمٹ) کے متواتر استعمال کی وجہ سے گر گئے تھے لیکن بعد کے خلفاء کے سر کے بال نہ گرے،

زبیر بن بکار کا بیان ہے ایک شاعر نے امیرالمؤمنین عمر بن عبدالعزیز کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان بن حکم کی شان میں کہا آپ خلیفہ کی بیٹی خلیفہ کی پوتی، خلفاء کی بہن اور خلیفہ کی بیوی ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ آج تک فاطمہ کے سوائے کوئی دوسری خاتون ایسی منظر نہیں آئی جس پر یہ شعر صادق آسکتا۔ میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ میرے زمانہ تک بھی کوئی خاتون ان صفات کی حامل منظر نہیں آئی۔

عمر بن عبدالعزیز کی بیماری اور انتقال

ایوب کا بیان ہے ایک شخص نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا اگر مدینہ میں آپ کا انتقال ہوتا تو چوتھی جگہ جو اب تک خالی پڑی ہے وہاں رسول اللہؐ کے ساتھ ہی میں آپ کو دفن کرتے۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز نے جواباً کہا دوزخ کے سوائے اگر اللہ تعالیٰ مجھے دیگر تمام عذاب دیتا تو اس شرط کے ساتھ منظور تھے کہ پہلے مجھے اطلاع مل جاتی کہ میں اس جگہ کے قابل و اہل بھی ہوں یا نہیں۔

زہر خورانی ولید بن ہشام کا بیان ہے کسی نے عمر بن عبدالعزیز کے مرض موت کے زمانہ میں کہا، اے امیرالمؤمنین! آپ کسی سے علاج کرا لیجئے جواب دیا جس وقت بنو امیہ کے ایک جوان نے مجھے زہر دیا اگر اس وقت مجھ سے کہا جاتا کہ تم اپنے کان کی لو کو ہاتھ لگاؤ یا فلاں خوشبو منگوا کر ناک میں ٹپکاؤ اس ترکیب سے تم صحت یاب ہو جاؤ گے تو بخدا میں مذکرہ بالا کوئی کام نہ کرتا۔ عبید بن حسان کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز نے اپنے آخری وقت میں کہا میرے پاس سے ہٹ جاؤ، چنانچہ سب آپ کے پاس سے ہٹ گئے۔ البتہ مسلمہ اور فاطمہ آپ کے دروازہ کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ انھوں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا،

خوش آمدید۔ تم لوگوں کی صورت آدم زادوں کی ہے اور نہ جنات کی۔ پھر یہ پوری آیت پڑھی: تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ ۔ اس کے بعد کوئی آواز نہ آئی تو لوگوں نے اندر جاکر دیکھا کہ روح پرواز ہوچکی تھی۔ ہشام کا بیان ہے جب آپ کے انتقال کی حسن بصری کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے فرمایا آہ دنیا کے بہترین شخص کا انتقال ہوگیا۔ خالد ربعی کا بیان ہے ہم نے توراۃ میں پڑھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز پر چالیس دن تک آسمان و زمین گریہ وزاری کریں گے۔

جنت کی خوشخبری

یوسف بن مالک کا بیان ہے ہم لوگ جس وقت عمر بن عبدالعزیز کی مٹی برابر کر رہے تھے تو آسمان سے ایک کاغذ گرا جس پر لکھا ہوا تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم عمر بن عبدالعزیز کو آتش دوزخ سے منجانب اللہ بری کر دیا گیا۔

بیماری

ابونعیم نے حلیہ میں قتادہ کا بیان لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ولیعہد خلافت کے نام یہ خط لکھا منجانب بندۂ اللہ عمر بن عبدالعزیز بخدمت ولیعہد خلافت یزید بن عبدالملک السّلام علیکم۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور تم کو اپنی بیماری، کمزوری اور اضطرابی حالت میں لکھ رہا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ دنیا و آخرت کا یکہ و تنہا مالک مجھ سے خلافت کے کاموں کا محاسبہ کرے گا۔ یہ ناممکن ہے کہ میں اس سے کوئی کام پوشیدہ رکھ سکوں اگر وہ مجھ سے راضی ہے تو میں کامیاب و بامراد ہوں اور ذلت و خواری سے محفوظ ہوگیا۔ اور اگر وہ مجھ سے ناخوش و ناراض ہوا تو میں تباہ و برباد ہوجاؤں گا اور کہیں کا نہ رہوں گا۔ بارگاہ الٰہی میں دست بستہ درخواست کرتا ہوں کہ اے اللہ تیرے سوائے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے تو ہی اپنی رحمت کے ذریعہ مجھے آتش دوزخ سے بچالے اور اپنے احسانات بے پایاں کے پیش نظر مجھے جنت میں جگہ دیدے۔ اے یزید بن عبدالملک اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا اور رعیت پر مہربانی کرنا۔ کیونکہ میرے بعد تم بھی تھوڑے ہی عرصہ تک رہو گے۔ والسّلام۔

تاریخ انتقال

عمر بن عبدالعزیز نے علاقہ حمص کے مقام دیر سمعان میں بیس یا پچیس رجب ۱۰۱ھ میں بہ عمر (۳۹) سال و چھ ماہ داعی اجل کو لبیک کہا اور بنوامیہ نے آپ سے تنگ آکر آپ کو زہر دیا کیونکہ جو مال و دولت انھوں نے لوٹ مار کرکے اکٹھا کی تھی وہ آپ نے بحق سرکار ضبط کرلی تھی نیز آپ نے اپنی حفاظت اور کھانے پینے میں احتیاط چھوڑ دی تھی اس لیے انھوں نے آپ کو زہر دے دیا۔

زہر دینے والے کیسا طرز عمل تھے

مجاہد کا بیان ہے کہ امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز نے مجھے طلب کرکے فرمایا لوگوں کا میری بیماری کے متعلق کیا خیال ہے؟ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں کہا ان کا خیال غلط ہے مجھ پر جادو نہیں کیا گیا بلکہ مجھے زہر

دیا گیا ہے اور مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب زہر پلایا گیا ہے۔ اس کے بعد اپنے ایک غلام کو بلا کر کہا تجھ پر افسوس۔ زہر پلانے پر تجھے کس نے اکسایا اور آمادہ کیا اس نے جواب دیا کہ زہر خورانی کے عوض مجھے ایک ہزار اشرفیاں دی گئیں اور ساتھ ہی میری آزادی کا وعدہ کیا گیا۔ آپ نے کہا وہ اشرفیاں لے آ۔ چنانچہ جب وہ غلام وہ ایک ہزار اشرفیاں لے آیا تو آپ نے اس سے وہ اشرفیاں لے کر سرکاری بیت المال میں جمع کرا دیں اور اس زہر دینے والے غلام سے کہا یہاں سے خاموشی سے اس طرح بھاگ جا کہ کوئی تجھے دیکھ نہ سکے۔

آپ کے زمانہ میں رحلت کرنے والے مشاہیر

عمر بن عبدالعزیز کے عہدِ خلافت سہ سالہ میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا۔

ابو امامہ ابن سہل بن حنیف، خارجہ بن زید بن ثابت، سالم بن ابی جعد، بسر بن سعید، ابو عثمان نہدی اور ابو الضحیٰ مسلم بن صبیح بہ ہمدانی کوفی اور عطار جیسے فاضل علماء کے ساتھی تھے اور جنہوں نے تقریباً سنہ ۱۰۱ھ میں انتقال کیا۔

یزید بن عبدالملک بن مروان

یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم نام اور ابو خالد کنیت تھی۔ یہ اموی خاندان کا وہ فرد تھا جو بمقام دمشق سنہ ۷۱ھ میں پیدا ہوا۔ اور عمر بن عبدالعزیز کے بعد اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق تختِ خلافت پر متمکن ہوا جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بیان ہے یزید بن عبدالملک نے خلیفہ ہونے کے بعد عام اعلان کیا کہ عمر بن عبدالعزیز کے جاری و مقرر کردہ طریقہ پر لوگ سرگرم عمل رہیں لیکن چند دن بعد چالیس بوڑھوں نے آ کر کہا خلیفہ سے کوئی بازپرس اور حساب و کتاب نہ ہوگا۔ چنانچہ پھر نئی چال ڈھال شروع ہو گئی۔

ابن ماجشون کا بیان ہے یزید بن عبدالملک نے کہا عمر بن عبدالعزیز مرحوم خلیفہ وقت جس قدر اللہ کے محتاج تھے میں ان سے بھی زیادہ اللہ کا محتاج ہوں۔ یزید خلیفہ بننے کے بعد چالیس دن تک تو عمر بن عبدالعزیز کے نقش قدم پر چلتا رہا لیکن بعد میں ان کے عمدہ طرز عمل کے خلاف کرنے لگا۔

سلیم بن بشیر کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مرض موت پر یزید بن عبدالملک کو حسب ذیل وصیت نامہ لکھا۔ السّلام علیکم۔ اما بعد۔ میں اپنے متعلق بخوبی جانتا ہوں کہ میں کیسا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا۔ اور امت محمدیہ پر مہربانیاں کرنا کیونکہ تمہارے بعد وہ خلیفہ ہوگا جو تمہاری تعریف نہیں کرے گا اور تمہارے عذرات قبول نہیں کرے گا۔ والسّلام

سنہ ۱۰۲ھ میں یزید بن عبدالملک پر یزید بن مہلب نے فوجی حملہ کیا جس کے مقابلہ میں مسلمہ بن عبدالملک بن مروان کو مقرر کیا گیا۔ اور معرکہ آرائی کے بعد یزید بن مہلب نے شکست کھائی اور کربلا کے قریب مقام عقبہ میں مارا گیا۔

کلبی کا بیان ہے لوگوں میں یہ کہاوت مشہور ہوگئی کہ بنو امیہ نے کربلا میں اسلام کو اور عقبہ میں سخاوت کو تہ تیغ کر دیا۔

یزید بن عبدالملک نے ماہ شعبان کے آخری دنوں میں ۱۰۵ھ میں انتقال کیا۔ اور یزید بن عبدالملک کی خلافت کے زمانہ میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال کیا۔

ضحاک بن مزاحم، عدی بن ارطاۃ، ابو متوکل، ناجی، عطاء بن لیسار، مجاہد، یحییٰ بن وثاب کوفہ کے سب سے بڑے قاری، خالد بن معدان، اور عراق کے مشہور عالم امام شعبی، عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت، ابو قلابہ جرمی ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری اور دیگر مشہور ہستیوں نے بھی اسی زمانہ میں دنیا سے کوچ کیا۔

ہشام بن عبدالملک

ہشام بن عبدالملک بن مروان نام تھا اور ابو ولید کنیت تھی۔ ۸۰ھ کے کچھ دنوں بعد پیدا ہوا۔ اور اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کے ولیعہد کی حیثیت سے ۱۰۵ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

تعبیر خواب مصعب زبیری کا بیان ہے عبدالملک بن مروان نے دیکھا کہ ایک محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا ہے۔ سعید بن مسیب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو انھوں نے کہا آپ کے چار بیٹے بادشاہ ہوں گے۔ چنانچہ ہشام آخری بادشاہ تھا۔

خیر سگالی ہشام بڑا ہی عقلمند و باشعور تھا جب تک چالیس آدمی اس امر کی گواہی نہ دیتے کہ اس مال میں سے تمام مستحقین کے حقوق ادا کئے جا چکے ہیں تب تک اس مال کو سرکاری بیت المال میں داخل نہ کرتا۔ اسمعی کا بیان ہے میں نے ہشام کو ایک شخص سے کہتے سنا، اس امر میں کیا مضائقہ ہے کہ تم اپنے خلیفہ کی بات مان لو۔ ایک مرتبہ غضبناک ہو کر ایک آدمی سے کہا میرا ارادہ تھا کہ میں تم کو کوڑوں کی سزا دوں لیکن خوف الٰہی مانع ہے۔

نیک کرداری سحبل بن محمد کا بیان ہے ہشام بن عبدالملک کے علاوہ میں نے کسی خلیفہ کو نہیں دیکھا کہ خونریزی اس کو ناپسند و زبوں معلوم دیتی ہو۔ اور ہشام نے خود کہا ہے مجھے دنیا کی تمام لذتیں اور خوشیاں حاصل ہیں لیکن کوئی ایسا بھائی نہیں کہ باہمی طور پر تحفظ ذاتی کا پردہ دار ہوتا یعنی دنیا بھر میں خودغرضی چھائی ہوئی ہے۔

امام شافعیؒ نے لکھا ہے علاقہ قنسر کے موضع رصافہ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے محل تعمیر کرا کے ارادہ کیا کہ یہاں ایک دن اس مسرت و سکون کے ساتھ بسر کروں جس میں کسی قسم کا کوئی رنج و غم نہ ہو۔ چنانچہ محل میں گئے ہوئے دوپہر بھی نہ ہوئی تھی کہ سرحد مملکت سے اطلاع ملی کہ مرغ کا خون آلودہ ایک پر و بازو پر آمد ہوا ہے۔ یہ سن کر کہا ایک دن بھی آرام کا میسر نہیں۔ کہتے ہیں کہ ہشام اخلاقی شاعر بھی تھا۔

(متعلقہ صفحہ ۲۴۵) لوگوں کی زبان زد ہے۔ آہ! بنو امیہ نے کربلا کے میدان میں اسلام یعنی امام حسینؓ اور مقام عقیر میں سب سے زیادہ سخی و فیاض یزید بن مہلب کو شہید کیا۔ از مترجم

تاریخ انتقال

ماہ ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں ہشام بن عبدالملک بن مروان نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

فتوحات

ہشام بن عبدالملک ۱۰۵ھ میں تخت نشین خلافت ہوا۔ جس کے ساتویں سال یعنی ۱۱۲ھ میں معرکہ آرائی کے بعد قیصریہ روم فتح ہوا۔ ۱۱۳ھ میں مشہور بہادر بطال کی سرکردگی میں خنجرہ فتح ہوا۔ ۱۱۷ھ میں علاقہ ملطیہ کا متصلہ شہر خرشنہ پر اسلام کا پرچم لہرایا گیا۔

عہد ہشام میں رحلت کرنے والے مشاہیر

ہشام بن عبدالملک کے دور خلافت میں حسب ذیل مشہور علماء و شعراء نے انتقال کیا۔

سالم بن عبداللہ بن عمر، طاؤس، سلیمان بن یسار، حضرت ابن عباس کا غلام عکرمہ، قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضؓ اور دیگر معزز شاعر، اور محمد بن کعب قرظی، حسن بصری، محمد بن سیرین، آخری صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ، جریر، فرزدق، عطیہ عوفی، معاویہ بن قرہ، مکحول، عطاء بن ابی رباح، ابوجعفر باقر، وہب ابن منبہ سکینہ بنت حسین، اعرج، قتادہ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے غلام نافع، علاقہ شام کے مشہور قاری ابن عامر مکہ معظمہ کے قاری ابن کثیر، ثابت بنانی، مالک بن دینار، ابن محیص قاری، ابن شہاب زہری اور دیگر حضرات نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

دیگر حالات ہشام

ابن عساکر نے ابراہیم بن عنبہ کی زبانی لکھا ہے خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے مجھے مصر کا حاکم خراج وصول کنندہ بنایا لیکن اس عہدہ سے میں نے انکار کردیا۔ خلیفہ کو میرا انکار کرنا اتنا برا معلوم ہوا کہ ان کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ پھر انھوں نے خوفناک نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا طوعاً و کرہاً تمھیں یہ عہدہ منظور کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ان کے غصہ کی وجہ سے میں اس وقت خاموش ہو گیا پھر جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو میں نے کہا اے امیرالمومنین میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہو تو میں نے کہا قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہم نے آسمان و زمین اور پہاڑوں کو اپنی امانت دینا چاہی تو انھوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہم میں اس امانت کے برداشت کی طاقت نہیں ہے غرضکہ ان کے اظہار انکار پر اللہ تعالیٰ ان پر ناراض نہیں ہوا۔ اور میرے انکار پر آپ کیوں سخت ناراض ہوتے ہیں؟ یہ سن کر ہشام ہنسا اور مجھے معاف کردیا۔

خالد بن صفوان کا بیان ہے میں ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک کے ہاں مہمان تھا۔ انھوں نے کہا، اے ابن صفوان کوئی قصہ سناؤ۔ میں نے کہا ایک بادشاہ تھا جو خورنق[1] کی سیر و سیاحت کے لیے روانہ ہوا۔ یہ بادشاہ بہت بڑا عالم تھا۔ اور بہت سے ملک اس کے قبضہ میں تھے۔ چنانچہ خورنق کی عمارت دیکھ کر اس نے اپنے مصاحبوں

---

[1] خورنق۔ عراق کی وہ عالی شان اور قابل دید عمارت جسے بادشاہ نعمان اکبر نے تعمیر کرایا تھا۔ از مترجم

سے پوچھا یہ کس نے بنایا ؟ مصاحبوں نے کہا ایک بادشاہ نے ۔ اس پر شاہ نے کہا۔ اچھا بتاؤ جتنی دولت میرے پاس ہے اتنی کسی اور کے پاس بھی تم نے دیکھی یا سنی ہے اس پر سب لوگ خاموش رہے لیکن تھوڑی دیر بعد مصاحبوں میں سے ایک بڑھے دانشمند نے جسے گذشتہ انبیاء کے حالات معلوم تھے آگے بڑھ کے عرض کیا ۔ امیرالمؤمنین اجازت دیں تو استفسار کا جواب پیش کیا جائے ۔ فرمایا کہو تو اس بوڑھے نے کہا آپ کے پاس جو دولت ہے کیا اس میں کچھ کمی نہیں ہوئی اور کیا یہ دولت بطور ورثہ آپ کے پاس نہیں آئی اور کیا یہ دوسروں تک نہ پہونچے گی ؟ شاہ نے کہا بالکل درست ہے اس پر بوڑھے نے پھر کہا ان کھوٹے سکوں نے تم میں غرور پیدا کر دیا ہے ۔ تمہاری دولت کا اکثر و بیشتر حصہ میراث میں چلا جائے گا اور تھوڑے سے حصہ کی بابت تم سے روز محشر حساب و کتاب ہوگا ۔ اس پر شاہ نے کہا افسوس صد افسوس ۔ کہاں بھاگ جاؤں اور کہاں سے مطلب براری ہو ؟ یہ شاہ لرزاں و ترساں تھا کہ بوڑھے نے پھر کہا اگر بادشاہت منظور ہے تو اللہ کی اطاعت پر کمربستہ ہونا ضروری ہے ۔ اور ظاہر و باطن میں یکسانیت کرنا لازمی ہے ۔ اور بادشاہت سے جی بھر گیا ہے تو تاج شاہی سر سے اتار دو ۔ پرانے کپڑے پہن لو اور عبادت میں مشغول ہو جاؤ ۔ اس پر اس شاہ نے کہا آج رات اس پر غور و فکر کروں گا اور کل صبح تمہیں اطلاع دوں گا ۔

چنانچہ دوسرے دن صبح کو اس شاہ نے بوڑھے کا دروازہ کھٹکھٹا کر کہا میں نے بادشاہت کو لات ماری ۔ اور اس پہاڑ اور میدان بے آب و گیاہ کی ٹھانی ہے اور شاہی پوشاک کے عوض گدڑی پہن لی ہے ۔ اگر تم میرے ساتھ رہو تو مناسب ہے ۔ چنانچہ اس بوڑھے اور شاہ دونوں نے پہاڑ کو بسیرا بنایا اور وہیں انتقال کیا ۔

یہ قصہ سن کر ہشام بن عبدالملک نے اتنی گریہ و زاری کی کہ آنسوؤں سے ڈاڑھی بھیگ گئی پھر ہشام بن عبدالملک نے اپنے بیٹوں کو بلا کر قصر امارت کے فرش فروش ، نوکر چاکر وغیرہ اور حکومت کے لوازم ان کے حوالے کر دیئے اور خود گوشہ نشین ہو گیا ۔ اس نوبت پر ارا کین حکومت وغیرہ نے خالد بن صفوان سے کہا تم نے امیرالمؤمنین پر کون سا جادو کر دیا ہے جو عیش و آرام انھوں نے ترک کر دیا ہے ۔ خالد نے جواب دیا ۔ آپ لوگ مجھے معذور سمجھیں ، میں نے اللہ تعالیٰ سے اقرار کر لیا ہے کہ جب کسی بادشاہ تک رسائی ہو گی تو اسے لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کی یاد دلاؤں گا ۔

ولید بن یزید

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان بن حاکم نام تھا ۔ ابوالعباس کنیت تھی ۔ ۹۰ھ میں

پیدا ہوا۔ چونکہ اپنے والد کی وفات کے وقت کم سن تھا اس لیے خلافت کرنے کے قابل نہ تھا۔ اسی کے مدنظر یزید نے اپنے بھائی ہشام کو خلافت سپرد کرکے ولید کو ولیعہد خلافت مقرر کیا کہ ہشام کے بعد ولید خلافت کرے گا۔ چنانچہ ہشام کے انتقال کے بعد ماہ ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں ولید تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔

ولید بڑا ہی فاجر و فاسق اور پکا شرابی تھا۔ وہ بے باک حد سے تجاوز کر چکا تھا۔ اس نے ارادہ کیا تھا کہ خانۂ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب نوشی کرے گا۔ چونکہ لوگ اس کے فسق و فجور سے عاجز ہو گئے تھے اس لیے اس پر حملہ کرکے ماہ جمادی الثانی ۱۲۶ھ میں اس کو تہ تیغ کر دیا گیا۔

جس وقت ولید کے محل کو گھیرے میں لیا گیا تو ولید نے کہا لوگو! میں نے تمہارے عطیات میں اضافے کیے۔ تمہاری ہر طرح امداد کی، اور تم فقیروں پر دولت و مال کی بخشش کی۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ میرا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس پر لوگوں نے جواب دیا۔ ہم تم پر کوئی سختی نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہارے ساتھ سختی کرنے والی چیزیں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں پر تمہارا ہنسی اڑانا اور انھیں جائز قرار دینا۔ تمہاری شراب نوشی۔ ماں کا بیٹوں سے نکاح کرانا، احکامِ الٰہی کو ٹھکرانا اور ان کو ذلیل کرانا، یہ سب وہ امور ہیں جو تم پر سختی کر رہے ہیں۔

غرضکہ ولید کے قتل ہونے کے بعد اس کا سر یزید ناقص کے پاس روانہ کیا گیا جہاں اس کا سر نیزہ پر رکھا گیا۔ اس حالت کو دیکھ کر ولید کے بھائی سلیمان بن یزید نے کہا بخدا ولید بڑا ہی پکا شرابی اور بے باک فاسق تھا اور اس نے کوشش کی تھی کہ میں بھی برے کام کرنے لگوں۔

معافی جریری کا بیان ہے میں نے ولید کے حالات و اشعار جمع کیے تھے جن میں اس کے فسق و فجور، حماقت و بے وقوفی، قرآن کریم میں کمی و بیشی اور اللہ تعالیٰ کے انکار کے تحریری مضامین تھے۔ اللہ کا احسان ہے کہ وہ سب تلف و برباد ہو گئے۔

ذہبی کا بیان ہے ولید کا کافر اور زندیق ہونا تو صحیح نہیں البتہ وہ شرابی اور لونڈے باز تھا۔ اسی لیے لوگوں نے اس پر خروج کیا۔ مہدی کے سامنے ولید کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے اس کو زندیق کہا تو مہدی نے اس سے کہا خاموش! وہ اللہ کا خلیفہ تھا، اور یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی زندیق کو خلافت عنایت فرمائے۔

مروان بن ابی حفصہ کا بیان ہے کہ ولید سب سے زیادہ خوبصورت اور مضبوط تھا، اور وہ اعلیٰ درجہ کا شاعر بھی تھا۔

ابو زناد کا بیان ہے کہ ہشام سے زھری ہمیشہ ولید کے عیب بیان کیا کرتا اور کہتا تھا۔ ولید کو ولیعہد بنانا مناسب نہیں بلکہ ولیعہدی سے اس کو محروم کر دیا جائے، لیکن ہشام نے ولید کو ولیعہدی سے محروم نہیں کیا۔ اگر ولید کی حکومت میں زہری زندہ رہتا تو ولید اسے لازماً سزائیں دے دے کر قتل کراتا۔

ضحاک بن عثمان کا بیان ہے ہشام نے جب ولید کو محروم کر کے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنانا چاہا تو ولید نے کچھ شعر کہے جس کا خلاصہ یہ کہ دوسروں کی کینہ پروری کو کام میں لائیے۔

حماد کا بیان ہے میں ایک دن ولید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دو منجم آئے اور انھوں نے کہا حسب الحکم ہم نے حساب لگا کے دیکھا ہے کہ والا جاہ مزید سات سال بادشاہت فرمائیں گے اس پر میں نے دھوکہ دہی کے خیال سے کہا یہ لوگ جھوٹے ہیں لیکن میں علم نجوم کا ماہر ہوں۔ اور آثار بتا رہے ہیں جیسا کہ میں نے حساب کے ذریعہ معلوم کیا ہے کہ عالی قدر چالیس سال بادشاہت فرمائیں گے۔ اس پر ولید نے کہا ان دونوں کے کہنے سے رنج اور آپ کے کہنے سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ بخدا ہمیشہ کی زندگی کی خواہش رکھنے والوں کی طرح میں دولت جمع کرنا نہیں چاہتا بلکہ جسے علم ہو کہ آئندہ کل اس کا انتقال ہو جانے والا ہے اس کی مانند بے دریغ دولت خرچ کرنا پسند کرتا ہوں۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ایک حدیث لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ امت محمدیہ میں ولید نامی شخص پیدا ہوگا جو امت مسلمہ پہ فرعون سے بھی زیادہ سخت ترین مظالم کرے گا۔

ابن فضل اللہ نے مسالک میں لکھا ہے ولید بن یزید بڑا ہی ظالم، سرکش، حاسد، بے راہ، اپنے وقت کا فرعون، زمانہ بھر کا عیب دار۔ روز محشر اپنی قوم کے آگے آگے دوزخ میں جانے والا۔ لوگوں کو تکالیف دینے والا، بدانجام، ہلاک ہونے والا، قرآن کریم کو نیزہ پہ اٹھانے والا، فاسق و فاجر تھا اور گناہوں پہ بڑا ہی دلیر تھا۔

صولی نے سعید بن سلیم کی زبانی لکھا ہے کہ ابن مبادہ نے ولید بن یزید کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا تو ولید نے کہا تم نے آل رسالت مآبؐ کو ہم پہ فضیلت و ترجیح دی، جس کے جواب میں مبادہ نے کہا میں بھی جائز سمجھتا ہوں۔ کہ آل رسولؐ کے بعد آپ ہی سب سے زیادہ افضل و برتر ہیں۔

یزید ناقص ابوخالد بن ولید

یزید ناقص بن ولید بن عبدالملک نام تھا اور ابوخالد کنیت تھی۔ چونکہ اس نے فوج کی تنخواہیں کم کر دی تھیں اس لیے لوگ اس کو ناقص اور یزید ناقص کے لقب سے یاد کرتے تھے یہ اپنے چچازاد بھائی ولید کو قتل کرا کے غاصب طریقہ سے خلافت پر قابض ہو گیا۔ اس کی ماں کا نام شاہفرند تھا جو فیروز بن یزدجرد کی بیٹی تھی اور یزید ناقص کے نانا فیروز کی والدہ شیرویہ بن کسریٰ کی بیٹی تھی۔ اور شیرویہ کی ماں ترکی بادشاہ خاقان کی بیٹی تھی۔ اور فیروز کی نانی قیصر روم کی بیٹی تھی۔ جس پر یزید ناقص فخر کیا کرتا تھا۔

ثعالبی کا بیان ہے کہ یزید ناقص ددھیال اور ننھیال دونوں طرف سے نجیب الطرفین تھا، اور دونوں طرف سے بادشاہت وخلافت کا مالک تھا۔

سنہ ۱۲۶ھ میں اپنے چچازاد بھائی ولید کو قتل کرا کے یزید خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا اور حمد وصلوٰۃ کے بعد اس نے کہا بخدا میں اتراتا اور مستی نہیں کرتا، دنیا کا لالچی نہیں۔ حکومت کا مشتاق نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ مہربانی نہ کرے تو میں بڑا ہی گنہگار رہوں گا۔ اللہ سے ڈر کر اسلام کی بقا کے لیے میں نے خلافت کا بوجھ اپنے سر لیا ہے۔ میں تم کو قرآن کریم واحادیث نبویؐ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ہدایت کے نشانات کہنہ ہو گئے اور اہل تقویٰ کے انوار سرد ہو گئے۔ ظالموں اور ستمگروں نے حرام کو حلال کر لیا اور بدعت کے حامی بکثرت پھیل گئے۔ یہ تمام برائیاں دیکھ کر مجھے تم پر رحم آیا کہ گناہوں کی وجہ سے تم پر تاریکیوں کے پردے پڑ گئے ہیں اور تم سخت دل ہو گئے ہو تو پھر انسانی رحم وکرم نے ابھارا کہ نوع انسانی کو راہ راست پر لایا جائے چنانچہ میں نے اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ سے طلب خیر کی دعا کی کہ جو لوگ میری آواز پر لبیک کہیں ان کو اور ان کے شہروں کو فتنہ وفساد اور بلاؤں سے محفوظ رکھ، چنانچہ اللہ نے میری دعا قبول کر لی۔ اور مجھے خلافت سے سرفراز فرمایا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے میں کسی قسم کی قوت وغالبیت نہیں ہے۔

لوگو! میں تمہارا خلیفہ اس لیے مقرر کیا گیا ہوں کہ تمہاری اینٹوں اور پتھروں کو بیکار وبرباد ہونے سے محفوظ رکھوں۔ جب تک سرحد درست نہیں کر لوں گا اور رخنہ اندازیوں کا سدباب نہ کر لوں گا اس وقت تک کسی شہر سے کوئی رقم وصول نہیں کروں گا۔ اور جو کچھ لیا جائے گا وہ تمہاری مصلحت وقوت پر صرف کیا جائے گا۔ تمہارے ایک شہر کی درستی وخوشحالی کے بعد جو رقم فالتو ہو گی وہ تمہارے برابر کے شہر پر خرچ کی جائے گی،

تاکہ تم سب برابر برابر نظر آتے رہو اور ایک کو دوسری پر برتری جتانے کا استحقاق نہ ہو سکے اور ساتھ ہی ساتھ تمھاری معاشی حالت بلند و بالا ہو جائے اور تم برابر کے شہری کہلا سکو۔ اگر تم نے میری بیعت کر لی تو میں اپنے بیان کردہ ارمانوں اور آرزوؤں کی تکمیل کے لیے تمھارا ہوں۔ اور اگر تم خوش نہیں ہو تو زبردستی تم سے بیعت لینا نہیں چاہتا۔ اس صورت میں اگر مجھ سے بہتر و برتر کوئی شخص تم کو نظر آرہا ہو جس کی تم بیعت کرنا چاہتے ہو تو مجھے بھی بتلاؤ تاکہ تم سے پہلے میں اس کے ہاتھ پر بیعت کر لوں اور اس کا فرمانبردار ہو جاؤں۔

اب آخر میں تمھارے اور اپنے لیے بارگاہِ الٰہی میں مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

یزید ناقص کا اسلامی جوش

عثمان بن ابی العاتکہ کا بیان ہے یزید ناقص ہی وہ پہلا خلیفہ تھا جو عیدین کے موقع پر ہتھیار لگا کر عیدگاہ گیا۔ عیدین میں قلعہ کے دروازہ سے عیدگاہ تک گھوڑے سوار اور دوسری فوج ہتھیاروں سے لیس سڑک کے دو رویہ قطار باندھے کھڑی رہی۔ اور اس دو رویہ قطار کے بیچ میں سے یزید ناقص ہتھیار لگائے عیدگاہ گیا اور اسی شان سے واپس ہوا۔

نصائح

ابو عثمان لیثی کا بیان ہے کہ یزید ناقص نے بنو امیہ سے کہا اے بنو امیہ! تم لوگ گانے بجانے اور راگ رالنی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ اس کی وجہ سے شرم و حیا جاتی رہتی ہے۔ خواہشاتِ نفسانی کی زیادتی ہو جاتی ہے، مروّت ختم ہو جاتی ہے اور اسی کی وجہ سے شراب خوری کی عادت پڑجاتی ہے اور انسان وہ برے کام کرنے لگتا ہے۔ جو بدمست اور پاگلوں کے طور ہیں۔ یاد رکھو اگر تم گانا بجانا نہ چھوڑو گے تو نیک و صالح خواتین کو برباد کر دو گے کیونکہ گانا بجانا دراصل زناکاری کا پیش خیمہ ہے۔

طور طریقہ

ابن عبدالحکم کا بیان ہے میں نے امام شافعیؒ کو فرماتے سنا ہے کہ یزید بن ولید نے خلیفہ ہونے کے بعد لوگوں کو عقیدہ قدریہ کی دعوت دی اور تمام رعایا کو اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے کے عقیدہ کا قائل و حامل بنایا۔ اور اصحاب غیلان کے قریب ہو گیا۔

تاریخ وفات

یزید بن ولید نے زیادہ مدت تک خلافت نہیں کی بلکہ سال خلافت میں، ذی الحجہ ۱۲۶ھ کو انتقال کیا۔ یعنی اس کی خلافت کی مدت صرف چھ ۶ ماہ رہی۔ بروقت انتقال یزید کی عمر (۳۵) سال کی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ (۴۶) سال کی عمر پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ مرض طاعون میں مبتلا ہو کر یزید ناقص نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔

ابراہیم بن ولیدؒ

ابراہیم بن ولید بن عبد الملک بن مروان نام تھا اور ابو اسحاق کنیت تھی، اپنے بھائی یزید ناقص کے انتقال کے بعد اس نے لوگوں سے بیعت لی، بعض کہتے ہیں یہ ولیعہد تھا اور بعض کہتے ہیں، کہ ولیعہد مقرر نہیں ہوا تھا۔

برد بن سنان کا بیان ہے یزید ناقص کے پاس میں اس کی آخری دم پہنچا تھا کہ تھوڑی دیر بعد قطن بھی وہاں آگئے۔ اور انہوں نے کہا آپ کی رعایا نے مجھے مندوب بنا کر اللہ کے واسطے استفسار کیا ہے کہ آپ نے اپنے بھائی ابراہیم کو ولیعہد خلافت کیوں مقرر کیا۔ اس سوال پر یزید ناقص نے برہم ہو کر کہا بلحاظ اقتدار ہم نے ابراہیم کو والی بنایا ہے اس کے بعد کہا اے ابو العلاء آپ بتایئے کہ آخر کسے ولیعہد مقرر کروں؟ اس سے ابو العلاء قطن نے کہا میرے مشورہ کے بعد آپ کسی دوسرے سے مشورہ نہ لیں تو عرض کروں، اس سے آگے قطن کچھ کہنے نہ پاتے تھے کہ یزید ناقص نے آنکھیں بند کرلیں اور میں سمجھا کہ ان کی روح پرواز ہوگئی، چنانچہ قطن نے وہیں بیٹھے بیٹھے ایک خط منجانب یزید تقرری ولیعہدی کا از خود مرتب کیا اور لوگوں کو بلا کر اس تحریر ولیعہدی کی شہادت لے لی __ لیکن واقعہ یہ ہے کہ بخدا یزید ناقص نے کسی کو ولیعہد مقرر نہیں کیا۔

مُدّت خلافت ابراہیم بن ولید نے ستر دن خلافت کی تھی کہ مروان بن محمد نے خروج کر کے اپنی بیعت لینا شروع کی، اس افرا تفری میں ابراہیم جان بچا کر بھاگ نکلا۔ پھر ایک عرصہ بعد واپس ہو کر خود خلافت سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا اور امور سلطنت مروان بن محمد کے حوالہ کر کے خود بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس واقعہ کے بعد ۱۳۲ھ تک ابراہیم بن ولید زندہ رہا لیکن جنگ سفاح میں بنو امیہ کے دیگر مقتولین کے ساتھ قتل کیا گیا ____

علمی قابلیت ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن ولید نے امام زہری سے احادیث کا درس لیا اور اپنے چچا ہشام کی زبانی احادیث بیان کیں۔ اور پھر ان کے بیٹے نے ان کی زبانی احادیث و روایات بیان کی ہیں۔

مادری سلسلہ ابراہیم بن ولید کی والدہ اُمِّ ولد تھیں یعنی ان کے والد کی کنیز تھیں جن کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوئے اور مروان، حمار بن محمد کا ماں کے رشتہ سے بھائی ہوتا تھا جس نے ۲۴ صفر

۱۲۷ھ میں دستبرداری کی۔

ابراہیم کی شخصیت مدائنی نے لکھا ہے ابراہیم کے متعلق بعض کہتے ہیں وہ خلیفہ تھا کیونکہ ولیعہد مقرر ہوا تھا۔ بعض اسے صرف بادشاہ کہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کی بیعت ہی سے سرے سے انکار کرتے ہیں ایک شاعر نے لکھا ہے۔ ہم ہر جمعہ کو ابراہیم بن ولید کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور ابراہیم کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا "ابراھیم تیق باللہ"

مروان الحمار

بنی امیہ کا آخری بادشاہ

مروان بن محمد بن مروان بن حکم بن ابو العاص نام اور ابو عبد الملک کینت تھی، جہدی اس لئے کہتے ہیں کہ جہد بن درہم کا شاگرد تھا اور حمار اس لئے کہتے ہیں کہ خارجیوں کے مقابلہ میں اس کے گھوڑے کا نمدہ کبھی خشک نہیں ہوا اور یہ ہمیشہ ان سے برسرپیکار رہا، اور جنگی تکالیف کو ہنسی خوشی برداشت کرتا رہا۔ چونکہ مثل مشہور ہے کہ فلاں شخص جنگ میں گدھے سے بھی زیادہ صبر کرتا ہے اسی وجہ سے مروان، حمار کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں عربوں کا دستور ہے کہ ہر صدی پر ہونے والے بادشاہ کو حمار کہتے ہیں۔ چونکہ بنو امیہ کی بادشاہت کو تقریباً سو سال ہو رہے تھے اس لئے مروان کو حمار کا لقب دیا گیا،

پیدائش و دیگر مختلف حالات ۷۲ھ میں بمقام جزیرہ، مروان کی پیدائش ہوئی جہاں ان کے والد حاکم اعلیٰ تھے، اس کی ماں ام ولد تھی مروان بادشاہت سے پہلے بڑے بڑے مقامات کا حاکم اعلیٰ رہ چکا تھا۔

۱۰۵ھ میں اس نے قونیہ (ترکی کا قدیم مرکز) فتح کیا، شہسواری، اقدام، مردانگی، قوت، رفتار، ہوشیاری وجفاکشی میں مروان بڑا مشہور تھا۔

خلافت ولید کے قتل کی اطلاع اسے آرمینیہ میں ملی تو اس نے وہاں اپنے بہی خواہوں سے اپنی بیعت لی۔ اور پھر جب یزید ناقص کے انتقال کی خبر ملی تو اس نے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور آرمینیہ سے چل کر ابراہیم پر یلغار کر دی پھر اسے شکست دے کر وہاں کے لوگوں سے بھی اپنی بیعت لی۔ اور نصف ماہ صفر ۱۲۷ھ میں اپنی خلافت مضبوط و مستحکم کر لی۔

خلفشار مروان نے خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلے یہ کام کیا کہ خلیفہ ولید کو قتل کرنے کے جرم میں یزید ناقص کی لاش اس کی قبر سے نکلوا کر سولی پر لٹکوائی۔ مروان نے اپنے عہد خلافت میں کسی قسم کی خوشی

و مسرت نہیں اٹھائی کیونکہ ۱۳۲ھ تک ہر سمت سے اس پر حملے ہوتے رہے اس کے بعد بنو عباس میں سے عبداللہ بن علی نے جو سفاح کا چچا تھا دھاوا کیا۔ چنانچہ موصل کے قریب گھمسان کا رن پڑا اور اس جنگ میں مروان شکست کھا کر شام کی جانب بھاگ نکلا۔ جہاں پھر عبداللہ نے اس کا تعاقب کیا، آخر کار مروان بھاگ کر مصر پہونچا، جہاں عبداللہ کے بھائی صالح نے اس کا پیچھا کیا۔

تاریخ انتقال مروان مصری علاقہ میں تھا کہ موضع بوصیر میں صالح نے مروان کو گھیر لیا اور دو دو ہاتھ ہونے کے بعد آخر کار ماہ ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں صالح کے ہاتھوں مارا گیا۔

انتقال کرنیوالے مشاہیر مروان حمار کے زمانہ میں حسب ذیل مشہور حضرات نے داعی اجل کو لبیک کہا سدی کبیر، مالک بن دینار، زاہد، عاصم بن ابی نجود مشہور قاری، یزید بن ابی حبیب شیبہ بن نصاح مشہور قاری، محمد بن منکدر، مدینہ منورہ کے مشہور قاری، ابو جعفر یزید بن قعقاع، ابو ایوب سختیانی ابو زناد، ہمام ابن منبہ، واصل بن عطاء معتزلی وغیرہ۔

عبرتناک انجام صولی نے محمد بن صالح کی زبانی لکھا ہے کہ مقتول مروان کا سر کاٹ کر عبداللہ بن علی کے پاس پیش کیا گیا۔ تو عبداللہ بن علی نے مروان کا سر علیحدہ رکھوا دیا، پھر ایک بلی نے آکر مروان کی زبان نکالی اور اسے چبا کر کھا گئی ــــ یہ واقعہ دیکھ کر عبداللہ بن علی نے کہا زمانہ کا سب سے عجیب و نایاب واقعہ یہ دیکھنے میں آیا کہ مروان مقتول کے سر میں سے اس کی زبان کھینچ کر بلی چبا کر کھا گئی اور یہ واقعہ ہم سب کے لئے عبرت ناک ہے۔

سفاح

خلفائے بنو عباس کا پہلا تاجدار

سفاح عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم نام تھا اور ابو العباس کنیت تھی بقول کسے ۱۰۴ھ اور بقول بعض ۱۰۸ھ میں علاقہ بلقاء کے موضع حمیمہ میں پیدا ہوا اور وہیں اس کی پرورش ہوئی اس کی ماں کا نام رائطہ حارثیہ تھا۔ یہ المنصور کا چھوٹا بھائی تھا اس نے اپنے بھائی امام بن محمد سے احادیث پڑھیں اور اس کی زبانی اس کے چچا عیسیٰ بن علی نے روایات بیان کی ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں ابو سعید خدری کی زبانی یہ حدیث لکھی ہے کہ فتنہ و فساد کے زمانہ میں امت مسلمہ میں سے ایک شخص جس کا نام سفاح ہے پیدا ہوگا وہ مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کو مال و دولت تقسیم کرے گا ــــ عبیداللہ عیشی کا بیان ہے میرے والد اپنے اساتذہ کی زبانی کہتے تھے کہ بنو عباس اس وقت خلیفہ ہونگے

جب کہ روئے زمین پر وہی سب سے زیادہ قرآن کریم کی تلاوت کریں گے وہی سب سے زیادہ عابد و پرہیز گار ہوں گے۔

ابن جریر طبری کا بیان ہے جس وقت رسول اکرمؐ نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا کہ آپ کی اولاد خلیفہ ہو گی۔ اسی وقت بنو عباس خلافت کے امیدوار بن گئے۔

رشید بن کریب کا بیان ہے جس وقت ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ نے علاقہ شام کی جانب خروج کیا تو محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے دوران ملاقات میں کہا اے میرے چچازاد بھائی ابو ہاشم میں راز کی بات تم سے کہتا ہوں اسے افشاء نہ کرنا جیسا کہ بعض لوگوں کو امید ہے کہ خلافت آپ ہی کو ملے گی، تو ابو ہاشم نے کہا اس کی مجھے بھی اطلاع ہے لیکن یہ بات تم بھی کسی سے نہ کہنا ــــــ مدائنی نے اکثر لوگوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہم سے امام محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے یزید بن معاویہ کے انتقال کے وقت اور پہلی صدی کی انتہا میں اور افریقہ کی جنگ کے زمانہ میں تین مرتبہ کہا ہے کہ ہمارے بلانے والے آئیں گے اور مشرق سے ہمارے مددگار اس طرح آئیں گے کہ ان کے گھوڑوں کی تعداد مغرب تک ہو گی۔

تخت نشینی کی صورت

ابراہیم بن ابی مسلم کے افریقہ میں قتل ہونے کے بعد جبکہ بربری بھی کامیاب نہ ہو سکے تو امام محمد نے ایک خراسانی کو حکم دیا کہ وہ خراسان جائے اور لوگوں کو آل محمدؐ سے رجوع کرنے کی طرف مائل کرے۔ اور کسی خاص شخص کا نام نہیں لیا، چنانچہ ابو مسلم خراسانی خراسان پہنچا اور امام محمد کے نقیبوں کو آپ کے خطوط حوالہ کئے جنہوں نے خطوط امام محمد کو سر آنکھوں پر رکھا۔ ابھی حالات قابو میں نہ آئے تھے کہ امام محمد نے ۱۳۲ھ میں انتقال کیا اور لوگوں نے ان کے فرزند ابراہیم بن امام محمد کے نام پر بیعت کر لی۔ جب اس واقعہ کی مروان بن محمد کو اطلاع ہوئی تو اس نے ابراہیم بن امام محمد کو گرفتار کرا کے قتل کرا دیا۔ اس واقعہ کے بعد مروان کے بھائی عبداللہ سفاح کے پاس لوگوں کی بکثرت آمدورفت شروع ہو گئی اور سب بیعت کرنے لگے ــ غرضکہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ میں عبداللہ سفاح نے کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ اور نماز جمعہ پڑھا کر دوران خطبہ میں کہا تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے اسلام کو پسندیدہ مذہب بتایا اور بزرگی و شرافت اور عظمت عنایت فرمائی اور ہم کو اسلام کی دولت سے سرفراز کر کے امداد و اعانت فرمائی اور ہمیں اسلام کا اہل اور قلعہ بنایا اور استحکام مرحمت فرما کر مکروہات کو نکال پھینکنے کا حکم صادر فرمایا پھر قرآن کریم کی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی رشتہ داری کا یوں تذکرہ کیا کہ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد اللہ نے امور اسلامی کی اجرائی صحابہ کرامؓ کے حوالہ کر دی اور صحابہؓ بحکم الٰہی و رسالت پناہی امور اسلامی کو انجام دیتے رہے یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا جس میں بنو حرب اور مروان پیدا ہوئے اور انہوں نے

بے انتہا جور و ستم کئے اور مظالم توڑنے پر کمر بستہ ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ ان ظالموں سے انتقام لیا اور ہمارا حق ہم کو دلایا تاکہ ہم ان لوگوں کی مدد کریں جو ستم و جور کی وجہ سے کمزور ہوگئے ہیں اور اللہ نے جس چیز کو ہمارے خاندان کے ساتھ شروع کیا تھا وہ ہم کو دوبارہ دے دی اور ہم آل محمدؐ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور وہی انشاء اللہ اچھے کام کرنے کی توفیق دے گا

اے کوفہ کے باشندو! تم ہماری محبت کے محل و مقام اور ہماری الفت کی منزل و فرودگاہ ہو۔ تم اپنی بیعت سے کنارہ کشی نہ کرنا اور ظالم و جابر تم کو تمہارے نیک ارادوں میں علیحدہ نہ کرنے پائیں تم ہمارے ساتھ اپنی خوش قسمتی کو دیکھو تاکہ تم پر مزید اکرامات و احسانات کی بارش ہو، میں نے تمہاری جاگیروں، مناصب وظائف اور تنخواہوں وغیرہ میں فی کس سَو روپیہ کا اضافہ کر دیا ہے، اب بالکل تیار ہو جاؤ، تم جانتے ہو کہ میں سفاح ہوں جو تم پر نیکیوں کے دریا بہائے گا اور اچھے کاموں کے عوض دولت کے کنوئیں تمہارے ہیں۔

عیسیٰ کا قتل عیسیٰ بن علی بن عبداللہ ہاشمی حجازی ثم البغدادی سچا اور صادق القول سلطان کا معتوب چودہ اشخاص کے ساتھ ہمارا جیسا مطالبہ کرتے ہوئے اپنے گھر موضع حمیمہ علاقہ بلقاء سے کوفہ جانے کے لئے روانہ ہوا تو اس کی اطلاع مروان کو ہوئی اور اس نے ان بہادروں اور باہمت لوگوں کو اس جرم میں قتل کر دیا کہ انہوں نے سفاح کی بیعت کر لی ہے۔ پھر مروان کو میدان جنگ میں شکست ہوئی اور بنو امیہ و دیگر بے شمار فوج کے ساتھ مارا گیا اس کے بعد اقصائے مغرب تک تمام ممالک پوری طرح عبداللہ سفاح کے قبضہ و تصرف میں آ گئے۔

اسپین سے قبضہ برخاست امام ذہبی کا بیان ہے کہ بہ عہد سفاح لوگوں میں تفرقہ اندازی اور پھوٹ پڑ گئی تھی چونکہ طاہرہ و طبسہ سے سوڈان تک کی رعایا کے دلوں میں سفاح کی محبت و ارادتمندی نہ رہی تھی اس لئے یہ ممالک اور اسپین کا پورا علاقہ اس کے ہاتھوں سے ایسا نکلا کہ اب تک ان پر دوبارہ قبضہ نہ ہو سکا۔

دارالخلافہ کی تبدیلی عبداللہ سفاح نے ۱۳۴ھ میں کوفہ کے بجائے انبار نامی مقام کو دارالسلطنت قرار دیا۔ جہاں اپنے بھائی ابو جعفر کو ولیعہد خلافت بنایا اور اسی مقام پر چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر ماہ ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں انتقال کیا۔

اقوال سفاح صولی نے سفاح کے یہ اقوال بیان کئے ہیں۔ جب اقتدار کی قوت وسیع ہو جاتی ہے، تو خواہشات کم ہو جاتے ہیں اور کوئی نیکی ضائع اور برباد نہیں ہوتی ——— کمینہ اور ذلیل وہ ہیں جو بخل کو احتیاط اور بردباری کو ذلت تصور کرتے ہیں اگر بردباری کو حقیر تصور کیا جائے تو عفو کرنا بھی کمزوری

و عاجزی کہلائے گا ۔۔۔۔ صبر و ثابت قدمی بڑی اچھی چیز ہے تاوقتیکہ اس کے سبب سے اسلام میں کوئی خلل پیدا نہ ہوا اور حاکم اعلیٰ میں سستی رونما نہ ہو ۔۔۔۔ سخاوت اتنی ہی اچھی ہے جتنی کہ سکت و قوت ہو۔

خصائل سفاح

صولی کا بیان ہے سفاح بڑا سخی سردار تھا جب کسی سے کوئی وعدہ کر لیتا تو اسے پورا کئے بغیر مجلس برخاست نہ کرتا، ایک مرتبہ عبداللہ بن حسن نے اس سے کہا میں نے ایک لاکھ درہم کا نام سنا ہے لیکن آنکھوں سے کبھی دیکھے نہیں، جس پر سفاح نے ایک لاکھ درہم منگوا کر عبداللہ کے ساتھ ان کے گھر بھجوا دیئے۔

سفاح کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا، اللہ ثِقَۃُ عَبْدُاللّٰہِ وَبِہٖ یُؤْمِنُ ۔۔۔ اور سفاح نے برائے نام شعر بھی کہے ہیں ۔۔۔۔ سعید بن مسلم باہلی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسن ایک مرتبہ سفاح کے پاس وقت پہونچے جبکہ سفاح کا دربار بنو ہاشم اور شیعہ اور دیگر معززین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور سفاح کے ہاتھ میں قرآن شریف تھا، عبداللہ بن حسن نے کہا اے امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہم لوگوں کا جو حق مقرر کر دیا ہے وہ عنایت فرمایا جائے تو سفاح نے کہا آپ کے پردادا حضرت علیؓ ہم سب سے زیادہ بہتر و برتر اور منصف و عادل تھے۔ انہوں نے آپ کے دادا حضرات حسنینؓ کو جو آپ سب سے زیادہ افضل و بہتر تھے جو کچھ عنایت فرمایا اتنا ہی آپ کی خدمت میں پیش کرنا مجھ پر واجب ہے، اگر اتنا ہی دوں تب تو عدل و انصاف ہے اور اگر آپ زیادہ کے طلبگار ہیں تو میں اس مُوقف میں نہیں ہوں کہ ان سے زیادہ بڑھ جاؤں، یہ سن کر عبداللہ بن حسن بن علیؓ بن ابی طالبؓ خاموش ہو گئے اور سفاح کی معقول تقریر کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور دیگر تمام لوگوں کو سفاح کی حاضر جوابی نے حیرت زدہ کر دیا۔

دیگر کوائف

مؤرخین کا بیان ہے بنو عباسیوں کے عہد حکومت میں مسلمانوں میں تفرقہ اندازی ہو گئی ۔۔۔ دفاتر سے عربوں کو نکال کر ان کی جگہ ترک بھرتی کرائے گئے۔ اور مملکت دیلم پر جہاں کے باشندوں کے بال گھونگریالے ہوتے ہیں ترکوں کا تسلط ہو گیا۔ اور ترکوں کی عظیم الشان حکومت قائم ہو گئی اور دنیا کئی حصوں میں بٹ گئی جن کا الگ الگ ایک حاکم بن گیا۔ لوگ عام طور پر بے راہ ہو گئے۔ اور قہر و غضب الٰہی نازل ہونے لگا ۔۔۔۔ سفاح کی عادت تھی کہ خون ریزی کرنے میں بہت جلد پیش قدمی کیا کرتا تھا اسی لئے اس کے ماتحتین نے مشرق و مغرب میں ظلم و خونریزی کا بازار گرم کر دیا تھا سفاح خونریزی کا شوقین ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا ہی سخی اور فراغدل بھی تھا۔

انتقال

سفاح نے اپنے نئے دارالسلطنت انبار کے مقام پر چیچک کے مبتلا ہو کر ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں انتقال کیا۔

مشاہیر وقت عبداللہ سفاح کے دورِ حکومت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا ؛ زید بن اسلم، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم، مدینہ منورہ سے مشہور عالم و فقیہہ، ربیعۃ الرائی عبدالملک بن عمیر، یحییٰ بن اسحٰق حضرمی، عبدالحمید مشہور خطاط و کاتب جو مروان کے ساتھ تھے بوصیری شہید کیے گئے، منصور بن معتمر، ہمام بن منبہ وغیرہ۔

منصور ابوجعفر عبداللہ

منصور ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ ابن عباس کی والدہ کا نام سلامہ بربریہ تھا جو ام ولد تھی۔ یہ ۹۵ھ اپنے دادا کی موجودگی میں پیدا ہوا۔ مگر ان سے کوئی روایت بیان نہیں کی بلکہ آپنے محمد اور عطاء بن یسار کے ذریعہ اکثر روایات بیان کی اور اس کی زبانی اس کے بیٹے مہدی بن ابوجعفر عبداللہ نے روایات بیان کی ہیں۔

منصور کو اس کے بھائی سفاح نے ولیعہد خلافت مقرر کیا تھا جس کی لوگوں نے اسی وقت بیعت کی تھی۔ منصور، بنو عباس میں سب سے زیادہ پر ہیبت، بہادر، مستقل مزاج، صائب رائے، صاحب جبروت، دولت جمع کرنے والا، کھیل کود سے متنفر، نہایت عقلمند، علم و ادب کا گہوارہ اور عظیم الشان فقیہہ و عالم تھا۔ اس نے بکثرت مخلوق الٰہی کو قتل کر کے اپنی حکومت مضبوط و مستحکم کی، اور یہ منصور ہی وہ شخص ہے جس نے امام ابوحنیفہؒ کو قاضی و جج بنانے کے سلسلے میں جیل خانہ بھیجا جہاں آپ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ امام اعظمؒ نے منصور پر خروج کرنے کا فتویٰ دے دیا تھا اس لئے منصور نے آپ کو جیل خانہ میں بند کر دیا اور زہر دے کر شہید کیا۔

منصور بڑا فصیح و بلیغ اور سخن گو تھا۔ حکومت اس کی فطرت میں تھی، وہ بڑا حریص اور بخیل تھا چونکہ یہ اپنے ماتحتین سے پیسہ پیسہ اور دانے دانے کا حساب و کتاب لیا کرتا تھا اس لئے ابوالدوانیق[1] اس کا لقب مشہور ہو گیا تھا۔

---

[1] دوانیق جمع ہے داناق کی جو اصل میں دانق ہے۔ اور دانق کہتے ہیں ایک درہم کے چھٹے حصہ کو۔ اور درہم ہوتا ہے ساڑھے تین ماشہ کا یعنی ایک دانق برابر ہے وزن میں تقریباً چار رتی کے۔ اور چار رتی چاندی کی قیمت ایک روپیہ فی تولہ کے حساب سے ایک آنہ ہوتی ہے، حالانکہ دوسری صدی ہجری میں چاندی کی قیمت دو آنہ تولہ سے بھی کم تھی اور دانق ایک پائی سے بھی کم کی مقدار ہوتی تھی۔ از مترجم

خطیب نے ضحاک کے حوالہ سے ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا امت محمدیہ میں سفاح، منصور اور مہدی پیدا ہوگا (امام ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث منکر اور منقطع ہے) نیز خطیب و ابن عساکر وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا ہماری ملت میں سفاح، منصور اور مہدی پیدا ہوں گے (امام ذہبی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صالح ہیں) اور ابن عساکر نے بذرائع متصلہ ابوسعید خدری کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے رسالتمآبؐ کو فرماتے سنا ہے ہماری امت میں قائم، منصور، سفاح اور مہدی پیدا ہوں گے القائم کے عہد خلافت میں چلو بھر خون بھی نہیں بہے گا، المنصور کی رائے کبھی تبدیل نہ ہوگی۔ السفاح دولت لٹائے گا اور خون بہائے گا لیکن المہدی اپنے عہد خلافت کے دوران ملک کو عدل و انصاف سے ہر طرح پر اور مالامال کرے گا جس طرح کہ اس کی خلافت سے پہلے پورا ملک ظلم اور جفا کاری سے بھرا ہوا تھا۔

منصور کا بیان ہے میں نے دیکھا کہ میں حرم شریف میں ہوں اور رسالتمآبؐ کعبہ کے اندر تشریف فرما ہیں۔ اور کعبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اتنے میں ایک منادی نے پکارا عبداللہ کہاں ہے تو میرے بھائی ابوالعباس سفاح سیڑھیاں چڑھ کر کعبہ کے اندر گئے اور وہاں سے تھوڑی دیر بعد ایک نیزہ لئے ہوئے نکلے جس پر تقریباً چار ہاتھ کا سیاہ پرچم لہرا رہا تھا۔[1]

اس کے بعد منادی نے پھر آواز دی عبداللہ کہاں ہے۔ چنانچہ میں المنصور چلا اور سیڑھیاں طے کر کے کعبے کے اندر جاکر رسالتمآبؐ کے سامنے کھڑا ہوگیا رسول اللہؐ کے پاس حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور بلالؓ موجود تھے۔ سرور عالمؐ نے قول و قرار لیا اور امت مسلمہ کے لئے وصیتیں فرمائیں اور میرے سر پر ایک عمامہ (پٹکا) باندھا جس کے تئیس ۲۳ پیچ تھے اور پھر فرمایا اے ابوالخلفاء تم قیامت تک کے لئے یہ لے لو ——

کارنامے

۱۳۷ھ کے اوائل میں منصور خلیفہ ہوا اور سب سے پہلے ابومسلم خراسانی کو قتل کیا جس نے بنو عباس کو خلیفہ بنانے میں جان توڑ کوشش کی تھی اور بنو عباس کی خلافت و حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی ——

۱۳۸ھ میں عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان اموی نے اسپین پر چڑھائی کی اور وہاں کا خود مختار بادشاہ بن گیا، وہ عرصہ تک وہاں کا بادشاہ رہا اور چار سو سال تک اس کی اولاد کا وہاں قبضہ رہا، یہ عبدالرحمن صاحب علم و انصاف تھا اور اس کی ماں بھی بربری تھی۔

ابومظفر ابی وردی کا بیان ہے لوگ کہتے ہیں کہ پوری دنیا میں صرف دو ہی بادشاہ حکومت کر رہے

---

[1] یعنی ابوالعباس سفاح کو پرچم سیاہ عنایت کیا گیا۔

ہیں اور دونوں کی ماں بربری قوم کی ہے۔ ایک کا نام عبدالرحمٰن بن معاویہ ہے اور دوسرے کا منصور جو سندھ دنیا پر بادشاہت کر رہا ہے۔

۱۴۰ھ میں منصور نے بغداد شہر کی بنیاد ڈالی اور بغداد آباد کیا۔

۱۴۱ھ میں قصبہ ریوند کا فرقہ ریوندیہ پیدا ہوا جو تناسخ کا قائل تھا اسے منصور نے تہ تیغ کرایا، اور اسی سال طبرستان فتح کیا۔

امام ذہبی کا بیان ہے ۱۴۳ھ میں اس زمانہ میں علمائے اسلام نے حدیث، فقہ اور تفسیر کو مدون و مرتب کرنا شروع کیا، چنانچہ ابن جریج نے مکہ میں، امام مالک نے مدینہ میں، اوزاعی نے شام میں، ابن ابی عروبہ و حماد بن سلمہ وغیرہ نے بصرہ میں، معمر نے یمن میں، سفیان ثوری نے کوفہ میں، احادیث مرتب و مدون کرنا شروع کیں۔ ابن اسحاق نے مغازی اور امام ابوحنیفہؒ نے فقہ اور قیاس پر کتابیں تالیف کیں[1] اس کے تھوڑے دنوں بعد ہشیم، لیث، ابن لہیعہ نے اور پھر ابن مبارک، ابو یوسف، ابن وہب نے تصنیفات پیش کیں اس کے بعد علوم کی باب وار ترتیب کرنے کی جانب اکثر لوگ مائل ہو گئے اس کے علاوہ ادب، تاریخ، لغت، اور سیرت پر کتابیں تالیف کی گئیں اس زمانہ سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ ائمہ و علماء اپنی قوت حافظہ کے ذریعہ تعلیم دیا کرتے تھے یا پھر بعض لوگوں کے پاس چند غیر مرتب کتابیں تھیں جن کی مدد سے درس دیا کرتے تھے۔

۱۴۵ھ میں دونوں بھائیوں محمد بن و ابراہیم فرزندان عبداللہ بن حسن ابن حسن بن علی بن ابی طالب نے منصور پر خروج کیا اور منصور نے دونوں کو میدانِ جنگ میں شکست دے کر دونوں کو قتل کر دیا جن کے ساتھ اکثر سید زادے بھی شہید ہوئے۔

المنصور ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے عباسیوں اور علویوں کے درمیان فتنہ انگیزی کی حالانکہ اس فتنہ و فساد سے پہلے یہ دونوں متفق و متحد تھے۔ نیز المنصور نے ان علماء کو بھی سخت تکلیفیں پہنچائیں جنھوں نے محمد و ابراہیم کے ساتھ خروج کیا تھا یا خروج کرنے کا فتویٰ دیا تھا، اکثر علماء کو قتل کیا اور بیشتر عالموں کو سخت ترین تکالیف میں مبتلا کر دیا، ان مظلوم علماء میں امام اعظم ابوحنیفہؒ، عبدالحمید بن جعفر، ابن عجلان کا نام سرفہرست ہے کیونکہ انہوں نے محمد و ابراہیم کے ساتھ ہو کر خروج کرنے کا فتویٰ دیا تھا اور انہیں مظلومین میں مالک

---

[1] رائے و قیاس صحیح وہ ہے جو قرآن و احادیث نبویؐ سے اخذ کی گئی۔ اور جس کے بارے میں قرآن کریم کی کسی آیت سے تردید و تصادم وغیرہ نہیں ہوتا اور اجماع صحابہ نے اپنے اس رائے و قیاس کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اسی قیاس پر امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مسائل فقہ و قیاس و رائے تحریر فرمائے ہیں۔

بن انس کا نام بھی شامل ہے ان علماء نے فتویٰ دینے کے بعد کہا ہم المنصور کی بیعت کر چکے ہیں خلیفہ منصورؔ نے جواب دیا تم لوگوں نے مجبوراً بیعت کی ہے اس لئے تم کو امان نہیں مل سکتا۔

۱۴۶ھ میں جنگ قبرص ہوئی۔

۱۴۷ھ میں منصور نے اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو ولیعہدی سے خارج کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولیعہد بنایا حالانکہ عیسیٰ کو سفاح نے ولیعہ خلافت بنایا تھا کہ منصور کے بعد عیسیٰ خلیفہ ہوگا اور یہ عیسیٰ بن موسیٰ وہ شخص ہے جس نے منصور کی حمایت میں محمد و ابراہیم فرزندان عبداللہ بن حسن سے دو بدو جنگ کر کے فتح پائی تھی اور عیسیٰ کی ہمنوائی و امداد کرنے کا یہ بدلہ دیا کہ اسے ولیعہدی سے خارج کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولیعہد سلطنت مقرر کر دیا۔

۱۴۸ھ میں تمام ممالک منصور کے قبضہ وتصرف میں آگئے اور لوگ اس کی ہیبت سے کانپنے لگے جزیرہ اسپین کے سوائے تمام دیگر ممالک پر منصور کی حکومت قائم ہوگئی اسپین پر عبدالرحمٰن بن معاویہ اموی مروانی کا تسلط تھا وہ اگرچہ امیرالمؤمنین نہیں کہلاتا تھا تاہم اسپین کا بادشاہ و حاکم اعلیٰ مشہور تھا اسی طرح عبدالرحمٰن کے بعد اس کے لڑکوں نے بھی اسپین پر حکومت کرتے ہوئے خود کو صرف خود مختار حاکم اعلیٰ و بادشاہ کہلوایا۔

۱۴۹ھ میں منصور نے بغداد کو مکمل تعمیر و آباد کرایا۔

۱۵۰ھ میں خراسانی فوج نے منصور کی اطاعت سے منہ موڑا اور امیر استاد سیس کو اپنا حاکم قرار دیا جس نے خراسان کے اکثر حصہ پر قبضہ کر لیا۔ جس کی وجہ سے ہیبت ناک مکمل شر و فساد رونما ہو گیا۔ منصور کو استاد سیس اور خراسانی فوج کی یہ حرکت سخت ناگوار ہوئی، چنانچہ تین ہزار فوج نے فارس اور اجل کے درمیان میدان کارزار گرم کیا اور منصور کے سالار فوج اجثم مروزی نے جوانمردی کے جوہر دکھائے لیکن بقضائے الٰہی مارا گیا جس کی وجہ سے منصور کی روانہ کردہ فوج نے راہ فرار اختیار کی، جب اس کی اطلاع منصور کو ہوئی تو اس نے سامان جنگ سے لیس لاتعداد فوج خازم بن خزیمہ کی سرکردگی میں دشمن کے مقابلہ میں روانہ کی۔ چنانچہ ایک وسیع میدان میں فوج نے ڈیرا ڈالا۔ اور فریقین نے نہایت ثابت قدمی اور پامردی سے مقابلہ کیا۔ چونکہ اس جنگ میں ستر ہزار جانیں تلف ہوئی تھیں اس لئے اس جنگ کا نام مشہور ہو گیا۔ گھمسان کے رن میں استاد سیس کو شکست ہوئی اور وہ اپنا لشکر لے کر ایک پہاڑ میں روپوش ہو گیا۔ لیکن سالار فوج خازم نے استاد سیس کے چودہ ہزار لشکری گرفتار کئے پھر ان کی گردنیں اڑا دیں۔ اس کے بعد ایک عرصہ تھا استاد سیس کا خازم نے محاصرہ باقی رکھا۔ چنانچہ استاد سیس نے مدت دراز کے بعد خود کو اور اپنے تیس ہزار لشکر کو منصور کی فوج کے حوالہ کر دیا۔

۱۵۱ھ میں منصور نے بلدۂ رصافہ کی بنیاد رکھی اور شہر آباد کرکے اس کو مضبوط و مستحکم کیا۔

۱۵۳ھ میں منصور نے اپنی رعایا کو حکم دیا کہ آئندہ سے وہ لازمی طور پر لمبی ٹوپیاں پہنا کریں، جو بانس اور کاغذ سے بنائی جاتی تھیں اور جسے عام طور سے حبشی استعمال کیا کرتے تھے۔

۱۵۸ھ میں منصور نے اپنے نائب مقیم مکہ معظمہ کو حکم دیا کہ ثوری اور عبد بن کثیر کو فوراً گرفتار کرا ا جائے۔ چنانچہ نائب نے دونوں کو گرفتار کرنے کے بعد لوگوں کو ڈرایا دھمکایا کہ دونوں کو فوراً گرفتار کرکے منصور نے قتل کر دیا۔ اسی زمانہ میں منصور نے حج کرنے کا ارادہ کیا لیکن صحیح و سالم مکہ پہنچنے کے بجائے مکہ میں جب داخل ہوا تو بیمار تھا اور اسی علالت کے دوران ۱۵۸ھ میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔

تاریخ انتقال

اللہ تعالیٰ نے منصور کی روح قبض کراکے لوگوں کو اس کے شر و فساد سے محفوظ کیا۔ منصور نے ماہ ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں بمقام بطن انتقال کیا اور کوہ حجون و چاہ میمون کے درمیانی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

دولت کی محبت

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ابوجعفر منصور خلیفہ ہونے سے قبل بزمانہ طالب علمی سفر کر رہا تھا ایک منزل پر ایک مکان میں ٹھہرنا چاہا تو وہاں کے چوکیدار نے کہا کہ یہاں ٹھہرنے سے پہلے دو درہم داخل کیجئے۔ منصور نے کہا ہم سے نہ لو، ہم بنو ہاشمی ہیں۔ تو اس نے کہا آپ پہلے دیجئے۔ تو منصور نے پھر کہا ٹھہرنے دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کی اولاد ہوں۔ اس پر چوکیدار نے پھر درہموں کا مطالبہ کیا تو کہا ہم سے نہ لو اس لئے کہ ہم قرآن کریم کے قاری ہیں اس نے مکرر سے مطالبہ کیا تو کہا ہم فقہ و حقوق وراثت کے عالم ہیں، غرضکہ چوکیدار دو درہم وصول کرنے پر اصرار کرتا رہا اور منصور اپنی متفرق حیثیتیں جتاتے رہے آخرکار مجبور ہوکر اسے دو درہم دیئے۔ اور اپنے سفر سے واپسی کے بعد منصور نے بڑی شدت و محنت سے مال و دولت جمع کرنا شروع کیا اور ایک ایک پائی اکٹھا کی یہاں تک کہ ابوالدوانیق کے لقب سے مشہور ہوگیا—

ربیع بن یوسف پہرہ دار کا بیان ہے میں نے منصور کو کہتے خود سنا ہے کہ چار خلفاء ہوئے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ اور چار ہی بادشاہ ہوئے ہیں، پہلے معاویہ، دوسرے عبدالملک تیسرے ہشام اور چوتھا میں خود بدولت بادشاہ ہوں۔

مالک بن انس کا بیان ہے میں ایک دن ابوجعفر منصور کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے میں نے کہا حضرات ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ کہا تو درست۔ میری بھی یہی رائے ہے——

اسماعیل فہری کا بیان ہے میں نے عرفہ کے دن منصور کو برسر منبر کہتے سنا۔ روئے زمین پر اللہ نے مجھے اس

لئے بادشاہ بنایا ہے تاکہ تمہاری دیکھ بھال کروں، تمہاری فلاح و بہبود کے طریقے استعمال کروں اور سرکاری خزانہ کا اس طرح حفاظت کروں کہ باحکام الٰہی ہیں سے اس میں سے تم کو عطیات تقسیم کروں اللہ تعالیٰ نے خزانہ کا مجھے قفل بنایا ہے اس کی منشاء و ارادہ کے موافق خزانہ کا تالا کھول کر تم پر عطا کئے جائیں گے اور جب وہ چاہے گا تو خزانہ کو مقفل کر دیا جائے گا، اس لئے اے لوگو! اللہ کی طرف مائل ہو جاؤ، اس سے مرادیں مانگو، آج ہی کے مبارک دن اس نے فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "(ترجمہ)" آج ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور ہم نے اپنی مکمل نعمتیں تم پر نازل فرمائیں اور تمہیں دولت اسلام سے سرفراز فرما کر ہم راضی ہیں"۔۔۔۔ دعا کرو کہ وہ مجھے راہ صواب دکھائے اور نیک راہ چلنے کے لئے وہ میری پشت پناہی کرے۔ تم پر احسان و نرمی کرنے کی توفیق دے اور تم پر بخشش و عطا کے لئے میرے دل کے دروازے کھول دے تاکہ عدل و انصاف کے ساتھ تمہارے وظائف و مناصب اور تنخواہیں وغیرہ تقسیم کر سکوں اور اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

صولی نے لکھا ہے کہ اس خطبہ کے اول میں یہ عبارت بھی ہے کہ منصور نے یہ خطبہ اس لئے دیا کہ لوگ اس کو بخیل کہتے تھے۔ اور اس خطبہ کے آخر کے الفاظ یہ ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا منصور نے لوگوں پر جود و سخا نہ کرنے کا سبب یہ بتایا کہ اللہ نے دینے دلانے سے منع کر دیا ہے۔

اصمعی وغیرہ کا بیان ہے کہ منصور نے برسر منبر کہا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ میں اس کی ثنا کرتا ہوں اسی سے مدد مانگتا ہوں اسی پر ایمان لایا اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے اور کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں ۔۔۔۔ منصور نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! ذرہ اپنا بھی تذکرہ کر دیا تو جواب دیا مناسب، درست ۔۔۔۔ تم نے بڑی بات کہہ کر مجھے خوف زدہ کر دیا، میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اس بات کے کہنے سے کہ جب انہیں اللہ سے ڈرنے کو کہا جائے تو وہ اور بھی زیادہ گناہوں میں پھنس جائیں۔ پند و نصیحت ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی اور ہم لوگ ہی نصائح کرتے ہیں۔ اور اے سوال کرنے والے! اس دریافت سے تمہارا مطلب اخلاص نیت نہیں ہے بلکہ یہی ذاتی خود نمائی ظاہر ہو رہی ہے تم سختیاں برداشت کرنے کے قابل ہو پھر اعتراض کرو! اور اے لوگو! میں اس اعتراض کرنے والے سے چشم پوشی کرتا ہوں اور تم بھی اس کی گرفت نہ کرنا۔ (اس سوال و جواب کے بعد خطبہ کا بقیہ حصہ پڑھنا شروع کیا) اور شہادت دیتا ہوں کہ حضرت مصطفیٰ اللہ کے بندہ اور رسول ہیں۔ اور یہ خطبہ منصور نے اس طرح پڑھا گویا وہ کسی لکھے ہوئے خطبہ کو پڑھ رہا ہے

خدا ترسی | منصور نے اپنے بیٹے مہدی سے کہا اے ابو عبداللہ! خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ تقویٰ کرے

بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ رعایا کے مصالح اور عامہ کو درست کرے اور رعایا پر واجب ہے کہ عدل وانصاف کے ساتھ اپنے کاروبار کی تکمیل کرتی رہے اور سب سے زیادہ قابل وہ شخص ہے جو عفو و درگزر کرے ۔ ، قدرت کے باوجود سزا نہ دے ۔ اور وہ شخص عقل سے بالکل پیدل ہے جو اپنے چھوٹوں پر مظالم کرتا ہو علاوہ ازیں بغیر غور و فکر کئے کسی کام کا پختہ ارادہ نہ کرنا کیونکہ عقل ہی وہ آئینہ ہے جس کے ذریعہ انسان اچھائیوں اور برائیوں میں تمیز و فرق کرتا ہے ۔ بیٹے ! اللہ کی نعمتوں پر ہمیشہ شکر کرتے رہو ، معاف کرنے کی عادت ڈالو ۔ تالیف قلوب کے ساتھ ساتھ اطاعت شعاری کرنا ۔ اور فتح و کامیابی کے بعد لوگوں کے ساتھ ہمیشہ عاجزی اور رحمدلی سے پیش آتے رہنا ۔۔۔۔۔۔۔

مبارک بن فضالہ کا بیان ہے ۔ ہم لوگ منصور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس نے ایک شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا اس پر میں نے کہا اے امیر المؤمنین ! مجھ سے امام حسنؓ نے کہا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے روزِ محشر منادی آواز دے گا جن لوگوں کا اللہ پر کوئی حق ہو وہ آگے آئیں اس اعلان پر صرف وہی لوگ آگے بڑھیں گے جنہوں نے دنیا میں دوسروں کو معاف کر دیا ہو گا ۔ میری یہ روایت سن کر منصور نے حکم دیا کہ اس مجرم کو بری کیا جاتا ہے اسے چھوڑ دیا جائے ۔

اصمعی کا بیان ہے منصور نے ایک مجرم کو سزا دینے کے لئے بلایا تو مجرم نے کہا اے امیر المومنین ! بدلہ لینا عدل و انصاف ہے اور معاف کر دینا اس سے بھی بہتر کام ہے اور اے امیر المومنین ! ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر کوئی مصیبت نہ ڈالے بلکہ آپ کے مرتبہ و عزت میں مزید ترقیاں دے ، یہ سن کر منصور نے اسے معاف کر دیا ۔

اصمعی نے یہ بھی لکھا ہے کہ منصور کے علاقہ شام میں ایک دیہاتی سے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے تمہارے گاؤں سے مرض طاعون دور کر دیا اور اس کا سبب یہ ہے کہ تم ہماری حکومت کے باشندہ ہو ۔ اس پر دیہاتی نے جواب دیا ۔ طاعون اور آپ کی حکومت دونوں برابر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم کو دوہری مصیبت میں گرفتار نہیں کرتا ۔

محمد بن منصور بغدادی کا بیان ہے کچھ متقی و پرہیز گاروں نے منصور سے کہا اللہ نے آپ کو دنیاوی نعمتیں دی ہیں ۔ کچھ کام اپنے نفس کے لئے بھی کیجئے اور اس رات کا دھیان رکھیئے جو قبر میں کاٹنا ہو گی اور اس دن کا بھی خیال کیجیے جس کے بعد پھر رات نہ آئے گی ۔ یہ سن کر منصور خاموش رہا اور ان کے آنے والے پرہیز گاروں کو مال و زر دینے کا حکم دیا اس پر ان میں سے ایک پرہیز گار نے کہا اگر ہمیں مال و زر کی ضرورت ہوتی تو تمہیں نصیحت نہ کرتے ۔

عبدالسلام بن حرب کا بیان ہے۔ منصور نے عمرو بن عبید کو بلوا کر کچھ زر نقد دیا تو عبدالسلام نے لینے سے انکار کیا جس پر منصور نے کہا آپ کو اللہ کی قسم آپ قبول فرما لیجئے تو عبدالسلام نے بھی کہا بخدا میں نہیں لوں گا اس پر مہدی نے عبدالسلام سے کہا امیرالمومنین نے قسم کھائی ہے آپ کو قبول کرنا پڑے گا جس کے جواب میں عبدالسلام نے کہا میری بہ نسبت امیرالمومنین کو کفارہ قسم ادا کرنا بالکل آسان ہے اس پر منصور نے کہا اچھا آپ اپنی ضرورت بیان فرمایئے تو عبدالسلام نے کہا اے امیرالمومنین جب تک میں خود حاضر نہ ہوں اس وقت تک مجھے طلب نہ فرمایئے اور دست سوال دراز کرنے تک مجھے کچھ نہ دیجئے، یہ سن کر منصور نے کہا آپ کو یہ بات معلوم ہوگی کہ میں نے مہدی کو ولیعہد حکومت بنا دیا ہے اس پر عبدالسلام نے کہا موت کے وقت آپ کو یہ امور یاد نہ رہیں گے بلکہ آپ کچھ دوسرے ہی امور میں مشغول و منہمک رہیں گے۔

عدل و انصاف

عبداللہ بن صالح کا بیان ہے منصور نے بصرہ کے جج سوار بن عبداللہ کو حکم بھیجا کہ زمین کے بارے میں گھوڑے ہانکنے والے اور تاجر کا جو مقدمہ پیش ہے اس میں گھوڑے ہانکنے والے کے حق میں فیصلہ دے دو۔ لیکن سوار بن عبداللہ نے امیرالمومنین کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ ثبوت و شہادت سے ثابت ہے کہ زمین تاجر کی ہے اور ثبوت کے خلاف میں دوسرا عمل نہیں کر سکتا جس پر امیرالمومنین نے دوبارہ حکم بھیجا بخدا تم تاجر کے موافق ہی فیصلہ صادر کرو۔ اس کے جواب میں سوار بن عبداللہ نے پھر یہی لکھا بخدا میں تاجر کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتا آخر کار سوار بن عبداللہ کا یہ جواب دیکھ کر امیرالمومنین منصور نے کہا بخدا میں نے روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیا ہے اور عدل و انصاف کے وجود کا یہ ثبوت ہے کہ میرے ہی مقرر کردہ جج انصاف کرنے کے لئے مجھ سے بار بار اصرار کر رہے ہیں۔

روایت ہے منصور سے کسی نے بصرہ کے جج سوار بن عبداللہ کی چغلی کی چنانچہ منصور نے جج صاحب کو بلوایا ابھی یہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے کہ منصور کو چھینک آئی جس پر سوار بن عبداللہ نے یرحمک اللہ نہیں کہا منصور نے پوچھا آپ نے یرحمک اللہ کیوں نہیں کہا سوار نے جواب دیا چونکہ آپ نے پہلے الحمد للہ نہیں کہا تھا منصور نے کہا میں نے دل میں الحمد للہ تو کہا تھا تو سوار نے کہا کہ میں بھی دل میں ہی یرحمک اللہ کہا تھا اس پر منصور نے کہا جایئے اپنے عہدہ کے کاروبار انجام دیجئے جب کہ آپ نے حق کے خلاف میری ہی موافقت نہیں کی تو دوسروں کی ہرگز رعایت نہیں کر سکتے۔

مخبر مدنی کا بیان ہے المنصور مدینہ طیبہ میں اس وقت آئے جبکہ محمد بن عمران طلحی مدینہ کے جج تھے اور میں ان کا پیشکار و میر منشی تھا، چند اونٹ والوں نے منصور پر دعویٰ دائر کیا تھا جج صاحب نے مجھے حکم دیا کہ مدعیٰ علیہ فریق ثانی (امیرالمومنین) کے نام سمن جاری کروں تاکہ ان کی حاضری میں مقدمہ کا فیصلہ

کیا جا سکے ، میں نے معذرت کی تو میری عذر خواہی قبول نہ کرتے ہوئے دوبارہ حکم دیا چنانچہ مدعی علیہ (امیرالمومنین) کے نام عدالت کی مہر سے سمن جاری کیا تو جج صاحب نے کہا تم خود جا کر اس سمن کی تعمیل کرو۔ آخر کار میں وہ سمن لئے ہوئے وزیر ذات خاص (پرسنل سکریٹری) ربیع کے پاس پہنچا اور ربیع نے یہ سمن امیرالمومنین کی خدمت میں پیش کیا اور پورا ماجرا بیان کیا پھر مدعی علیہ (امیرالمومنین) کی سمن پر تعمیلی دستخط لے کر ربیع نے باہر آ کر کہا لوگو! امیرالمومنین فرماتے ہیں عدالت میں میری طلبی ہوئی ہے اس لئے لاؤ لشکر ہمارے ساتھ نہیں جائے گا ، غرضیکہ پیشی کے دن منصور اور ربیع عدالت میں حاضر ہوئے اور حالت یہ تھی کہ جج صاحب یا ہم میں سے کوئی شخص بھی امیرالمومنین کی تعظیم کے لئے کھڑا نہیں ہوا ، یہاں تک کہ امیرالمومنین کی چادر کمرہ عدالت میں گر گئی تو انہوں نے خود ہی اپنے ہاتھ سے اٹھائی اور مدعیوں کے ثبوت و شہادت کی بناء پر جج نے امیرالمومنین کے خلاف فیصلہ دیا ——

فیصلہ سے فراغت پا کر امیرالمومنین نے جج سے کہا اللہ تم کو جزائے خیر دے تم مذہبی احکام اور حقوق کی پوری تعمیل کرتے ہو۔ اور اس نوبت پر میں تم کو یہ دس ہزار اشرفیاں بطور انعام دیتا ہوں۔

شخصی کردار

محمد بن حفص عجلی کا بیان ہے ابو دلامہ نے اپنے ہاں لڑکے کی پیدائش کی منصور کو اطلاع دی اور ایک خالی تھیلی سامنے پیش کی۔ منصور نے کہا یہ کیا ہے ! ابو دلامہ نے کہا آپ جو کچھ دینا چاہتے ہیں اس میں رکھوا دیجئے۔ چنانچہ منصور کے حکم پر اس تھیلی کو روپیوں سے بھر دیا گیا جس میں دو ہزار روپیہ آئے۔

محمد بن سلام جمحی کا بیان ہے کسی نے منصور سے پوچھا اب آپ کو کوئی دنیاوی تمنا ہے ! تو منصور نے کہا۔ آرزو یہ ہے کہ ایک سبزہ زار ہو ، اور اصحاب حدیث میرے چاروں طرف ہوں۔ جن سے احادیث نبوی سنتا رہوں اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔ دوسرے دن جب وزراء مملکت و اراکین حکومت اپنے اپنے سرکاری کاغذات لائے تو کہنے والے نے کہا امیرالمومنین مبارک ہو۔ آپ کی تمنا بر آئی۔ جس پر منصور نے کہا تم اصحاب حدیث نہیں بلکہ اصحاب حدیث کی شان تو یہ ہے کہ ان کے لباس بوسیدہ ہوتے ہیں وہ ننگے پاؤں ہوتے ہیں ان کے بال بڑھے ہوتے ہیں وہ دنیا میں صرف احادیث کے لئے گھومتے رہتے ہیں ——

ایک مرتبہ عبدالصمد بن علی نے منصور سے کہا آپ نے سزا دینے پر کمر باندھ رکھی ہے اور معاف کرنے کا کبھی نام ہی نہیں لیتے۔ اس پر منصور نے جواب دیا واقعہ یہ ہے کہ بنو مروان کا خون اب تک نہیں سوکھا اور آل ابو طالب کی تلواریں نیام میں نہیں ہوئیں اور ہم وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اب تک خلفاء کی ہیبت و عظمت جاگزین نہیں ہوئی ہے لوگ جب تک عفو و درگزر کا لفظ بھول نہ جائیں گے اس وقت تک سزا دہی

کا دستور جاری رہے گا ———

یونس بن حبیب کا بیان ہے ایک مرتبہ زیاد بن عبداللہ حارثی نے اپنے مناصب و تنخواہ وغیرہ کے لئے منصور کو فصیح و بلیغ الفاظ میں ایک درخواست دی جس پر منصور نے جواب دیا جس میں بلاغت و تونگری جمع ہو جاتی ہے وہ شخص خود پسند ہو جاتا ہے۔ اور امیر المومنین کو یقین ہے کہ تم اس مذموم حالت میں مبتلا نہ ہو گے بہر حال بلاغت کو ختم کرو۔

محمد بن سلام کا بیان ہے ایک ملازمہ نے منصور کو پیوند والی قمیض پہنے دیکھ کر کہا۔ یہ کیا! خلیفہ اور پھٹی ہوئی قمیض! جس کے جواب میں منصور نے کہا اے ملازمہ! یہ امر کوئی تعجب انگیز نہیں ہے۔

عسکری نے اوائل میں لکھا ہے بنو عباس میں منصور ویسا ہی بخیل تھا جیسا بنو امیہ میں عبدالملک تھا ایک شخص نے منصور کو پیوندوں والی قمیض پہنے دیکھ کر کہا اللہ کی قدرت ہے کہ بادشاہت کے باوجود بھی افلاس میں گرفتار رہے اس مضمون کو سلم الحادی نے نظم کی صورت میں ادا کیا جسے سن کر منصور اتنا خوش ہوا کہ اپنے گھوڑے پر نہ بیٹھ سکا بلکہ مسرت کے عالم میں گھوڑے پر سے زمین پر آ رہا پھر سلم الحادی کو آدھا درہم انعام کے طور پر دیا جس کے جواب میں سلم الحادی نے کہا میں نے ایک مرتبہ ہشام کو نظم سنائی تھی جس نے دس ہزار انعام دیا تھا جس پر منصور نے کہا اس نے بیت المال سے نہیں بلکہ اپنی جیب خاص سے دیئے ہوں گے اور اے ہوس ران! اب پھر کوئی ایسا حاکم مقرر کرلو جو ہشام کی طرح لیتا دیتا ہو۔ غرضیکہ انعام کے اس خواہشمند گویّوں نے منصور کا اتنا پیچھا کیا کہ منصور کو انعام دینا ہی پڑا۔

نیز لکھا ہے کہ ابن ہرمہ پکا شرابی تھا ایک مرتبہ اس نے منصور کو ایک نظم سنائی منصور نے خوش ہو کر کہا کہو کیا چاہتے ہو؟ ابن ہرمہ نے کہا اپنے گورنر مدینہ کے نام حکمنامہ جاری فرما دیجئے کہ نشہ کی حالت میں مجھے سزائے شرابی نہ دے۔ اس پر منصور نے کہا میں اللہ کی مقرر کردہ سزا میں دخل نہیں دے سکتا تو ابن ہرمہ نے کہا کچھ تو حیلہ جوئی کر دیجئے۔ چنانچہ منصور نے حاکم مدینہ کو لکھا ابن ہرمہ کو نشہ کی حالت میں پکڑ کے لانے والے کو سو درّے اور ابن ہرمہ کو اسّی درّے لگائے جائیں۔ چنانچہ حاکم مدینہ ابن عون خود ابن ہرمہ کو نشہ کی حالت میں دیکھ کر کہا کرتا ابن ہرمہ کو اسّی دُرّے لگوانے کے لئے کون خود سَو دُرّے لگوائے اور یہ کہتے ہوئے ابن ہرمہ کے پاس سے گزر جاتا تھا ——— ابن ہرمہ کی نغمہ سرائی پر منصور نے ایک ہزار درہم انعام دیتے ہوئے کہا تھا یہ رقم لے جاؤ اور احتیاط سے خرچ کرو اس کے بعد تمہارے لئے ہمارے پاس مزید کوئی رقم وغیرہ نہیں ہے ———

منصور شاعر تھا لیکن اس کے تھوڑے سے اشعار دستیاب ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ہے میں اور منصور زمانہ طالبعلمی میں ایک ہی جگہ پڑھا کرتے تھے

ایک دن منصور نے اپنے کمرہ میں جا کر مجھے کھانا کھلایا جس میں گوشت نہ تھا۔ اس نے اپنی ملازمہ سے کہا کچھ مٹھائی یا کھجوریں ہوں تو لے آؤ۔ ملازمہ نے جواباً کہا کوئی چیز نہیں ہے یہ سن کر منصور نے یہ پوری آیت پڑھی۔

(ترجمہ) "اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دشمنوں کو ہلاک و تباہ کردے گا۔"

اس واقعہ کے بعد میں منصور کے پاس اس وقت گیا جبکہ وہ خلیفہ تھا اس وقت اس نے مجھ سے پوچھا، بنو امیہ کی سلطنت کے مقابلہ میں میری بادشاہت کیسی ہے؟ میں نے کہا تمہاری شاہی میں ظلم و ستم کا بازار گرم ہے۔ منصور نے کہا مجھے مددگار دستیاب نہیں ہو رہے ہیں تو میں نے عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول بیان کیا۔

"بادشاہ کی مثال بازار کی طرح ہے بازار میں اسی چیز کی مانگ ہوتی ہے جس کی نکاسی ہوتی ہے اگر بادشاہ نیک ہے تو اس کے پاس نیک لوگ آتے ہیں اور اگر فاجر و ظالم ہے تو ظالم و فاسق ہی اس کے پاس آمد و رفت کرتے رہتے ہیں۔

منصور کے اقوال

صولی نے لکھا ہے منصور کا قول تھا بادشاہ تمام چیزیں مان لیتا ہے مگر حسب ذیل تین امور کو ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ رازداری کا افشاء۔ بیوی کے بارے میں کوئی غلطی یا جرم وغیرہ اور ملک میں بغاوت۔

علاوہ ازیں منصور یہ بھی کہا کرتا تھا۔ جب دشمن تمہاری طرف ہاتھ بڑھائے تو ممکن ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دو ورنہ اس کے ہاتھ کو بوسہ دو تاکہ وہ تم کو نقصان نہ پہونچائے۔

ذکاوت

صولی نے یعقوب بن جعفر کی زبانی لکھا ہے۔ منصور بڑا ہی سمجھدار تھا جس کی ذکاوت کا ایک واقعہ یہ ہے کہ اس نے مدینہ میں ربیع سے کہا کہ ایسا آدمی تلاش کر کے لاؤ جو لوگوں کے حالات و کوائف بتائے چنانچہ ایک باخبر زمانہ آیا اور منصور کے سوالات کے اس نے جوابات دیئے لیکن بغیر پوچھے از خود کچھ نہیں کہا۔ اور پھر زمانہ بھر کے حالات اور کوائف بیان کئے۔ جب وہ جانے لگا تو منصور نے کہا اسے ہزار درہم دیئے جائیں گے ـــــ

اس باخبر نے باہر نکل کر ربیع سے اپنا انعام طلب کیا تو ربیع نے کہا مجھے امیرالمومنین نے کوئی حکم نہیں دیا ہے تم مرکب ہمایونی میں جا کر دوبارہ یاد دہانی کراؤ۔ چنانچہ یہ باخبر زمانہ دوسری مرتبہ مرکب ہمایونی میں گیا لیکن، گفتگو سے پہلے ہی منصور نے دربار برخاست کیا تو چلتے وقت باخبر زمانہ نے کچھ شعر سنائے جس پر منصور نے ہنستے ہوئے ربیع سے کہا اسے ہزار روپیہ دیدو ـــــ

علاوہ ازیں صولی نے اسحٰق موصلی کی زبانی لکھا ہے۔ کھانے پینے یا مجلس عیش و نشاط میں منصور اپنے ہمنشینوں کے درمیان ایک پردہ حائل رکھتا تھا اور پردہ سے بیس بیس ہاتھ کے فاصلہ پر نشست ہوا کرتی تھی اور خلفائے

بنو عباس میں سے مہدی وہ پہلا خلیفہ ہوا جو اپنے ہم نشینوں کے ساتھ ہی نشست و برخاست کرتا تھا۔

معلومات صولی نے یعقوب بن جعفر کی زبانی لکھا ہے عبداللہ بن عباس گورنر بحرین کی موجودگی میں منصور نے قثم بن عباس گورنر یمامہ سے دریافت کیا قثم کے معنی اور اس کا ماخذ بتاؤ۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ تو منصور نے کہا تمہارا نام تو ہاشمیوں جیسا ہے۔ مگر تم نرے جاہل ہو۔ اس پر قثم نے کہا امیرالمومنین اپنی معلومات سے مستفید فرمائیں۔ چنانچہ منصور نے کہا قثم کے معنی ہیں وہ شخص جو کھانا کھانے کے بعد بغیر مانگے لوگوں کو عطیات سے سرفراز کرے۔[1]

کہتے ہیں ایک دن منصور کو مکھیوں نے بہت پریشان کیا تو مقاتل بن سلیمان کو بلا کر منصور نے پوچھا اللہ نے مکھیاں کیوں پیدا کی ہیں؟ مقاتل نے جواب دیا تاکہ ظالموں کو ذلیل و رسوا کریں۔

ترجمے محمد بن علی خراسانی کا بیان ہے منصور ہی وہ پہلا خلیفہ ہوا جس نے ۱۵۸ھ میں نجومیوں کو اپنے دربار میں عزت دی اور نجومیوں کے کہے پر عمل کیا۔ اور اسی سال منصور نے سب سے پہلے سریانی و عجمی کتابوں کے عربی میں ترجمے کرائے جیسے کلیلہ و دمنہ اور اقلیدس وغیرہ اور یہی وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے غیر عربوں کو حاکم بنایا اور نتیجہ یہ نکلا کہ پھر عربوں کا حاکم بننا ہی موقوف سا ہو گیا۔ اور ان کی قیادت تقریباً ختم ہو گئی اور یہی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے عباسیوں اور علویوں کے درمیان جدائی و تفرقہ اندازی کی ورنہ اس سے پہلے عباسی و علوی متحد و متفق تھے۔

روایات احادیث صولی کا بیان ہے منصور تمام لوگوں کی بہ نسبت علم حدیث اور فن نسب دانی میں یکتا عالم مشہور تھا۔ ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" میں لکھا ہے کہ ابوبکر محمد بن عبدالباقی نے منصور اور اس کے باپ دادا نیز حضرت ابن عباس کی زبانی یہ حدیث لکھی ہے کہ رسول اللہ اپنے سیدھے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ صولی کی تحریر ہے کہ محمد بن زکریا غلابی نے مہدی کی زبانی لکھا ہے کہ منصور نے اپنے آباؤ اجداد و حضرت ابن عباس کی زبانی یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی مانند ہے جو اس میں بیٹھا اس نے نجات پائی اور جو رہ گیا وہ ہلاک و برباد ہوا۔ نیز محمد بن موسیٰ نے مہدی کی زبانی لکھا ہے کہ میرے والد منصور اور دادا پردادا نے حضرت عباسؓ کی زبانی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جب ہم نے کسی کو اپنا امیر حاکم بنا لیا اور اس حاکم نے اپنے فرائض مقررہ انجام نہیں دیئے تو ایسا شخص حاکم و امیر نہیں بلکہ خائن ہے۔

---

[1] قاموس میں قثم کے معنی ہیں بہت زیادہ بخشش کرنے والا اور نیکیوں کا مجسمہ۔

اور صولی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہم سے جیلہ بن محمد نے کئی راویوں کے ذریعہ حمزہ حضرمی نے بیان کیا کہ مہدی بن منصور نے مجھے تیج کا عہدہ دے کر حکم دیا اجرائے احکام میں سختی نہ کرنا کیونکہ میرے والد نے حضرت عباسؓ کی زبانی رسول اللہؐ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں ظالم سے دنیا و آخرت دونوں جگہ انتقام لوں گا اور اس صاحب مقدرت سے بھی انتقام لوں گا جس نے مظلوم کو دیکھ کر بھی اس کی مدد نہ کی ہو گی ——— علاوہ ازیں صولی نے لکھا ہے کہ منصور نے اپنے اباؤ اجداد و حضرت عباسؓ کی زبانی بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا روز محشر تمام رشتے اور تعلقات ختم ہو جائیں گے البتہ صرف میرا تعلق و رشتہ باقی و برقرار رہے گا ——— اور منصور نے بحوالہ ابن عباسؓ حضرت علیؓ کا یہ قول بیان کیا ہے مہینہ کے آخری تین دنوں میں اور اس تاریخ جبکہ قمر در عقرب ہو سفر نہ کرو ———

منصور ابو جعفر عبداللہ بن محمد کے عہد خلافت میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال کیا ———

مشاہیر ابن مقنع، سہیل بن ابی صالح، علاء بن عبدالرحمٰن خالد ابن یزید مشہور مصری فقیہہ داؤد بن ہند، ابو حازم سلمہ بن دینار اعرج، عطاء بن ابی مسلم خراسانی، یونس بن عبید، سلیمان احول، صاحب مغازی موسیٰ بن عقبہ عمرو بن عبید معتزلی، یحییٰ بن سعید انصاری، امام کلبی، ابن اسحٰق، جعفر بن محمد صادق اعمش، مکہ معظمہ کے مشہور قاری شبل بن عباد، فقیہہ کامل محمد بن عجلان مدنی، محمد بن عبدالرحمٰن، ابن ابی لیلیٰ ابن جریح، امام اعظم ابو حنیفہؒ، حجاج بن ارطاۃ، حماد راویہ مشہور شاعر روبہ، جریری، سلیمان تیمی، عاصم احول، ابن شبرمہ ضبی، مقاتل بن حبان، مقاتل بن سلیمان، ہشام بن عروہ، ابو عمرو بن علاء، اشعب طماع حمزہ بن حبیب زیات، امام اوزاعی اور دوسرے بزرگوں نے بھی اسی عہد خلافت میں داعی اجل کو لبیک کہا ———

مہدی ابو عبداللہ محمد بن منصور

مہدی ابو عبداللہ بن منصور ۱۲۶ھ/۱۲۷ھ میں مملکت سمرقند کے مشہور شہر اہواز کے قصبہ ایدج میں پیدا ہوا، والدہ کا نام ام موسیٰ بنت منصور حمیریہ تھا۔

محامد مہدی بڑا سخی، خوبصورت، رعایا کا محبوب ممدوح اور پختہ اعتقاد کا مالک تھا اس نے زندیقوں کا پیچھا کیا اور انہیں فنا کے گھاٹ اتارا۔ مہدی وہ پہلا شخص ہے جس نے ملحدوں اور زندیقوں

کی تردید میں کتب جدل تصنیف کرائیں، اس کی حدیث دانی کا یہ عالم تھا کہ اپنے والد اور حضرت مبارک بن فضالہ سے احادیث کی سماعت کی اور پھر اس کے حوالہ سے یحییٰ بن حمزہ، جعفر بن سلیمان، محمد زناشی اور ابو سفیان نمیری وغیرہ نے احادیث مسموعہ کی رعایت کی ہے ــــ امام ذہبی کی تحریر ہے کہ مہدی کی روایات پر کسی شخص نے بھی اعتراضات نہیں کئے ہیں ــــ ابن عدی نے عثمان کی زبانی لکھا ہے اولاد عباس میں مہدی وہ یکتا شخص تھا جو خاندان بنو ہاشم کے غلام محمد بن ولید سے تعلق رکھتا تھا اور از خود احادیث گھڑتا تھا، ابو داؤد ترمذی کے حوالہ سے امام ذہبی نے لکھا ہے کہ مہدی نے ابن مسعودؓ کی زبانی یہ حدیث بیان کی کہ مہدی کا نام میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے پدر بزرگوار کے نام پر ہو گا۔ اس حدیث کے راوی بھی تمام تر معلوم نہ ہو سکے اور یہ حدیث مرفوع ہے۔

خلیفۂ مہدی کی پہلی تقریر

مہدی کے جوان ہونے پر اس کے والد نے اسے طبرستان کا حاکم مقرر کیا۔ جہاں اس نے علوم حاصل کئے اور علماء کی صحبت سے استفادہ کیا اسی زمانہ میں اس کے والد منصور نے اسے ولیعہد خلافت مقرر کیا پھر منصور کی وفات کے بعد مہدی نے بزمانہ قیام بغداد اپنی خلافت کا اعلان کیا اور لوگوں نے اس کی بیعت کی چنانچہ ۱۵۸ھ میں بمقام بغداد مہدی نے پہلا خطبہ دیا جس میں کہا لوگو! امیر المومنین بھی اللہ کا بندہ ہے آواز دینے پر جواب دیتا ہے اور احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ مہدی کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور اس نے روتے ہوئے کہا رسول اللہؐ نے بھی اپنے احباب کے فراق میں گریہ فرمایا ہے اور مجھ پر تو دوہری مصیبت پڑی ہے ایک تو میرے والد بزرگوار کا انتقال اور پھر خلافت کا بوجھ۔ خلافت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جوابدہی کا فرض مجھ پر عائد کیا گیا ہے اور اللہ ہی سے امور خلافت کا بوجھ، امور خلافت کی تکمیل کا میں طلبگار ہوں وہی میری مدد کرے گا۔ لوگو! ظاہر و باطن میں یکساں طور پر اطاعت کرنا، ہم تمہارے ساتھ بھلائیاں کریں گے اور تمہارا فریضہ ہے کہ اچھے انجام کو پیش نظر رکھو اور انصاف کرانے کے لئے اطاعت و فرمانبرداری کو کام میں لاؤ اگر تم نے سستی و جمود کو ترک کر دیا تو انشاء اللہ دیکھو گے کہ تم پر سلامتیوں اور مسرتوں کی بارش ہوگی۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی زندگی بھر تم کو تکالیف سے بچانے کی کوشش کروں گا اور انشاء اللہ تمہارے ساتھ احسان و کرم کروں گا ــــ

اصلاحات

نفطویہ کا بیان ہے ۱۵۸ھ میں مہدی کو خزانے ملے جو اس نے مظالم کی روک تھام میں خرچ کئے۔ نیز اپنے متعلقین غلاموں اور رعایا پر خزانوں کے منہ کھول دیئے ــــ کہتے ہیں سب سے پہلے ابو دلامہ نے مہدی کو خلافت کی مبارکباد دی اور اس کے والد منصور کی تعریف میں قصیدہ پڑھا۔

کارنامے

۱۵۹ھ میں مہدی نے موسیٰ ہادی کو اپنا اور موسیٰ ہادی کا ہارون رشید کو ولیعہد خلافت مقرر کیا۔

۱۶۰ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر اربدر پر بزور شمشیر قبضہ کیا۔ اسی سال مہدی نے حج کیا اور اس خوف سے کہ بے شمار غلافوں کے بوجھ سے خانہ کعبہ کی دیواریں کہیں منہدم نہ ہو جائیں تمام غلاف اتروا دیئے البتہ حکومت کا غلاف اس پر رہنے دیا۔ اور یہی وہ سال ہے جبکہ مکہ مکرمہ میں مہدی کی آبنوشی کے لئے برف لایا گیا ــــ ذہبی نے لکھا ہے مہدی ہی وہ پہلا خلیفہ تھا جس کی آبنوشی کے لئے مکہ میں برف کا انتظام کیا گیا۔ ۱۶۱ھ میں مہدی نے مکہ معظمہ میں سڑکیں عالیشان عمارتیں اور حوض بنوائے۔ اور مسجدوں میں حاکم اعلیٰ کے لئے خاص کمرہ بنانے کی ممانعت کی۔ اور مسجدوں کے منبروں کی لمبائی چوڑائی وہی جائز و باقی رکھی جتنی رسالتمآبؐ میں تھی ــــ ۱۶۳ھ میں اور اس کے بعد مملکت روما کے اکثر شہر فتح کئے۔

۱۶۶ھ میں مہدی نے عیسیٰ آباد کو دارالسلطنت بنایا اور مدینہ منورہ میں یمن اور مکہ معظمہ سے اس نئے دارالسلطنت میں ڈاک لانے کے لئے اونٹ اور خچر مقرر کئے ــــ امام ذہبی کا بیان ہے مہدی وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے حجاز اور عراق کے درمیان ڈاک خانے لے جانے کا انتظام کیا۔ اسی سال اور اس کے بعد مہدی نے زندیقوں کو ہلاک کرانا شروع کیا اور دنیا بھر میں ان سے مناظرے کرائے اور کسی الزام میں ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۱۶۷ھ میں مسجد حرام کی توسیع کی اور کافی زمین اس میں شامل کی۔

۱۶۹ھ میں مہدی گھوڑے پر سوار ایک شکار کے تعاقب میں ایک گھر میں گھس گیا جس کے دروازہ سے مہدی کی کوک پر سخت چوٹ آئی۔ چنانچہ ۲۲ محرم ۱۶۹ھ میں اسی وقت مہدی نے انتقال کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے زہر دیا گیا اور اس کی موت پر سلم خاسر نے مرثیہ لکھا۔

صولی کا بیان ہے کہ مہدی نے جب اپنے بیٹے موسیٰ کو ولیعہد بنایا تو مروان بن ابی حفصہ نے نغمہ ریزی کی اور دوسرے شاعروں نے دعائیہ نظمیں سنائیں۔ نیز صولی نے لکھا ہے کہ ایک خاتون نے مہدی سے کہا اے امیر المومنین! آپ رسول اللہؐ کے رشتہ دار ہیں آپ میری ضرورت پوری کر دیجئے جس پر مہدی نے اسے دس ہزار انعام دیتے ہوئے کہا آج تک میں نے یہ الفاظ کسی کی زبان سے نہیں سنے ــــ

قریش ختلی کا بیان ہے۔ صالح بن عبدالقدوس بصری کو زندیقیت کے جرم میں پیش کیا گیا۔ تو مہدی نے اس کے قتل کا حکم دینا چاہا۔ لیکن صالح نے اپنے عقیدہ سے توبہ کی تو مہدی نے اس کی جان بخشی کی۔ پھر جاتے وقت صالح نے نظم میں کہا کوئی بوڑھا موت تک اپنی قدیم عادت نہیں چھوڑ سکتا اس پر مہدی نے اس کو قتل کرا دیا۔

زہیر کا بیان ہے ایک مرتبہ مہدی کے پاس دس محدث آئے۔ مہدی نے کہا کوئی حدیث بیان کیجئے تو ان محدثین میں سے غیاث بن ابراہیم نے حضرت ابوہریرہؓ کے حوالہ سے کہا رسول اللہؐ نے فرمایا ہے گھوڑے دوڑانے اور تیز اندازی کو سب مشغلوں میں فضیلت و سبقت ہے اور اس حدیث کے آخر میں اپنی طرف سے یہ اور اضافہ کر دیا کہ پرندوں کے اڑانے کو۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں مہدی کو کبوتر بازی کا بے انتہا شوق تھا۔ چنانچہ مہدی نے حکم دیا کہ غیاث بن ابراہیم کو دس ہزار درہم دے دیئے جائیں۔ پھر جب غیاث جانے لگا تو مہدی نے کہا تم بڑے جھوٹے ہو تم نے جھوٹی حدیث بیان کر کے دس ہزار درہم حاصل کر لئے اس کے بعد مہدی نے اپنے سب کبوتر ذبح کرا دیئے۔

مہدی نے ایک مرتبہ شریک سے کہا تین چیزیں میں سے ایک تم کو کرنا پڑے گی، جج کا عہدہ قبول کر دو، یا میرے لڑکوں کو تعلیم دو یا میرے ساتھ کھانا کھاؤ، اس پر تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد شریک نے کہا کھانا کھانا سب سے آسان کام ہے۔ چنانچہ انواع و اقسام کے کھانے اور حلوے وغیرہ دسترخوان پر چنے گئے جب سب کھانا کھا چکے تو کھانا کھلانے والے شاہی ملازم نے شریک سے کہا اب آئندہ آپ کی خیریت نہیں، چنانچہ اس تاریخ کے بعد سے شریک نے مہدی کے لڑکوں کو تعلیم بھی دی اور جج کا عہدہ بھی قبول کر لیا ______

امام بغوی نے اپنی جعدیات میں حمدان اصبہانی کی زبانی لکھا ہے میں شریک کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں مہدی کا لڑکا موسیٰ آیا اور مسند پر تکیہ کے سہارے بیٹھ گیا اور شریک سے حدیث نبویؐ بیان کرنے کو کہا لیکن شریک نے اس کی جانب التفات نہ کیا پھر کئی مرتبہ اس نے حدیث بیان کرنے کا مطالبہ کیا اور آخر کار کہا آپ شاہزادوں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں؟ شریک نے جواب دیا بالکل نہیں۔ لیکن شہزادوں کی نسبت علماء علم کی زیادہ عزت و عظمت کرتے ہیں اس نوبت پر موسیٰ بن مہدی دو زانو ہو کر بیٹھا اور پھر حدیث سننے کی خواہش کی، تب شریک نے فرمایا۔ ہاں اس طرح ادب سے، علم حاصل کیا جاتا ہے ______

صولی نے لکھا ہے کہ مہدی شاعر بھی تھا وہ ایک ملازمہ پر عاشق تھا اور وہ ملازمہ بھی ہزار جان سے اس پر قربان تھی تاہم مہدی کو اس نے کبھی اپنے اوپر قادر نہ ہونے دیا۔ ایک راز دار نے اس ملازمہ سے کہا تم مہدی کے طور طریقہ سے معلوم کرو کہ وہ کس پر فریفتہ ہے۔ جس کے جواب میں اس ملازمہ نے کہا مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ ملول نہ ہو جائے اور میری محبت سے ہاتھ اٹھائے جس کے نتیجہ میں مر جاؤں گی، اسی مضمون کو مہدی نے بھی نظم کیا ہے ______

مہدی کی غزلیں کے والد منصور کی بہ نسبت زیادہ لطیف و نرم نازک مضامین سے پر ہیں، علاوہ ازیں

موصلی نے ابن ابی کریمہ کی زبانی لکھا ہے کہ مہدی ایک دن اچانک اپنی ایک لونڈی کے کمرہ میں چلا گیا جو ننگی کھڑی کپڑے بدلنا چاہتی تھی اس نے مہدی کو دیکھتے ہی اپنے ہتھیلی سے اپنا ستر چھپایا لیکن اس کی چھوٹی سی ہتھیلی اس کا ستر نہ چھپا سکی۔ یہ منظر دیکھ کر مہدی ہنسا اور اسی مضمون کا ایک شعر کہا۔ پھر جب اس کمرہ میں سے باہر نکلا تو راستہ میں بشار ملا۔ اس سے کہا ہمارے اس شعر کی زمین پر غزل کہو چنانچہ اس نے ایک غزل کہہ سنائی۔

اسحٰق موصلی کا بیان ہے اوّل اوّل ایک سال تک مہدی اپنے ہم نشینوں سے منصور کی مانند دور بیٹھا تھا پھر درمیانی پردہ برخواست کر کے ان کے ساتھ نشست و برخاست کرنے لگا۔ لوگوں نے کہا پس پردہ بیٹھنا مناسب ہے تو مہدی نے جواباً کہا مشاہدہ دیدار میں بڑا ہی لطف ہے۔

مہدی سابق کا بیان ہے کہ ابوعبداللہ مہدی محمد بن منصور ایک دن گھوڑے پر سوار جا رہا تھا اتنے میں کوئی چلایا "حاتم خائن ہے"۔ تو مہدی نے کہا ہمارے تمام ملازمین کا نام حاتم ہے سب کو برخاست کر دیا گیا ہے ——

اخلاق

ابوعبیدہ کا بیان ہے مہدی ہمارے ساتھ جامع مسجد بصرہ میں پنج وقتہ نماز پڑھتا تھا۔ ایک دن نماز تیار تھی ایک دیہاتی نے کہا امیرالمومنین مجھے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا بے انتہا شوق ہے۔ اور ظہر کی نماز میں بھی آپ کے ساتھ شامل نہ ہو سکا۔ اس پر مہدی نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ اس دیہاتی کے آنے کے بعد ہی نماز شروع کی جائے۔ ایک دن مہدی محراب میں بہت دیر تک کھڑا رہا لوگوں نے جب کہا کہ وہ دیہاتی آگیا ہے تو مہدی نے تکبیر تحریمہ کہی، یہ حالت دیکھ کر لوگوں نے تعجب کیا اور پھر کہا کہ مہدی کے اخلاق نہایت وسیع ہیں ——

ابراہیم بن نافع کا بیان ہے بصرہ کی ایک نہر کی بابت فریقین میں تنازعہ تھا ایک فریق کہتا تھا اللہ نے اپنی زمین عام مسلمانوں کے قبضہ میں دیدی ہے اگر کوئی فرد کسی ایک قطعہ اراضی کو فروخت کرے تو اس کی قیمت تمام مسلمانوں کو دیدے اور رفاہ عام کے کام میں خرچ کر دے۔ اور کسی فرد واحد کو زمین کی ملکیت حاصل نہیں۔ دوسرا فریق کہتا تھا کہ نہر ہماری ملکیت ہے کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے جو کوئی مردہ زمین کو زندہ کرے تو وہ اس کی ملکیت ہے۔ اور در حقیقت ہماری زمین مردہ ہے اس لئے اس نہر پر ہمارا ہی حق ملکیت ہے۔ فریقین مقدمہ کے بیانات سماعت کر کے جب آخر میں یہ حدیث نبویؐ سنی تو مہدی کا سر اتنا جھکا کہ زمین پر لگ گیا اور اس کے بعد مہدی نے کہا حدیث نبویؐ سر آنکھوں پر، حدیث کی تعمیل کرنا ہم پر لازمی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ زمین درحقیقت مردہ بھی ہے یا نہیں، جب تک زمین کے مردہ ہونے کا ثبوت پیش نہیں کیا جائے گا تب تک کوئی فیصلہ نہیں دوں گا اور حقیقت حال یہ ہے کہ زمین کے چاروں طرف

پانی ہی باقی ہے۔ زمین کے مردہ ہونے کا ثبوت پیش کرو تاکہ نہر کا پانی صرف تمہارے لئے مخصوص کیا جا سکے ـــــ

اصمعی کا بیان ہے میں نے مہدی کو بصرہ میں برسرمنبر یہ کہتے سنا ہے اللہ نے تمہیں اس کام کا حکم دیا ہے جو خود اور اپنے فرشتوں کے لئے پسند کیا یعنی حکم دیا کہ اللہ و فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں رسول اللہؐ پر اس لئے اے مسلمانو! تم بھی رسالتمآبؐ پر درود و سلام بھیجا کرو۔ اس حکم الٰہی سے یہ بھی ثابت ہے کہ جس طرح تمام دیگر رسولوں میں رسول اکرمؐ کو فضیلت و برتری حاصل ہے اسی طرح دوسری اقوام و ملل پر مسلمانوں کو بھی برتری و بڑائی دی گئی ہے"ـــــ

میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ مہدی ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے اپنے خطبہ میں مذکورہ بالا آیت پڑھی۔ اور اس کے بعد دیگر خطیبوں نے اس کی پیروی کی یعنی آج تک خطبہ جمعہ میں یہ آیت لازمی طور پر پڑھی جاتی ہے۔

عزت و تعظیم

مہدی کی وفات پر مشہور شاعر عرب ابوالعتاہیہ نے ایک مرثیہ لکھ کر حرم شریف میں لٹکا یا جس میں مہدی کی دنیاوی عزت و تعظیم کے ساتھ عام مسلمانوں کے نام پیام دیا لوگو! اپنے اعمال پر غور کرکے گریہ زاری کرو ـــــ

احادیث

صولی نے لکھا ہے کہ مجھ سے احمد بن محمد نے نہایت سچے اور ثقہ راوی ابن مسلم مدائنی کے ذریعے بیان کیا کہ مہدی حدیث داں بھی تھا۔ اس نے اپنے ایک خطبہ میں شعبہ کے ذریعہ ابوسعید خدری کے حوالہ سے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے عصر سے مغرب تک طویل خطبہ میں فرمایا جو اکثر لوگوں کو یاد ہے کہ دنیا ایک سرسبز باغ اور لذیذ حلوہ کی مانند ہے۔ (پوری حدیث)

صولی نے اسحٰق بن ابراہیم قزاز کے ذریعہ ابن حفص خطابی کی زبانی لکھا ہے کہ ہم نے مہدی کو اپنے والد کے توسط سے حضرت عباسؓ کی زبانی یہ روایت بیان کرتے سنا ہے کہ رسول اکرمؐ کے پاس ایک عجمی وفد آیا جن کی ڈاڑھیاں کٹی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں انہیں دیکھ کر سرورِ عالمؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا ان لوگوں کے برعکس ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں اتنی کتواؤ کہ لبوں سے نیچی نہ رہیں۔ اور یہ حدیث بیان کرتے وقت مہدی نے اپنا ہاتھ اپنے ہونٹ پر رکھا۔

منصور بن مزاحم اور محمد بن یحییٰ نے حمزہ کی زبانی بیان دیا ہے کہ ایک دن مہدی نے مغرب کی نماز پڑھاتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آواز سے پڑھی بعد نماز میں نے کہا اے امیرالمومنین بسم اللہ آواز سے پڑھ کیا؟ تو جواب دیا مجھ سے میرے والد منصور بن سفاح نے بتوسط حضرت عباسؓ بیان کیا کہ رسول اللہؐ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم باآوازِ بلند پڑھا کرتے تھے۔ میں نے آپ کے ذریعہ اس حدیث کو بیان

حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

کروں؟ جواب دیا ہاں ــــــ اس روایت پر امام ذہبی نے لکھا ہے اگرچہ اس روایت کے راوی مسلسل ہیں لیکن مہدی اور ان کے والد منصور کے واسطہ کو کسی عالم نے حجت و دلیل نہیں بنایا اور یہ روایت بنو ہاشم کے غلام محمد بن ولید کی ہے جو صرف ایک ہی آدمی کی روایت ہے ــــــ

ابن عدی کا بیان ہے کہ محمد بن ولید غلام بنو ہاشم از خود تراشیدہ روایات بیان کرتا ہے لیکن میرا جلال الدین سیوطی کا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ دوسروں نے بھی اس کی پیروی کی ہے۔

مشاہیر مہدی بن منصور بن سفاح کے عہد خلافت میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال کیا۔ شعبہ، ابن ابی ذئب سفیان ثوری، ابراہیم بن ادہم زاہد، داؤد طائی زاہد، اور پہلا محدث شاعر بشار بن برد، حماد بن سلمہ، ابراہیم بن طہمان، خلیل بن احمد عروضی جس نے فن عروض میں اشعار کی بحریں ایجاد کی ہیں۔

ہادی ابو محمد موسیٰ

موسیٰ بن مہدی بن منصور بن سفاح نام۔ ابو محمد کنیت اور ہادی مشہور لقب تھا۔ اس کی والدہ بربری نسل کی تھی جس کا نام خیزران تھا اور یہ اُم ولد تھی۔

موسیٰ ۱۴۷ھ میں پیدا ہوا۔ مہدی نے اس کو ولیعہد بنایا تھا اپنے والد کے انتقال کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا اور لوگوں سے بیعت لی ــــــ

خطیب نے لکھا ہے ہادی اسی عرصہ میں خلیفہ ہوا جس عمر میں گزشتہ کوئی شخص تخت خلافت پر متمکن نہیں ہوا۔ ہادی نے صرف ایک سال اور چند ماہ خلافت کی۔ ہادی کو اس کے والد نے زندیقوں کو مار بھگانے کی ہدایت کی تھی، چنانچہ اس نے پوری کوشش سے اکثر و بیشتر زندیقوں کو تہ تیغ کیا۔ ہادی کا نام موسیٰ اطبق بھی تھا کیونکہ یہ اوپر کا ہونٹ کھلا رکھتا تھا اور یہ بری عادت چھڑانے کے لئے اس کے والد نے بچپن میں ایک ملازم مقرر کر دیا تھا کہ جب موسیٰ کا ہونٹ کھلا دیکھے تو کہے موسیٰ ہونٹ بند، چنانچہ موسیٰ فوراً ہونٹ بند کر لیتا تھا۔ اس وجہ سے ہادی موسیٰ اطبق (موسیٰ ہونٹ بند) کے نام سے مشہور ہو گیا۔

کردار کی خامی ذہبی کا بیان ہے کہ ہادی شراب خور، کھیل کود کا متوالا اور عمدہ گدھے پر سواری کا شوقین تھا۔ اس لئے پوری طرح امور خلافت انجام نہیں دیتا تھا۔ تاہم نہایت فصیح و بلیغ

حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ؎ مہدی بن منصور بن سفاح کی یہ سخن ایجاد ہے وہ مسلمانوں کو یاد دہانی کراتا ہے کہ مسلمانو! تم میں کا ہر فرد رسول اکرمؐ کے نقش قدم پر گامزن ہو جائے اور سیرت پاک کو اپنالے۔ از مترجم

قادر الکلام ادیب و مقرر تھا نیز پرہیبت، صاحب شان و شوکت اور بارعب انسان تھا ____ بعض کہتے ہیں کہ ہادی بڑا ہی ظالم تھا اور وہ پہلا خلیفہ تھا جس کے آگے آگے سپاہی ننگی تلواریں، چمکتے نیزے لئے ہوئے اور چلّو میں تیر لگائے ہوئے کمان بردار چلا کرتے تھے۔ اس کی دیکھا دیکھی اس کے ارکین حکومت کا بھی یہی طرز رہا اور ہادی ہی کے زمانہ میں اسلحہ بندی کی کثرت ہوئی۔

انتقال

۱۷۰ھ میں ہادی نے انتقال کیا اس کی موت کے متعلق بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ہادی نے ایک مرتبہ بانسی میں اپنے ایک صاحب کو دھکا دیا جس نے گرتے ہوئے ہادی کو پکڑلیا، اور ہادی بھی اسی وجہ سے بانسی میں گر پڑا اور بانس کی انی ہادی کی ناک میں گھس گئی جس کی وجہ سے ہادی بھی اپنے مصاحب کے ساتھ اسی وقت جاں بحق ہوا____

بعض کہتے ہیں کہ ہادی کے پیٹ میں زخم ہو گیا تھا جس کے باعث اس کی موت واقع ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ہادی نے جب اپنے بھائی ولیعہد ہارون رشید کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ اپنے بیٹے کو ولیعہد بنائے تو اس کی والدہ خیزران ہی نے اسے زہر دے دیا ___ بعض کہتے ہیں ہادی کی والدہ خیزران حکومت میں دخیل تھی اور مملکت کے بڑے بڑے کام انجام دیا کرتی تھی اس کے محل پر پہرہ دار بھی مقرر تھے یہ حالات دیکھ کر ایک دن ہادی نے اپنی والدہ کو سست و سخت کہا اور یہ بھی کہا اگر آئندہ تمہارے دروازہ پر کسی حاکم سلطنت کو دیکھا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ تمہارا کام چرخہ چلانا، قرآن کریم کی تلاوت اور تسبیح پڑھنا ہے چنانچہ خیزران غیض و غضب میں بھنتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔ اسی دن ہادی نے اپنی والدہ کو زہر آلود کھانا بھیجا جو اس نے ایک کتے کو دیا جس کے کھاتے ہی وہ مر گیا اس سے متاثر ہو کر خیزران نے ہادی کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ایک دن ہادی کو جاڑا بخار آیا، وہ تپ و لرزہ کی وجہ سے منہ ڈھانپے لیٹا ہوا تھا کہ خیزران کے اشارہ پر جو لوگ اس کے اطراف جمع تھے انہوں نے ہادی کا گلا دبا دیا۔

اولاد

ہادی کے مرتے وقت اس کے سات بیٹے زندہ تھے۔

شاعری

ہادی نے اپنے بھائی ہارون الرشید کے نام منظوم نصیحت نامہ اس وقت لکھا جبکہ ہارون نے امور نزاعی ترک کرنے سے انکار کیا تھا____ علاوہ ازیں وہ ایک اچھا شاعر بھی تھا

دیگر حالات

خطیب نے فضل کی زبانی لکھا ہے ہادی ایک شخص پر غضبناک ہوا، لیکن جب وہ شفارشیں لایا تو اس سے راضی ہو گیا اس پر اس معتوب نے مزید عذر خواہی کی تو ہادی نے کہا اب معذرت کرنے کی ضرورت نہیں میں تم سے خوش ہوں____

عبداللہ بن مصعب کا بیان ہے ہادی کے پاس مروان بن ابی حفصہ نے آکر ایک قصیدہ پڑھا

جس پر ہادی نے کہا اچھا یہ بتاؤ تیس ہزار درہم زر نقد انعام چاہتے ہو یا ایک لاکھ کا حکم لکھواتے ہو جس کے لئے تمہیں خزانہ پر جانا پڑے گا۔ اس پر مروان نے کہا تیس ہزار زر نقد اور ایک لاکھ بعد میں۔ تو ہادی نے کہا اچھا سب ابھی لیتے جاؤ چنانچہ ایک لاکھ تیس ہزار اسی وقت اسے انعام کے طور پر سرفراز فرمائے۔

صولی کا بیان ہے صرف حسب ذیل خواتین کے بطن سے دو دو خلیفہ پیدا ہوئے۔ خیزران کے دو بیٹے ہادی اور رشید ——— دوسری خاتون ولادہ بنت عباس عبسیہ جو عبدالملک بن مروان کی بیوی تھی اس کے دو بیٹے خلیفہ ہوئے ایک ولید دوسرا سلیمان۔ بسماۃ شاہین بنت فیروز بن یزدجرد بن کسریٰ جو ولید بن عبدالملک کی بیوی تھی اس کے بھی دو بیٹے ہوئے یزید ناقص اور ابراہیم ——— لیکن میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ اور بھی خواتین کے دو بیٹے ہوئے۔ جو خلیفہ ہوئے جیسے بائی خاتون جو متوکل اخیر کی لونڈی تھی جس کے بطن سے عباس اور حمزہ پیدا ہوئے اور یہ دونوں خلیفہ ہوئے اور اسی متوکل اخیر کی دوسری لونڈی کربل کے دونوں بیٹوں داؤد وسلیمان نے خلافت کی ———

صولی کا بیان ہے ہادی ہی وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے جرجان سے بغداد تک ڈاک کا انتظام کیا۔ اور ہادی کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا۔" اللہ ثِقَةٌ موسیٰ وبہ یومن "

نیز صولی کا بیان ہے کہ سلم خاسر نے ہادی کی منقبت میں ایک پرمعنی وشاندار ونایاب قصیدہ بحر مستفعلن مستفعلن میں علیحدہ علیحدہ ٹکڑے مستف علن مستف علن کرکے لکھا ہے اور سلم کا یہ کارنامہ ہے کہ اس طرح قبل ازیں کسی کے اشعار سننے میں نہیں آئے۔ علاوہ ازیں صولی نے لکھا ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہادی کی صرف اس وجہ سے بخشائش ومغفرت کرے گا کہ اس نے ایک مرتبہ ابوخطاب سعدی سے اپنی شان میں ایک قصیدہ سنتے ہوئے جس میں رسول اکرمؐ کی تعریف کی گئی تھی شاعر کو پچاس ہزار درہم بطور انعام عنایت کئے۔

مدائنی کا بیان ہے ایک شخص کے بیٹے کی بابت ہادی نے نصیحت کی تمہاری خوشی ومسرت دراصل فتنہ ومصیبت ہے اور تمہارا رنج وغم درحقیقت تمہارے لئے ثواب ورحمت کا سبب ہے۔

صولی کا بیان ہے سلم خاسر نے ہادی کی شان میں ایک ایسا قصیدہ لکھا جس میں تہنیت وتعزیت دونوں شامل تھیں ——— اسی طرح مروان بن حفصہ نے بھی تہنیت وتعزیت کا مشترکہ قصیدہ مہدی کے متعلق لکھا ہے۔

احادیث

ہادی نے اکثر احادیث بیان کی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں؛ ——— صولی نے لکھا ہے کہ مجھ سے محمد بن زکریا نے چند ذرائع سے ابن عکاشہ مری کی زبانی بیان کیا کہ میں بطور گواہ ایک مقدمہ میں ہادی کے روبرو پیش ہوا واقعہ یہ تھا کہ ایک شخص نے قریش کو گالیاں دی تھیں اور یہاں تک حد سے

بڑھا کہ رسول اکرمؐ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ ہادی نے اس مقدمہ کی سماعت کے لئے عمدہ فرش بچھوایا تھا اور علمائے وقت کو جمع کیا تھا۔ چنانچہ مدعی علیہ یعنی گالیاں دینے والا پیش ہوا اور ہم نے اس کے خلاف گواہی دی۔ جس کے بعد ہادی نے تھوڑی دیر سر بہ گریبان رہ کر اپنا سر اٹھایا اور کہا میں نے اپنے والد مہدی اور باؤ اجداد کے توسط سے حضرت عباسؓ کا یہ قول سنا ہے جس نے قریش کی توہین کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی اس کے بعد مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے دشمن خدا! قریش کی توہین کر کے تیرے دل کو ٹھنڈک نہیں پڑی تھی یہاں تک کہ تو نے رسول اللہؐ کی شان میں گستاخی کی اس کے بعد اس گالیاں دینے والے مدعی علیہ کی گردن اڑ دینے کا حکم صادر فرمایا ــــ یہ روایت اسی طرح موقوف اور دوسرے طریقوں سے مرفوع طور پر بھی بیان کی گئی ہے۔

مشاہیر ہادی کی خلافت کے زمانہ میں مشاہیر وقت میں سے مدینہ کے مشہور قاری نافع نے انتقال کیا اور دوسرے علماء و معززین نے بھی جام بقا نوش فرمایا۔

ہارون رشید ابو جعفر

ہارون الرشید بن مہدی بن منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم نام تھا اور ابو جعفر کنیت تھی۔ مہدی نے اپنے بیٹے پہلے ہادی کے بعد ہارون رشید کو ولیعہد مقرر کیا تھا۔ غرضکہ ہارون رشید اپنے بھائی ہادی کے انتقال پر جمعہ کی رات کو بتاریخ ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں تخت نشین خلافت ہوا۔

صولی کا بیان ہے اسی رات ہارون رشید کا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام مامون رشید عبداللہ رکھا گیا۔ اور زمانہ بھر میں یہ وہ انوکھی رات ہے جس میں ایک خلیفہ کا انتقال ہوا اور دوسرا خلیفہ تخت نشین ہوا اور تیسرا خلیفہ پیدا ہوا ــــ ہارون رشید کی کنیت پہلے ابو موسیٰ تھی لیکن بعد میں ابو جعفر کنیت مقرر کی گئی۔

ہارون رشید نے اپنے باپ دادا اور مبارک بن فضالہ کی زبانی احادیث بیان کی ہیں اور اس کے ذریعہ اس کے بیٹے مامون رشید وغیرہ نے روایات کی ہیں ــــ ہارون رشید ایک زبردست خلیفہ اور جلیل القدر بادشاہ تھا۔ اس نے بہت سی جنگیں لڑیں اور بے شمار حج کئے ابو العلاء کلابی نے بھی اس کی تعریف کے گن گائے ہیں۔

پیدائش ہارون الرشید ۱۴۸ھ میں بمقام رے پیدا ہوا، اسی زمانہ میں ان کے والد مہدی خراسان اور رے کے حاکم اعلیٰ تھے۔ ہارون رشید کی والدہ کا نام خیزران اور بھائی کا نام ہادی تھا جس کی تعریف

مشہور شاعر مروان بن حفصہ نے بھی کی ہے۔

ظاہری و معنوی کمالات

ہارون رشید سرخ و سفید، دراز قد، حسین و بلیغ تھا۔ فصیح و بلیغ اور علم و ادب کا ماہر تھا۔ اپنے زمانہ خلافت میں تاحیات روزانہ سو رکعتیں پڑھتا رہا۔ البتہ سخت علالت کے دوران مجبور رہتا۔ اپنی ذاتی دولت میں سے روزانہ ہزار درہم خیرات کرنا، علم اور صاحبانِ علم کو عزیز رکھتا۔ حرمات اسلام کی تعظیم کرتا۔ امور مذہبی میں تفرقہ و نزاع ڈالنے والوں کو سخت برا جانتا۔ اور آیات قرآنی کی تاویل کرنے والوں کا جانی دشمن تھا۔ ایک مرتبہ اسے معلوم ہوا کہ بشر مریسی، خلق قرآن کریم کا قائل ہے تو قسم کھا کر کہا اگر میں فتحمند ہوگیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا ——— ہارون رشید اپنی ذاتی فضول خرچی پر روتا اور خاص کر وعظ میں اپنے گناہوں کا خیال کرکے گریہ زاری کرتا۔ مداحوں کو پسند کرتا اور ان کو بے دریغ انعامات دیتا۔ وہ خود بھی شاعر تھا ——— ایک مرتبہ ہارون رشید کے پاس ابن سماکؒ آئے تو ہارون نے ان کی بے انتہا عزت و عظمت کی۔ چنانچہ ہارون رشید کی خاکساری دیکھ کر ابن سماکؒ نے کہا اے امیرالمومنین! آپ کی خاکساری نے آپ کی شاہی عزت کو دوبالا کر دیا ہے۔ پھر ابن سماکؒ نے کہا جس میں ہارون رشید نے دل کھول کے گریہ وزاری کی۔ ہارون رشید کا دستور تھا کہ حضرت فضیل بن عیاض کے مکان پر بہ نفس نفیس خود آمد و رفت کیا کرتا تھا ——— عبدالرزاق کا بیان ہے میں ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں فضیل بن عیاض کے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ سامنے سے ہارون رشید کی سواری گزری جسے دیکھ کر فضیل بن عیاض نے کہا میں دنیا میں سب سے زیادہ ہارون رشید کی عزت کرتا ہوں اور اس کے انتقال کے بعد بڑی بڑی خرابیاں رونما ہوں گی۔

رسالتمآبؐ سے محبت

ابومعاویہ ضریر کا بیان ہے ہارون رشید کے روبرو جب رسول اکرمؐ کا تذکرہ ہوتا تو کہا کرتا، صلی اللہ علی سیدی ———

ایک دن میں نے کہا سرورِ عالمؐ نے فرمایا ہے میری خواہش ہے کہ فی سبیل اللہ شہید ہوں۔ پھر زندہ ہوں اور پھر شہادت نصیب ہو۔" یہ حدیث سن کر ہارون رشید خوب چیخ چیخ کر رویا ———

ایک مرتبہ میں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت آدمؑ و موسیٰؑ کے درمیان کسی بات پر تنازعہ ہوا، یہ سن کر ہارون رشید کے پاس جو معزز قریشی بیٹھا تھا اس نے کہا ان دونوں پیغمبروں کی ملاقات کب اور کہاں ہوئی؟ یعنی اس نے رسول اللہؐ کے بیان کو جھٹلایا، جس پر ہارون رشید کو سخت غصہ آیا چنانچہ اس نے ایک چمڑا بچھوایا اور اس زندیق کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہا تاکہ ایسے ذلیل آدمی کا خون پاک زمین پر گرنے نہ پائے، میں نے کہا اے امیرالمومنین! اس سے دانستہ غلطی ہوگئی ہے تب بمشکل ہارون رشید کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

علماء کی قدر اندھے ابی معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر ایک آدمی نے میرے ہاتھ دھلائے۔ تھوڑی دیر بعد ہارون رشید نے کہا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ کس نے دھلائے۔ میں نے کہا جی نہیں تو ہارون رشید نے کہا آپ کے علم کی عزت کی خاطر میں نے خود آپ کے ہاتھ دھلائے ہیں۔

رقت قلبی منصور بن عمار کا بیان ہے پند و نصیحت کے موقعہ پر میں نے تین آدمیوں کو سب سے زیادہ رونے والا دیکھا ایک فضیل بن عیاض، دوسرا ہارون رشید اور تیسرا ایک اور ــــ عبید اللہ قواریری کا بیان ہے کہ فضیل بن عیاض نے ہارون رشید سے کہا روز محشر تم سے امت مسلمہ کے بارے میں دریافت کی جائے گی ــــ

لیث نے مجاہد کی زبانی بیان کیا کہ ہارون رشید نے پوچھا اسباب منقطع ہو جانے والی آیت کے کیا معنی ہیں تو فضیل بن عیاض نے کہا محشر میں تمام دنیاوی اسباب منقطع ہو جائیں گے یہ سن کر ہارون رشید چیخیں مار کر رو دیا ــــ ابن مبارک کے انتقال کی خبر جب ہارون رشید کو ہوئی تو خود تعزیت کی اور ارکین حکومت نے بھی اس کے تعزیتی جلسے کئے۔

سخاوت نفطویہ کا بیان ہے ہارون رشید اپنے دادا منصور کے نقش قدم پر تھا مگر فرق اتنا تھا کہ منصور بخیل تھا اور ہارون رشید سخی تھا۔ اور سخاوت میں تمام گزشتہ خلفاء سے سبقت لے گیا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ سفیان بن عیینہ کو ایک لاکھ۔ اور اسحٰق موصلی کو دو لاکھ درہم دیئے۔ اور مروان بن حفصہ سے ایک قصیدہ سن کر پانچ ہزار درہم خلعت اپنی سواری کا گھوڑا ایک اور رومی غلام عنایت کیا ــــ

اصمعی کا بیان ہے ایک مرتبہ ہارون رشید نے مجھ سے کہا اے اصمعی ہم سے الگ تھلگ کیوں ہو اور ہم سے یہ جفائیں کیسی؟ میں نے عرض کیا اے امیرالمومنین! میں آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے کہیں نہیں ٹھہرا بلکہ ہوا کے گھوڑے پر اڑا چلا آرہا ہوں۔ یہ سن کر ہارون رشید خاموش ہو گیا اور جب لوگ چلے گئے تو میں نے ایک شعر کے ذریعہ کہا آپ کے ایک ہاتھ میں زر و جواہر ہیں اور دوسرے میں خونریز تلوار ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید نے کہا خوب! جلوت میں میری تعریف اور خلوت میں نصیحت۔ اور اس کے بعد مجھے پانچ ہزار اشرفیاں انعام دیں ــــ

خلوص مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے ہارون رشید نے بحر روم اور بحر قلزم کو موضع فرماء کے پاس ملا دینا چاہا اس پر یحیٰی بن خالد برمکی نے کہا اس صورت میں رومی مسجد حرام کے مسلمانوں

پر ٹوٹ پڑیں گی اور رومیوں کے لشکری جہاز اس دوآبہ سے حجاز میں بھی داخل ہوسکیں گے۔ چنانچہ ہارون رشید نے اپنا ارادہ ترک کر دیا ——

اعیان حکومت جاحظ کا بیان ہے ہارون رشید کے اعیان حکومت چند تھے۔ تمام وزیر برمکی قاضی ورجح، ابو یوسف۔ مروان بن ابی حفصہ، شاعر۔ عباس بن محمد، مصاحب۔ فضل بن ربیع، دربان، ابراہیم موصلی درباری گویا اور زبیدہ اس کی بیوی تھی اور ان میں کا ہر ایک ماہر کامل اور اپنے وقت کا عظیم تر انسان تھا۔ ایک اور نے لکھا ہے کہ ہارون رشید کا زمانہ خوبیوں کا مجسمہ تھا —— اس کی دلہن کی وجہ سے پوری دنیا سجی اور سنوری ہوئی تھی اور اسی دولہا کی سب برات تھی۔

کوتاہیاں امام ذہبی کا بیان ہے ہارون رشید کے تمام حالات لکھنا مشکل ہیں اس کے محاسن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے لہو ولعب، لذات ممنوعہ اور گانے بجانے کے واقعات بکثرت ہیں۔ اللہ اس کی کوتاہیوں کو معاف کرے۔

مشاہیر ہارون رشید کے عہد خلافت میں حسب ذیل مشاہیر وقت نے انتقال کیا:۔ مالک بن انس، لیث بن سعد، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد خاص ابو یوسفؒ، قاسم بن من مسلم بن خالد زنگی، نوح جامع، حافظ ابوعوانہ یشکری، ابراہیم بن سعدی زہری، ابو اسحٰق فزاری امام شافعیؒ کے استاد ابراہیم بن ابی یحییٰ، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ابو العزم شاگرد، اسد کوفی، اسمٰعیل بن عیاش، بشر بن مفضل، جریر بن عبدالحمید، زیاد بکائی، امام حمزہ کے شاگرد سلیم مقری، امام ادب و علوم علامہ سیبویہ، ضیغم زاہد، عبداللہ عمری زاہد، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن ادریس کوفی، عبدالعزیز بن ابی حازم، دراوردی نحویوں اور قاریوں کے امام کل علامہ کسائی اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد محمد بن حسن ان دونوں نے ایک ہی دن انتقال کیا۔ علی بن مسہر، غنجار، عیسیٰ بن یوسف سبیعی، فضیل بن عیاض، یکتا واعظ ابن سماک، مشہور شاعر مروان بن ابی حفصہ، معافی ابن عمران موصلی، معتمر بن سلیمان مفضل بن فضالہ قاضیٔ مصر، موسیٰ کاظم، موسیٰ ربیعہ، اپنے وقت کے ولیٔ کامل ابو الحکم مصری، نعمان بن عبدالسلام اصبہانی ہشیم یحییٰ بن ابی زائدہ، یزید بن زریع، یونس بن حبیب نحوی، مدینہ کے قاری یعقوب بن عبدالرحمٰن، امام مالک کے شاگرد اور اسپین کے زبردست عالم صعصعۃ بن سلام، نیز امام مالک کے شاگرد رشید عبدالرحمٰن بن قاسم مشہور شاعر عباس بن احنف، ابوبکر بن عیاش مقری، یوسف بن ماجشون اور دیگر بزرگوں نے اسی عہد ہارون رشید میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

مباہلہ ہارون رشید کے عہد خلافت میں ایک مصیبت یہ آئی کہ ۱۷۶ھ میں عبداللہ بن مصعب،

زبیری نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن علوی پر الزام لگایا کہ اس کی جماعت ہارون رشید پر خروج کرنا چاہتی ہے
چنانچہ یحییٰ نے عبداللہ کو ہارون رشید کی موجودگی میں مباہلہ کے لئے طلب کیا پھر اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال
کر یحییٰ نے یہ دعا کی "اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے ہارون رشید امیرالمومنین پر خروج کا کوئی ارادہ نہیں
کیا ہے اور اگر میں نے اس کے خلاف بغاوت کا ارادہ کیا ہو تو مجھے اپنی قوت و غلبہ میں گرفتار کرلے اور
بیخ و بنیاد سے مجھے اکھیڑ کر اپنے عذاب میں مبتلا کر دے" آمین یارب العالمین ــــ پھر عبداللہ نے یہ دعا
کرنے میں اوّلاً تردد کیا لیکن یحییٰ کی مانند بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ اس کے بعد یحییٰ نے دوبارہ مذکورہ بالا دعا
کی۔ پھر دونوں خاموش ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عبداللہ زبیری اسی رات فوت ہو گیا۔[1]

کارنامے

سنہ ۱۷۶ھ میں بعہد ہارون رشید شہر دبسنہ پر امیر عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح عباسی کے ذریعہ
قبضہ ہوا۔ سنہ ۱۷۹ھ میں ہارون رشید نے بماہ رمضان عمرہ کیا۔ اور عمرہ کا احرام پہنے ہوئے
حج کیا اور مکہ معظمہ سے عرفات تک پیدل سفر کیا۔

سنہ ۱۸۰ھ میں ایک زبردست زلزلہ آیا جس کی وجہ سے اسکندریہ کے بلند میناروں کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا۔

سنہ ۱۸۱ھ میں ہارون رشید نے خود میدان جنگ میں دشمنوں کو شکست دے کر قلعہ صفصاف فتح کیا۔

سنہ ۱۸۳ھ میں اہل خزرج نے شہر آرمینیہ میں بغاوت کی اور مسلمانوں پر حملہ کرکے انہیں قتل کرنا شروع کیا
یہاں تک کہ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو گرفتار کرلیا۔ اور مسلمانوں پر اتنے زیادہ مظالم کئے جو پہلے کبھی سننے
میں بھی نہیں آئے تھے۔

سنہ ۱۸۷ھ میں شہنشاہ روما نقفور نے ہارون رشید کو ایک تہدید آمیز خط بھیجا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں
اور ملکہ روما میں جو صلحنامہ تھا اس کو ختم کیا جاتا ہے۔ اسی خط میں اس نے لکھا کہ میری پیش رو ملکہ روما کی
سلطنت میں تمہاری حیثیت شطرنج کے رخ کی تھی اور وہ پیادہ بنی ہوئی تھی۔ اس نے عورتوں کی حماقت
سے نہیں بکثرت مال و دولت دیا۔ لہٰذا اس خط کے ملتے ہی تمام حاصل کردہ مال واپس کر دو ورنہ تلوار فیصلہ

---

[1] مباہلہ کے معنی ہیں باہم لعنت بھیجنا۔ جب باہمی طور پر کوئی نزاع ہو تو دونوں فریق جمع ہو کر جھوٹے پر خدا کی لعنت
بھیجتے ہیں اور ہر دو فریق دو دو مرتبہ بقاعدہ مقررہ جھوٹے پر خدا کی لعنت بھیجتے ہیں۔ ہارون رشید کے زمانہ میں اس کا
خوب رواج تھا اور جھوٹا اسی وقت یا اسی دن عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتا تھا ــــ واضح رہے کہ مباہلہ کے لئے
مدعی و مدعی علیہ دونوں فریق کا وقت واحد میں یکجا ہونا ضروری ہے۔ کسی فریق کی عدم موجودگی میں مباہلہ کرنا
باطل پرستی ہے۔ ازمترجم

کرے گی۔" ——— یہ خط پڑھنے کے بعد ہارون رشید سخت غضبناک ہوگیا۔ کسی کو اس کی طرف دیکھنے کی مجال نہ رہی۔ چہ جائیکہ کوئی اس سے گفتگو کرتا۔ تمام درباری خوف زدہ ہوکر اس کے پاس سے چلے گئے اور وزیر خاص کو بھی کچھ دریافت کرنے کی ہمت نہ ہوئی، غرضکہ ہارون رشید نے قلم دوات منگوا کر اس رقعہ کی پشت پر لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منجانب ہارون الرشید امیرالمومنین۔ بنام نقفور سگ روم۔ اے کافرزادہ۔ میں نے تمہارا خط پڑھا۔ جواب تم سنو گے نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔" یہ جواب لکھ کر ہارون رشید اسی روز روانہ ہوگیا اور یلغار کرتا ہوا شہر ہرقل میں پہنچ گیا اور وہاں زبردست جنگ ہوئی جو آج تک مشہور ہے۔ غرضکہ ہارون رشید کو فتح ہوئی اور شہنشاہ روما نقفور نے صلح کی درخواست کی اور سالانہ خراج دینا چاہا جسے ہارون رشید نے منظور کیا۔

اس فتح کے بعد ہارون رشید واپس ہوا اور ابھی مقام رقہ تک آیا تھا کہ شہنشاہ روما نے یہ سوچ کر معاہدہ شکنی کی، کہ اب موسم سرما میں ہارون رشید دوبارہ حملہ نہیں کرسکے گا۔ سگ روما کی معاہدہ شکنی کی اطلاع دہی کی کسی میں ہمت نہ تھی کہ عبداللہ بن یوسف تیمی نے جرأت کرکے چار مصرعوں میں دشمن کی غداری لکھ کر سنائی اور ابوالعتاہیہ نے بھی معاہدہ شکنی کی اطلاع بذریعہ اشعار پیش کی۔ تو ہارون رشید نے کہا اس نے یہ حرکت کی ہے اور پھر فوراً ہی واپس ہوا اور تیزی سے یلغار کرتا ہوا روما کے دارالسلطنت میں جا پہنچا اور کشتوں کے پشتے لگا کر مال غنیمت جمع کیا اور نقفور کو تباہ و برباد کرکے مطمئن ہوا۔

۱۸۹ھ میں ہارون رشید نے فدیہ دے کر ان تمام مسلمانوں کو جو ہرقلہ میں مقید تھے آزاد کرلیا۔

۱۹۰ھ میں شہر ہرقل فتح کیا اور مملکت روما میں اسلامی فوج پھیلا دی۔ چنانچہ شراحیل بن معن بن زائد نے قلعہ صقالیہ اور یزید بن مخلد نے ملقونیہ فتح کیا اور حمید بن میسوب نے قبرص پہونچ کر عمارتیں منہدم کیں شہر میں آگ لگا دی اور قبرص فتح کرکے سولہ ہزار قبرصی گرفتار کئے۔

۱۹۲ھ میں ہارون رشید خراسان کی جانب روانہ ہوا۔ محمد بن صباح طبری نے لکھا ہے کہ میرے والد بھی ہارون رشید کے ساتھ نہروان تک گئے ان کا بیان ہے دوران سفر میں ہارون رشید نے ایک دن مجھ سے کہا اے صباح شاید آئندہ تم مجھے نہ دیکھ سکو۔ میں نے کہا انشاءاللہ آئندہ ضرور ملاقات ہوگی۔ چنانچہ سب کے ساتھ سے ذرا ہٹ کر مجھ سے کہا راز کی بات ہے کسی سے نہ کہنا اس کے بعد انہوں نے اپنا پیٹ دکھایا جس کے اطراف میں ایک ریشمی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پھر کہا میں اپنی اس بیماری کو ہر ایک سے چھپائے ہوئے ہوں۔ اور اس پر طرہ یہ کہ میرے بیٹے میری جان کے دشمن ہیں اور خود بھی ایک دوسرے کے

رقیب ہیں۔ مسرور مامون کا، جبریل ابن بختی کا شوع امین کے طرف دار ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک میری زندگی کے سانس گن رہا ہے۔ لیکن میری زندگی کے دن بڑھتے جارہے ہیں۔ اب میں نے تم کو حالات سے باخبر کر دیا ہے۔ اس کے بعد ہارون رشید نے ایک نحیف و لاغر گھوڑا طلب کیا اور حسرت انگیز نظروں سے میری طرف دیکھا پھر اس کمزور گھوڑے پر سوار ہو کر جرجان کی جانب روانہ ہو گیا۔ اور پھر اسی بیماری کی حالت میں ہارون رشید نے ماہ صفر ۱۹۳ھ میں بمقام طوس انتقال کیا ــــــ

ولیعہدی ہارون رشید نے ۱۷۵ھ میں اپنی بیوی زبیدہ کی خواہش پر اپنے بیٹے محمد کو جس کا لقب امین تھا اس وقت ولیعہد مقرر کیا جبکہ اس کی عمر پانچ برس تھی ــــــ

ذہبی کا بیان ہے امامت کے لحاظ سے اسلام میں سب سے پہلے اس کمزوری کی داغ بیل ڈالی گئی۔ امین کو ولیعہد مقرر کرنے کے بعد ۱۸۲ھ میں ہارون رشید نے اپنے دوسرے بیٹے مامون کو ولیعہد بنایا اور مملکت خراسان کا اسے حاکم اعلیٰ مقرر کر دیا۔ اس کے بعد ۱۸۶ھ میں اپنے بیٹے قاسم کو جس کا لقب موتمن تھا ولیعہد بنایا اور اس لڑکے کو جزیرہ و ثغور کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا اور اس طرح اسلامی مملکت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ بعض عقلمندوں کا بیان ہے کہ ہارون رشید نے اپنے بیٹوں میں عداوت و جنگ کا خود سامان فراہم کر دیا اور رعایا کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر دیا ــــــ شعراء نے اس تقسیم ولیعہدی پر قصیدے پیش کئے جنہیں خانۂ کعبہ میں آویزاں کیا گیا جس کے بارے میں ابراہیم موصلی اور عبدالملک بن صالح شعراء نے بھی تہنیت نامے لکھے ــــــ

بعض کہتے ہیں کہ ہارون رشید نے امین، مامون اور موتمن کو ولیعہد بنایا لیکن معتصم کو اس لئے ولیعہد نہیں بنایا کہ وہ بالکل جاہل تھا۔ لیکن مشیت الٰہی کہ معتصم ہی کو خلافت ملی اور پھر اسی کی اولاد میں سب خلیفہ ہوئے اور معتصم کی اولاد کے سوائے ہارون رشید کی نسل میں کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہوا۔

سلم خاسر نے امین کی ولیعہدی پر ایک قصیدہ کہا جس کے عوض زبیدہ نے اس کا منہ جواہرات سے بھر دیا۔ جو بعد میں بیس ہزار اشرفیوں میں فروخت کئے گئے۔

ہارون رشید کے دیگر مختصر حالات سلفی نے طیوریات میں ابن مبارک کے حوالہ سے لکھا ہے۔ خلیفہ بننے کے بعد ایک لونڈی نے پر ہارون رشید کا دل آگیا، اور سوجان سے اس پر فریفتہ ہو کر خواہش پوری کرنا چاہی تو اس لونڈی نے کہا آپ کے لئے یہ جائز نہیں کیونکہ میں آپ کے والد مہدی کے ساتھ رہ چکی ہوں۔ چونکہ ہارون رشید اس کا دیوانہ تھا اس لئے امام ابو یوسفؒ سے مسئلہ پوچھا۔ امام ابو یوسفؒ نے کہا کیا ضروری ہے کہ یہ سچ ہے ہی کہتی ہو اور واقعہ یہ ہے کہ یہ لونڈی پارسا نہیں ہے

ابن مبارک کا بیان ہے کن کن امور پر تعجب کروں کیا اس بادشاہ پر جس کے قبضہ میں مسلمانوں کا خون و مال ہے جو اپنے والد کی عزت کا بھی کچھ خیال نہیں کرتا یا اس لونڈی پر جس نے امیر المومنین سے صحبت کرنے سے انکار کر دیا ــــــ یا روئے زمین کے فقیہہ و قاضی پر جس نے فتویٰ دیا کہ اپنے والد کی مدخولہ سے مل سکتے ہو اور اپنی خواہشات پوری کر سکتے ہو اور یہ بوجھ اپنی گردن پر لادلو۔

عبداللہ بن یوسف کا بیان ہے ہارون رشید نے اپنی ایک لونڈی مول لی اور امام ابو یوسفؒ سے کہا میری خواہش ہے کہ قبل استبراء (کار گناہ سے قبل) شاہی جسمانی میل دور کروں، اب آپ اس کی کوئی ترکیب بتایئے۔ تو امام صاحب نے فرمایا پہلے یہ لونڈی اپنے کسی بیٹے کے نام ہبہ کر دو پھر اس کے ساتھ نکاح کر لو۔

اسحٰق بن راہویہ کا بیان ہے ایک رات ہارون رشید نے امام یوسفؒ سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور پھر خوش ہو کر ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔ اس پر امام صاحب نے کہا صبح ہونے سے پہلے ہی ادائیگی کا انتظام فرما دیجئے۔ ہارون رشید نے حکم دیا رقم انعام ابھی دیدے جائے۔

اس پر ایک مصاحب نے کہا خزانچی اپنے گھر گیا اور خزانہ پر تالا ہے جس پر امام صاحب نے کہا میری طلبی کے وقت بھی دروازہ بند تھا۔ چنانچہ خزانہ کھلوا کر فوراً رقم انعام دی گئی۔

صولی نے یعقوب بن جعفر کی زبانی لکھا ہے کہ ہارون رشید ۱۶ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں تخت نشین، خلافت ہوا۔ اسی سال اس نے علاقۂ روم پر حملہ کیا اور فتحیابی کے بعد وہاں سے ماہ شعبان میں واپس ہو کر ایک مجمع کثیر کو لے کر حج کے لئے روانہ ہوا ــــــ ایک رات سرور عالمؐ نے فرمایا اے ہارون رشید تم خلیفہ رہو گے، جہاد کرتے رہو۔ حج کرو اور باشندگان حرمین شریفین کے ساتھ فراخ دلی سے پیش آؤ۔ چنانچہ ہارون رشید نے حج کیا اور حرمین شریفین میں بے دریغ دولت خرچ کی ــــــ

معاویہ بن صالح نے اپنے والد کی زبانی بیان کیا کہ ہارون رشید نے اپنے پہلے حج کے وقت پہلا شعر یہ کہا (ترجمہ) جو جانور حرم میں ذبح کے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ مکہ میں چلنے پھرنے سے محروم ہو گئے۔

---

[1] قاضی مبارک اور دوسروں کو اعتراض کرنے سے پہلے امام یوسفؒ کے فتویٰ پر غور کر لینا چاہیئے۔ امام یوسفؒ نے صاف صاف کہا کہ یہ لونڈی پارسا نہیں ہے یعنی زانیہ ہے ہمیشہ زنا کرتی رہی ہے اگر چاہو تو تم بھی اس کے ساتھ زنا کاری کر سکتے ہو۔ حالانکہ زنا حرام ہے اور سب سے بڑا قومی و اخلاقی جرم ہے جو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی اے ہارون رشید تم اس زانیہ عورت کے قریب نہ جاؤ اور زنا کاری کی خواہش سے توبہ کرو۔ ۔ ۔ از مترجم اقبال الدین احمد

سعید بن مسلم کا بیان ہے کہ ہارون رشید علماء کی مانند ذکی و تیز بین دانشمند تھا ایک مرتبہ مشہور شاعر نعمان نے گھوڑے کی تعریف میں شعر کہے تو ہارون رشید نے بہترین اصلاح دی اور وہ اشعار زمین سے آسمان پر پہونچ گئے۔

عبداللہ بن عباس بن فضل بن ربیعہ کا بیان ہے ہارون رشید نے قسم کھائی کہ فلاں رات تک اپنی محبوبہ لونڈی کے پاس نہیں جائے گا۔ بعد ختم مدت جب اس کی جانب مائل ہوا تو لونڈی نے اغماض کیا جس پر اس نے چند شعر کہے اور درباری شاعر ابوالعتاہیہ سے کہا تم بھی اس پر زور سخن دکھاؤ۔ جس نے لکھا ہے کہ محبوبہ اتنی حسین ہے کہ اس نے مالک کو مملوک کر دیا ہے۔

ابن عساکر نے ابن علیہ کی زبانی لکھا ہے ہارون رشید نے ایک زندیق کو گرفتار کرکے اس کی گردن زدنی کا حکم دیا اس پر اس زندیق نے کہا میری ایک ہزار خود ساختہ روایتیں جن میں رسول اکرمؐ کا ایک لفظ بھی نہیں ہے آپ نے تمام روئے زمین پر پھیلا دی ہیں، ان کا کیا علاج کریں گے تو ہارون رشید نے کہا اے دشمن خدا! یقین کرے کہ تیری پیش کردہ روایات کے ایک ایک حرف کی ابواسحق اور عبداللہ ابن مبارک تحقیق و تنقید کریں گے اور غلطیاں دور کر دیں گے۔

صولی نے اسحق ہاشمی کی زبانی لکھا ہے ہم لوگ ہارون رشید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی میں ہارون رشید نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے مجھے بغض و عداوت ہے۔ حالانکہ بخدا حضرت علیؓ سے مجھے بے انتہا محبت و الفت ہے۔ اور حاسد لوگ ہمیں طعنہ والزام دیتے ہیں اسلامی مملکت میں فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سزا یافتہ اپنے جرائم و گناہوں پر پشیمان و شرمندہ نہیں اور بنوامیہ کی طرفداری میں لگے ہوئے ہیں اور حضرت علیؓ کی اولاد سید و سردار ہے اور فضیلت میں مقدم ہے اور مجھ سے میرے والد و دادا نے حضرت عباسؓ کی زبانی رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ حسنینؓ سے محبت رکھنے والے نے مجھ سے محبت کی اور ان سے عداوت کرنے والے نے مجھ سے دشمنی کا برتاؤ کیا اور حضرت مریمؑ بنت عمران و آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون کے سوائے حضرت بی بی فاطمہؓ روئے زمین کی خواتین کی سردار ہیں۔

ایک دن ہارون رشید نے ابن سماک کی موجودگی میں پینے کا پانی منگوایا۔ اور سخت پیاس کی وجہ بیتابی سے پینے لگا تو ابن سماک نے کہا اتنی جلدی جلدی نہ پیجئے اور یہ فرمایئے کہ اگر پانی نہ ملے تو اس کی طلب میں آپ کتنی دولت خرچ کر سکتے ہیں؟ ہارون رشید نے کہا نصف سلطنت اس کے بعد ابن سماک نے کہا اب شوق سے نوش فرمایئے۔ پانی پینے کے بعد پھر ابن سماک نے پوچھا اگر پیشاب نہ آسکے تو اس کے اخراج کے لئے آپ کتنی دولت خرچ کر سکتے ہیں؟ ہارون رشید نے کہا نصف سلطنت۔ اس پر ابن سماک نے کہا آپ کی پوری سلطنت

کی قیمت ایک گلاس پانی اور ایک مرتبہ کے پیشاب کرنے کے برابر ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ دنیا پر فریفتہ ہونے سے پرہیز کیا جائے۔ اس نوبت پر ہارون رشید نے خوب گریہ وزاری کی ـــــ ابن جوزی کا بیان ہے ہارون رشید نے شیبان سے کہا کچھ نصیحت فرمایئے شیبان نے کہا تمہارا وہ مصاحب سب سے اچھا ہے جو خوف الٰہی دلاتا رہے کیونکہ اللہ سے ڈرتے رہنے کا نتیجہ امن واطمینان کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اللہ سے نڈر بنا دینے والا مصاحب بڑا ہی برا ہے کیونکہ اللہ سے نڈر ہونے کا انجام بہت ہی برا ہے۔ ہارون رشید نے کہا ذرہ تفصیل سے فرمایئے تو شیبان نے کہا جو شخص تم کو خوف الٰہی دلائے اور کہے کل روز محشر تم کو جوابدہی کرنا پڑے گی تو ایسا شخص بہت بہتر وبرتر ہے بہ نسبت اس کے جو تم سے یہ کہہ کر اللہ سے بے خوف کر دے کہ آپ کو کیا غم۔ آپ تو اہل بیت کی اولاد ہیں اور رسول اکرمؐ کے رشتہ دار ہیں اس نوبت پر ہارون رشید اتنا رویا کہ اس کے ساتھیوں کو اس پر رحم آگیا

صولی نے اپنی کتاب الاوراق میں لکھا ہے صرف دو۲ بادشاہ ایسے ہیں جنہوں نے حصول علم کے لئے سفر کیا ایک ہارون رشید جو اپنے دو بیٹوں امین، و مامون کو لے کر امام مالکؒ کے پاس گیا اور ان سے مؤطا پڑھا اور یہ کتاب مؤطا جو انہوں نے پڑھی تھی مصر کے شاہی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اور دوسرا بادشاہ سلطان صلاح الدین بن ایوب تھا، جو مؤطا امام مالکؒ پڑھنے کے لئے اسکندریا گیا اور وہاں علی بن طاہر بن عوف سے اس نے تعلیم پائی۔ ان دو کے سوائے کسی اور بادشاہ نے طلب علم کے لئے سفر نہیں کیا جس کی تائید میں منصور نمری نے بھی ایک نظم لکھی ہے کہ ہارون رشید نے قرآن کریم کو اپنا امام وامیر بنالیا ہے۔ جس پر ہارون رشید نے اسے ایک لاکھ روپیہ انعام دیئے۔ حسین بن فہم کا بیان ہے کہ ہارون رشید کہا کرتا تھا کہ رسول اکرمؐ کی تعریف کرنے والے میرے دوست ہیں۔

اسحٰق موصلی کا بیان ہے ایک مرتبہ میں نے ہارون رشید کو ایک مدحیہ نظم سنائی تو اس کے عوض ہارون رشید نے اپنے وزیر فضل سے کہا انہیں ایک لاکھ درہم دیدو۔ انہوں نے بہترین نظم کہی ہے اس کا مضمون اور بندشیں خوب ہیں تو میں نے عرض کیا اے امیرالمومنین! میری نظم سے تو آپ کا حکم زیادہ اچھا ہے جس پر حکم دیا اے فضل انہیں ایک لاکھ درہم اور دیدو۔ چنانچہ وقت واحد میں دو۲ لاکھ درہم مجھے مل گئے ـــــ طیوریات میں ہے ابوالعتاہیہ نے ابونواس سے کہا اسحٰق موصلی نے جو مدحیہ نظم ہارون رشید کو سنائی اس سے زیادہ اچھا تو میرا ہر شعر ہے۔

محمد بن علی خراسانی کا بیان ہے ہارون رشید ہی پہلا وہ بادشاہ ہے جس نے کرکٹ اور شطرنج کھیلی اور نشانہ بازی کی۔

صولی نے لکھا ہے ہارون رشید ہی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے گانے والوں کے درجے مقرر کئے اور اپنی لونڈی کے انتقال پر خود مرثیہ لکھا۔

انتقال ہارون رشید نے مملکت خراسان کے مقام طوس میں بدوران جنگ بہ عمر (۴۵) سال انتقال کیا اور وہیں ۳ جمادی الثانی ۱۹۳ھ میں دفن کیا گیا اور اس کی نماز جنازہ اس کے بیٹے صالح نے پڑھائی۔

ترکہ صولی کا بیان ہے ہارون رشید نے مرتے وقت حسب ذیل ترکہ چھوڑا، دس کروڑ اشرفیاں زرنقد اور اسباب خانہ داری کے منجملہ جواہرات سونے چاندی کے برتن اور گھوڑے وغیرہ جن کی قیمت ایک ارب دس کروڑ پچیس لاکھ اشرفیاں سے کم نہ تھی۔

علاج حکیم جبریل بن بختی شوع نے ہارون رشید کے علاج میں غلطی کی، اس نے ہارون رشید کا اپریشن کرنا چاہا تھا لیکن یہ کہا کہ کل تک انتظار کرتا ہوں کل صبح تک آپ کو افاقہ ہو جائے گا ورنہ کل اپریشن کروں گا لیکن ہارون رشید نے اسی دن جان دیدی۔

خواب ہارون رشید نے انتقال سے پہلے خواب دیکھا کہ طوس کا حاکم بنا دیا گیا ہوں۔ صبح کو روتے ہوئے اس نے کہا میری قبر تیار کر دی جائے چنانچہ وہ اپنی قبر خود دیکھنے اونٹ پر سوار ہو کر گیا اس نے اپنی قبر دیکھ کر کہا اے ابن آدم! اب تجھے یہاں آرام ملیگا چنانچہ اس نے لوگوں کو قبر میں اترنے کا حکم دیا، جہاں انہوں نے قرآن شریف ختم کیا اور اس مدت میں ہارون رشید اپنی قبر کے قبہ کے ایک گوشے میں بیٹھا رہا۔

موت کی اطلاع ہارون رشید کے انتقال کے بعد طوس کے میدان میں جنگ ہی میں فوجیوں نے ہارون رشید کے بیٹے امین کی بیعت کی امین اس زمانہ میں بغداد میں تھا اس نے جمعہ کے خطبہ میں ہارون رشید کے انتقال کا اعلان کیا اس کے بعد امین کے ہاتھ پر بغداد کے لوگوں نے بیعت کی اور ہارون رشید کا ملازم خاص مرجا، ہارون رشید کی چادر، لاٹھی اور انگوٹھی لے کر ڈاک کے ذریعہ مرو سے روانہ ہوا۔ اور بارہ دن کی مسافت طے کر کے ۱۵ جمادی الثانی ۱۹۳ھ کو بغداد پہنچا یہ سامان امین کے سپرد کیا۔

ابی شیص نے ہارون کا مرثیہ لکھا اور ابو نواس نے تعزیت و مبارک باد دی دونوں پر مشتمل ایک نظم لکھی۔

احادیث صولی نے لکھا ہے مجھ سے عبدالرحمٰن بن خلف نے کئی واسطوں کے ذریعہ سلمان بن ضبی کی زبانی بیان کیا کہ ہارون رشید کو میں نے دوران خطبہ میں کہتے سنا ہے کہ مجھ سے مبارک بن فضالہ نے حسن کے ذریعہ حضرت انس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آتش دوزخ سے پرہیز کرو اگرچہ وہ کھجور کے

چھلکے ہی کے سبب ہو۔ اور ہارون رشید نے یہ حدیث بھی بیان کی کہ مجھ سے محمد بن علی نے کئی واسطوں کے ذریعہ حضرت علیؓ سے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اپنا منہ پاک وصاف رکھو، کیونکہ اسی سے قرآن شریف پڑھا جاتا ہے۔

امین محمد ابو عبداللہ

امین محمد ابو عبداللہ ابن ہارون رشید بن مہدی بن منصور کو ہارون رشید نے اپنی زندگی میں ولیعہد بنایا تھا، چنانچہ اپنے والد کے بعد وہ خلیفہ ہوا۔

نا اہلیت

امین خوبصورت جوان تھا اس کا رنگ سرخ و سفید تھا وہ سیدھا دراز قد، زور آور، اور مشہور حملہ آور بہادر تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے شیر بھی مارا۔ اگرچہ فصیح و بلیغ، صاحب علم و ادب اور عالم فاضل تھا۔ لیکن کوتاہ اندیش، فضول خرچ، ضعیف الرائے تھا۔ اوندھے کام کیا کرتا تھا اور خلافت کی اہلیت نہ رکھتا تھا۔ اس نے ۱۹۳ھ میں خلیفہ ہونے کے بعد دوسرے ہی دن قصر منصور کے برابر چوگان کھیلنے کا میدان بنانے کا حکم دیا۔

امین و مامون میں رنجش

۱۹۴ھ میں امین نے اپنے بھائی قاسم ملقب بہ مامون کو جسے اس کے والد ہارون رشید نے ولیعہد دوم بنایا تھا معزول کر دیا، اسی وجہ سے ان دونوں بھائیوں میں رنجش و کشیدگی پیدا ہوگئی ـــــ بعض کہتے ہیں فضیل بن ربیع نے خیال کیا مامون کے زمانہ میں میری قدر و منزلت نہیں رہے گی اس لئے امین کو برانگیختہ کرکے مامون کو معزول کرا دیا اور اس کی بجائے امین کے فرزند موسیٰ کو ولیعہد منوا دیا۔ مامون کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے امین کو خط و کتابت بند کر دی اور اور امین کا نام اپنے فرامین اور سکوں پر سے نکلوا دیا۔ اس کے بعد امین نے مامون کو لکھا کہ موسیٰ کے بعد تم ہی خلیفہ ہوگے میں نے موسیٰ سے تم کو مقدم کر دیا ہے اور موسیٰ کو ناطق حق کا لقب دیا ہے لیکن مامون نے اس فرمان کو ٹھکرا دیا اور اپنی ولیعہدی کے ختم نہ ہونے سے انکار کر دیا۔ اور فرستادہ امین پر خوب نوازش کی یہ حالت دیکھ کر فرستادہ امین نے بھی خفیہ طور پر مامون کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور امین ہی کو جائز ولیعہد سلطنت تسلیم کیا۔ غرضکہ یہ فرستادہ امین واپس ہوکر امین کے دارالسلطنت سے مامون کو ملکی و شاہی حالات سے باخبر کرتا رہا اور عراق کے بارے میں واقعات لکھتا رہا، غرضکہ امین نے اپنے والد کا عہد نامہ جس میں مامون کی ولیعہدی تحریر تھی اور جو کعبہ میں آویزاں تھا، منگوا کر چاک کر دیا اور مامون کو ولیعہدی سے بالکل

خارج قرار دیدیا۔ اس وجہ سے مامون مزید کشیدہ ہوگیا صاحبان عقل وشعور نے امین کو سمجھایا، نیز حازم بن حزیمہ نے کہا اے امیرالمومنین! جھوٹ بولنے والے نے آپ کے ناصح نہیں۔ اور سچے آپ کو دھوکہ نہیں دے رہے ہیں آپ ازراہِ کرم مامون کی ولیعہدی کو ممنوع قرار نہ دیجئے ورنہ ممکن ہے کہ لوگ آپ کی خلافت سے بھی انکار کر بیٹھیں، آپ عہد شکنی نہ کیجئے ممکن ہے آپ سے بھی عہد شکنی کی جائے، اور آپ کی بیعتِ خلافت سے لوگ دست کش ہو جائیں، واضح رہے کہ دھوکہ دینے والے کینہ پرور ہیں۔ اور معاہدہ شکن کی لوگ امداد نہیں کرتے۔ لیکن امین نے ایک نہ سنی اور لوگوں کو مال، دولت وغیرہ دے کر مزید اپنی طرف مائل کر لیا۔ اور اپنے بیٹے کو موسیٰ کی ولیعہدی کی لوگوں سے بیعت لے لی۔ اور اس کا لقب ناطق حق مقرر کر دیا اور یہ تمام کاروائی اس وقت کی گئی جبکہ یہ موسیٰ ناطق حق ابھی دودھ پیتا بچہ تھا

مامون کو جب یہ یقین ہوگیا کہ امین نے اسے خلافت سے بالکل محروم کر دیا ہے تو اس نے اپنا لقب امام المومنین رکھا۔ اور سرکاری کاغذات میں یہی لکھوانا شروع کیا ——

انہی دنوں ۱۹۵ھ میں امین نے بلادِ جبل، ہمدان، نہاوند، قم اور اصبہان پر علی بن عیسیٰ بن ماہان کو حاکم اعلیٰ مقرر کیا (حالانکہ یہ مامون کی جاگیر تھی) اور علی بن عیسیٰ ۱۵ جمادی الثانی ۱۹۵ھ چالیس ہزار فوج کے ساتھ مامون پر حملہ آور ہوا اور اپنے ساتھ سونے کی بیڑیاں لیتا گیا تاکہ مامون کو قید کر کے یہ بیڑیاں پہنائی جائیں — مامون نے اطلاع پر اس کے مقابلے میں طاہر بن حسین کو چار ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اور طاہر نے میدان جنگ میں فتح پا کر علی بن عیسیٰ کا سر کاٹ کر مامون کے دربار میں پیش کیا جو تمام خراسان میں گشت کرایا گیا۔ اس طرح علی بن عیسیٰ مارا گیا اور اس کی فوج بھاگ گئی۔ اس کے بعد مامون کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ اس واقعہ کی جس وقت امین کو اطلاع ہوئی تو وہ مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا اس نے اطلاع دینے والے اپنے غلام کوثر سے کہا میں نے اب تک کوئی مچھلی نہیں پکڑی تو ہلاک ہو مجھے دو مچھلیاں تو پکڑ لینے دیتا۔

امین کی ندامت اور زوالِ سلطنت عبداللہ بن صالح جرمی کا بیان ہے۔ علی بن عیسیٰ کے قتل سے بغداد میں بھی فتنہ وفساد اور اضطراب پھیل گیا۔ امین کو اپنے اس فعل سے ندامت ہوئی کہ اس نے اپنے بھائی مامون کو خلافت سے محروم کیوں کیا۔ اب امین کو امراء سلطنت کی لالچ وطمع کا علم ہوا۔ فوج نے اپنی بقایا اور موجودہ تنخواہ کا شدت کے ساتھ امین سے مطالبہ کیا —— امین و مامون کے درمیان جنگ نے طول پکڑا۔ اور امین کی سلطنت میں روزانہ زوال آتا رہا کیونکہ یہ کھیل کود میں مشغول رہا اور جہالت کے کام کرتا رہا تھا، دوسری طرف باشندگانِ حرمین شریفین اور عراقی مملکت کے

اکثر لوگوں نے مامون کی بیعت کی۔ امین کے حالات بدتر ہونے لگے، فوج میں ابتری پھیل گئی خزانہ خالی ہوگیا۔ اور عوام کی اقتصادی و معاشی حالت بدتر ہوگئی، فتنہ وفساد عام ہوگیا۔ آپس کی جنگ تیراندازی اور منجنیق کی گولہ باری سے شہر کے شہر مسمار ہوگئے۔ اور بغداد کی خوبصورتی غائب ہوگئی۔ یہ حالات دیکھ کر لوگوں نے آہ وزاری کی اور مرثیے لکھے۔ غرضکہ بغداد جیسے خوبصورت شہر کو خراب و برباد ہوتے ہوئے مدتیں گزر گئیں یہاں تک کہ پندرہ ماہ کے حصار کے بعد مصائب سے نجات حاصل کرنے کے لئے تمام عباسی دارکانِ حکومت ماموں کی فوج میں مل گئے۔ اور امین بغداد کے شور وغوغا و فساد میں مبتلا ہو کر رہ گیا۔ اور ۱۹۸ھ میں طاہر بن حسین حاکم افواج مامون تلوار کے زور پر بغداد میں داخل ہوا جس نے امین کو مع اس کی والدہ اہل و عیال کے قصر شاہی سے نکال دیا اور یہ سب شہر منصورہ چلے گئے۔ جہاں اس کے ساتھ فوجی اور غلام کوئی نہ تھا اور خورد ونوش کی بھی ان کو کمی ہوگئی۔

شرمناک کردار

محمد بن راشد نے ابراہیم بن مہدی کا بیان تحریر کیا ہے کہ میں بھی شہر منصورہ میں امین کے ہمراہ تھا ایک رات اس نے اپنے خاص محل میں بلا کر مجھ سے کہا ابراہیم دیکھو کیسی اچھی رات ہے چاند حسن افشانی کر رہا ہے اور اس کی کرنیں پانی میں عجیب منظر پیش کر رہی ہیں شراب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے میں نے کہا آپ کا جو حکم ہو۔ غرضکہ شراب چلنے لگی پھر اس نے ایک لونڈی کو طلب کیا جس کا نام ضعف تھا اور میں نے اس کے نام سے بدفالی لی۔ چنانچہ وہ نابغہ کی غزل گانے لگی امین نے ان اشعار سے بدفالی لیتے ہوئے کہا کوئی اور غزل۔ تو اس نے دوسری غزل چھیڑی جسے سن کر امین نے کہا او کمبخت تجھے اس کے سوا کچھ اور یاد نہیں جس پر لونڈی نے کہا مجھے شک تھا یہ آپ کو پسند نہ ہوگی۔ پھر ایک اور غزل سنائی جس پر امین نے کہا تجھ پر اللہ کی مار۔ دور ہو یہاں سے۔ جاتے وقت اس کی ٹھوکر سے ایک قیمتی بلوری پیالہ ٹوٹ گیا تو امین نے کہا اے ابراہیم بخدا میرا آخری وقت آگیا ہے میں نے کہا اللہ آپ کی عمر دراز کرے آپ کی سلطنت کو مزید پرشوکت کرے۔ میں نے ابھی اپنے جملے پورے بھی ادا نہیں کئے تھے کہ دریائے دجلہ کی سمت سے یہ آواز آئی "جس امر کے بارے میں تم دریافت کرتے ہو وہ پورا ہوگیا" یہ آواز سن کر امین بے حد پریشان و غمگین ہوا اور ایک دو دن بعد عجمیوں نے اسے گرفتار کر کے قید کر لیا۔ پھر اس کو زخمی کر کے پچھلی طرف سے اس کا سر قلم کر دیا۔ اور پھر یہ سر طاہر کے پاس پیش کیا جس نے اسے باغ کی دیوار پر رکھوا کر اعلان کرایا لوگو! دیکھو یہ معزول امین کا سر ہے اور اس کا جسم کسی پہاڑ کی کھوہ میں ڈلوا دیا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد امین کا یہ سر اور اس کی چادر کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی جانماز جس کے نیچے استر لگا ہوا تھا اور ڈنڈا۔ یہ سب ماموں کے دربار میں روانہ کیا۔ اور

ماموں کو اپنے بھائی کے قتل سے سخت صدمہ ہوا۔ ماموں کا منشا یہ تھا کہ امین کو زندہ گرفتار کرکے اس کے پاس پہونچایا جائے تاکہ وہ امین کے لئے خود سزا تجویز کرے ـــــ امین کی گردن کشی کے جرم میں ماموں نے طاہر کو جلاوطن کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ گمنامی کی حالت میں کسی دور مقام پر بے کسی کی حالت میں مرگیا اور امین کا یہ قول پورا ہوا جو اس نے طاہر کو اپنے ایک خط میں لکھا تھا اسے طاہر یاد رکھو جو کوئی ہماری باہمی نزاع میں کسی ایک پر ظلم کرے گا تو اس کی سزا تلوار ہے۔ اور تم بھی اپنی ذات کے لئے اسی کے منتظر رہو ــــ نیز ابو مسلم وغیرہ جنہوں نے امین کو اچھی رائے نہیں دی وہ سب قتل کئے گئے اور امین کی وفات پر ابراہیم وغیرہ اور خزیمہ بن حسن نے زبیدہ کی زبانی مرثیے لکھے ــــ ابن جریر کا بیان ہے امین نے بادشاہ ہونے کے بعد گراں قیمت زنخے خریدے اور ان سے صحبت کی اور اپنی بیویوں باندیوں سے بالکل قطع تعلق کر لیا تھا ــــ

کچھ لوگوں نے لکھا ہے امین نے بادشاہ ہونے کے ساتھ ہی دور دور سے کھلاڑی بلائے اور ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ انواع اقسام کے درندے، جانور اور چڑیاں جمع کی تھیں، اپنے رشتہ داروں اور حکام سے پردہ کرتا اور انہیں ذلیل درسوا کرتا تھا۔ سرکاری خزانہ خالی کر دیا تھا۔ جوہرات اور دیگر عمدہ قیمتی چیزیں تلف و برباد کر دی تھیں، کھیل کود کے لئے مختلف مکانات بنوائے تھے۔ ایک مرتبہ ایک گانے والے کو ایک کشتی بھر کے اشرفیاں دی تھیں، علاوہ ازیں شیر، ہاتھی عقاب، سانپ اور گھوڑے کی شکل کی پانچ کشتیاں بنوائی تھیں جن کی تیاری میں بے دریغ دولت خرچ کی تھی۔ جس پر ابونواس نے نظم لکھی کہ یہ کشتیاں خشکی پر بھی چلا کرتی تھیں اور پانی میں بھی اور ان سے سخت تیراندازی بھی کی جاسکتی تھی۔

صولی نے لکھا ہے کہ مجھ سے ابوعینا نے محمد بن عمرو رومی نے کہا کہ امین کا ملازم خاص کوثر لڑائی کی کیفیت دیکھنے باہر نکلا تو اس کے چہرہ پر ایک پتھر لگا اسی حالت میں وہ امین کے پاس گیا تو امین نے اس کے چہرہ کا خون صاف کرتے ہوئے دو شعر کہے اور پھر درباری شاعر عبداللہ بن تیمی کو طلب کر کے ان شعروں پر اشعار کہنے کا حکم دیا۔ اور جب وہ پوری نظم کہہ لایا تو اس کو تین خچر بھر کر روپیہ انعام دیئے۔ امین کے انتقال کے بعد تیمی نے ماموں کی بہت کچھ مدح کی اور بالآخر فضل بن سہل کے ذریعہ ماموں کے دربار میں پہونچا۔ تو اظہار واقعات کی نظم پیش کرنے پر ماموں نے قصور معاف کرتے ہوئے دس ہزار درہم دیئے ــــ

کہتے ہیں کہ سلیمان بن منصور نے امین کو اطلاع دی کہ ابونواس نے آپ کی ہجو لکھی ہے اس لئے اسے قتل کرا دیجئے۔

امین کی مغفرت
امام احمد بن حنبلؒ نے لکھا ہے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ امین کی اس لئے مغفرت کرے گا کہ اس نے اسمٰعیل بن علیہ سے کہا تھا او حرام زادہ تو قرآن کریم کو مخلوق کیوں کہتا ہے؟ آئندہ یہ تیری جرأت نہ ہو۔

والدہ کا نام
مسعودی کی تحریر ہے کہ اب تک صرف حضرت علیؓ، امام حسنؓ اور امین ہی وہ خلیفہ ہوئے جو ہاشمی نسل اور ہاشمی خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے ان کے سوائے کوئی اور خلیفہ ہاشمی نہیں ہے امین کی والدہ زبیدہ تھی جو جعفر بن ابوجعفر منصور بن محمد کی دختر تھی جس کا نام امۃ العزیز تھا اور زبیدہ لقب تھا۔

بعض خوبیاں
اسحٰق موصلی کا بیان ہے امین میں جو خوبیاں تھیں وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئیں وہ بہت، خوبصورت، بڑا سخی، نجیف الطرفین، ادیب و عالم ہونے کے ساتھ بہترین خلیفہ تھا۔ البتہ کھیل کود میں مصروف رہا۔ دولت خرچ کرنے میں سخی سردار تھا اور کھانا کھلانے میں کنجوسی کرتا تھا۔

علمی قابلیت
ابوالحسن احمر کا بیان ہے علم نحو میں جب مجھے کوئی دلیل نہ ملتی تو امین ثبوت کے لئے فوراً ہی کسی استاد کا شعر سنا دیتا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ شاہزادوں میں امین و مامون سے زیادہ کوئی دوسرا ایسا باشعور پایا نہیں گیا۔

تاریخ انتقال
مامون کا بیان ہے کہ امین بہ عمر (۲۷) سال ماہ محرم ۱۹۸ھ میں قتل کیا گیا۔

مشاہیر
امین کے زمانہ حکومت میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال کیا:
اسمٰعیل بن علیہ (وہ مشہور شخص کو قرآن کریم کو مخلوق کہتا پھرتا تھا) غندر، شفیق بلخی زاہد ابومعاویہ ضریر، مورخ سدوسی، عبداللہ بن کثیر مقری، مشہور شاعر ابونواس، امام مالک کے مشہور شاگرد عبداللہ بن وہب بن منبہ، ورش مقری، وکیع اور دیگر حضرات نے بھی امین کے دور میں جام بقا نوش فرمایا۔

دیگر حالات
علی بن محمد نوفلی اور دوسرے لوگوں نے لکھا ہے سفاح، منصور، مہدی، ہادی، اور ہارون رشید وغیرہ میں سے کسی کو برسر منبر اس کے اوصاف سے یاد نہیں کیا گیا اور سرکاری کاغذات میں بھی کسی کی خصوصی صفات نہیں لکھی گئیں البتہ عبداللہ محمد امین ابن ہارون رشید ای وہ پہلا خلیفہ تھا جسے برسر منبر امین کہا جاتا۔ اور سرکاری کاغذات میں بھی اس طرح لکھا جاتا۔

منجانب عبداللہ محمد امین امیرالمومنین ـــــ نیز عسکری نے اوائل میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے برسر منبر جس کو لقب سے یاد کیا گیا وہ امین ہی تھا ـــــ امین کو جب معلوم ہوا کہ ماموں مخالفت پر کمربستہ ہے تو اس نے اپنے سوتیلے بھائی ماموں کے نام ایک نظم لکھی جس میں تحریر کیا کہ تم برتری ظاہر نہ کرو کیونکہ تم باندی کے پیٹ سے ہو اس لئے اپنی حیثیت پر نظر رکھو، اور میرے مقابل میں آنے کی جرأت نہ کرو ـــــ

میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ مامون و ہارون رشید کی نظم گوئی کی بہ نسبت امین کے اشعار بہت بلند ہیں۔

صولی نے لکھا ہے کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ امین کا ملازم خاص کوثر دراصل آب بردار دریائی پلانے کی خدمت پر مامور تھا اور جس وقت چاندنی چٹکی ہوتی اور شطرنج کی بساط جمی ہوتی تو کوثر لازماً حاضر رہتا تھا ـــــ بعض کہتے ہیں کہ مصاحب خاص تھا ـــــ امین نے کوثر کی تعریف میں بھی اشعار کہے اور جس زمانہ میں امین اپنی سلطنت سے مایوس ہو گیا اور طاہر بن حسین جو امین کا کسی زمانہ میں فوجی سپہ سالار تھا مملکت پر قابض ہو گیا اس زمانہ میں بھی امین نے کوثر کی یاد میں اشعار لکھے۔

صولی کا بیان ہے امین نے اپنے پیشکار و میر منشی سے کہا لکھو،

از طرف عبداللہ محمد امیرالمومنین } مقدمہ
بخدمت طاہر بن حسین } ازروئے ملاقات

السلام علیکم۔ میرے اور بھائی مامون کے درمیان ناچاقی کی عام شہرت ہو گئی ہے اور اختلافات رونما ہے۔ تاہم میں اپنے بھائی کے پاس جانا چاہتا ہوں اس لئے براہ کرم آپ پروانہ جاری فرما دیجئے اگر وہ میری عزت کرے تو یہ اس کی لیاقت ہے اور اگر قتل کرا دے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ مروت ہی مروت شکنی کرتی اور تلوار کو تلوار کاٹتی ہے۔ بھائی تک رسائی اس سے زیادہ اچھی ہے کہ درندے پھاڑ کھائیں یا کتے بھونکیں۔

ـــــ لیکن طاہر نے امین کو جانے کی اجازت نہیں دی۔

اسماعیل بن ابی محمد یزیدی کا بیان ہے میرے والد کہا کرتے تھے کہ امین و ماموں نہایت ہی فصیح و بلیغ گفتگو کیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے ایک دن کہا اگرچہ بنو امیہ خلفاء کی اولاد فصاحت و بلاغت سیکھنے کے لئے دیہاتوں کے پاس جایا کرتی تھی۔ لیکن آپ دونوں بھائی ان سے بھی زیادہ فصیح و بلیغ گفتگو کرتے ہیں۔

احادیث صولی کا بیان ہے کہ امین کی زبانی صرف ایک ہی حدیث سنی گئی ہے جو مجھ سے مغیرہ نے کہا میں حسین بن ضحاک کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور کچھ ہاشمی و متوکل کے متعلقین بھی تھے کہ کسی نے پوچھا امین کا ادب و فقہ اور حدیث میں کیا مقام ہے تو حسین بن ضحاک نے کہا ادب و فقہ میں امین کو بلند مقام حاصل ہے البتہ حدیث دانی کی کیفیت یہ ہے کہ ایک مرتبہ امین کا غلام حج کرتے گیا اور مکہ معظمہ میں اس کا انتقال ہوگیا تو امین نے اپنے والد اور دادا پردادا کے حوالہ سے حضرت عباسؓ کی زبانی یہ حدیث بیان کی کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے جس کا حالت احرام میں انتقال ہو تو وہ روز محشر تکبیریں کہتا ہوا اٹھے گا۔

مادری برتری ثعالبی نے لطائف المعارف میں بحوالہ ابو العیناء کا یہ قول لکھا ہے۔ امین کی والدہ زبیدہ بنت جعفر بن منصور اگر اپنے بال کھول دے تو اس کی ہر ایک لٹ میں خلیفہ اور ولیعہد نظر آئیں گے۔ منصور بن محمد زبیدہ کے دادا تھے، سفاح دادا کے بھائی تھے، مہدی چچا اور ہارون رشید اس کا شوہر تھا اور امین اس کا لڑکا تھا۔ علاوہ ازیں مامون و معتصم اس کے سوتیلے بیٹے تھے واثق و متوکل اس کے سوتیلے بیٹوں کے فرزند تھے اور یہ سب خلیفہ ہوئے ہیں ۔۔۔

اور ولیعہدی کی تعداد بکثرت موجود ہے جس کی مثال بنو امیہ میں دیکھ لو کہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ ہے کہ یہ سب ولیعہد ہوئے نیز معاویہ بن یزید اس کا بھائی، مروان بن حکم اس کا خسر، عبدالملک اس کا شوہر، یزید اس کا بیٹا، ولید اس کا پوتا۔ علاوہ ازیں ولید، ہشام اور سلیمان اس کے سوتیلے بیٹے اور یزید ابراہیم ابن ولید یہ دونوں اس کے سوتیلے پوتے تھے۔

مامون عبداللہ ابو العباس

پیدائش عبداللہ بن ہارون رشید ۱۵ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو جمعہ کے دن رات کے وقت پیدا ہوا (اسی رات ہارون رشید کے بھائی ہادی کا انتقال ہوا تھا) مامون اس کا لقب اور ابو العباس کنیت تھی۔ ہارون رشید نے امین کے بعد اسے ولیعہد بنایا تھا اس کی والدہ کا نام مراجل تھا جس نے حالت نفاس میں ہی انتقال کیا۔

محاسن مامون نے کم عمری ہی میں تعلیم سے فراغت پائی، اپنے والد اور ہشیم و عباد بن عوام و یوسف بن عطیہ و ابو معاویہ ضریر، و اسماعیل بن علیہ و حجاج اعور وغیرہ سے احادیث پڑھیں، اور علم ادب کی تکمیل یزیدی سے کی۔ اور روئے زمین کے علماء و فقہاء کو جمع کرکے ان سے فقہ، عربی

ادب اور تاریخ وغیرہ پڑھیں۔ جوان ہونے کے بعد فلسفہ اور قدیمی علوم میں مہارت حاصل کرنے پر قرآن کریم کے مخلوق ہونے کا قائل ہوگیا۔

اس کی زبانی اس کے فرزند فضل اور یحییٰ بن اکثم، جعفر بن ابوعثمان طیالسی، امیر عبداللہ بن طاہر احمد بن حارث شیعی، دعبل خزاعی وغیرہ نے احادیث بیان کی ہیں ______

مامون تمام خاندان بنوعباس میں سب سے زیادہ پُرتدبیر، پختہ ارادہ، بردبار، صاحب علم، درست رائے، ہوشیار، عقلمند، پرہیبت، بہادر، عمدہ سردار اور جوان مرد تھا۔ علاوہ ازیں یہ اور بھی دیگر عمدہ صفات اور اعلیٰ خوبیوں کا مالک تھا۔ البتہ نقص یہ تھا کہ قرآن کریم کو مخلوق کہنے کی وجہ سے بلحاظ عقیدہ لوگ برا جاننے لگے تھے ____ مامون تمام خاندان بنوعباس میں سب سے زیادہ عالم، زبان آور فصیح اور قادر الکلام تھا۔ اور کہا کرتا تھا عمرو بن عاص کی وجہ سے معاویہؓ نے سلطنت کی سیاسی گتھیاں سلجھائیں، حجاج بن یوسف کے سبب سے عبدالملک تدبیر ملکی سیاست میں مشہور ہوا اور میں انشاءاللہ اپنے اعتماد نفس خود داری کے بل بوتے پر حکومت کرتا ہوں۔

کہتے ہیں بنوعباس ہی میں ابتدائی، درمیانی اور آخری خلیفہ ہوئے چنانچہ سفاح پہلا، مامون درمیانی اور معتضد آخری خلیفہ ہوا ہے ______

کہتے ہیں کہ مامون نے کبھی کبھی ماہ رمضان میں (۳۲۔ ۳۳) مرتبہ قرآن کریم ختم کیا ہے۔

______ بعض اسے شیعہ کہتے ہیں اور یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ اس نے اپنے بھائی مؤتمن کو معزول کرکے علی رضا کو ولیعہد بنایا تھا جس کا تذکرہ آئندہ کیا جائے گا۔[1]

ابومعشر منجم کا بیان ہے مامون بے انتہا عادل۔ کامل فقیہ اور زبردست عالم تھا۔ ہارون رشید کا خود بیان ہے کہ مامون میں منصور جیسی پختگی، مہدی جیسا تقویٰ اور ہادی جیسی شان و شوکت ہے اور چوتھی چیز یہ کہ میں اس کو خود اپنی ذات والا صفات سے تشبیہ دے سکتا ہوں لیکن امین کو میں نے اس لئے ترجیح دی کہ وہ ہاشمی خاتون کا بیٹا ہے اگرچہ اس میں خواہشات کی بندگی، فضول خرچی اور بیگمات و لونڈیوں کی رائے ماننے کی بری خصلتیں ہیں اگر مامون ام جعفر کا بیٹا نہ ہوتا بلکہ ہاشمی بطن سے

---

[1] تشیع کے معنی محبت اہل بیت اور شیعہ سے مراد ہے تمام صحابہؓ اور خاص کر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ پر حضرت علیؓ کو فضیلت دینا۔ اور اہل بیت کی محبت میں بہت زیادہ غلو کرنا ______ اللہ ہم کو شرک سے محفوظ رکھے۔ آمین از مترجم

ہوتا تو میں لازماً مامون ہی کو مقدم رکھتا۔

خلافت مامون اپنے بھائی امین کے قتل کے بعد ۱۹۸ھ میں بمقام خراسان خلیفہ ہوا اور ابوجعفر کنیت رکھی۔

صولی کا بیان ہے مامون کو کنیت ابوجعفر بہت پسند تھی کیونکہ منصور و ہارون رشید کی بھی یہی کنیت تھی اور اسی کنیت کی وجہ سے منصور پر جلال خلیفہ ہوا اور جس کی یہ کنیت ہو اس کی عمر بھی دراز ہوتی ہے جیسے منصور و ہارون رشید وغیرہ۔

مؤتمن کی معزولی مامون نے ۲۰۱ھ میں اپنے بھائی مؤتمن کو معزول کر کے اس کی جگہ علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادقؒ کو ولیعہد بنایا۔ لوگوں نے اس فعل کو اس کے شیعہ ہونے پر محمول کیا۔ اور یہاں تک کہا گیا کہ مامون خود خلافت سے دستبردار ہو کر علی رضا کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے ــــ مامون نے امام موصوف کو رضا کا لقب دیا تھا ملکی سکوں پر ان کا ان کی بیوی و بچوں کا نام مسکوک کرایا تھا۔ اور اپنی مملکت کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک امام موصوف کو رضا لکھنے کے تاکیدی فرامین بھیجے تھے۔ امام علی رضا کو ولیعہد بنانے کے بعد مامون نے سیاہ لباس ترک کر کے سبز لباس اختیار کر لیا تھا[1] اور یہ بات بنوعباس کو سخت ناگوار ہوئی، چنانچہ انہوں نے ابراہیم بن مہدی بن منصور (یعنی ہارون رشید کے بھائی) کے ہاتھ پر بیعت کی اور مبارک لقب دیا اس کے بعد مامون پر ان لوگوں نے خروج کیا مامون نے ان لوگوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لڑائی ہو رہی تھی، کہ مامون عراق کی جانب ضروری کام سے گیا اور علی رضا نے ۲۰۳ھ میں انتقال کیا، مامون نے اہل بغداد کو لکھا علی رضا کا انتقال ہو چکا ہے۔ اب فتنہ و فساد کیوں جاری ہے؟ لیکن اہل بغداد نے مامون کو سخت جواب دیا جو مامون کو بہت برا معلوم ہوا دوسری طرف لوگ خفیہ طور پر ابراہیم سے علیحدہ ہونے لگے اور دو سال چند ماہ کی جنگ کے بعد ابراہیم ماہ ذی الحجہ ۲۰۳ھ میں کہیں روپوش ہو گیا، اور آٹھ سال تک روپوش رہا۔ ماہ صفر ۲۰۴ھ میں جب مامون بغداد آیا تو عباسیوں وغیرہ نے اس سے کہا کہ سبز لباس ترک کر کے اپنا قدیم سیاہ لباس زیب تن کرتے رہیئے جس پر مامون نے تھوڑی دیر

---

[1] سیاہ لباس، بنوعباس کا شعار اور ان کی خاص علامت تھی ـــ اور سبز لباس اہل بیت و اولاد حضرت فاطمہؓ زیب تن کرتے تھے۔ مامون نے علی رضا کو ولیعہد بنانے کے بعد عام حکم دیا تھا کہ تمام رعایا سبز لباس استعمال کرے جو اہل بیت کا شعار ہے۔

توقف کیا اور پھر سیاہ لباس زیب تن کرنا منظور کر لیا۔

صولی کا بیان ہے مامون کے عزیزوں نے کہا تم حضرت علیؓ کی اولاد سے نیکی کرنا چاہتے ہو تو امور خلافت اپنے ہاتھ میں رکھو تاکہ ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بھلائیاں کر سکو اور خلیفہ رہتے ہوئے تم ان سے عمدہ سلوک کر سکو گے جس پر مامون نے جواباً کہا حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ و عثمان غنیؓ نے اپنے اپنے عہد خلافت میں کسی بنو ہاشمی کو خلیفہ یا حاکم اعلیٰ مقرر نہیں کیا۔ البتہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد حکومت میں عبداللہ ابن عباس کو بصرہ، عبیداللہ کو یمن، سعید کو مکہ اور قشم کو بحرین کا حاکم مقرر کیا اور تقریباً ہر ایک ہاشمی کو کوئی نہ کوئی خدمت عنایت فرمائی۔ اس احسان کا بدلہ میں اس طرح اتار سکتا ہوں کہ خلافت ان کی اولاد کے حوالہ کر دوں۔

۲۱۰ھ میں مامون نے بوران بنت حسن بن سہل کے ساتھ شادی کی اور حسن نے اپنی بیٹی کو جہیز میں بے انتہا سامان دیا اور اس پر طرہ یہ کہ داماد کے سرداروں وغیرہ کو خلعت دیئے اور سترہ دن تک دل کھول کر مہمانداری کی۔ اسی مدت میں حسن نے بکثرت جاگیری وانعامی پرچے لکھے اور پھر یہ پرچے تمام مہمانوں پر نچھاور کر دیئے۔ ہر ایک کو ایک پرچہ ملا جس میں کسی نہ کسی جاگیر کی اجرائی کا حکم تھا اور پھر اس پرچہ والے کو وہی جاگیر عنایت کر دی۔ نیز شب زفاف میں حسن نے جواہرات سے بھری ہوئی سینیاں لٹائیں۔

۲۱۱ھ میں مامون نے عام حکم دیا کہ جو شخص امیر معاویہؓ کا عزت سے نام لے گا میں اس کی جان و مال سے بری الذمہ ہوں اور رسول اللہؐ کے بعد حضرت علیؓ سب سے زیادہ افضل ہیں۔

خلق قرآن اور حضرت علیؓ کی افضلیت

۲۱۲ھ میں مامون نے قرآن کریم کے مخلوق ہونے اور ساتھ ہی حضرت علیؓ کی افضلیت کا عام اعلان کیا۔ اسی وجہ سے لوگ مامون سے نفرت کرنے لگے اور ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ اس سبب سے ۲۱۸ھ تک پھر مامون نے اپنے خیالات کا مزید اظہار نہیں کیا۔

۲۱۵ھ میں مامون نے علاقہ روم پر چڑھائی کی اور قلعہ قرہ و ماجد کو بزور شمشیر فتح کیا اور وہاں سے دمشق کے راستہ مصر میں داخل ہوا ـــــ مامون عباسی خاندان کا وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے مصر پر قبضہ کیا اور پھر ۲۱۷ھ میں مصر سے دمشق کے راستہ دوبارہ علاقہ روم پر حملہ آور ہوا۔

خلق قرآن پر مباحثہ

۲۱۸ھ میں عوام کے اصرار پر مامون نے اپنے نائب سلطنت اسحٰق بن ابراہیم خزاعی کو جو طاہر بن حسین کا چچازاد بھائی تھا یہ لکھا۔ عوام اور بڑے بڑے عالموں کو یہاں تک کہ وہ جاہل جسے علم کی ہوا تک نہیں لگی اور وہ لوگ جو اسلام کی حقیقت سے بالکل

ناواقف ہیں۔ جنہیں قدرت الٰہی کی معرفت اور حقیقت کا پتہ نہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کو برابر کہتے ہیں انہیں یہ علم تک نہیں کہ مخلوق اور قرآن کریم میں نازل شدہ احکام مساوی ہیں۔ یہ جاہل کہتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ اور بنایا ہوا نہیں۔ حالانکہ قرآن کریم میں ہے، اِنَّا جعلناہ قرآنًا عربیًا۔ (ہم نے قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کیا) ظاہر ہے کہ جس کو اللہ نے بنایا، یا نازل فرمایا وہ مخلوق ہے ــــــ

نیز لکھا ہے: وجَعَلَ الظلمات والنور (اندھیرا اور روشنی بنائی) اور نَقُصُّ علیکَ من اَنبآءِ ما قد سَبَقَ (ہم گزشتہ لوگوں کے حالات بیان کرتے ہیں) اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اب امور محدثات بیان کئے ہیں ــــــ علاوہ ازیں فرمایا: اُحْکِمَتْ اٰیاتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ، (اللہ نے اپنی محکم آیات کی تفصیل بیان کی) اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی محکم آیات کی تفصیل بیان کر رہا ہے اس کے پیش نظر بھی اللہ تعالیٰ ہی خالق و پیدا کنندہ ہے۔

ان احکام الٰہی و دلائل کے باوجود یہ جاہل لوگ علم کی کمی و ناقابلیت کے پیش نظر باطل و ناکارہ عقیدہ رکھتے ہیں اور خود کو اہل سنت والجماعۃ سے منسوب کرتے ہوئے دوسروں کو باطل پرست، اور اپنے کو فرقۂ ناجیہ کہتے ہیں۔ یہ جاہل اپنے باطل عقیدہ میں خود ہی غلو کرتے ہیں اور پھر دنیا بھر کو باطل پرست و بہروپیا کہتے ہیں۔ اور اپنے جاہلی عقائد کے سبب عوام، غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں اور حق کو چھوڑ کر باطل کی راہ چل رہے ہیں اور اسی گمراہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسروں کو اپنا معتمد علیہ بنالیا ہے۔

امیر المومنین، ان باطل پرستوں کو ان کے خرافات کے پیش نظر شریر قوم، بدترین خلائق، اللہ سے روگرداں، جہالت کی پوٹ، پکے جھوٹے، شیطان کی زبان، مسلمانوں کے ڈرانے والے، صداقت پر تہمت لگانے والے، اپنی زبان آوری سے صداقت پر پردہ ڈالنے والے، راہ راست سے غافل کرنے والے، اندھے اور گمراہ کہتے ہیں، میری جان کی قسم۔ سب سے زیادہ جھوٹا وہ ہے جو اللہ پر اور اس کی وحی پر جھوٹ کا الزام لگائے، باطل پرستی کرے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے:

اے اسحٰق! تمام قاضیوں کو جمع کر کے انہیں ہمارا یہ خط سناؤ اور پھر جو کچھ وہ کہیں اس کی فوراً ہمیں اطلاع دو کہ قرآن کریم کے مخلوق ہونے کے بارے میں اب ان کا کیا اعتقاد ہے؟ نیز انہیں سمجھا دو کہ جو شخص احکام مذہبی پر قائم نہ رہے گا ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ غرضکہ ہر ایک سے گواہوں کی موجودگی میں سوالات کرو اگر وہ راہ راست پر آجائیں تو ٹھیک ورنہ ان سے قرآن کریم کے قدیم ہونے

کے متعلق ثبوب طلب کرو ــــــ اور واضح رہے کہ جو شخص قرآن کریم کے مخلوق ہونے کا عقیدہ نہ رکھے اس کی کسی مقدمہ میں گواہی نہ لی جائے۔ غرضکہ تمہارے علاقہ بغداد کے قاضی و عالم جو کچھ جواب دیں وہ ہمارے پاس روانہ کرو، آئندہ ان کو اپنے کئے کا اختیار ہے ــــــ

علاوہ ازیں مندرجہ بالا خط کی نقل حسب ذیل سات اشخاص کو روانہ کی؛ محمد بن سعد کاتب واقدی یحییٰ بن معین، ابو خیثمہ، ابو مسلم (کاتب یزید بن ہارون) اسمعیل بن داؤد، اسمٰعیل بن ابی مسعود اور احمد بن ابراہیم دورقی۔ اور ان سب کو اپنے روبرو طلب کرکے ہر ایک کا امتحان لیا سب نے یک زبان ہوکر قرآن کریم کے قدیم ہونے کا اعتقاد پیش کیا، مامون نے ان کو سمجھایا کہ خلق قرآن کا اقرار کرو، اور جو لوگ یہ عقیدہ نہ رکھیں ان کی کسی مقدمہ میں گواہی قبول نہ کرو، لیکن ان ساتوں نے مامون کی شاہی ہٹ نہ مانی۔ اس لئے ان سب کو مامون نے رقہ ہی میں روک لیا ــــــ

آخر کار جب ان لوگوں نے تقیہ کرتے ہوئے اقرار کیا تو مامون نے ان کی گلو خلاصی کی اور یہ بغداد واپس ہوسکے ــــــ اس کے بعد مامون نے اسحٰق بن ابراہیم نائب سلطنت بغداد کو لکھا؛ تم تمام علماء وغیرہ کو بلاکر کہو کہ سات عالموں نے خلق قرآن کا اقرار کرلیا ہے جس پر یحییٰ بن معین نے سب کے سامنے کہا ہم نے تلوار کے خوف سے اقرار کیا تھا ــــــ

اس کے بعد مامون نے پہلے کی طرح اسحٰق بن ابراہیم کو لکھا جو لوگ خلق قرآن کا عقیدہ نہیں رکھتے انہیں طلب کرکے ان کے جواب روانہ کرو۔

حسبہٗ نائب سلطنت نے ذی اثر اور کامل علماء کو جمع کیا۔ سب نے متفقہ طور پر بادشاہ کے عقیدہ خلق قرآن پر تفصیلی بیانات دیئے۔ لیکن حرف مطلب زبان پر نہ لائے تو نائب سلطنت نے شاہی فرمان پڑھ کر سنایا۔ علماء نے باہم سرگوشی کی اور قرآن کے مخلوق ہونے کو قبول کیا اور نہ اس کا انکار کیا بلکہ سب خاموش رہے تو نائب سلطنت نے بشر بن ولید سے کہا آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور بہت کچھ بحث و تمحیص کے بعد بشر نے کہا میں امیرالمومنین سے وعدہ کرچکا ہوں کہ اس کے متعلق آئندہ کوئی جواب نہ دوں گا ــــــ پھر علی بن مقاتل سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا؛ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کے علاوہ امیرالمومنین جو کچھ حکم دیں اس کی ہم تعمیل کریں گے۔

ابو حسان زیادی نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر امام احمد ابن حنبلؒ سے پوچھا آپ کیا فرماتے ہیں انہوں نے وہی کہا کہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے۔ نائب سلطنت نے پوچھا وہ مخلوق ہے یا نہیں

توامام نے کہا وہ کلام اللہ ہے اور اس پر میں کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں سے سوالات کئے اور ان کے جوابات سنے۔ البتہ ایک بڑے مجمع میں سے ابن بکار اکبر نے کہا، میں کہتا ہوں قرآن شریف بنایا گیا ہے۔ اور قدیم نہیں ہے۔ کیونکہ یہی اللہ کا حکم ہے اس پر نائب سلطنت نے کہا، ہر بنائی ہوئی چیز مخلوق ہوتی ہے۔ تو قرآن کریم بھی مخلوق ہوا۔ جس کے جواب میں ابن بکار نے کہا میں قرآن کو مخلوق نہیں کہتا۔ غرض کہ نائب سلطنت اسحٰق نے سب کے تحریری جوابات اپنی رپورٹ کے ساتھ مامون کے پاس بھجوا دیئے۔

قرآن کو مخلوق تسلیم کرانے میں تشدد اور علماء کی مرعوبیت

مامون نے رپورٹ کے جواب میں اسحٰق کو لکھا: " حالات معلوم ہوئے۔ جو لوگ خود کو اہل قبلہ کہتے ہیں، اور ریاست کے نمک خوار ہیں وہ قرآن کو مخلوق نہ کہہ کر خود کو نا اہل ثابت کر رہے ہیں۔ جنہوں نے قرآن کے مخلوق ہونے کا انکار کیا ہو انہیں فتویٰ دینے، اور پڑھانے سے روک دیا جائے۔ بشر سے کہو تم جھوٹے ہو امیرالمومنین اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا۔ امیرالمومنین کا اعتقاد اور قول سب کو معلوم ہے کہ قرآن مخلوق ہے اس لئے انہیں دوبارہ بلاؤ، اگر وہ اپنے عقیدہ سے توبہ کرلیں تو امان دیدو اور اگر وہ اپنے شرک پر اصرار کریں اور قرآن کو مخلوق نہ کہیں تو ان کی گردن اڑا دو۔ اور ان کو سر ہمارے دربار میں پیش کرو۔ اسی طرح ابراہیم بن مہدی اگر درست جواب دے تو فبہا ورنہ اس کو بھی قتل کر دو۔ الف بن مقاتل سے کہو کہ تم حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے۔ ذیال کو جتا دو کہ تم نے کھانے پینے کی اشیاء میں چوری کی ہے احمد بن ابو عوام سے کہہ دو کہ تم نے کوئی اچھا جواب نہیں دیا اور ابھی تم عقل کے کچے ہو۔ آدمی کو لکھ پڑھ کر عمدہ جواب دینا چاہیئے۔ اگر اب بھی ٹھیک نہیں ہوتے تو تلوار تمہارے سر پر ہے۔ احمد بن حنبلؒ کو جتا دو کہ امیرالمومنین نے جواب دیا پر یقین کرلیا کہ تم جاہل اور آفت رسیدہ ہو۔ فضل بن غانم کو جتا دو کہ مصر میں انہوں نے بحیثیت قاضی بہت کچھ دولت رشوت کی جمع کی ہے زیادی کو سمجھا دو تم ایسے جاہل ہو جو ایک چیز کا دعویٰ کر کے اس کا انکار کرتے ہو، اور تم زیاد کے غلام زادہ ہو، ابونصر تمار سے کہو کہ امیرالمومنین کو تمہاری کم عقلی کا پہلے ہی سے شبہ تھا جس کا تم نے ثبوت دیا ابن نوح اور ابن حاتم سے کہو کہ سود خوری کی وجہ سے تم میں توحید کے سمجھنے کا مادہ ہی نہیں رہا اگر سود خوری کے الزام میں تمہیں قتل کر دیا جائے تو ناجائز نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ سود خور مشرک ہوتا ہو اور عیسائیوں سے مشابہ ہے کہ وہ عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں یعنی مخلوق کو غیر مخلوق اور قدیم کہتے ہیں۔ ابن شجاع کو جتا دو کہ حکومت کا مال تم ناجائز طریقے سے کھا چکے ہو، سعدویہ واسطی سے کہو خدا انہیں غارت کرے تم احادیث گڑھتے ہو اور تمہیں حکومت

کی حرص ہے یہ وہ وقت ہے کہ تم اپنی قابلیت کا اعلان کرو تاکہ تمہاری شہرت کو دوام حاصل ہو۔ سجادہ سے کہو تم علی بن یحییٰ کی امانتیں کھا گئے ہو اس لئے تم علماء کی صحبتوں کے باوجود توحید سے پھر گئے ہو۔ قواریری سے کہو تمہارا طریقۂ رشوت معلوم ہے جس سے تمہارا مذہب طریقۂ کم عقلی صاف ظاہر ہے یحییٰ عمری سے کہو اگرچہ تم حضرت فاروقِ اعظمؓ کی اولاد میں سے ہو تاہم تمہارا جواب صاف نہیں ہے، محمد بن حسن بن علی بن عاصم سے کہو اگرچہ تم سلف صالحین کی پیروی کرتے ہو لیکن ابھی علم حاصل کرنے کے لئے بچے ہو۔ امیرالمومنین نے اگرچہ ابومسہر پر توجہ کرکے بہت کچھ لکھایا پڑھایا لیکن اس نے تلوار کے خوف سے جھوٹا اقرار کیا اگر وہ اپنے اس اقرار پر قائم ہے تو اس کا اعلان کردو ـــــــــ

جن لوگوں کا ہم نے اوپر نام درج کیا ہے ان سب کو بشر اور ابن مہدی کے سوائے موت کے گھاٹ اتار دو۔ اور ان دونوں کو ہمارے دربار میں جوابدہی کے لئے پیش کردو ـــــــــ

امام حنبل اور محمد بن نوح کی پامردی اس حکم کے وصول ہونے پر امام احمد بن حنبل۔ سجادہ۔ محمد بن نوح اور قواریری کے سوا باقی لوگوں نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کیا اور چاروں کو نائب سلطنت اسحٰق نے گرفتار کرایا۔ پھر دوسرے دن جیل خانے جاکر مکرر دریافت کیا تو سجادہ اور قواریری نے اقرار کرلیا اور امام احمد بن حنبل و محمد بن نوح کو نائب سلطنت نے شہر بدر کرکے روم کی طرف نکلوا دیا ـــــــــ

مامون کو معلوم ہوا کہ اقرار کرنے والوں نے بہ جبر اقرار کیا ہے تو اس نے غضبناک ہوکر لکھا کہ خلق قرآن کے جملہ ماننے والوں کو ہمارے دربار میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ نائب سلطنت نے ان سب کو روانہ کیا۔ اور ابھی یہ لوگ مامون کے پاس نہ پہونچے تھے کہ مامون کا انتقال ہوگیا اور ان مظلومین پر اللہ نے رحم و کرم کرکے ان کو مامون کی ایذارسانی و تکلیف دہی سے محفوظ رکھا۔

مامون کی بیماری و موت علاقہ روم میں مامون بیمار ہوا مرض کی زیادتی پر اس نے اپنے بیٹے عباس کو طلب کیا اسے گمان تھا کہ بروقت نہ آسکے گا لیکن وہ مامون کے مرتے دم پہنچا اس سے پہلے ہی تمام شہروں میں یہ حکم بھیجا جاچکا تھا کہ مامون اور اس کے بھائی ابواسحٰق کے اس فرمان کے پیش نظر عباس کو خلیفہ بنایا گیا ـــــ بعض کہتے ہیں کہ مامون کی زندگی میں یہ حکم نامہ بھیجا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ سکرات موت کے وقت یہ فرمان مامون کی زبان میں لکھا گیا۔ مامون نے جمعرات کے دن ۱۸ رجب ۲۱۸ھ کو بذندون علاقہ روم میں انتقال کیا جہاں سے اس کی لاش لے جاکر طرسوس میں دفن کی گئی۔

تمہید مرگ مسعودی کا بیان ہے کہ مامون چشمہ بذندون پر ٹھہرا۔ چشمہ کے پانی کی ٹھنڈک، صفائی خوشبو

اور اس مقام کی سرسبزی مامون کو بہت پسند آئی اس نے اس تالاب میں ایک مچھلی دیکھی جو چاندی کی طرح سفید چمکدار تھی۔ پھر اس کے پکڑنے کا حکم دیا۔ لیکن کسی کو تالاب کے سرد پانی میں اترنے کی جرأت نہ ہوتی تھی آخر کار مامون نے کہا جو اس مچھلی کو پکڑ لائے گا اسے شاہی تلوار دی جائے گی۔ اس پر ایک فراش نے ہمت کی۔ اور تالاب میں کود کر مچھلی پکڑ لی ——— وہ ابھی کنارہ تک نہ پہنچ پایا تھا کہ مچھلی تڑپ کر اس کے ہاتھ سے نکل گئی، جس کے اوچھل کر نکلنے کی وجہ سے مامون کے کپڑوں اور سینہ وغیرہ پر چھینٹے بھی آئے۔ فراش دوبارہ تالاب میں اترا اور اس مچھلی کو پکڑ لایا جسے دیکھ کر مامون نے کہا اسے ابھی تل لاؤ، اس کے بعد مامون کو سردی معلوم ہونے لگی اور وہ لحاف اوڑھ کر لیٹ گئے۔ وہ بخار میں کپکپاتا اور ہذیان میں چیختا تھا اسے اس زور کی سردی لگی کہ مجبوراً اس کے اطراف آگ جلائی گئی۔ مچھلی تل کر آئی ابھی اس نے مچھلی چکھی بھی نہ تھی کہ موت کے آثار طاری ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تو پوچھا یہ کون جگہ ہے؟ لوگوں نے بزندون تو کہا عربی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے؟ کہا گیا "پیر پھیلانا" ——— اس لفظ سے مامون نے بدفال لی پھر پوچھا اس علاقہ کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا رقّہ، واقعہ یہ ہے کہ موضع رقّہ سے مامون ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کرتا تھا ———

غرضکہ علاقہ روم کے موضع رقّہ میں خود کو بیمار دیکھ کر مامون اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور دعا کی اے اللہ! تیری مملکت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے تو اس پر رحم کر جس کی حکومت کا زمانہ ختم ہو رہا ہے ———

کہتے ہیں کہ مامون کے انتقال کی خبر جب بغداد پہونچی تو ابوسعید مخزومی نے مامون کا مرثیہ لکھا ———

ثعالبی کا بیان ہے ہارون رشید اور اس کے بیٹے کی قبروں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے[۱] اور اتنی دوری کسی خلیفہ کے باپ کی قبر کے درمیان نہیں ہے۔ علاوہ ازیں خاندان عباسی کے پانچ اشخاص کی قبروں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ اور سب الگ الگ مقامات پر مدفون ہیں، جیسے عبداللہ کی طائف میں عبیداللہ کی مدینہ طیبہ میں فضل کی شام میں، قثم کی ثمرقند میں اور معبد کی افریقہ میں قبر ہے۔

دیگر حالات

نفطویہ میں حامد بن عباس بن وزیر کی زبانی لکھا ہے کہ میں مامون کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں انہیں چھینک آئی جس کے جواب میں یرحمک اللہ میں نے نہیں کہا تو مامون نے پوچھا تم نے یرحمک اللہ کیوں نہیں کہا جس کا میں نے جواب دیا کہ امیر المومنین کا جاہ و جلال حائل رہا، یہ سن کر مامون نے کہا میں ایسا بادشاہ ہوں جسے دعاؤں کی وجہ سے عزت حاصل ہوتی ہے ———

---

[۱] مامون طرسوس میں اور ہارون رشید طوس میں دفن ہوئے

ابن عساکر نے ابو محمد یزیدی کی زبانی لکھا ہے میں مامون کے اس کے بچپن میں تعلیم دیا کرتا تھا ایک دن پڑھانے گیا تو وہ زنانہ محل میں تھا میں نے اسے بلانے کے لئے کئی ملازم اندر بھیجے لیکن اس نے برآمد ہونے میں تاخیر کی اس دوران میں ملازمین نے کہا مامون کھلنڈرا اور شوخ ہے۔ وہ ہم ملازمین کے ساتھ شرارت کرتا اور ہم کو اذیتیں پہونچاتا ہے۔ آج انہیں سزا دیجئے۔ چنانچہ مامون کے بہ تاخیر آنے کے جرم میں میں نے اسے سات بینت مارے اور وہ روتے ہوئے آنکھیں ملنے لگا۔ اتنے میں جعفر بن یحیٰی برمکی ادھر آنکلا اور اس نے مامون کے آنسو صاف کئے اور کپڑے ٹھیک ٹھاک کرکے خود فرش پر چارزانو ہو کر بیٹھا پھر مامون کو بھی بلاکر اپنے پاس بٹھایا۔ میں وہاں سے باہر آگیا اور مجھے خوف دامنگیر تھا کہ مامون کہیں جعفر بن یحیٰی سے میری شکایتیں نہ کرے۔ لیکن جعفر نے مامون کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں کرکے اس کو ہنسایا! اور پھر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے مامون کے پاس جاکر کہا مامون مجھے خوف تھا کہ تم جعفر سے میری شکایت کروگے تو مامون نے کہا اے استاد محترم میں والد بزرگوار ہارون رشید کو بھی مطلع نہیں کرنا چاہتا، چہ جائیکہ جعفر سے کچھ کہوں اور امر واقعہ یہ ہے کہ میں علم و ادب کے حاصل کرنے کا آرزومند ہوں۔

عبداللہ بن محمد تیمی کا بیان ہے ایک مرتبہ ہارون رشید نے اپنے ملازمین وغیرہ سے کہا ایک ہفتہ بعد ہم سفر کریں گے اس لئے اطلاع دی جاتی ہے کہ پہلے ہی سب لوگ انتظام کرلیں۔ لیکن ایک ہفتہ گزرنے کے باوجود مامون نے سفر نہیں کیا۔ اس پر سب نے متفقہ طور پر مامون سے کہا ذرا آپ دریافت کرکے بتائیے ـــــ چنانچہ مامون نے اشعار لکھ کر ہارون رشید کے ملاحظہ میں پیش کئے، ہارون رشید کو مامون کی شعرگوئی کا مطلق علم نہ تھا، چنانچہ مامون کے اشعار دیکھ کر مسرور ہوا اور کہا مامون! تم اور شعرگوئی! شاعر حقیروں کو بلند کرتے۔ اور عزت داروں کو ذلیل کرتے ہیں اور تم شعرگوئی سے بلند مرتبہ نہیں، بلکہ کمتر تصور کئے جاؤ گے۔

اصمعی کا بیان ہے مامون کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا "عبداللہ بن عبداللہ"۔

محمد بن عبادہ کا بیان ہے خلفاء میں سے صرف حضرت عثمان غنیؓ اور مامون حافظ قرآن پاک ہوئے ہیں۔ لیکن میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ ان امور کی قبل ازیں تردید کی جاچکی ہے۔

ابن عیینہ کا بیان ہے۔ مامون ایک دن دربار عام میں علماء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک خاتون آئی اور کہا میرے مرحوم بھائی نے (۶۰۰) اشرفیاں ترکہ میں چھوڑیں لیکن لوگ مجھے اس میں سے صرف ایک ہی اشرفی دینے چاہتے ہیں آپ انصاف فرمائیے اس پر مامون نے تھوڑی دیر حساب لگانے کے بعد فوراً کہا ہاں تمہارا حصہ ایک ہی اشرفی ہے ـــــ مجلسی علماء نے کہا امیرالمومنین یہ کس طرح؟ تو اس خاتون

کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے کہا مرحوم نے دو لڑکیاں چھوڑیں۔ عورت نے کہا جی ہاں۔ کہا ان دونوں کو دو ثلث یعنی چار سو۔ اور والدہ کا چھٹا حصہ یعنی ایک سو اور بیوی کا آٹھواں حصہ یعنی (۵۰) اشرفیاں اور اے خاتون تجھے اللہ کی قسم! تیرے اور بھی بارہ بھائی ہیں۔ تو اس خاتون نے کہا جی ہاں ــــــ اس پر مامون نے کہا ان میں سے ہر ایک کو دو + دو اشرفیاں اور اس عورت کا ایک حصہ یعنی ایک اشرفی۔

محمد بن حفص انماطی کا بیان ہے عید کے دن ہم لوگ مامون کے مدعو تھے اس کے دسترخوان پر تین سو قسم کے کھانے چنے گئے۔ مامون نے کھانوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا یہ کھانا بلغمی مزاج والے کے لئے نقصان رساں ہے اور یہ کھانا صفراوی مزاج کے لئے سودمند ہے سوداوی مزاج والا یہ کھانا نہ کھائے۔ جو کوئی کم غذائیت چاہتا ہو وہ یہ نوش کرے اور یہ کھانا فلاں فلاں بیماری کے لئے مضر ہے اور فلاں فلاں مزاج والوں کے لئے مفید ہے۔ اس پر یحیٰی بن اکثم نے کہا امیرالمومنین فن طب میں جالینوس، فن نجوم میں ہرمس حساب دانی اور فقہ میں حضرت علیؓ، سخاوت میں حاتم، صداقت بیانی میں ابوذرؓ۔ کرامت و بزرگی میں کعب بن امامۃ۔ وفاداری میں سموئل بن عادیہ سے بھی سبقت لے گئے۔ یہ سن کر مامون نے خوش ہو کر کہا انسان کو عقل کی وجہ سے برتری حاصل ہے ورنہ گوشت و خون سب میں برابر ہے۔

علاوہ ازیں لکھا ہے کہ مامون مکمل انسان تھا۔ میں ایک مرتبہ اس کے کمرہ میں شب باش تھا اس نے مجھے بیدار کر کے کہا یحیٰی دیکھو ہمارے پاؤں کے پاس کیا چیز ہے؟ میرے دیکھنے پر مجھے دکھائی نہ دیا۔ پھر فراشوں نے شمع لے کر تلاش کیا کہ مامون کے بچھونے کے نیچے لمبان میں ایک سانپ پڑا ہوا تھا، انہوں نے اسے مار ڈالا ــــــ اس پر میں نے کہا امیرالمومنین کو دیگر کمالات کے باوجود عالم غیب بھی کہنا چاہیئے۔ تو جواب دیا توبہ کرو اور میں خود بارگاہِ الٰہی میں پناہ چاہتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہاتف غیبی نے مجھے بتایا کہ زمانہ حال یا مستقبل قریب میں کوئی حادثہ پیش ہونے والا ہے اور چونکہ بچھونے سے قریب تر کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی تھی اس لئے میں نے اسی میں تلاش کرایا جیسے تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ــــــ

عمارہ بن عقیل کا بیان ہے مجھ سے ابن ابی حفصہ شاعر نے کہا مامون کو سخن دری کی بصیرت نہیں۔ میں نے جواب دیا نہیں نہیں، بلکہ وہ بہت بڑا سخن فہم ہے۔ بخدا میں نے جب کبھی کوئی ایک شعر پڑھا تو وہ اس دوسرے شعر کا مطلب بھی سمجھ گیا جو اس نے کبھی سنا ہی نہ تھا۔ اس پر ابن ابی حفصہ نے کہا میں نے اسے اپنا ایک شعر سنایا جس میں اس کی دینی مصروفیت کا اظہار تھا تو مامون میں کوئی حس و حرکت پیدا نہیں ہوئی۔ میں نے کہا تم نے ایسا شعر پڑھا جو اس کو صرف امور مذہبی میں مشغول رکھتا ہے۔ اور یہ دنیاوی کاروبار کون انجام دیتا ہے؟ کاش! تم نے وہ شعر پڑھ دیا ہوتا جو تمہارے چچا نے ولید کی شان میں کہا تھا کہ امور دینی میں

مشغول رہ کر دنیاوی کاموں کو بڑی تیزی سے انجام دیتا ہے۔

ابن عساکر نے نضر بن شمیل کی زبانی لکھا ہے میں ایک پھٹی ہوئی چادر اوڑھے مقام مرو میں ماموں کے پاس پہونچا تو اس نے کہا کیا ایسے لباس میں امیرالمومنین کے پاس آتے ہیں؟ تو میں نے کہا گرمی کا سبب ہے۔ اس پر انہوں نے کہا جی نہیں بلکہ غربت ہے۔ اچھا آؤ راویان احادیث پر غور و فکر کریں۔ پھر کہا مجھ سے ہشیم بن بشیر نے مجالد و شعبی کے ذریعہ ابن عباس سے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا جس نے کسی عورت سے اسلام نہ ذاتی خوبصورتی کی وجہ سے شادی کی تو گویا اس نے افلاس کا دروازہ بند کر دیا اس پر میں نے کہا امیرالمومنین نے بحوالہ ہشام درست فرمایا لیکن مجھ سے عوف اعرابی نے امام حسنؓ کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جس نے کسی عورت سے بے اسلام کے اس کی ذاتی خوبصورتی کی وجہ سے شادی کی تو گویا اس نے عیش و مسرت کا دروازہ بند کر دیا۔ ماموں تکیہ کے سہارے بیٹھا ہوا تھا۔ میری بیان کردہ روایت سن کر سیدھا ہو کر بیٹھا اور کہا میں نے جو حدیث روایت کی کیا اس میں لفظ سداد غلط ہے؟ میں نے کہا جی ہاں ہشیم نے غلطی کی ہے وہ اچھی طرح سمجھ نہ سکا۔ ماموں نے کہا دونوں کا فرق بتاؤ۔ چنانچہ میں نے دونوں کا فرق بیان کیا۔ اس پر ماموں نے کہا کسی شاعر کا کوئی شعر اس سند میں لاؤ۔ چنانچہ میں نے حضرت عثمان غنیؓ کی اولاد میں سے عرجی شاعر کا شعر پیش کیا تو ماموں نے فوراً کہا ادب نہ جاننے والوں کو اللہ غارت کرے اور اپنے موافق ابن بیض کے اشعار پڑھے اور میں نے اپنے موافق ابن عروبہ مدینی اور ابن عبدل کے اشعار پیش کئے۔ اس پر اس نے کہا نضر تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس کے بعد اس نے کاغذ پر کچھ لکھا اور پھر کہا "کرتا ہوں میں مٹی کے ساتھ" کو عربی زبان میں کس طرح ادا کریں گے میں نے کہا مٹی ملاتا ہوں۔ پھر کہا اسی جملہ میں کیچڑ کے لفظ کا اضافہ کرکے ادا کرو۔ میں نے عرض کیا "کیچڑ کرو" پھر کہا کتاب پر کیچڑ لگا دی جائے تو اسے کیا کہو گے؟ میں نے کہا خاک آلودہ اس پر کہا یہ بات پہلے سے بھی زیادہ اچھی رہی۔ اس کے بعد میرے نام پچاس ہزار درہم دینے کا حکم نامہ لکھ کر اپنے ملازم کے حوالہ کیا کہ آپ کو فضل بن سہل کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ میں فضل کے پاس پہونچا اور اس نے حکم نامہ پڑھ کر کہا نضر نے آج امیرالمومنین کی گرفت کی۔ میں نے کہا جی نہیں امیرالمومنین کی نہیں بلکہ ہشیم کی غلطی کی وضاحت کی درآن حالیکہ امیرالمومنین اس کو درست فرما رہے تھے۔ اس پر فضل نے اپنی طرف سے تیس ہزار اور شاہی حکمنامہ کے پچاس ہزار دیئے۔ اس طرح بہ وقت واحد میں اسّی ہزار درہم انعام لے کر اپنے مکان روانہ ہوا۔

خطیب نے محمد بن زیاد اعرابی کی زبانی لکھا ہے میں ایک مرتبہ ماموں کے پاس ایسے وقت پہنچا

جبکہ وہ اپنے باغ میں یحییٰ بن اکثم سے ساتھ چہل قدمی کر رہا تھا اور پیٹھ موڑے ہوئے تھا اس لئے میں بیٹھ گیا۔ جب وہ سامنے آیا تو میں نے سلام کیا لیکن وہ پیٹھ موڑ کر پھر چل دیا البتہ جاتے وقت میں نے اس کو یحییٰ سے کہتے سنا کہ اے ابو محمد اس کا ادب بہت بلند تھا۔ پھر جب وہ لوٹ کر آیا تو میں نے اسے پھر سلام کیا تب اس نے وعلیکم السلام کے بعد کہا ہند بنت عتبہ کے شعر میں دختران طارق سے کیا مراد ہے؟ میں نے ہند کے نسب نامہ پر بہت غور و خوض کیا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا تو جواباً کہا اے امیر المومنین ہند کے بزرگوں میں طارق نام کا کوئی شخص مجھے یاد نہیں پڑتا اس پر مامون نے کہا اس شعر میں اس نے طارق سے ستارے مراد لئے ہیں اور اپنے حسن کو ان کو نسبت دی ہے، جیسا کہ قرآن کریم ہے" قسم ہے آسمان کی اور طارق (ستاروں) کی"۔ تو میں نے کہا امیر المومنین بالکل درست فرماتے، اس پر اس نے کہا کہ اگر یہی اصلیت ہے تو انعام کے مستحق ہو، چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ کا عنبر کا گولہ دیا انعام دیا۔ جسے بعد کو میں نے پانچ ہزار روپے میں فروخت کیا ۔۔۔۔۔۔

ابی عبادہ کا بیان ہے مامون دنیا کا وہ یکتا بادشاہ تھا جسے درحقیقت مامون کا لقب زیبا تھا

ابو داؤد کا بیان ہے مامون نے ایک خارجی سے کہا تم ہمارے خلاف کیوں ہو؟ اس نے کہا اس لئے کہ قرآن کریم کی یہ آیت موجود ہے (ترجمہ)" جو کوئی قرآن کریم کو حکم و حاکم نہ بنائے تو وہ کافر ہے" مامون نے پوچھا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ آیت، قرآن کریم کی ہے، خارجی نے کہا اجماع امت ہے کہ یہ آیت قرآن کریم کی ہے، تو مامون نے جواباً کہا جبکہ تنزیل کے بارے میں تم اجماع امت کے قائل ہو تو تاویل پر بھی قائل ہو جاؤ۔ اس پر اس خارجی نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں اور میں آپ کو امیر المومنین تسلیم کرتا ہوں۔

ابن عساکر نے محمد بن منصور کے ذریعہ مامون کا یہ قول لکھا ہے شریف کی نشانی یہ ہے کہ بڑوں کے مظالم برداشت کرے مگر اپنے چھوٹوں پر ظلم نہ کرے ۔۔۔۔۔۔

سعید بن مسلم نے مامون کا یہ قول بیان کیا اگر مجرموں کو میرا طریق معافی معلوم ہو جائے تو وہ نڈر ہو جائیں اور ان کے دلوں میں میری محبت جاگزیں ہو جائے ۔۔۔۔۔۔

ابراہیم بن سعید جوہری کا بیان ہے مامون نے ایک مجرم سے کہا تمہاری سزا قتل ہے اس نے کہا بردباری کو کام میں لائیے اور نرمی فرمایئے کیونکہ مہربانی کرنا نصف معافی کے برابر ہے۔ پوچھا یہ کس طرح ممکن ہے کیونکہ میں تجھے قتل کرنے کی قسم کھا چکا ہوں، تو اس مجرم نے کہا بارگاہ الٰہی میں قسم شکن بن کے حاضر ہونا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ قاتل کی حیثیت سے پیش ہو، یہ سن کر مامون نے اس کو بری کر دیا ۔۔۔۔۔۔

خطیب نے ابوصلت عبدالسلام کی زبانی لکھا ہے میں ایک رات ماموں کے پاس سو رہا تھا اتفاقاً میری آنکھ کھلی تو میں نے کمرہ میں اندھیرا پایا اور مشعلچی خراٹے لے رہے تھے اتنے میں ماموں نے خود اٹھ کر چراغ درست کر کے روشن کیا اور کہا میں نے غسل کرتے وقت اکثر اوقات خود ملازموں کو برا بھلا کہتے اور افترا پردازی کرتے سنا ہے۔ اور ان سے چشم پوشی کی ہے اور ان ہونوں کو بھی نہیں معلوم کہ میں ان کی سب باتیں سنتا اور خاموش رہتا ہوں۔

صولی نے عبداللہ بواب کی زبانی بیان کیا ہے کہ ماموں ان باتوں کو بھی بردباری سے برداشت کرنا جن پر ہمیں غصہ آجاتا۔ ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے ایک طرف ہم اور دوسری طرف ملاح تھے اور درمیان میں پردہ حائل تھا اتنے میں ایک ملاح نے کہا "ماموں میرے بھائی بھائی کا قاتل ہے میری نظروں میں اس کی کوئی عزت نہیں" ــــــ اس پر ماموں نے ہنستے ہوئے ہم لوگوں سے کہا آپ لوگ وہ ترکیب بتلائیں جس کے ذریعہ میں اس ملاح کی نظروں میں معزز ہو جاؤں۔

خطیب نے یحییٰ بن اکثم کی زبانی لکھا ہے کہ ماموں بے انتہا صاحب مروت تھا، میں ایک دن اس کے پاس سو رہا تھا اتنے میں اسے کھانسی آئی تو اس نے اپنی قمیص سے اپنا منہ بند کر لیا تاکہ لوگوں کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ وہ کہا کرتا تھا سب سے پہلے اپنے مخلص دوست پر احسان کرنا چاہیئے اس کے بعد درجہ بدرجہ ادنیٰ لوگوں کے ساتھ بھی احسان کرنا چاہیئے ــــــ

ابن عساکر نے یحییٰ بن خالد برمکی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ماموں نے کہا "اے یحییٰ! لوگوں کی ضروریات کی تکمیل غنیمت سمجھو کیونکہ آسمان گردش میں ہے اور زمانہ ستم گر ہے وہ کسی کو ایک حال میں نہیں رکھتا اور کسی کے پاس نعمتیں بھی باقی نہیں چھوڑتا ــــــ

عبداللہ بن محمد زہری نے ماموں کا یہ قول لکھا ہے، "ازدیاد محبت مجھے قدرت و طاقت سے زیادہ محبوب ہے۔ اس لئے کہ حکومت کی طاقت زائل ہو جاتی ہے اور محبت کا غلبہ باقی رہتا ہے

عتبی کا بیان ہے کہ میں نے ماموں کو یہ کہتے سنا: "جو تمہاری حسن نیت پر تمہاری تعریف کرے وہ تمہارے اچھے کاموں کا بھی شکر یہ ادا نہیں کر سکتا۔"

ابوالعالیہ کا بیان ہے کہ میں نے ماموں کو یہ کہتے سنا۔ سلطان کی خوشامد بڑی بری چیز ہے اور اس سے زیادہ قاضیوں کی تنگ دلی کہ وہ مسائل سمجھانے سے لاپرواہی برتتے ہیں اور ان سے زیادہ برے وہ دینی علماء ہیں جو اپنی کم عقلی کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور ان سے زیادہ بری چیز دولت مندوں کی کنجوسی ہے اور ان سے زیادہ برے وہ لوگ ہیں جو بڑوں سے مذاق کرتے، جوانی میں سستی دکھاتے

اور میدان کارزار میں بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں
علی بن عبدالرحیم مروزی نے مامون کا یہ قول بیان کیا۔" وہ شخص بدترین ظالم ہے جو دور ہونے والے کو قریب کرنا چاہے اور عزت نہ کرنے والے کے سامنے عاجزی کرے اور اس کی تعریف قبول کرے جسے جانتا بھی نہ ہو
مخارق بیان کرتے ہیں کہ میں نے مامون کو ابوعتاہیہ کا شعر سنایا تو اس نے سات مرتبہ دہرانے کو کہا۔ اس کے بعد کہا میری پوری سلطنت لے لو۔ اور اس شاعر کو میرے حوالہ کر دو۔"
بدبد بن خالد بیان کرتے ہیں کہ میں نے مامون کے پاس کھانا کھایا اور دسترخوان برخواست ہونے کے بعد زمین پر گرے ہوئے ذرات اٹھا کر کھائے۔ مامون نے کہا کیا تم سیر نہیں ہوئے تو میں نے کہا رسول اللہؐ کا فرمان ہے جو دسترخوان پر سے غذا کے ذرات اٹھا کر کھائے وہ افلاس سے محفوظ ہے۔ یہ سن کر مامون نے مجھے ہزار دینار دیئے
حسن ابن عبدوس صفار کا بیان ہے کہ بوران بنت حسن بن سعد سے مامون نے شادی کی تو حسن کو لوگوں نے تحفے دیئے۔ نیز ایک فقیر نے ناشتہ دان پیش کیا جس کے ایک ڈبے میں نمک اور دوسرے میں اشنان گھاس تھی اور ساتھ ہی ایک پرچہ پر لکھا میں فقیرانہ حیثیت سے یہ ناچیز ہدیہ پیش کرتا ہوں تاکہ بڑے لوگوں کی فہرست میں میرا نام نہ ہو۔ چنانچہ حسن نے یہ ناشتہ دان مامون کے پاس بھیج دیا جس نے اسے خالی کرا کے اشرفیوں سے بھر کر فقیر کو واپس کرا دیا
صولی نے محمد بن قاسم کے حوالہ سے مامون کا یہ قول لکھا ہے " بخدا مجھے معاف کر دینے میں جو لذت حاصل ہوتی ہے اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو لوگ مجرم بن کر میرے پاس آنے لگیں۔
خطیب نے منصور برکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہارون الرشید اپنی محبوب لونڈی سے اپنے ہاتھوں پر پانی ڈلوا رہا تھا اور مامون اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ مامون نے کچھ کہنا چاہا۔ لونڈی نے آنکھ سے اشارہ کیا اس وجہ سے پانی ڈالنے میں دیر ہوئی تو ہارون نے لونڈی کی طرف دیکھا اور کہا کیا بات ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں تیرا سر قلم کرا دوں گا۔ اس پر لونڈی نے مامون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا" انہوں نے بوسہ طلب کیا تھا پس میں نے منع کیا اس وجہ سے غلطی ہو گئی۔ یہ سن کر مامون شرم و رعب سے گڑ گیا۔ پھر ہارون نے پوچھا کیا تم اسے چاہتے ہو؟ مامون نے جواب دیا "جی ہاں" اس پر ہارون نے حکم دیا اس قبہ میں جاؤ اور وہاں سے نکلو اور اس واقعہ کو منظوم کر کے سناؤ
ابن عساکر نے ابوخلیفہ فضل بن حباب کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے ایک دلال کی زبانی سنا ہے

کہ اس نے ایک شاعرہ فصیح ادیب، ماہر شطرنج لونڈی کو ماموں کی خدمت میں پیش کیا اور اس کی قیمت دو ہزار اشرفی بتائی۔ مامون نے کہا میرے شعر پر یہ ایک شعر کہہ دے تب تمہاری منہ مانگی قیمت دونگا ـــــ
چنانچہ ماموں نے ایک شعر کہا جس پر لونڈی نے دوسرا شعر کہہ دیا ـــــ

صولی نے حسین خلیع کی زبانی لکھا ہے، ماموں مجھ پر سخت غضبناک ہوا اور میری تنخواہ روک لی چنانچہ میں نے ایک مدحیہ قصیدہ ایک آدمی کے ذریعے اس کے پاس پیش کیا ماموں نے کہا قصیدہ بڑا اچھا ہے لیکن مدح کرنے والے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں۔ اس پر دربان نے کہا امیرالمومنین کی عادت عفو مشہور ہے۔ اس پر مامون نے انعام دیا اور تنخواہ جاری کر دی ـــــ

علبہ حماد بن اسحٰق کا بیان ہے ماموں نے بغداد میں آنے کے بعد روزانہ صبح سے ظہر تک مظلوموں کی فریاد رسی کی ـــــ

محمد بن عباس کا بیان ہے ماموں شطرنج کا بڑا دلدادہ تھا۔ اور کہتا تھا اس سے ذہن میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور شطرنج کھیلنے کے زمانے ہی میں ماموں نے بہت سی چیزیں ایجاد کیں، ماموں کہا کرتا تھا جو شخص مجھے شطرنج کے لئے بلاتا ہے گویا وہ مجھے بوجھل کر دیتا ہے، ماموں اگرچہ اچھا کھلاڑی نہ تھا اسی وجہ سے کہا کرتا میں دنیا بھر کا انتظام کر سکتا ہوں لیکن اس دو بالشت کے کپڑے پر تنگ ہو جاتا ہوں ـــــ

ابی سعید کا بیان ہے دعبل نے ماموں کی ہجو لکھی جسے ماموں نے سن کر کہا: "دعبل بڑا بے حیا ہے وہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ جو خلیفہ کی گود میں پلا ہو وہ کبھی گم نام نہیں ہو سکتا"۔ اس کے بعد دعبل کو کوئی سزا نہیں دی۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے ماموں شراب خور تھا۔

جاحظ کا بیان ہے ماموں کے مصاحب کہا کرتے تھے کہ ماموں کے چہرہ اور جسم کا رنگ بالکل یکساں ہے البتہ اس کی پنڈلیاں پیلی ہیں اور اتنی زرد گویا زعفران سے رنگی گئی ہوں۔

اسحٰق موصلی کا بیان ہے ماموں کہا کرتا تھا گانا وہی اچھا ہے جسے سننے والے پسند کریں چاہے وہ فن دار ہوں یا غیر فن دان ـــــ

علی بن حسین کا بیان ہے محمد بن حامد مامون کے پیچھے کھڑا تھا اور ماموں پانی پی رہا تھا اتنے میں مامون کی ایک لونڈی نے نابغہ جعدی کا ایک شعر پڑھا جس پر ماموں نے غضبناک ہو کر کہا یہ بے وقت اور بے محل شعر کیوں پڑھا؟ اگر تو سچ نہ بتائے گی تو کوڑے مار مار کر اقرار کراؤں گا۔ اور پھر بہت زیادہ سزا دوں گا۔ اور اگر سچ کہہ دے گی کہ اس کا اصلی محرک کون ہے تو اس کی خواہش پوری کر دوں گا اس پر محمد بن حامد نے

کہا امیر المومنین یہ غلطی اس خانہ زاد سے سرزد ہوئی۔ اشارۃً بوسہ طلب کرنے پر اس نے یہ شعر پڑھا تو مامون نے کہا اصل واقعہ معلوم ہوا کیا تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ محمد نے کہا جی ہاں تو مامون نے خود خطبہ نکاح پڑھا اور چار سو درہم مہر مقرر کر کے کہا جاؤ اسے گھر لے جاؤ۔ محل سے یہ دولھا دلھن نکلے بھی نہ تھے کہ معتصم نے انہیں روک کر کہا ہمارا حصہ؟ محمد نے کہا یہ دلھن حاضر ہے جس پر معتصم نے کہا اسے لے کر ہم کیا کریں گے ہم کو صرف گانا سنوادو۔ چنانچہ معتصم نے رات بھر اس لونڈی کا گانا سنا اور صبح کو محمد اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔

ابن ابی داؤد کا بیان ہے شہنشاہ روم نے مامون کو دو سو پونڈ مشک خالص اور دو سو کھالیں سمور کی تحفہ میں بھیجیں تو مامون نے دگنا کر کے دونوں چیزیں اپنے پاس کی روانہ کرنے کا حکم دیا اور کہا دوگنا اس لئے بھیج رہا ہوں تاکہ اس کو مسلمانوں کی قدر و منزلت معلوم ہو ــــــــ

ابراہیم بن حسین نے لکھا ہے کہ مدائنی نے مامون سے کہا امیر معاویہؓ کہتے تھے کہ بنو ہاشم بہادر، تیز فہم اور زبان آور ہیں اور ہم بہ تمام و کمال سیّد و سردار ہیں ـــــ اس پر مامون نے جواباً کہا امیر معاویہؓ نے ایک بات کا اقرار کیا اور ایک کا دعویٰ۔ اپنے اقرار میں تو وہ سچے تھے اور دعویٰ میں مدعی کی حیثیت تھی

اسامہ کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے بعض دوستوں نے کہا کہ ایک دن احمد بن خالد نے مامون کو ڈاک سنانا شروع کی اور کہا ثریدی حالانکہ وہ لفظ یزیدی تھا۔ اس پر مامون نے ہنستے ہوئے اپنے غلام سے کہا ان ابن عباس کے لئے کھانا لاؤ کیونکہ یہ بہت بھوکے ہیں۔ احمد نے شرماتے ہوئے کہا میں بھوکا نہیں ہوں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وقائع نگار نے ی پر ث کے تین نقطہ لگا کر یزیدی کو ثریدی[1] لکھا ہے۔ مامون نے کہا کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ پہلے کھانا کھایئے۔ چنانچہ کھانا کھانے کے بعد پھر دوسرا واقعہ پڑھنا شروع کیا اور کہا فلاں خبیصی[1]۔ اس پر مامون نے ٹھٹھہ مارا اور غلام سے کہا ان کے لئے حلوہ، کھجورے آؤ۔ اس پر احمد نے کہا وقائع نگار نرا بے وقوف ہے اس نے حمیص کی میم کے نیچے ب کا ایک نقطہ لگا کر خبیص لکھ دیا ہے میری کوئی غلطی نہیں۔ اس پر مامون نے ہنستے ہوئے کہا اگر وقائع نگار بیوقوفی سے غلطی نہ کرتا تو آج بالکل بھوکے رہتے ـــــــ

ابی عباد کا بیان ہے بخدا مامون سے زیادہ اور کوئی سخی سردار نہیں۔ احمد بن ابی خالد کو سبھی جانتے ہیں کہ وہ کھانے کا بھوکا ہے۔ اس کی حالت یہ ہے کہ جب ذرا سی ضرورت ہوئی فوراً بن بلائے ٹپک پڑا چنانچہ ایک دن مامون کے دستر خوان پر ہی اس نے کہا اے امیر المومنین! میرے یہاں مہمانوں کا تانتا بندھا ہے اور

---

[1] یزید ایک آدمی کا نام اور ثرید کے معنی شوربے میں بھیگی روٹی یعنی کھانا ہے حمیص آدمی کا نام اور خبیص کے معنی وہ حلوہ جس میں کھجوریں اور گھی زیادہ ہو

انہیں کھلانے پلانے کے لئے مجبور ہوگیا ہوں اس پر ماموں نے فوراً ہی روزانہ ہزار درہم دینے کا حکم دے دیا پھر بھی ابی خالد کی حالت یہ تھی کہ لوگوں کے دسترخوان پر موجود رہتا ـــــ دعبل شاعر نے بھی اس کا ہجو نامہ لکھا ہے ـــــ

ابو داؤد نے لکھا ہے ماموں نے ایک آدمی سے کہا، انصاف ہو یا ناانصافی جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ تم برائیاں کرو میں بھلائی کروں گا، تم جرائم کرو اور میں عفو و درگزر سے کام لیتا رہوں گا یہاں تک کہ تم شرمسار ہو کر اپنی اصلاح کر لوگے ـــــ

جاحظ نے ثمامہ بن اشرس کی زبانی لکھا ہے کہ زمانہ بھر میں جعفر برمکی اور ماموں ہی سب سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کے مالک ہیں ـــــ

سلفی نے طیوریات میں حفص مدائنی کے حوالہ سے لکھا ہے ایک حبشی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا میرا نام موسیٰ ابن عمران ہے۔ جس پر ماموں نے کہا حضرت موسیٰ کا معجزہ ید بیضا[1] ہے۔ تم بھی کوئی معجزہ دکھاؤ۔ حبشی نے جواب دیا حضرت موسیٰ نے ید بیضاء کا معجزہ اس وقت دکھایا تھا جبکہ فرعون نے اپنی خدائی کا اعلان کیا تھا۔ آپ اگر فرعون کی طرح کہیں تو میں بھی معجزہ دکھاؤں ـــــ علاوہ ازیں ماموں کا یہ قول بھی لکھا ہے صرف حکام کے ستم و جور کی وجہ سے لوگوں میں پھوٹ اور زمانہ میں اختلاف و جنگ کا ظہور ہوتا ہے۔

ابن عساکر نے یحییٰ بن اکثم کی زبانی لکھا ہے کہ ماموں منگل کے دن علماء و فقہاء کو بغرض مباحثہ جمع کرتا تھا چنانچہ ایک نشست میں ایک شخص اپنا لباس اٹھائے اور ہاتھ میں جوتے لئے آیا اور السلام علیکم کہہ کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ ماموں نے وعلیکم السلام کہا پھر اس آنے والے نے پوچھا مسلمانوں کے اتحاد کے لئے یہ اجتماع ہے یا ذاتی شان و شوکت کے اظہار کے لئے۔ اس پر ماموں نے جواباً کہا نہ اس لئے نہ اُس لئے۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ میرے بھائی کے بعد مجھے خلیفہ بنایا گیا تو مجھے خیال ہوا کہ مشرق و مغرب کے تمام مسلمان متفقہ طور پر کلمۂ اسلام پر متحد ہو جائیں اور یہ خیال بھی دامن گیر ہے کہ میرے بعد پھر مسلمانوں کی الگ الگ جماعتیں نہ بن جائیں اسلامی امور میں خلط ملط اور تفرقہ اندازی نہ ہو، جہاد کی اسپرٹ، حج کا خیال اور آمد و رفت کے راستے مسدود و مفقود نہ ہو جائیں اس لئے احتیاطی تدبیر یہ ہے کہ ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کردوں جس پر سب کا اتفاق ہو اور میں سبکدوش ہو سکوں ـــــ یہ سن کر وہ شخص وعلیکم السلام کہہ کر واپس ہو گیا ـــــ

---

[1] حضرت موسیٰ کے والد کا نام بھی عمران تھا۔ جنہوں نے اپنی بغل میں ہاتھ رکھ کر نکالا تو وہ سفید براق تھا (ید) ہاتھ بیضا (سفید) اسی معجزہ کو ید بیضاء کہتے ہیں۔

محمد بن منذر کندی کا بیان ہے، ہارون رشید حج کرنے کے بعد کوفہ آیا اور تمام محدثین کو جمع کیا البتہ عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس نہ آسکے تو ان دونوں کے پاس ماموں و امین کو تعلیم احادیث کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ ماموں نے کہا اے استاذ محترم۔ ارشاد ہو تو آپ نے جو سو احادیث بیان فرمائی ہیں، میں وہ پوری کی پوری ازبر کہہ سناؤں؟ چنانچہ بحصول اجازت ماموں نے وہ سو احادیث زبانی سنا دیں اور اس کی قوت حافظہ پر اساتذہ کو تعجب ہوا ——

امام ذہبی نے مختصر طور پر لکھا ہے یونانی فلسفہ کی اکثر کتابیں جزیرۂ قبرس سے مامون کو مل گئی تھیں فاکہی کا بیان ہے سب سے پہلے ماموں نے خانہ کعبہ پر سفید ریشمی غلاف چڑھایا اور خلیفہ ناصر کے زمانہ تک سفید ریشمی غلاف چڑھایا جاتا رہا لیکن محمود سبکتگین نے اپنے زمانہ میں زرد ریشمی غلاف چڑھانا شروع کر دیئے تھے ——

مامون کے اقوال

ماموں کہتا تھا۔ لوگوں کی عقل کے اندازہ کرنے میں جو فرحت ہوتی ہے وہ کسی اور تدبیر و تفریح سے حاصل نہیں۔ نیز مشکلات کا دور کرنا اور گئی ہوئی چیز کا واپس لانا بڑا ہی دوبھر ہے ——

اچھی مجلس وہ ہے جس میں لوگوں کے حالات پر غور کیا جائے   آدمی تین قسم کے ہیں ایک غذا کی مانند ہیں جن کا وجود ہر حالت میں کارآمد ہے۔ دوسرے دوا کی طرح ہیں جو بیماری کی حالت میں مفید ہیں اور تیسرے بیماری کی مانند ہیں جنہیں ہر حالت میں ناپسند سمجھا جاتا ہے ——

مجھے ایک کوفی نے سخت عاجز کر دیا وہ اپنے اہل وعیال کو لئے ہوئے میرے پاس حاکم کوفہ کی شکایت لایا۔ میں نے کہا تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو حاکم کوفہ تو بڑا ہی منصف ہے۔ تو اس کوفی نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں آپ نے ایسے انصاف پرور کو ہمارے ہی شہر کے واسطے کیوں مخصوص فرمایا ہے آپ انہیں دوسرے شہروں میں بھیجد یجئے، تاکہ پورے ملک میں اس کا عدل و انصاف عالمگیر صورت اختیار کرے۔ غرضکہ میں نے عاجز ہو کر کہا، جاؤ میں نے اسے ہٹا دیا۔ خدا حافظ ——

ماموں کی شاعری

مامون نے چغلی کی مذمت، شطرنج سے دلچسپی اپنے اور اپنے بھائی امین کی مساویانہ تعریف میں بھی اکثر اشعار کہے ہیں ——

احادیث

بیہقی نے بروایت ابو احمد لکھا ہے کہ ابو عثمان طیالسی نے عرفہ کے دن بمقام رصافہ نماز عصر مامون کے پیچھے پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد لوگوں نے تکبیر پڑھنا شروع کی تو ماموں نے جنگلہ میں بیٹھے ہوئے کہا۔ آج خاموش رہو، کل تکبیر پڑھنا سنت نبوی ہے۔ چنانچہ دوسرے دن بقر عید کی نماز

پڑھ کر مامون نے برسرِ منبر تکبیرات کہہ کر حمد و ثنا کے بعد کہا ہم سے ہشیم نے بروایات متصل ابوبُردہ بن دینار کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرم ؐ نے فرمایا ہے جو شخص نماز بقر عید سے پہلے جانور ذبح کرے تو اس نے اپنے ذاتی مصرف کے لئے گوشت حاصل کیا اور جس نے بعد نماز بقر عید قربانی کی تو اس نے سنّت نبویؐ کی پیروی کی اس کے بعد تکبیرات ادا کرکے کہا۔ اے اللہ! مجھے صلاحیت دے مجھ سے صلاحیت کے کام لے اور صلاحیت کے کاموں کی توفیق دے۔

حاکم کا بیان ہے یہ حدیث صرف ابو احمد کی زبانی سنی گئی ہے۔ جس کے ثقہ ہونے کے بارے میں مجھے شک تھا۔ چنانچہ میری دریافت پر دارقطنی نے کہا یہ حدیث بروایت جعفر بھی صحیح ہے۔ نیز یہ حدیث ابو احمد کی متابعت میں وزیر ابو الفضل جعفر بن فرات کے حوالہ سے دیگر راویوں کی زبانی سنی ہے جو سب کے سب ثقہ ہیں۔ نیز جعفر طیالسی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین نے ہم سے خود کہا ہے کہ مامون نے دوران خطبہ میں حدیث مذکورہ بالا پڑھی ہے۔

۲۔ صولی نے لکھا ہے کہ ہم سے جعفر طیالسی نے یحییٰ بن معین کی زبانی بیان کیا کہ مامون نے بغداد میں عرفہ کے دن نماز جمعہ پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد لوگوں نے تکبیر پڑھنا شروع کر دی تو مامون نے پہلے تو لوگوں کو تکبیر پڑھنے سے منع کیا پھر لبیک کرا تھا اور مسجد کے کمرۂ خاص کی لکڑی پکڑ کر کہا، آج تکبیر نہ کہو بلکہ کل سے پڑھنا کیونکہ ہم سے ہشیم نے بحوالۂ مجالد و شعبی کے ابن عباس کی زبانی بیان کیا کہ رمی جمرۂ عقبہ تک رسول اللہؐ لبیک کہتے تھے اور اس کے بعد دوسرے دن ظہر کے وقت سے تکبیرات کہتے تھے۔

۳۔ صولی کا بیان ہے ہم سے ابو القاسم بغوی نے احمد بن ابراہیم موصلی کے حوالہ سے کہا، ہم لوگ مامون کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! رسول اکرم ؐ نے فرمایا ہے جملہ مخلوق، اللہ کی عیال ہیں اس پر مامون نے چیخ کر کہا۔ خاموش ہو جاؤ، میں تم سے زیادہ عالم حدیث ہوں مجھ سے یوسف بن عطیہ، صفار نے بحوالہ ثابت حضرت انس کی زبانی بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خبرگیری کرتا اور مدد فرماتا ہے اور اللہ کو وہ شخص محبوب ہے جو اس کے بندوں کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچاتے۔ اس حدیث کو متفرق راویوں کی زبانی ابن عساکر اور ابو یعلی موصلی وغیرہ نے بھی یوسف بن عطیہ کے حوالہ سے قلمبند کیا ہے۔

لے الخلق عیال اللہ کے یہ معنی نہیں کہ جملہ مخلوق، اللہ کی عیال ہیں، بلکہ اصل معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خبرگیری کرتا اور ان کی مدد فرماتا ہے — از مترجم

(۴) صولی نے لکھا ہے مجھ سے مسیح بن حاتم عکلی نے ابن عبداللہ کے حوالہ سے کہا کہ مامون نے اپنے خطبہ میں حیاء و شرم کے اوصاف بیان کئے پھر ہشیم کے حوالہ سے عمران بن حصین کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے حیاء ایمان کا جزء ہے اور اہل ایمان جنتی ہیں۔ اور بیہودہ گوئی سختی و ظلم ہے اور ظالم دوزخی ہیں ـــــ اس حدیث کو ابن عساکر نے بھی مامون کی زبانی یحییٰ بن اکتم کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

۵۔ حاکم نے یحییٰ بن اکتم کی زبانی لکھا ہے کہ مامون نے کہا یحییٰ میں حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں چنانچہ برسر منبر اس نے کہا مجھ سے ہشیم نے بروایت، ابوہریرہؓ کی زبانی بیان کیا، رسول اکرمؐ نے فرمایا دوزخ میں جلنے والوں کا سرگروہ امراء القیس ہے۔" اس حدیث کے بعد مامون تقریباً اور دیگر (۳۰) احادیث بیان کرکے منبر سے نیچے اترا۔ پھر مجھ سے پوچھا آج کی نشست کیسی رہی؟ میں نے کہا امیرالمومنین نے آج عام و خاص سبھی کو خوب سمجھایا۔ اس پر مامون نے کہا بخدا سامعین میں حلاوت و فرحت نظر نہیں آئی۔ البتہ اکثر لوگ پھٹے پرانے کپڑے پہنے قلم دوات لئے ہوئے تھے ـــــ

۶۔ خطیب نے بحوالہ ابوالحسن علی بن قاسم وغیرہ لکھا ہے، جب مامون مصر فتح کرچکا تو ایک شخص نے کہا اے امیرالمومنین! تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے دشمنوں کو شکست دی اور عراقی، شامی و مصری آپ کے مطیع ہوگئے اور ماشاءاللہ آپ تو رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی کے بیٹے ہیں۔ اس پر مامون نے کہا او بیوقوف! میری آرزو تو یہ ہے کہ برسرمنبر احادیث بیان کروں اور یحییٰ ان کی کتابت کرتے رہیں اور ہر حدیث پر وہ کہیں اللہ آپ پر راضی ہوا۔ اب اس وقت یہ کہتا ہوں کہ مجھ سے حماد نے کہا جس سے حماد بن سلمہ و حماد بن زید نے روایت کی کہ ثابت بنانی نے انس بن مالک کی زبانی بیان کیا رسول اللہؐ کا ارشاد ہے جس نے دو تین بیٹیوں یا دو تین بہنوں کی پرورش کی اور ان کا اس کی موجودگی میں یا اس کا ان کے سامنے انتقال ہوگیا تو (انگشت شہادت اور برابر کی بڑی انگلی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) ہم وہ دونوں اس طرح ایک ساتھ جنت میں ہوں گے ـــــ

یہ حدیث لکھنے کے بعد خطیب نے آخر میں لکھا ہے یہ حدیث بیان کرنے میں سب سے فاش غلطی یہ ہے کہ حماد بن سلمہ ۱۶۷ھ میں اور حماد بن زید ۱۷۹ھ میں فوت ہوا اور مامون کی وفات ۱۷۰ھ کی ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں حمادوں نے اس تیسرے شخص سے بیان کیا جس کا نام بھی حماد تھا جس سے مامون نے حدیث سُنی ہے ـــــ

۷۔ حاکم نے محمد بن یعقوب کے حوالہ سے سہل بن عسکر کی زبانی لکھا ہے کہ مامون اذان دینے کی تیاری کررہا تھا اور ہم اس کے پاس کھڑے تھے اتنے میں ایک شخص دوات لئے آیا اور کہا اے امیرالمومنین!

اب کوئی حدیث بیان کرنے والا نہیں۔ مامون نے پوچھا کیا تم کو فلاں باب یاد ہے؟ اس نے کہا جی نہیں تو خود کہا سنو ہم سے ہشیم نے بروایت راویان یہ باب بیان کیا پھر پوچھا تم کو فلاں باب یاد ہے اس نے انکاری جواب دیا تو پھر پورا باب پڑھ سنایا اس کے بعد اپنے مصاحبین کی جانب رخ کرکے پوچھا تم پوچھو، چنانچہ ان لوگوں کی دریافت پر تین دن احادیث سناتا رہا اس کے بعد اس شخص کو جو دوات لئے حدیث پوچھنے آیا تھا تین درہم عطا کرنے کا حکم دیا ـــــــــ

۸۔ ابن عساکر نے محمد بن ابراہیم غازی کے حوالہ سے یحییٰ بن اکثم کی زبانی لکھا ہے کہ مامون کے پاس میں سو رہا تھا آدھی رات کے قریب مجھے پیاس لگی اور میں نے بیدار ہوکر کروٹ لی۔ اس پر مامون نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا پیاس لگی ہے تو جھپٹ کر گیا اور پانی کا گلاس لے آیا۔ میں نے کہا اے امیرالمومنین! کسی ملازم کو آواز دی ہوتی۔ تو کہا مجھ سے میرے والد نے دادا اور عقبہ بن عامر کی زبانی یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے قومی سردار قوم کا خادم ہے ـــــــ خطیب نے مامون کی زبانی لکھا ہے کہ مجھ سے میرے والد بروایات متصلہ جریر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے قومی سردار قوم کا خادم ہے ـــــــــ

۹۔ ابن عساکر نے ابوالحسن کی زبانی بروایات راویان مسلسل زریعہ ابوحذیفہ لکھا ہے کہ مامون نے مجھ سے کہا کہ میں نے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ ابن عباس کی زبانی رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد سنا ہے قوم کا غلام بھی قوم ہی کا ایک فرد ہے۔ مامون کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابوحذیفہ نے میرے حوالہ سے حدیث بیان کی ہے تو ابوحذیفہ کو بلاکر دس ہزار درہم ان کو عنایت کئے ـــــــــ

مردم شماری

۲۰۲ھ میں بنو عباس کی مردم شماری کی گئی تو ان کے مردوزن کی جملہ تعداد (۳۳) ہزار تھی۔

مشاہیر

مامون کے عہدِ حکومت میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال کیا: سفیان بن عُیینہ، امام شافعی عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ بن قطان، یونس بن بکیر راوی غزوات، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد ابومطیع بلخی، حضرت معروف کرخی زاہد، کتاب مبتدا کے مصنف اسحٰق بن بشر، امام مالکؒ کے مشہور جلیل القدر شاگرد اور مصر کے قاضی اسحٰق بن فرات، ابوعمر شیبانی نحوی، امام مالکؒ کے یکتا شاگرد اشہب، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد حسن بن زیاد لؤلؤی، حافظ حماد بن اسامہ، روح بن عبادہ، زید بن حباب، ابوداؤد طیالسی امام مالکؒ کے ایک شاگرد غازی بن قیس، مشہور زاہد وقت ابوسلیمان دارانی، علی رضی بن امام موسیٰ کاظم، امام ادب وعلوم حضرت فراء، مصنف امالہ حضرت قتیبہ بن مہران، قطرب نحوی، علامہ واقدی، ابوعبیدہ

معمر بن مثنیٰ، نضر بن شمیل، سیدہ نفیسہ، کوفی نحوی ہشام، یزیدی، یزید بن ہارون، یعقوب بن اسحٰق بصرہ کے قاری عبدالرزاق، مشہور شاعر ابو عتاہیہ، اسد السنۃ، امام عاصم نبیل، فریابی، عبدالملک بن ماجشون، عبداللہ بن حکم، امام ادب و علم ابو زید انصاری، علامہ اصمعی اور دیگر بزرگوں نے بھی اس دور میں جام بقا نوش کیا۔

معتصم باللہ ابو اسحٰق محمد بن ہارون رشید

معتصم باللہ، لقب ابو اسحٰق کینت اور محمد نام تھا۔ ۱۸۰ھ میں پیدائش ہوئی جس کی تائید ذہبی نے کی ہے۔ اور صولی نے لکھا ہے کہ ماہ شعبان ۱۷۸ھ میں معتصم پیدا ہوا۔ معتصم کی والدہ کا نام ماردہ تھا جس کی پیدائش کوفہ کی تھی اور یہ ام ولد تھی۔ اور ہارون رشید کی یہی سب سے بڑی غلطی ہوئی کہ اس نے لونڈی رکھی ____ اس نے اپنے والد ہارون رشید اور اپنے سوتیلے بھائی مامون سے احادیث کی سماعت کی اور پھر اس کی زبانی اسحٰق موصلی و حمدون بن اسمٰعیل وغیرہ نے احادیث بیان کی ہیں۔

شخصیت معتصم بڑا دلیر، اور قوت و ہمت کا مالک تھا۔ اور علم سے بے بہرہ تھا۔ صولی نے بروایات متصلہ لکھا ہے کہ معتصم کے ساتھ ایک غلام رہتا تھا جو اسے پڑھایا کرتا تھا۔ اس غلام کے انتقال پر ہارون رشید نے کہا تمہارا غلام مرگیا۔ تو معتصم نے جواب دیا جی ہاں وہ مرگیا اور میں کتاب کے جھنجھٹ سے آزاد ہو گیا۔ جس پر ہارون رشید نے اپنے مصاحبین وغیرہ سے کہا معتصم کو اس کے حال پر چھوڑو اور لکھانے پڑھانے پر سختی نہ کرو۔ تاہم معتصم تھوڑا بہت لکھ پڑھ لیتا تھا۔ نرا کندہ نہ تھا۔

ذہبی نے لکھا ہے معتصم اگر خلق قرآن کریم کا قائل نہ ہوتا اور علماء کو پریشان نہ کرتا تو ایک عظیم الشان ہیبت ناک خلیفہ ہوتا ____

آٹھواں نفطویہ اور صولی نے لکھا ہے معتصم بڑی خوبیوں کا مالک تھا اس کو "مُثَمَّن" آٹھواں اس لئے کہتے ہیں کہ بنو عباس کا وہ آٹھواں خلیفہ تھا اور حضرت عباسؓ کی آٹھویں پشت میں تھا۔ ہارون رشید کا آٹھواں بیٹا تھا، اٹھارہ سالہ بادشاہ تھا۔ آٹھ سال و آٹھ ماہ و آٹھ دن بادشاہت کی۔ ۱۷۸ھ میں پیدا ہوا۔ (۴۸) سال زندہ رہا اس کا ستارہ عقرب تھا۔ جو آٹھواں برج ہے۔ آٹھ مرتبہ جنگوں میں فتوحات حاصل کیں، آٹھ دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ مرتے وقت آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑیں، یہاں تک کہ ربیع الاول کے ختم ہونے میں آٹھ دن باقی تھے کہ دنیا سے رخصت ہو گیا ____

مضبوطی وسخت گیری معتصم اگرچہ اچھا، فصیح وبلیغ اور پرگو شاعر تھا لیکن جب غضبناک ہو جاتا تو قتل کر ڈالتا تھا ——— ابن ابی داؤد کا بیان ہے معتصم اپنا بازو، میری طرف دراز کر کے کہتا اسے اپنی پوری قوت سے کاٹو۔ جب میں کاٹتا تو اس پر کوئی اثر نہ ہوتا اور پھر جب میں اپنی پوری قوت سے اس طرح کاٹتا کہ میرے دانت اس کے گوشت میں پیوست ہو جاتے تب بھی اسے محسوس نہ ہوتا۔ اس کی مضبوطی کی حالت یہ تھی کہ نیزہ کی ضرب کا بھی اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا تھا ———

نفطویہ کا بیان ہے معتصم بڑا سخت گیر تھا وہ اپنی دو انگلیوں کو آدمی کو پکڑ کر اس کی ہڈیاں توڑ دیتا تھا ———

کہتے ہیں معتصم ہی پہلا وہ خلیفہ تھا جس نے ترکوں کو سرکاری دفتروں میں ملازم رکھا اور وہ ایک عجمی بادشاہ معلوم ہوتا تھا۔ انہی کی طرح رفتار و گفتار کرتا اور اس کے پاس تقریباً دس ہزار غلام تھے۔ ابن یونس کا بیان ہے دعبل نے ہجو نامہ لکھ کر معتصم کے دربار میں پیش کرایا، پھر اس سے ڈر کر مصر بھاگ گیا جہاں سے کسی مغربی ملک میں روپوش رہا۔

خلق قرآن کے مسئلہ میں شدت اور امام حنبلؒ کی بے حرمتی، ماہ رجب ۲۱۸ھ میں معتصم کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی۔ خلیفہ ہونے کے بعد اس نے مامون کی روش اختیار کی اور عمر بھر لوگوں کو خلق قرآن کا عقیدہ ماننے پر مجبور کرتا اور ان کو تکالیف دیتا رہا اس نے اساتذہ کو حکم دیا تھا کہ طالب علموں کو خلق قرآن کی تعلیم دیں۔ غرضیکہ اس نے خلق قرآن کا عقیدہ نہ ماننے والوں کو بکثرت قتل کیا اور ستم یہ کہ ۲۲۰ھ میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو پٹوایا اور سزا دی۔

دارالخلافۃ کی تبدیلی ۲۲۰ھ میں معتصم نے ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام سرمن رائے رکھا۔ اور بغداد کے بجائے اسے دارالخلافۃ قرار دیا۔ اس تبدیلی دارالخلافۃ کا سبب یہ ہوا کہ معتصم کے پاس جب دولت زیادہ ہوگئی تو اس نے سمرقند اور فرغانہ وغیرہ سے ترکی غلام خریدے اور ان کو ہر قسم کے ریشمی لباس اور زریں ٹپکے عنایت کئے۔ یہ ترکی غلام گھوڑوں پر سوار بغداد میں گھومتے اور لوگوں کو تکلیفیں دیتے تھے۔ شہر والے جب ان سے تنگ ہو گئے تو بغداد کے تمام لوگوں نے معتصم کے پاس آکر شکایت کی اگر آپ اپنی اس نئی فوج کو نکال باہر نہ کریں گے تو ہم آپ سے جنگ کریں گے۔ معتصم نے پوچھا کس طرح لڑو گے ہم ——— بغدادیوں نے جواب دیا جادو کے تیر دل

کے ذریعہ۔ اس پر معتصم نے کہا اس مقابلہ کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ چنانچہ معتصم نے بغداد کے بجائے سرمن رائے کو دار الخلافۃ قرار دیا ــــــ

مظالم ۲۲۳ھ میں معتصم نے روم پر چڑھائی کی اور وہاں کی رعایا پر بے انتہا مظالم کئے اور وہ ستم ڈھائے جو کسی خلیفہ کی شان و گمان میں بھی نہ تھے۔ رومیوں کو منتشر اور ان کی آبادیوں کو ملیا میٹ کیا اور شہر عموریہ کو ذریعہ شمشیر فتح کیا جہاں تیس ہزار لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور اتنے ہی گرفتار کئے۔ اس جنگ کے شروع میں نجومیوں نے کہا تھا کہ طالع نحس ہے اس لئے شکست ہو گی لیکن اس کے باوجود معتصم کو شاندار فتح ہوئی۔ اور اس مسرت پر مشہور شاعر ابو تمام نے قصیدہ پڑھا۔

انتقال جمعرات کی رات میں ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں معتصم نے اس زمانہ میں انتقال کیا جبکہ روم کے اطراف و اکناف دشمنوں کو پسپا و ذلیل کرنے میں مشغول تھا۔

خصوصیات کہتے ہیں مرض موت کی حالت میں معتصم یہ آیت پڑھتا تھا (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ کے احسانات پر جب خوش ہو گئے تو اللہ نے انہیں اچانک اٹھا لیا ــــــ اور حالتِ نزع میں کہتا تھا تمام حیلے حوالے ختم ہو گئے اب کوئی تدبیر کارگر نہیں ــــــ بعض کا مقولہ ہے، کہ سکرات کی حالت میں معتصم یہ کہتا تھا اب موجودہ لوگوں سے مجھے دور لے جا رہے ہیں ــــــ اور بعض کا بیان ہے کہ یہ کہتا تھا "اے اللہ مجھے تیرا یہ خوف نہیں کہ تو بغیر کسی جرم کے مواخذہ کرے گا، بلکہ اس وجہ سے خوف ہے کہ میں نے خود بے انتہا نافرمانی کی ہے اور میں چونکہ گناہوں سے آلودہ ہوں اس لئے اب صرف تیری ہی رحمت و غفاریت کا سہارا ہے۔

علاوہ ازیں بذریعہ اشعار موت کا خیر مقدم بھی کیا ہے ــــــ معتصم نے اقصائے مغرب تک جانے کا عزم مصمم کیا تھا تاکہ جن مقامات پر اب تک اموی حکمران ہیں ان پر بھی بنو عباس کا قبضہ ہو جائے ــــــ

صولی نے احمد بن خطیب کی زبانی لکھا ہے کہ معتصم نے مجھ سے کہا بنو امیہ کی سلطنت میں ہم عباسیوں کی کہیں حکومت نہ تھی۔ لیکن ہمارے زمانہ میں ابھی تک اسپین میں اموی حکمران ہیں اس لئے ان کو پسپا کرنے کے لئے سامان جنگ ضروری ہے۔ چنانچہ معتصم نے جنگ کی تیاری شروع کی تھی کہ سخت بیمار ہو کر جان بحق ہوا۔

مغیرہ بن شعبہ کا بیان ہے جتنے بادشاہ معتصم کے مطیع ہوئے اتنے کسی دوسرے کے آگے سرنگون نہیں ہوئے۔ اور معتصم کی مانند کسی نے بھی اتنے زیادہ ممالک پر ظفر پیکر پرچم نہیں لہرایا ممالک ذیل کے بادشاہ معتصم کے ماتحت تھے۔ آذر بائیجان۔ طبرستان۔ سیستان، اشیاصح فرغانہ

طخارستان، صغہ اور کابل ــــــ

صولی کا بیان ہے کہ معتصم کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا۔" اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ"۔ صولی نے احمد یزیدی کی زبانی لکھا ہے معتصم جب قصر میدان تعمیر کرا چکا تو جشن افتتاح کے لئے اس میں گیا جہاں اسحٰق موصلی نے اپنا شاندار رونا باب قصیدہ پڑھا اور اس کے پہلے ہی شعر سے معتصم اور دوسروں نے بدشگونی لی۔ اور آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ اسحٰق موصلی جیسا دانشمند اور بادشاہوں کا قدیم خادم و صحبت یافتہ یہ کیا کہہ رہا ہے اس کے فوراً بعد ہی معتصم نے اس محل کو گروا کر کھنڈر بنا دیا ــــــ

ابراہیم بن عباس کا بیان ہے معتصم نہایت ہی بلیغ اور اونچی بات کہا کرتا تھا۔ معتصم وہ پہلا خلیفہ تھا جس کے کھانے پر روزانہ ایک ہزار اشرفیاں خرچ ہوتی تھیں ــــــ

اقوال معتصم

ابو العیناء کا بیان ہے معتصم کا قول تھا کہ خواہشات کی فتح پر عقل زائل ہو جاتی ہے۔ اسحٰق نے اس کا یہ قول لکھا ہے۔ جو دولت کے ذریعہ حق کی طلب کرے گا، وہ لازماً کامیاب ہو گا ــــــ محمد بن عمرو رومی نے لکھا ہے معتصم کے ایک غلام کا نام عجیب تھا۔ اور درحقیقت وہ اپنی آپ نظیر تھا اور معتصم اسے بہت زیادہ چاہتا تھا۔ ایک دن مجھے طلب کرکے فرمایا، والد بزرگوار امیرالمومنین ہارون رشید کی محبت کی وجہ سے میری تعلیم میرے بھائیوں جیسی نہ ہوئی، علاوہ ازیں میں کھیل کو د کا شوقین تھا۔ اس لئے اساتذہ کرام کی تعلیم د ہی پر غور نہیں کیا۔ علم کی جانب توجہ نہیں کی۔ دیکھو میں نے عجیب کی تعریف میں شعر کہے ہیں۔ صحیح صحیح بتاؤ اگر اچھے ہیں تو فبہا ورگرنہ انہیں ضائع کر دوں۔ جس پر میں نے تسمیہ کہا۔ غیر شاعر خلفاء کی بہ نسبت والا جاہ کے اشعار میں کافی ملاحت ہے۔ چنانچہ اس نے خوش ہو کر مجھے پچاس ہزار روپے دیئے ــــــ

صولی نے عبدالواحد بن عباس ریاشی کی زبانی لکھا ہے شہنشاہ روم نے معتصم کو ایک تہدید نامہ لکھا جسے پڑھ کر معتصم نے اپنے پیشکار پیشی سے کہا اس کی پشت پر لکھو ــــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امابعد۔ ہم نے تمہارا خط پڑھا۔ عندیہ معلوم ہوا اس کا جواب اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا کانوں سے سننے کی ضرورت نہیں اور کافروں کو ان کا انجام کار عنقریب معلوم ہو جائے گا ــــــ

صولی نے فضل یزیدی کی زبانی لکھا ہے منصور نے ایک دن اپنے تمام درباری شعراء کے مجمع سے مخاطب ہو کر کہا والد بزرگوار کی شان میں جس طرح منصور نمری نے لکھا ہے تم میں سے کون ایسا لکھ سکتا

ہے ؟ اس پر ابو وہیب نے کہا میں پیش کرتا ہوں اور اس سے زیادہ عمدہ کوئی اور پیش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ۔ غرضکہ اس طرح سخن سنجی و سخن فہمی ہوتی رہے معتصم کی وفات پر اس کے وزیر محمد بن عبد الملک نے تعزیتی و تہنیتی مشترکہ اشعار کہے ۔

احادیث صولی نے لکھا ہے ہم سے علائی نے بروایات متصلہ بسلسلہ معتصم حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرمؐ نے ایک شخص کو دیکھا جو اترا کر تا چل رہا تھا تو روئے مبارک پر غصہ کے آثار نمودار ہوئے اور ارشاد عالی ہوا ملعون درخت ۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ بتا دیجئے تاکہ ہم اس سے اجتناب کریں تو ارشاد گرامی ہوا یہ کوئی نباتاتی درخت نہیں بلکہ اس سے بنو امیہ مراد ہیں ۔ جو اپنی بادشاہت کے زمانہ میں ظلم ستم کریں گے ۔ امانتوں میں خیانت کریں گے اس کے بعد اپنے چچا حضرت عباسؓ کی پیٹھ پر دست مبارک رکھ کر فرمایا چچا جان آپ کی اولاد میں وہ شخص پیدا ہو گا، جو بنو امیہ کو ہلاک و تباہ کر دے گا ــــــ

میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ یہ حدیث موضوع ہے اور علائی کی من گھڑت ہے ۔

ابن عساکر نے ابو القاسم علی بن ابراہیم کے ذریعہ یحییٰ بن معاذ کی زبانی لکھا ہے ۔ میں ایک دن معتصم کی مزاج پرسی کے لئے گیا اور میں نے کہا آپ انشاء اللہ جلد تندرست ہو جائیں گے ۔ تو معتصم نے کہا یہ کیسے ممکن ہے ؟ اور میں نے اپنے والد بزرگوار ہارون رشید اور دادا اور پردادا کے ذریعہ حضرت ابن عباس کی زبانی سنا ہے ۔ جس نے جمعرات کو پچھنے لگوائے تو وہ اسی مرض میں رہ کر فوت ہو جائے گا ــــــ

ابن عساکر نے لکھا ہے ۔ اس حدیث کے راویوں میں ضبیعی اور اسحٰق کے درمیانی دو آدمیوں کا راوی نے نام ترک کر دیا ہے علاوہ ازیں یہی روایت بحوالہ ضبیعی بروایات احمد و منصور و اسحٰق بیان کی گئی ہے ۔

معتصم کے زمانۂ خلافت میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال کیا ــــــ

مشاہیر علامہ بخاری کے استاد علامہ حمیدی، ابو نعیم فضل بن دکین، ابو غسان نہدی، قالون مقری، خلاد مقری، آدم ابن ابی ایاس، عفان، قعنبی، عبدان مروزی، لیث کا میر منشی عبداللہ ابن صالح، ابراہیم بن مہدی، سلیمان بن حرب، علی بن محمد مدائنی، ابو عبید قاسم بن سلام، قرہ بن حبیب، عارم، محمد بن عیسیٰ طباع حافظ مشہور فقیہہ اصبغ بن فرج، سعدویہ واسطی، ابو عمرو جرمی نحوی، محمد بن سلام بیکندی، سفید، سعید بن کثیر بن عفیر، یحییٰ بن یحییٰ تیمی اور دوسرے معززین نے رحلت کی ــــــ

واثق باللہ ہارون

واثق باللہ ہارون ابوجعفر کو بعض لوگوں نے ابوالقاسم بن معتصم بن ہارون رشید لکھا ہے۔ غرضکہ واثق باللہ لقب، ابوجعفر و ابوالقاسم کنیت، ہارون بن معتصم بن ہارون رشید نام تھا۔ اور اس کی والدہ کا نام قراطیس تھا جو روم کی رہنے والی تھی اور ام ولد تھی۔

ہارون بتاریخ ۲۰ شعبان ۱۹۶ھ میں پیدا ہوا معتصم نے اسے اپنی زندگی میں ولیعہد بنایا اور یہ ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا ـــــ اس نے ۲۲۸ھ میں اشناس ترکی کو وزیراعظم بنایا اور اسے جواہر نگار تاج پہنایا اور جواہرات کی لڑیوں والے تمغے عطا کئے جو اس کے کندھوں پر لٹکے رہتے تھے ـــــ

ہارون وہ پہلا خلیفہ ہوا جس نے اشناس ترکی کو وزیراعظم بنایا اگرچہ اس کے والد معتصم کے زمانہ میں ترکیوں کو بکثرت ملازم رکھا گیا تھا۔

مسئلہ خلق قرآن میں تشدد

۲۳۱ھ میں ہارون نے حاکم بصرہ کو لکھا آئمہ مساجد و مؤذنین کا امتحان لو کہ خلق قرآن کا عقیدہ انہوں نے کیوں قبول نہیں کیا؟ حالانکہ وہ میرے والد بزرگوار کے زمانہ میں خلق قرآن کے قائل تھے۔ اب انہوں نے یہ عقیدہ کیوں چھوڑ دیا ہے؟ اسی سال ۲۳۱ھ میں علم حدیث کے استاذ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عامل احمد بن نصر خزاعی کو بغداد سے طلب کر کے سرمن رائے میں قیدی بنایا اور پھر ان سے خلق قرآن کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا قرآن کریم مخلوق نہیں ہے اور پھر دریافت پر جواب دیا کہ قیامت میں دیدار الٰہی ہوگا۔ اور اس کے ثبوت میں بروایات حدیث شریف سنائی تو ہارون نے کہا تم جھوٹے ہو احمد نے جواباً کہا تم جھوٹے ہو جس پر ہارون نے کہا۔ افسوس آپ اللہ تعالیٰ کو محدود و مجسم۔ ایک مکان میں مقید اور آنکھوں میں محصور سمجھتے ہیں اور صفات الٰہی کا انکار کرتے ہوئے کفر کرتے ہیں۔ اس موقع پر ہارون کے پاس علمائے معتزلہ جمع تھے انہوں نے احمد کی گردن زدنی کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ ہارون نے تلوار منگوائی اور علمائے معتزلہ سے کہا۔ میں جب قتل کے لئے اٹھوں تو تم لوگ میرے ساتھ کھڑے نہ ہونا، تاکہ اس کے قتل کا صرف مجھ کو ثواب ملے۔ یہ وہ کافر ہے جو ہمارے رب کی عبادت نہیں کرتا اور غیر متعلقہ صفات الٰہی بیان کرتا ہے ـــــ

غرضکہ احمد بن نصر کو پابجولاں و دست بستہ مقررہ چبوترہ پر بٹھایا تھا اور ہارون نے خود آگے بڑھ کر ان کی گردن اتار لی۔ اور حکم دیا کہ ان کا سر بغداد بھیجا جائے اور دھڑ کو سولی پر لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ چھ سال تک سر اور دھڑ سولی پر لٹکا رہا اور متوکل نے امور خلافت سنبھالنے کے بعد احمد بن نصر کے سر اور دھڑ کو سولی پر سے اتروا کر دفن کیا۔

احمد بن نصر کے کٹے ہوئے سر کو بغداد میں لٹکوایا تھا اور کان میں ایک پرچہ آویزاں تھا جس پر لکھا تھا یہ سر احمد بن نصر بن مالک کا ہے جس نے خلق قرآن اور صفاتِ الٰہی کا انکار کیا۔ اسی انکار کی پاداش میں اللہ نے اسے دوزخ کی طرف بلایا۔

ہارون نے احمد کے سر پر ایک چوکیدار مقرر کر دیا تھا کہ وہ اپنے نیزہ سے اس سر کو قبلہ رو نہ ہونے دے۔ جو اپنے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس چوکیدار نے متوکل سے کہا میں نے ایک رات اس سر کو قبلہ رو ہو کر سورۂ یٰس پڑھتے دیکھا جو بڑی خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا —— یہ روایت دوسرے طریقوں سے بھی بیان کی گئی ہے ——

ابن داؤد کا بیان ہے کہ رومی جیل خانہ میں اکثر و بیشتر مقید تھے۔ ان میں سے جو خلق قرآن کا قائل نہ ہوتا تو وہ جیل خانہ ہی میں رہتا لیکن جو قرآن کو مخلوق کہتا تو اس کو دو اشرفیاں دیکر چھوڑ دیا جاتا تھا چنانچہ سال ۲۳۱ھ میں رومی جیل خانہ سے اس طرح (۱۶۰۰) قیدی رہا کئے گئے۔

خطیب کا بیان ہے کہ احمد بن داؤد نے ہارون پر پورا قابو پالیا تھا۔ اور اسی نے ہارون کو سختی کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ اور یہی وہ ظالم تھا جو خلق قرآن کا عقیدہ رکھتا تھا۔ اور ہارون کے ذریعہ لوگوں کو یہ عقیدہ ماننے پر مجبور کرتا تھا —— بعض لوگ کہتے ہیں کہ احمد بن داؤد نے مرنے سے پہلے ہی عقیدہ خلق قرآن سے توبہ کر لی تھی۔

کہتے ہیں ہارون کے دربار میں ایک شخص ہتھکڑیوں، بیڑیوں میں جکڑا ہوا پیش کیا گیا ابو داؤد دربار میں موجود تھا۔ اس قیدی نے پوچھا تم لوگ جو قرآن کو مخلوق کہتے ہو اس کا علم رسول اللہؐ کو تھا یا نہیں؟ اور انہوں نے لوگوں کو اس عقیدہ کی کیوں تعلیم نہیں دی؟ اس پر سب خاموش رہے لیکن ابو داؤد نے جواب دیا ہاں رسول اللہؐ کو اس کا علم تھا لیکن آپؐ نے لوگوں کو اس طرف مائل نہیں فرمایا۔ اس پر قیدی نے کہا جس کام کو رسول اللہؐ نے نہیں کیا اس کو تم کیوں کرتے ہو؟ اس سوال پر سب لوگ انگشت بدنداں دحیران رہ گئے اور ہارون نے ٹھٹھہ مارا پھر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر زنانہ محل میں چلا گیا اور وہاں لیٹ کر کہنے لگا جس کام کو رسول اللہؐ نے نہیں کیا اس کے کرنے کا ہم کو کیا حق ہے؟ اور قرآن کریم کے مخلوق ہونے کے عقیدہ سے

جب رسول اللہؐ نے سکوت اختیار فرمایا تو ہم کو بر جبر اس کے منوانے کا کوئی حق نہیں ہے ـــــــ
اس کے بعد اس قیدی کو آزاد کرتے ہوئے تین ہزار اشرفیاں دیں اور اسے اس کے شہر بھوا دیا ـــــــ

اس واقعہ کے بعد ہارون نے کسی کو عقیدہ خلق قرآن معلوم کرنے کے لئے اپنے دربار میں طلب نہیں کیا اور اسی دن سے احمد بن داؤد سے بھی ناراض و بدظن ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ ہارون کے دربار میں جو قیدی پابجولاں لایا گیا تھا اور جس سے ابن احمد کے سوالات و جوابات ہوئے تھے ان کا نام ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد ازدی تھا جو امام ابو داؤد و امام نسائی کے اُستاد تھے۔

خصوصیات ابن ابی دنیا کا بیان ہے کہ ہارون کا رنگ زردی مائل سرخ و سفید تھا اس کی داڑھی بڑی خوبصورت اور اس کی آنکھ میں ایک دھبہ تھا۔

یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے ہارون نے اولاد علیؓ کے ساتھ جتنے احسانات کئے وہ کسی دوسرے بادشاہ نے نہیں کئے اور ہارون کے انتقال کے وقت کوئی علوی، فقیر و محتاج نہ تھا ـــــــ

کہتے ہیں ہارون بڑا ہی اچھا ادیب اور عمدہ غزل گو تھا۔ ہارون ایک دن اپنے اس ملازم پر غصہ ہوا جو مصر سے تحفہ میں آیا تھا اور ہارون اسے چاہتا بھی تھا۔ چنانچہ اس ملازم نے باہر نکل کر دوسرے ملازمین سے کہا تم لوگ آئندہ کل دیکھو گے کہ ہارون مجھ سے ہمکلام ہونے کی خواہش کرے گا لیکن میں اس سے گفتگو نہیں کروں گا۔ چنانچہ ہارون نے یہ سن کر چند اشعار کہے ـــــــ

صولی کا بیان ہے کہ ہارون اپنے علم و ادب اور فضل و کمال کی وجہ سے اپنے چچا مامون ابوالعباس عبداللہ کو کمتر سمجھتا تھا اور مامون کی یہ حالت تھی کہ وہ اسے اپنے پر مقدم رکھتا تھا۔ ہارون تمام چیزوں کا واقف و عالم اور بلند پایہ شاعر تھا اور راگ راگنیوں وغیرہ سے بخوبی واقف تھا اس نے تقریباً سو راگنیاں ایجاد کیں۔ سارنگی و ستار بجانے میں ماہر، اشعار بیان کرنے میں یکتا اور گزشتہ حالات و کوائف وغیرہ بتانے میں کامل تھا۔

فضل یزیدی کا بیان ہے خلفائے بنو عباس میں ہارون ہی کو سب سے زیادہ اشعار یاد تھے کسی نے کہا کیا مامون سے زیادہ یاد ہیں تو جواب دیا جی ہاں۔

مامون علم و ادب، تاریخ، نجوم، طب اور منطق میں ماہر تھا اور ہارون نے فن شاعری میں کمال حاصل کیا تھا یزید مہلبی کا بیان ہے ہارون بڑا پُر غرور تھا۔

ابن فہم کا بیان ہے کہ ہارون جس خوان میں کھانا کھاتا تھا اس کی ساخت سونے کی تھی اور اس

کی ساخت سونے کی تھی اور اس کے چار حصے تھے۔ اور اتنا وزنی تھا کہ اس کا ہر حصہ بیس آدمی اٹھایا کرتے تھے اور اس کے کھانے کے تمام برتن گلاس، رکابیاں اور شکر دان وغیرہ سب سونے کی ساخت کے تھے۔ ایک مرتبہ ابن داؤد نے کہا کہ سونے کے برتنوں میں کھانا منع ہے تو ہارون نے سب برتن گلوا کر اس کا سونا بیت المال میں بھجوا دیا۔

حسین بن یحیٰی کا بیان ہے ہارون نے دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کر رہا ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ اللہ اس کو کبھی ہلاک و برباد نہیں کرے گا جس کے دل میں مروّت ہو یعنی ذرّہ بھر بھی ایمانی نور جلوہ فگن ہو۔ صبح کو اس خواب کی ہم نشینوں سے تعبیر پوچھی جب کوئی نہ بتا سکا تو ابو محلم کو بلا کر اس سے تعبیر پوچھی اس نے کہا مَرَت کے معنی ہیں میدان بے آب و گیاہ۔ اس لحاظ سے مطلب یہ ہوا کہ اللہ اس کو ہلاک کرے گا جس کا دل اس طرح ایمان سے خالی ہوگا جیسے میدان گھاس پھوس سے خالی ہوتا ہے۔ ہارون نے کہا کسی کا شعر بطور سند پیش کیا جائے جس پر ایک جلد باز نے بغیر سوچے سمجھے بنی اسد کا وہ شعر پڑھ دیا جس میں لفظ مرت دوسرے معنی میں ہے اس پر ابو محلم ہنسا اور اس نے سو شاعروں کے سو اشعار بطور سند پڑھ سنائے جس پر ہارون نے اسے ایک لاکھ اشرفیاں انعام دیں ——

حمدون بن اسمٰعیل کا بیان ہے خلفاء کے منجملہ ہارون ہی سب سے زیادہ علیم و صابر تھا۔ احمد بن حمدون کا بیان ہے ہمارے واثق باللہ ہارون خلیفہ کے پاس ایک دن ان کے استاد محترم ہارون بن زیاد تشریف لائے تو واثق باللہ نے ان کی بے انتہا تعظیم و تکریم کی لوگوں نے پوچھا اے امیرالمومنین! یہ کون ہیں؟ جواب دیا یہ وہ ہیں جنہوں نے مجھے اس درجہ تک پہونچایا اور اللہ کی یاد کے لئے مجھے زبان دانی سکھائی، مجھے اللہ کی رحمتوں سے قریب کیا ——

ہارون واثق باللہ وہ خلیفہ تھا جس کی مدحت سرائی علی بن جہم نے بھی کی ہے۔

انتقال

ہارون نے بدھ کے دن ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو بمقام سرمن رائے انتقال کیا، لوگ ہارون کی لاش تنہا چھوڑ کر متوکل کو خلیفہ بنانے میں مشغول تھے اتنے میں ایک بڑی چھپکلی آئی اور ہارون کی آنکھیں نکال کر کھا گئی ——

مشاہیر

ہارون واثق باللہ کے عہد خلافت میں حسب ذیل حضرات نے انتقال فرمایا۔ مسدد، خلف بن ہشام، بزاز مقری اطبرستان کے سب سے بڑے عالم اسمٰعیل بن سعید شالحی۔ علامہ واقدی کے کاتب محمد بن سعد، مشہور شاعر ابو تمام طائی، محمد بن زیاد بن اعرابی لغوی امام شافعیؒ کے شاگرد بُوَیطی جنہیں جیل خانہ میں رکھا گیا اور محنت و مشقت لی گئی، علی بن مغیرہ اثرم لغوی، اور دوسرے

مشہور معززین نے بھی جام بقا نوش کیا ——————

دیگر حالات ہارون واثق باللہ کے دیگر مختصر حالات حسب ذیل ہیں :۔
صولی نے جعفر بن علی کی زبانی لکھا ہے ہم ہارون کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور شراب صبوحی کا دور چل رہا تھا اسی دوران میں اس کے ملازم خاص مہج نے نرگس کا پھول پیش کیا جس کی تعریف میں کئی دن بعد ہارون نے ایک نظم لکھی۔ کہتے ہیں خلفاء میں سے کسی دوسرے نے ایسی اچھی نظم نہیں لکھی ——————

صولی نے عبداللہ بن معتز کی زبانی لکھا ہے ہارون کو دو غلام بہت محبوب تھے ان سے باری باری سے ایک ایک دن کام لیا کرتا تھا اور جن کی الفت کو خود نظم بھی کیا ہے۔

حزنبل کا بیان ہے۔ ہارون نے ایک دن مجلس میں اخطل کا شعر پڑھا اور ستوار کے معنی دریافت کئے تو ابن اعرابی نے جواباً کہا ستوار کے معنی لپک کر لینے والا اور سُوار کے معنی چھوڑنے والا اور ساز کے معنی گلاس میں مزید ڈالنے والا، اس کے بعد ہارون نے تمام ہم نشینوں کی طرف دیکھا اور پھر ابن اعرابی کو بیس ہزار درہم انعام دیئے۔

میمون بن ابراہیم نے ابن ہشام کی زبانی لکھا ہے مجلس نشاط ہارون میں ایک دن حسین بن ضحاک اور مخارق کی حالت یہ تھی کہ ایک ابو نواس کو اور دوسرا ابو عتاہیہ کو اچھا کہہ رہا تھا اس پر ہارون نے کہا دو سو اشرفیوں کی شرط باندھ لو، چنانچہ شرط بدنے کے بعد ہارون نے ابو محلم عالم سے پوچھا جنہوں نے کہا ابو نواس شاعر کو برتری حاصل ہے جو تمام اصناف سخن اور عربی ادب کا مالک ہے۔ اور ہم تمام لوگ ابو نواس کے بیان سخن کی پیروی کرتے ہیں۔ اس فیصلہ پر ہارون نے شرط کی دو سو اشرفیاں اپنی جیب خاص سے حسین بن ضحاک کو عنایت فرمائیں ——————

متوکل علی اللہ جعفر

متوکل علی اللہ لقب، ابو الفضل کنیت اور جعفر بن معتصم بن ہارون رشید نام تھا۔ یہ ۲۰۵ھ یا ۲۰۷ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کا نام شجاع تھا جو ام ولد تھی[1]۔ ماہ ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں واثق باللہ

[1] اور یہ متوکل دراصل واثق باللہ کا سوتیلا بھائی تھا۔

کے انتقال کے بعد تخت نشین خلافت ہوا۔

احیائے سنّت

متوکل نے تخت نشین ہونے کے فوراً بعد سنّت نبویؐ پر عمل درآمد کرنے کے تمام مانعین کو احکام دیئے، محدثین کی امداد نہیں، اور مشکلات کو دور کیا۔ ۲۳۴ھ میں بمقام سامرا[1] تمام محدثین کو جمع کرکے انہیں متفرق عطیے دیئے۔ اوران کی تعظیم وتکریم کرکے ان سے احادیث وسیرت رسول اکرمؐ بیان کرنے کی درخواست کی۔ اس کے بعد علامہ ابوبکر شیبہ کو جامعہ رصافہ میں اوران کے بھائی علامہ عثمان کو جامع منصور میں متعین کیا اور ہرایک کے وعظ میں تقریباً تیس تیس ہزار آدمی شریک ہوتے تھے ــــــــ اس نیک کرداری پر لوگوں نے متوکل کے لئے بھلائی کی دعائیں مانگیں اوراس کی بے انتہا تعریف وعظمت کرنے لگے۔

یہاں تک کہ بعض لوگوں نے کہا اب تک صرف تین خلیفہ ہوئے ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ جنہوں نے مرتدوں کو قتل کیا۔ دوسرے حضرت عمر فاروقؓ جنہوں نے دنیا کے مظالم کا خاتمہ کیا اور تیسرے متوکل ہیں جس نے سنت نبویؐ کا احیاء کیا اور فرقہ جہمیہ[2] کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اس نوبت پر ابوبکر بن خبازہ نے متوکل کی تعریف میں ایک نفیس قصیدہ لکھا۔

اسی سال ۲۳۴ھ میں احمد بن داؤد پر (جو واثق باللہ ہارون کا عقل کل تھا) ایسا فالج گرا کہ وہ پتھر کی طرح بالکل گم سم ہوگیا۔ اور اللہ نے دنیا ہی میں اس کے کیفر کردار کو پہونچا دیا۔

بادسموم

اسی سال ۲۳۴ھ میں خطۂ عراق پر نہایت سخت بادسموم چلی جس کی وجہ سے کوفہ، بصرہ اور بعض جگہ کے اکثر کھیت جل گئے، مسافر ہلاک ہوگئے، تقریباً پچاس دن تک یہ لو چلتی رہی پھر اس بادسموم نے موصل اور سنجار کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہاں بھی اکثر لوگ اس لو سے فوت ہوئے بازاروں کی آمد ورفت بند ہوگئی لوگ دانہ دانہ کو ترس گئے ــــــــ

اسی سال دمشق میں نہایت سخت زلزلہ آیا جس کی وجہ سے ہزاروں مکان گر گئے اور لاکھوں ان کے نیچے دب گئے اور مر گئے۔ انطاکیہ اور جزیرہ کا بھی یہی حال ہوا کھیتیاں خاکستر ہوگئیں۔ لوگ مر گئے، مکان گر گئے اور ہر طرح کی تباہی آئی۔ کہتے ہیں یہاں کے (۵۰) ہزار باشندے نذر اجل ہوئے

کارنامے

۲۳۵ھ میں متوکل نے تمام عیسائیوں کو حکم دیا کہ وہ لازمی طور پر ٹائی باندھا کریں۔
۲۳۶ھ میں متوکل نے حضرت امام حسینؓ اور آس پاس کی قبروں کو کھدوایا اور وہاں کاشتکاری

---

[1] یہ سر من رائے کا مخفف ہے۔ [2] جہمیہ ایک باطل فرقہ ہے جس کے بانی کا نام جہم بن صفوان تھا

کرائی۔ نیز زیارت قبور سے لوگوں کو منع کیا۔ پھر یہ علاقہ (کربلا) عرصہ تک بنجر اور غیر آباد پڑا رہا —
اہل بیت سے ظاہری دشمنی کرنے کی وجہ سے متوکل کو لوگ برا بھلا کہنے لگے (مزاروں کی بے حرمتی سے عوام بہت رنجیدہ ہوئے۔ اہلِ بغداد نے مسجدوں کی دیواروں پر متوکل کے نام گالیاں لکھیں) اور شعراء نے اس کی مذمت میں بکثرت ہجو نامے لکھے ———

۲۳۷ھ میں متوکل نے مصری نائب کو لکھا قاضی القضاۃ مصر ابوبکر محمد بن ابولیث کی ڈاڑھی منڈوا کر اور گدھے پر سوار کرا کے اس کی خوب ذلت کرو۔ چنانچہ مصری نائب نے حسبِ تعمیل کی اور زدو کوب بھی کیا ———

درحقیقت مصر کا یہ چیف جسٹس ابوبکر محمد، فرقہ جہمیہ کا خفیہ سردار تھا جو مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم کیا کرتا تھا ——— اور ابوبکر محمد بن ابولیث کے بجائے حارث بن مسکین شاگرد امام مالکؒ کو مصر کا چیف جج مقرر کیا۔ اس کے ساتھ ہی معزول جج ابوبکر کو روزانہ بیس کوڑے برسر بازار مارے جاتے تھے تاکہ مظلوموں کے آنسو سوکھ سکیں اور اسی سال عسقلان میں آگ لگی جس سے لوگوں کے مکانات اور غلہ کے گودام جل کر خاکستر ہوگئے اور یہ آگ تین دن تک جلتی رہی اسی سال امام احمد بن حنبل کو متوکل نے تلاش کرکے بلوایا لیکن امام مذکور اس کی زندگی میں نہ مل سکے بلکہ اس کے بیٹے معتز کے زمانہ حکومت میں سرمن رائے پہونچے۔

۲۳۸ھ میں شاہ روم نے دمیاط پر حملہ کیا اور باشندگان دمیاط کو خوب لوٹا، ان کے مکانات وغیرہ خاکستر کئے اور ان کی چھ سو خواتین کو گرفتار کرکے بحری راستہ سے اپنے ساتھ لے گیا۔

۲۴۰ھ میں باشندگان خلاط نے فضائے آسمانی سے ہیبت ناک چیخیں سنیں جس سے اکثر لوگ ہلاک ہوگئے۔ اور عراق میں مرغی کے انڈے کے برابر آسمان سے اولے گرے جس سے عراق کے (۱۳) مغربی مواضع زمین کے برابر ہوگئے۔

۲۴۱ھ میں آسمان سے ستارے ٹوٹ کر گرتے رہے اور رات گئے تک ٹڈیوں کی طرح زمین پر آتے رہے۔ اس سے لوگوں کو اچانک سخت تکالیف اٹھانا پڑیں۔

۲۴۲ھ میں ایسا زبردست زلزلہ آیا جس سے علاقۂ تونس، رے، خراسان، نیشاپور، طبرستان اور اصبہان وغیرہ کی بنیادیں ہل گئیں۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ زمین میں قد آدم سے بھی زیادہ گہرے شگاف پڑ گئے۔ نیز علاقہ مصر کے موضع سویدا میں آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی بعض پتھروں کا وزن دس دس پونڈ تھا ———

یمن کے پہاڑوں میں ایسا زلزلہ آیا کہ بعض کھیت اپنی جگہ سے دوسری جگہ پہونچ گئے۔ اسی سال بماہ رمضان حلب میں ایک سفید مردار خوار پرند ظاہر ہوا جو چیختا تھا۔ لوگو! اللہ سے ڈرو۔ یہ پرند چالیس مرتبہ چیخ کر اڑ گیا اور پھر دوسرے دن آکر کہا۔ لوگو! اللہ سے ڈرو بولتا رہا واقعہ نویس نے اس کی اطلاع صدر مملکت کو دی۔ اور پانچ سو آدمیوں نے بچشم دید اسی پرندہ کو دیکھا جو کہتا تھا لوگو! اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو ــــــ

اسی سال ابراہیم بن مطہر کاتب حکومت بصرہ سے حج کے لئے ایسی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوا، جسے اونٹ کھینچتے تھے۔ اسے دیکھ کر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔

۲۴۳ھ میں متوکل دمشق آیا اور دمشق کو پسند کرکے اس کے قریب میں مقام داریا میں ایک محل بنوایا اور یہیں رہنے کا ارادہ کیا مگر یزید بن محمد مہلبی کے قصیدہ پر دارالخلافہ تبدیل کرنے کا ارادہ ترک کرکے یہاں سے دو تین ماہ بعد واپس ہوگیا ــــــ

۲۴۴ھ میں متوکل نے اپنے لڑکوں کے استاد علامہ یعقوب بن سکیت کو قتل کرادیا اس کا واقعہ یہ ہے کہ متوکل نے ایک دن اپنے لڑکوں معتز اور مؤید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں اچھے ہیں یا امام حسن و حسینؓ؟ ــــــ علامہ یعقوب نے کہا ان سے تو حضرت علیؓ کا غلام قنبر ہی اچھا تھا یہ سن کر متوکل نے اپنے ترکی ملازمین کو حکم دیا یعقوب کو خوب کچلو، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ بعض کہتے ہیں کہ متوکل نے یعقوب کی زبان کھنچوا کر مار ڈالا۔ اور ان کے بیٹوں کو خون بہا بھیجدیا ــــــ حقیقت یہ ہے کہ متوکل رافضی تھا۔

۲۴۵ھ میں روئے زمین پر عام زلزلے آئے جس سے شہر، قلعہ، پل مسمار ہوگئے انطاکیہ کا ایک پہاڑ سمندر کی نذر ہوا، آسمان سے ہیبت ناک آوازیں سُنی گئیں، اسی اثناء میں مصر میں بھی زلزلہ آیا اور مصر کے ساحلی مقام بلبیس میں ایک سخت ہیبتناک آواز سنی گئی جس سے لوگوں کے دل دہل گئے اور وہ سب کے سب مرگئے۔ اسی سال مکہ معظمہ کے چشمے خشک ہوگئے۔ جس پر متوکل نے ایک لاکھ اشرفیوں کے خرچ سے یہاں تک ، عرفات سے پانی کی سپلائی کا انتظام کیا۔

متوکل اپنی تعریف کرنے والوں کو خوب داد و دہش کرتا تھا۔ اور متوکل نے گزشتہ خلفاء کی نسبت اپنے شعراء کو دل کھول کر انعامات دیئے۔ مروان بن ابی جنوب نے متوکل کی شان میں قصیدہ کہا تو اس کو ایک لاکھ بیس ہزار نقد اور پچاس تھان کپڑے کے عنایت کرتے ہوئے کہا میں اس وقت تک ہاتھ نہ روکوں گا جب تک میرا انعام تجھے ڈبو نہ دے ــــــ

کہتے ہیں کہ متوکل ایک دن اپنے ہاتھ سے دو بینت لئے الٹ پلٹ رہا تھا اتنے میں علی بن جہم نے آکر ایک قصیدہ سنایا جسے پسند کر کے متوکل نے اپنے ہاتھ کا ایک بینت دے دیا۔ علی نے اس بینت کو الٹنے پلٹنے لگا تو متوکل نے کہا کیا دیکھتے ہو، اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ اور یہ بینت ایک لاکھ روپے سے بھی زیادہ کا ہے اس پر علی نے جواب دیا۔ حضور میں اس کی خرابی نہیں دیکھ رہا ہوں بلکہ دوسرا قصیدہ سوچ رہا ہوں تاکہ دوسرا بینت بھی سرفراز ہو جائے ـــــ آخر کار علی نے دوسرا قصیدہ پڑھا اور متوکل نے دوسرا بینت بھی علی کو انعام دے دیا ـــــ

کہتے ہیں کہ حسب ذیل آٹھ اشخاص جن کے والد خلیفہ تھے یہ سب متوکل خلیفہ کے سلام کے لئے آیا کرتے تھے۔ منصور بن مہدی، عباس بن ہادی، ابو احمد بن ہارون رشید، عبداللہ بن امین، موسیٰ بن مامون، احمد بن معتصم، محمد بن واثق باللہ، اور خود اس کا بیٹا منتصر بن متوکل ـــــ

مسعودی کا بیان ہے متوکل کے پاس عزت دار یا مفلس جس قسم کا آدمی پہونچا اسے متوکل نے کافی سے زیادہ دولت دی۔

متوکل خواہشات کا بندہ اور شراب کا متوالا تھا۔ اس کے پاس چار ہزار لونڈیاں تھیں جن سب سے صحبت کر چکا تھا ـــــ

علی بن جہم کا بیان ہے متوکل اپنے بیٹے معتز کی ماں سے جو اس کی ام ولد اور داشتہ تھی بے انتہا صحبت کرتا تھا وہ اگرچہ بدصورت تھی اور اس کے چہرہ پر چیچک کے بڑے بڑے داغ تھے تاہم ہزار جان سے اس پر فریفتہ تھا اور اس کے بغیر متوکل کو چین نہیں آتا تھا۔

سلمیٰ نے کتاب محن میں لکھا ہے سب سے پہلے ذوالنون مصری نے مشائخ اور ولیوں کے تذکرے بیان کرنا شروع کئے۔ اور وہ باتیں بیان کیں جواب تک علمائے قدیم نے نہیں کی تھیں اس وجہ سے چند لوگ اور حکومت انہیں فرقہ زنادقہ میں شمار کرنے لگی تھی۔ چنانچہ ایک دن حضرت امام مالکؒ کے شاگرد عزت مآب عبداللہ بن حکم حاکم مصر نے ذوالنون کو طلب کر کے ان کے عقائد دریافت کئے اور گفتگو پر جب اطمینان ہو گیا تو صدر مملکت متوکل کو ان کی تعریف لکھی، پھر شاہی مطالبہ پر انہیں ڈاک کی طرح بعجلت ممکنہ دربار میں حاضر کرایا۔ متوکل ان کی گفتگو پر ان کا فریفتہ ہو گیا۔ اور ان کی خاطر مدارات و تعظیم و تکریم کی اور ان کا اتنا معتقد ہو گیا کہ جب سلف صالحین کے حالات بیان کئے جاتے تو کہتا ذوالنون مصری کا بھی تذکرہ کرو۔

متوکل کا قتل ـــ متوکل نے سلسلہ وار اپنے بیٹوں منتصر، معتز اور مؤید کو ولیعہد بنانے کے لئے

لوگوں سے بیعت لی تھی۔ لیکن وہ معتز کو مقدم کرنا چاہتا تھا، کیونکہ اس کی والدہ قبیحہ کو بہت چاہتا تھا جو اس کی خاص داشتہ تھی۔ ایک مرتبہ متوکل نے اپنے بیٹے منتصر سے کہا تم سے پہلے معتز کو حکومت دینا چاہتا ہوں تو منتصر نے انکاری جواب دیا۔۔۔۔۔۔ اس تو بت پر متوکل نے دربار عام کر کے منتصر کو ولیعہدی سے معزول کرنا چاہا اور اسے برا بھلا کہہ کر دھمکیاں دیں، اس پر تمام ترکی فوج متوکل سے بدظن ہوگئی اور منتصر نے سازش کرکے اپنے والد متوکل کے قتل کا منصوبہ بنایا۔

چنانچہ ۵ شوال ۲۴۷ھ کی آدھی رات کو جبکہ متوکل اپنے ہمنشینوں کے ساتھ مجلس لہو ولعب، میں مشغول تھا۔ یکایک پانچ سازشیوں نے اس پر حملہ کیا۔ اسے اور اس کے وزیر فتح بن خاقان کو قتل کر دیا۔۔۔۔۔۔ بعض کہتے ہیں متوکل کو سوتے میں مارا۔۔۔۔۔۔

کہتے ہیں ایک آدمی نے خواب میں متوکل سے پوچھا۔ اللہ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ جواب دیا میں نے احیاء سنّت نبوی میں جو معمولی سی کوشش کی تھی اس کے عوض اللہ نے میرے تمام گناہ معاف کر دئے۔

متوکل کے مارے جانے پر دیگر شعراء کے منجملہ یزید مہلبی نے بھی مرثیہ کہا۔ لوگوں کی فیضیابی کی حالت کا ایک واقعہ یہ ہے کہ متوکل کی ایک ملازمہ جس کا نام محبوبہ تھا جو زبردست شاعر ہونے کے ساتھ تمام اصناف سخن پر قادر تھی۔ متوکل کے قتل کے بعد بغا کبیر[۱] کی ملکیت میں گئی جس نے ایک دن اسے شرمندہ کرنے کے لئے تنہائی میں بلایا اور گانے کا حکم دیا۔ محبوبہ پہلے ہی سے رنجیدہ بیٹھی تھی اس نے حیلہ حوالہ سے کام لیا تو اس کی گود میں سارنگی ڈال کر سارنگی بجانے کا حکم دیا، چنانچہ محبوبہ نے فی البدیہہ چند اشعار کہے جن کا مطلب یہ ہے "اب کوئی عیش لذت نہیں دے سکتا کیونکہ تازہ تازہ خون بہہ رہا ہے اور خاک آلودہ کو اس کے عشق میں جنون ہو گیا ہے۔"

یہ سن کر بغا غضبناک ہو گیا اور محبوبہ شاعرہ کو حبس دوام کی سزا دیدی۔ اور محبوبہ شاعرہ نے متوکل سے کیا ہوا اقرار اس طرح پورا کیا کہ موت کو ترجیح دی۔۔۔۔۔۔

متوکل نے ایک دن بحتری سے کہا ایک نظم کہو اور اس میں بیان کرو کہ میں متوکل اپنے عزیز وزیر فتح محمد بن خاقان کو بے انتہا چاہتا ہوں اور اسے اپنی زندگی کا جزو اعظم سمجھتا ہوں، میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر وہ نہ رہا تو میرا عیش ونشاط باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ

---

[۱] بغا ترکی غلام تھا اور واثق و متوکل کے زمانہ میں غلاموں کا سردار تھا اور مزاج شاہی میں دخیل تھا۔

بحتری نے اسی مضمون کے اشعار کہے۔ اور تعجب یہ کہ دونوں ایک ساتھ قتل کئے گئے ـــــــ

متوکل کی چند باتیں

ابن عساکر کی تحریر ہے متوکل نے ایک رات دیکھا کہ نہایت دیدہ زیب سلیمانی پرچہ آسمان سے اس کو ملا جس پر تحریر ہے :

"جعفر متوکل علی اللہ" ــــــ غرضکہ متوکل نے اپنا یہ خواب خلیفہ ہونے کے بعد مصاحبوں سے کہا سب نے اس کی وجہ تسمیہ پر غور کیا۔ بعض نے کہا اس سے مدد الٰہی مراد ہے۔ آخر کار احمد بن ابو داؤد نے کہا اللہ نے آپ کو متوکل علی اللہ کا لقب دیا ہے۔ چنانچہ متوکل نے اسی کو پسند کیا اور روئے زمین پر اسی نام سے مشہور ہوا۔

ہشام بن عمار کا بیان ہے متوکل کہتا تھا افسوس کاش ! امام شافعی محمد بن ادریسؒ اس زمانہ میں زندہ ہوتے تو ان سے ملاقاتیں کرتا ان کے دیدار سے فیض یاب ہوتا اور ان سے تعلیم حاصل کرتا۔۔ رسول اکرمؐ نے رات مجھے بشارت دیتے ہوئے فرمایا لوگو! محمد بن ادریس مطلبی (امام شافعی) اللہ کی رحمت سے پیوست ہوگئے اور تمہارے لئے بہترین علم چھوڑ گئے۔ تم ان کی راہ پر چلو تو ہدایت یافتہ ہو جاؤگے۔"

یہ خواب بیان کرنے کے بعد متوکل نے کہا اللہ تعالیٰ امام شافعیؒ بن ادریس مطلبی پر وسیع و فراخ رحمتیں نازل کرے۔ اور ہمیں ان کے مذہب پر چلنے کی توفیق دے تاکہ ہم ان سے نفع اٹھا سکیں۔

میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں متوکل کے اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ وہ شافعی مذہب کا پیرو تھا اور خلیفہ تھا جس نے شافعی مذہب اختیار کیا تھا ــــــ

احمد بن علی بصری کا بیان ہے متوکل نے اپنے گھر میں تمام علماء کو جمع کیا۔ پھر ان کے مجمع میں سے اندر سے آیا تو اس کی تعظیم کے لئے سب کھڑے ہوگئے۔ البتہ احمد بن معدل بیٹھے رہے تو متوکل نے عبید اللہ سے ابن معدل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کیا انہوں نے ہماری بیعت نہیں کی۔ عبید اللہ نے کہا ان کی بینائی میں کچھ فرق ہے۔ جس پر ابن معدل نے کہا اے امیرالمومنین! میری بینائی میں کچھ فرق نہیں۔ بلکہ میں نے تمہیں عذابِ الٰہی سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے" جو شخص اپنے حضور میں لوگوں کو کھڑا کرنے کا خواہش مند ہوا تو گویا اس نے دوزخ کو اپنا ٹھکانا بنایا"

یہ سن کر متوکل، ابن معدل کے برابر آکر بیٹھ گیا۔

یزید مہلبی کا بیان ہے ایک دن متوکل نے مجھ سے کہا گزشتہ خلفاء رعیت پر اپنی اطاعت کی خاطر سختی کرتے تھے۔ اور میں رعایا پر اس لئے مہربان ہوں تاکہ بخوشی میری فرمانبرداری کرتے رہیں ـــــــ

عبدالاعلیٰ بن حماد نرمسی کا بیان ہے۔ ایک دن متوکل نے مجھ سے کہا آپ تین دن بعد ہمارے پاس آئے ہیں۔ آپ کا حصہ ہم نے دوسروں کو دے دیا۔ تو میں نے کہا اے امیرالمومنین! اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ پھر اسی مضمون کے میں نے دو شعر سنائے جس پر خوش ہو کر متوکل نے مجھے ایک ہزار اشرفیاں عنایت فرمائیں ———

جعفر بن عبدالواحد ہاشمی کا بیان ہے متوکل کی والدہ کے انتقال کے موقع پر متوکل کے پاس گیا تو اس نے کہا بسا اوقات میں نے اشعار کہے لیکن آج ایک شعر کہا اور دوسرا نہ کہہ سکا اس پر ایک درباری نے اس کے شعر پر دوسرا شعر کہا ———

فتح بن خاقان مصاحب خاص کا بیان ہے میں نے ایک دن متوکل کو سرنگون و فکر مند دیکھ کر کہا اے امیرالمومنین! کیا بات ہے! روئے زمین پر آپ کو سب سے زیادہ عیش و عشرت تمام نعمتیں اور راحتیں حاصل ہیں۔ تو کہا اے فتح! وہ شخص ہم سے زیادہ خوش عیش ہے جو اپنے گھر میں اپنی نیک بخت بیوی کے ساتھ بہ آرام کھاتا پیتا ہے۔ وہ ہمیں جانتا ہی نہیں کہ ہم اسے بلاسکیں اور وہ ہمارا حاجت مند بھی نہیں کہ ہم اس کی تحقیر کرسکیں۔

ابن علبنار کا بیان ہے کسی نے متوکل کو فضل نامی خاتون نذرانہ میں پیش کی، متوکل نے اس سے پوچھا تم شاعر ہو! فضل نے جواب دیا بیچنے اور خریدنے والے دونوں کا میرے بارے میں یہی خیال ہے ——— چنانچہ متوکل کی فرمائش پر فضل نے اپنے شعر سنائے۔

علی بن جہم کا بیان ہے متوکل کو کسی نے محبوبہ نامی خاتون تحفۃً دی۔ جو طائف میں پیدا ہوئی تھی علم و ادب میں کامل اور بلند پایہ شاعر تھی۔ متوکل اس کا فریفتہ تھا۔ ایک دن اس سے خفا ہو گیا، اور محل کی تمام خواتین وغیرہ سے کہہ دیا کہ کوئی فرد محبوبہ سے بات نہ کرے ——— اسی زمانہ میں ایک دن متوکل نے مجھ سے کہا رات میں نے خواب میں محبوبہ سے صلح کی اور وہ بھی من گئی، میں نے کہا خواب مبارک۔ تو کہا چلو دیکھیں اس کا کیا ہے! چنانچہ ہم دونوں جب محبوبہ کے کمرے میں پہونچے تو وہ ستار پر غزل گا رہی تھی۔ متوکل نے اسے آواز دی تو وہ جھپٹ کر آئی اور ان کے پاؤں پر گر ان کے پاؤں چومنے لگی۔ اور پھر کہا اے میرے آقا رات میں نے دیکھا کہ میری آپ کی صلح ہو گئی۔ جس کے جواب میں متوکل نے کہا بخدا میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ اس کے متوکل نے پھر اسے اس مرتبہ پر پہونچا دیا ——— متوکل کے قتل کے بعد جب یہ بغا کے قبضہ میں گئی تب بھی متوکل کے ہجر و فراق کے اشعار پڑھتی تھی۔

علی بحتری نے مسئلہ خلق قرآن سے نجات پاکر متوکل کی تعریف اور ابن داؤد کی مذمت میں قصیدہ لکھا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے ایک رات میں جاگا اور پھر سوگیا۔ اور اس مرتبہ میں نے دیکھا کوئی مجھے آسمان پر اڑائے لے جارہا ہے۔ اور شعر پڑھ رہا ہے صبح کو سر من رائے سے بغداد یہ خبر آئی کہ متوکل قتل کر دیا گیا۔

عمرو بن شیبان جہنی کا بیان ہے جس رات متوکل قتل ہوا اسی رات میں نے خواب میں متوکل کو یہ اشعار کہتے دیکھا۔ اپنے خلیفہ کا مرثیہ کہو کیونکہ انسان وجنات اس پر گریہ وزاری کرتے ہیں ۔

اس خواب کے چند ماہ بعد میں نے دوبارہ خواب دیکھا اور پوچھا آپ کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ تو متوکل نے کہا میں نے اپنی زندگی میں بقدر قلیل احیائے سنت نبوی کا اہتمام کیا تھا جس کے بدلہ میں اللہ نے میرے تمام گناہ معاف کر دیئے۔ پھر میں نے پوچھا آپ اور کیا کر رہے ہیں! جواب دیا اپنے بیٹے محمد منتصر کا منتظر ہوں اس کی یہاں آمد پہ بارگاہ الٰہی میں مقدمہ پیش کرونگا۔

احادیث خطیب نے بحوالہ ابو الحسین اہوازی لکھا ہے کہ متوکل نے بروایات متصلہ ابن عبداللہ کی زبانی بیان کیا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے جس نے نرمی کو خیرباد کہا اس پر بھلائیاں حرام ہوگئیں۔ (طبرانی نے بھی یہ حدیث بروایت جریر تلمبند کی ہے)۔

ابن عساکر نے نصر بن احمد کے حوالہ سے علی بن جہم کی زبانی لکھا ہے۔ ہم لوگ متوکل کے پاس بیٹھے تھے اور خوبصورتی وجمال کا ذکر ہو رہا تھا تو متوکل نے کہا اچھے بال بھی جزو جمال ہیں۔ اور اس کے بعد معتصم کے حوالہ سے ابن عباس کی زبانی یہ روایت بیان کی کہ رسول اکرمؐ کی کان کی لو کے نیچے ایک مسّہ تھا جس پر بال بھی تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک موتی رکھا ہے رسول اکرمؐ دیگر تمام آدمیوں سے زیادہ خوبصورت وحسین تھے۔ آپؐ کا رنگ گندمی تھا۔ آپؐ لمبے یا ٹھگنے نہ تھے بلکہ آپؐ میانہ قد کے تھے ۔

اس کے علاوہ حضرت عبدالمطلب کے کان کی لو کے نیچے ایک مسّہ تھا اسی طرح عبداللہ بن عباس اور ان کی اولاد میں سے محمد، منصور، مہدی، ہارون رشید، مامون، معتصم کے کان کے نیچے مسّہ تھا اور میرے نرم گوش کے نیچے بھی مسّہ ہے ۔

میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں یہ حدیث تین امور کی وجہ سے مسلسل ہے ایک تو کان کی لو کے نیچے کا مسّہ دوسرے آباؤ اجداد کا بیان اور تیسرے خلفاء کا تسلسل اور خاص بات یہ کہ اس

روایت کو چھ خلفاء نے بیان کیا ہے۔

مشاہیر متوکل علی اللہ ابو الفضل جعفر بن معتصم بن ہارون رشید بن مہدی بن منصور کے عہد خلافت میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال کیا؛

ابو ثور، امام احمد بن حنبل، ابراہیم بن منذر خزامی، اسحٰق بن راہویہ، اسحٰق ندیم، روح مقری، زہیر بن حرب، سحنون، سلیمان شاذ کوفی، ابو مسعود عسکری، ابو جعفر نفیلی، ابو بکر بن ابی شیبہ، اور اس کے دوسرے بھائی مشہور شاعر دیک الجن (یعنی جنات کا مرغ) مذہب مالکیہ کے امام وقت عبدالملک بن حبیب، امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد عبدالعزیز بن یحییٰ غول، عبید اللہ بن عمرؒ قواریری علی بن مدینی، محمد بن عبداللہ بن نمیر، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن بکیر، یحییٰ بن یحییٰ، یوسف ارزق مقریؒ، بشر بن ولید کندی مالکی، ابن ابی داؤد معتزلی ملعون، ابو بکر ہذلی علاف معتزلی گمراہوں کا سردار، جعفر بن حرب قائد معتزلہ، ابن کلاب متکلم، قاضی یحییٰ بن اکثم، حارث محاسبی، امام شافعیؒ کا شاگرد حرملہ ابن سلیمان، احمد بن منیع، زاہد و متقی حضرت ذوالنون مصری، ابو تراب نخشبی، ابو عمر دوری مقریؒ شاعر اعظم دعبل، ابو عثمان مازنی نحوی اور دیگر مشہور لوگوں نے بھی اسی دور میں وفات پائی ———

منتصر باللہ محمد ابو جعفرؒ ۸۷

منتصر باللہ لقب، ابو جعفر و ابو عبداللہ کنیت اور محمد بن متوکل بن معتصم بن ہارون رشید نام تھا۔ اس کی ماں کا نام حبشیہ تھا جو روم کی رہنے والی تھی اور متوکل کی داشتہ تھی، منتصر خوبصورت گندم گوں، کلاں چشم، فراخ پیشانی، الجیم و شعیم، دراز قد، کلاں شکم، ملیح و خوفناک، نہایت دانشمند نیکیوں کا مجسمہ، ظلم و ستم سے دور، علویوں کا محسن، اور میل ملاپ رکھنے والا تھا اس نے اولاد ابی طالب سے غم و حزن اور خوف و ملال دور کر کے امام حسینؓ کی قبر کی زیارت کی عام اجازت دے دی تھی اور باغ فدک اولاد امام حسینؓ کے حوالہ کر دیا تھا جسے یزید مہلبی نے بھی منظوم کیا ہے۔

منتصر اپنے والد متوکل کے انتقال کے بعد ماہ شوال ۲۴۷ھ میں تخت نشین خلافت ہوا۔ اور اپنے بھائیوں معتز و مؤید کو ولیعہدی سے معزول و خارج کر دیا جنہیں اس کے والد متوکل نے ولیعہد بنایا تھا۔ رعیت میں عدل و انصاف قائم کیا۔ اور اپنی ہیبت کے باوجود لوگوں کے دل موہ لئے کیونکہ بڑا حلیم و سخی تھا ——— وہ کہا کرتا تھا سزا دینے کے بجائے معاف کرنے میں بڑی

لذت ہے اور مقتدر شخص کا انتقام لینا نہایت ہی کریہہ فعل ہے۔
خلیفہ ہونے کے بعد اس نے ترکوں کو گالیاں دی اور کہا انہی لوگوں نے خلفاء کو قتل کیا۔ ترکوں پر اتنے الزام لگائے کہ وہ عاجز آ گئے منتصر مہیب و بہادر ہونے کے ساتھ دانشمند بھی تھا، اور لوگوں کے چکر میں نہ آتا تھا۔ آخر کار ترکوں نے طبیب خاص ابن طیفور کو پوشیدہ طور سے تیس ہزار اشرفیاں دیں جس نے منتصر کے علاج کے زمانہ میں زہریلے نشتر سے اس کی فصد کھول، جس کے باعث منتصر کی موت واقع ہوئی۔
بعض کہتے ہیں ابن طیفور اس زہریلے نشتر کو صاف کرنا بھول گیا اور یونہی رکھ دیا۔ پھر جب وہ خود بیمار ہوا تو اپنی فصد کھولنے کا ایک غلام کو حکم دیا اور غلام نے نادانی میں اسی زہریلے نشتر سے اس کی بھی فصد کھولی جس کے سبب یہ طبیب بھی مرگیا۔
بعض کہتے ہیں کہ منتصر کو امرود میں زہر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ گلے میں درد ہوا اور سانس رک جانے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی ـــــ نزاع کی حالت میں منتصر کہتا تھا۔ اے اماں میری دنیا و آخرت دونوں تباہ ہوئیں، میں اپنے باپ کی موت کا سبب ہوا اور اب خود بھی مر رہا ہوں۔ غرضکہ ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ میں منتصر نے وفات پائی۔ اس نے تقریباً چھ ماہ خلافت کی، کہتے ہیں منتصر ایک دن اپنے والد کے خزانہ سے ایک بساط منگوا کر کھیلنے لگا اس بساط پر ایک گول دائرہ تھا جس پر تاج بنا ہوا تھا، منتصر نے ایک فارسی دان کو بلا کر اس عبارت کو پڑھوا کر مطلب دریافت کیا اس نے کہا یہ مہمل عبارت ہے۔ پھر منتصر کے اصرار پر کہا لکھا ہے، میں شیروان بن کسریٰ بن ہرمز ہوں میں نے اپنے والد کو قتل کرایا۔ اس کے بعد میں نے چھ ماہ سے زیادہ بادشاہت نہیں کی۔ یہ سن کر منتصر کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ پھر اس کے حکم سے یہ بساط خاکستر کر دی گئی جس کا تانا بانا سنہرا تھا۔
ثعالبی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے۔ منتصر کی خلافت تک تمام خلفائے گذشتہ ٹھیک رہے۔ منتصر اور اس کے اباؤ اجداد یہ جملہ پانچ خلیفہ ہوئے اسی طرح معتز و معتمد کے دور میں کارہائے خلافت میں کچھ کمزوریاں رونما ہوئیں جیسے مستعصم جس کو تاتاریوں نے قتل کیا، اور اس کے اباؤ اجداد آٹھ خلیفہ ہوئے۔
ثعالبی نے تعجب کرتے ہوئے لکھا ہے خاندان کسریٰ شیروان وہ بادشاہ ہوا جو اپنے والد کو قتل کر کے چھ ماہ زندہ رہا، اسی طرح منتصر بھی وہ خلیفہ ہوا جس نے اپنے والد متوکل کو قتل کرایا اور خود

صرف چھ ماہ حکومت کرسکا ـــــــــــ

مستعین باللہ ابوالعباس

مستعین باللہ لقب، ابوالعباس کنیت اور احمد بن معتصم بن ہارون رشید نام تھا۔ یہ مستعین دراصل متوکل کا بھائی تھا۔ اس کی ماں کا نام مخارق تھا جو معتصم کی داشتہ تھی۔ مستعین ۲۲۱ھ میں پیدا ہوا۔ یہ ملیح و خوبصورت تھا اور رنگ سرخ و سفید تھا۔ اس کے چہرہ پر چیچک کے داغ تھے اور قدرے تتلا کر بولتا تھا۔

منتصر کے انتقال کے بعد ارکین سلطنت اور فوجی سپہ سالار نے مجلس شوریٰ میں کہا اگر متوکل کی اولاد کو خلیفہ بنایا گیا تو پھر ہماری خیر نہیں۔ آخر کار باہمی مشورہ سے متوکل کے بھتیجہ احمد بن معتصم کو جس کا لقب مستعین باللہ تھا اٹھارہ سال کی عمر میں خلیفہ تسلیم کیا اور سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۲۵۱ھ میں خلیفہ ہوتے ہی اس کو ترکوں کی خوبو پسند آئی اور اس نے وصیف اور بغاء ترکی غلاموں کو تہ تیغ کیا اور باغر ترکی غلام کو متوکل کے قاتلوں میں شمار کرکے شہر بدر کر دیا۔ مستعین نے دانشمندی یہ کی کہ وصیف اور بغاء سے اپنی ذاتی کسی رنجش کا اظہار بھی نہیں کیا مگر مستعین کے اس کارنامہ سے تمام ترک اس کے مخالف ہو گئے اور مستعین ان کے خوف کی وجہ سے سرمن رائے چھوڑ کر بغداد چلا گیا۔ ترکوں نے معذرت خواہی، انکساری و عاجزی اور خلیفہ کی دوبارہ واپسی کے لئے قاصد بھیجے لیکن مستعین نے سرمن رائے واپس آنے سے انکار کیا تو یہ ترک اسے گرفتار کرنے کی تدبیریں کرنے لگے۔ اور انہوں نے معتز باللہ بن متوکل بن معتصم بن ہارون رشید کو جو مستعین کا بھتیجہ تھا آمادہ خلافت کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور مستعین کی خلافت سے انکار کر دیا ـــــــــــ

معتز نے خلیفہ ہونے کے بعد ایک بڑا لشکر مستعین سے لڑنے کے لئے روانہ کیا لیکن اہل بغداد نے مستعین کا ساتھ دیا اور عرصہ تک خونریز جنگ ہوتی رہی جس میں فریقین کے اکثر آدمی کام آئے چیزوں کے نرخ گراں ہوئے اور مصائب عام ہو گئے۔ آخر کار مستعین کے مددگاروں نے کہا کہ مستعین کو خلافت سے دستبردار کرائے دیتے ہیں، جس پر اسمٰعیل قاضی نے بڑی کڑی شرطیں لگائیں، ایک معاہدہ مرتب کیا گیا جس پر مستعین نے خلافت سے دست کش ہونا تحریر کیا اور دوسرے قاضیوں وغیرہ نے گواہی کے دستخط کئے اور صدر قاضی نے اپنی مہر ثبت کی اور مستعین اس طرح ۲۵۲ھ کے

آغاز میں بغداد سے واسط کی جانب روانہ کر دیا گیا جہاں نو ماہ تک ایک حاکم کی حراست میں رہا۔ پھر اسے سرمن رائے روانہ کیا گیا جہاں معتز نے احمد بن طولون سے کہا کہ تم مستعین کو قتل کر دو لیکن اس نے جواب دیا بخدا میں کسی خلیفہ کے لڑکے کو قتل نہیں کر سکتا۔ پھر سعید حاجب کو بلا کر آمادہ قتل کیا گیا جس نے بتاریخ ۳ر شوال ۲۵۲ھ مستعین کو قتل کر دیا اور بوقت قتل مستعین کی عمر (۳۱) سال تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ مستعین بڑا نیک عالم فاضل، ادیب اور فصاحت و بلاغت کا مجسمہ تھا۔ مستعین ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے لمبی آستینوں کے لباس پہننے کا رواج دیا۔ وہ خود تین بالشت چوڑی آستین کا لباس زیب تن کرتا تھا، اس نے لمبی لمبی ٹوپیوں کے بجائے چھوٹی دیوار کی ٹوپیاں پہننے کا رواج دیا۔

مشاہیر
اس کے عہد حکومت میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال کیا۔
عبد بن حمید، ابو طاہر بن سرح، حارث بن مسکین، بزی مقری، ابو حاتم سجستانی، علامہ جاحظ وغیرہ۔

المعتز باللہ محمد

المعتز باللہ لقب، ابو عبد اللہ کنیت اور نام محمد تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ زبیر نام تھا۔ غرضکہ معتز باللہ کی والد کا نام متوکل، دادا کا معتصم اور پر دادا کا نام ہارون رشید بن مہدی بن محمد بن منصور تھا۔ اس کی ماں کا نام قبیحہ تھا، جو روم کی رہنے والی تھی اور اس کے والد متوکل کی داشتہ تھی۔

مستعین کی خلافت سے دستبرداری کے بعد معتز ۲۵۲ھ میں بہ عمر (۱۹) سال تخت نشین خلافت ہوا۔ اس سے قبل کوئی اتنی کم عمری میں خلیفہ نہیں ہوا۔ معتز بڑا ہی حسین و خوبصورت تھا۔

معتز کے استاد حدیث علی بن حرب کا بیان ہے معتز سے زیادہ حسین و خوبصورت کوئی خلیفہ دیکھنے وسننے میں نہیں آیا اور معتز وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے گھوڑوں کو سونے کا زیور پہنایا، وگرنہ قدیم بادشاہ گھوڑوں کو چاندی کا معمولی ساز یور پہناتے تھے۔

معتز کے خلیفہ ہونے کے بعد واثق کے مقرر کردہ نائب سلطنت اتناس نے انتقال کیا اور پچاس ہزار اشرفیاں چھوڑیں جو معتز نے سرکاری خزانہ میں داخل کرادیں۔ اور اس کی جگہ محمد بن عبد اللہ بن طاہر کو نائب سلطنت مقرر کر کے دو تلواریں باندھنے کے منصب پر سرفراز کیا۔ پھر اس کو بھی معزول کر کے اپنے

بھائی ابو احمد کو نائب سلطنت بنایا، اسے سونے کا تاج پہنایا، جواہرات کی ٹوپی دی اور جواہرات کے جھالر عنایت کئے جو اس کے کندھوں پر پڑے رہتے تھے اور دو تلواریں باندھنے کے منصب سے معزز کیا۔ پھر اس کو برخاست کر کے واسط بھیجدیا۔ اور اس جگہ بغا شرابی کو مقرر کر کے اسے تاج شاہی پہنایا، جس نے ایک سال بعد یعنی ۲۵۳ھ میں معتز کے مقابلہ میں فوج کشی کی اور میدان جنگ میں مارا گیا، اور اس کا سر دربار خلافت میں لایا گیا ـــــ اسی سال معتز نے ماہ رجب میں اپنے بھائی مؤید باللہ کو ولیعہدی سے برخاست کیا اور پھر اسے مار پیٹ کر جیل خانہ میں بند کر دیا، جہاں وہ تھوڑے دن بعد مر گیا۔ اور معتز پریشان ہوا کہ مؤید کے قتل کے بارے میں لوگ باز پرس کریں گے۔ اسی خیال سے قاضیوں کو جمع کر کے ان سے شہادتیں لیں کہ مؤید کسی زدوکوب، وغیرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ بقضائے الٰہی فوت ہوا ہے۔

اسے پہلے ہی ترکوں سے خوف دامن گیر تھا کہ ترکی سرداروں کی ایک جماعت نے کہا اے امیرالمومنین! ہمارے خورد نوش کا انتظام فرمایئے، تاکہ صالح بن وصیف وغیرہ کو قتل کر سکیں معتز کو صالح وغیرہ سے خوف تھا اس لئے اس نے اپنی والدہ سے کچھ رقم طلب کی، تاکہ دولت کے ذریعہ لوگوں کو اپنایا جائے لیکن اس کی والدہ نے کنجوسی سے کام لیا۔ علاوہ ازیں سرکاری خزانہ بھی خالی ہو چکا تھا۔ ان بدلے ہوئے حالات میں ترکیوں نے صالح بن وصیف اور محمد بغا کو اپنا ہم نوا بنایا اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر ان سب نے شاہی محل پر یلغار کی اور کہنے لگے معتز باہر آؤ۔ اس ہڑبونگ پر معتز نے اندر کہلوایا۔ بیماری کی وجہ سے میں نے دوا پی ہے اور علاوہ ازیں بے انتہا کمزور بھی ہوں۔

اس نوبت پر چند لوگ بغیر اجازت کے محل میں گھس گئے اور معتز کو ٹانگ پکڑ کے گھسیٹا، آہنی گرزوں سے مارا اور سخت دھوپ میں کھڑا کیا۔ اس کے طمانچے بھی رسید کئے اور کہتے رہے دستبرداری کرو، پھر قاضی بن شوارب کو بلا کر دوسرے گواہوں کی موجودگی میں معتز سے دستبرداری کا اقرار لیا اور بغداد سے دارالخلافہ سرمن رائے لے گئے۔ جہاں معتز نے محمد بن واثق کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت سے اس کے حق میں دستبرداری کا اعلان کیا ـــــ محمد بن واثق وہ شخص تھا جسے معتز نے اپنے دور حکومت میں بغداد میں نظر بند کر دیا تھا۔ اس واقعہ کے پانچ دن بعد ترک وغیرہ معتز کو گرم حمام لے گئے، جہاں غسل کرنے کے بعد اسے پیاس لگی اور ہمراہیوں نے اسے برف کا پانی پلا دیا جس کے پیتے ہی وہ فوراً مر گیا، یہ واقعہ ماہ شعبان ۲۵۵ھ میں ہوا ـــــ اس کے بعد معتز کی والدہ خوف کی وجہ سے روپوش ہو گئی۔

لیکن پھر ماہ رمضان ۲۵۵ھ میں اس نے ایک لاکھ تیس سو اشرفیاں زر نقد اور دو عدد جائے دان جس

میں سے ایک زمردنگار تھا اور دوسرے پر موتی جڑے ہوئے تھے ایک پیمانہ اور دوسری بیش بہا چیزیں یہ سب صالح بن وصیف کو بطور نذر پیش کیئے۔ کہتے ہیں کہ چائے دان کی قیمت دو ہزار اشرفی تھی ——
ان تحائف کو دیکھ کر صالح نے کہا او کمبخت! تونے اتنا سب رکھتے ہوئے اپنے لڑکے کو صرف پچاس ہزار نہ دے کر قتل کرا دیا۔ غرضکہ یہ تحائف صالح نے قبول کر کے معتز کی والدہ کو مکہ معظمہ بھیج دیا، جہاں وہ معتمد بن متوکل کے خلیفہ ہونے تک مقیم رہی۔ اور معتمد نے اپنے دور خلافت میں پھر اسے سرمن رئے واپس بھجدیا جہاں اس نے ۲۶۴ھ میں وفات پائی ——

معتز کے دور حکومت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا۔

سری سقطی، ہارون بن سعید ایلی، علامہ دارمی مصنف مسند، امام مالک کے مسائل کے مؤلف امام عتبی اور دیگر مشاہیر بھی فوت ہوئے۔

مہتدی باللہ

مہتدی باللہ لقب، ابو اسحاق وابو عبداللہ کنیت اور محمد بن واثق بن معتصم بن ہارون رشید نام تھا اس کی والدہ کا نام وردہ تھا جو واثق کی داشتہ تھی۔ مہتدی اپنے دادا خلیفہ معتصم باللہ کی زندگی میں ۲۲۰ھ میں پیدا ہوا۔

تخت نشینی کے حالات

۲۹ر رجب ۲۵۵ھ میں مہتدی باللہ اس طرح تخت نشین ہوا کہ سب سے پہلے معتز باللہ نے اسے خلیفہ تسلیم کیا اور اس کے آگے سرنگوں ہو کر بیٹھا پھر گواہوں نے شہادت دی کہ معتز باللہ خلافت کرنے سے عاجز ہے جس کا معتز نے اقرار کیا اس کے بعد معتز نے مہتدی کے خلیفہ ہونے کا اقرار کرتے ہوئے بیعت کی اس کے بعد مہتدی نے مسند خلافت سنبھالی ——

مہتدی کا رنگ گندم گون تھا وہ دبلا پتلا، خوبصورت، زاہد و عابد، منصف، احکام الٰہی کی اجرائی میں تیز، جیوٹ اور عقلمند تھا لیکن اسے مددگار و ساتھی میسر نہ آئے۔

نیک کرداری

خطیب نے لکھا ہے مہتدی خلیفہ ہونے کے بعد قتل ہونے تک روزے دار رہا۔
ہاشم بن قاسم کا بیان ہے میں رمضان میں سہ پہر کے وقت مہتدی کے پاس گیا پھر اٹھنے لگا تو مجھے بٹھا لیا۔ پھر مغرب کی نماز پڑھا کے کھانا طلب کیا۔ اور مجھے اپنے ساتھ بٹھایا۔ میں نے

دیکھا کہ بید کی ٹوکری میں پتلی پتلی چپاتیاں اور اس کے اوپر ایک پیالی میں نمک، سرکہ اور روغن زیتون رکھا ہوا شاہی کھانا آیا۔ ہم دونوں کھانے لگے مجھے خیال تھا کہ اس کے بعد کچھ اور آئے گا۔ کھانے کے درمیان میں مہتدی نے مجھ سے پوچھا کیا تمہارا روزہ نہیں تھا؟ میں نے کہا جی ہاں روزہ تھا۔ پھر پوچھا کیا کل روزہ نہیں رکھوگے؟ میں نے کہا ماہ رمضان ہے۔ ضرور رکھوں گا۔ تو کہا پیٹ بھر کر کھاؤ اس کے سوائے اور کوئی کھانا نہیں ہے اور یہی ہماری غذا ہے۔ تو میں نے تعجب کرتے ہوئے کہا اے امیرالمومنین!! اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے اس پر یہ کھانا! تو کہا امر واقعہ یہ ہے کہ میں نے خاندان امیہ میں سے عمر بن عبدالعزیز کے حالات پر نظر کی تو انہیں معمولی غذا کھانے والا رعایا پرور دیکھا اور بنو ہاشمیوں کو دیکھ کر مجھے غیرت آئی اس لئے میں نے اپنے لئے یہ غذا مقرر کرلی ہے جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے ——————

جعفر بن عبدالواحد کا بیان ہے بہ دوران گفتگو ایک مسئلہ کی بابت میں نے مہتدی سے کہا امام احمد بن حنبلؒ کا یہی مسلک ہے البتہ خلفائے گذشتہ اسے نہیں مانتے تھے۔ تو مہتدی نے کہا امام احمد بن حنبلؒ بالکل درست فرماتے ہیں اگر ممکن ہوتا تو میں اپنے والد سے اپنی نسبت ترک کر دیتا اور آئندہ تمہیں لازم ہے کہ تم ہمیشہ مجھ پر حق واضح کرتے رہو۔ کیونکہ حق رکھنے والا میری نظر میں بزرگ و برتر ہے ——————

نفطویہ کا بیان ہے مجھ سے چند ہاشمیوں نے کہا مہتدی کے سوٹ کیس[1] میں ایک موٹا اونی لمبا کرتہ اور ایک چادر رہتی تھی جسے وہ رات کے وقت پہن کر عبادت الٰہی کیا کرتا تھا ——— مہتدی نے کھیل کود کی ممانعت کر دی تھی اور گانے بجانے کو حرام کر دیا تھا۔ ارکین حکومت کو حکم دیا تھا کہ وہ کسی قسم کا ظلم نہ کریں، وہ ہر کام کی اطلاع پانے کی جستجو میں لگا رہتا۔ خفیہ پولیس بھی مقرر کر دی تھی جو اسے ہر وقت ہر چیز کی خبر دیتی تھی۔ وہ خود اجلاس کرتا۔ مقدمات کا آخری فیصلہ دیتا اور حساب فہمی بھی کیا کرتا البتہ پیر اور جمعرات کے دن دفترداری نہیں کرتا تھا۔ اس نے چند رئیسوں کو سزائیں دیں اور جعفر بن محمود کو اس کے عہدہ سے معزول کرکے بغداد بھیج دیا کیونکہ وہ رافضی تھا۔

جوانمردی صالح بن وصیف کو قتل کرنے کے لئے موسیٰ بن بغا سرمن رائے پہونچا تاکہ اس طرح معتز کے خون کا بدلہ لیا جائے اور صالح نے معتز کی والدہ کا جو مال دولت ضبط کیا

---

[1] سفط کے معنی کپڑے رکھنے کا صندوقچہ، عطردان، مچھلی کے جسم کی کھال، مچھلی کے سنے لیکن سوٹ کیس سب سے اچھا ترجمہ ہے۔ از مترجم

ہے اس ظلم کا مزہ چکھ سکے ۔ موسیٰ کی آمد پر لوگوں نے باآواز بلند کہنا شروع کیا ۔ اے فرعون تیرے لئے بھی ایک موسیٰ آگیا ہے ۔ سرمن رائے پہونچ کر موسیٰ نے مہتدی سے ملنے کی خواہش کی لیکن اس نے جواب دیا عدلیہ کے فیصلے کر رہا ہوں ۔ چنانچہ اجلاس عدالت موسیٰ کے ہمراہیوں نے حملہ کیا مہتدی کو پکڑ کر ایک نحیف و لاغر گھوڑے پر سوار کیا اور محل وغیرہ کو لوٹ لیا اور مہتدی کو دار ناجور لے گئے جہاں مہتدی نے کہا اے موسیٰ ! اللہ سے ڈر تو کیا کر رہا ہے ؟ موسیٰ نے جواب دیا بخدا میرا ارادہ بد نہیں ہے لیکن آپ قسم کھائیے کہ باطن طور پر بھی صالح کی موافقت نہیں کریں گے ۔ پھر مہتدی کے یہ حلف اٹھانے کے بعد موسیٰ نے فوراً ہی مہتدی کی بیعت کر لی ، پھر صالح کو طلب کیا تاکہ اس کو اس کے کردار تک پہونچایا جائے ۔ لیکن وہ کہیں روپوش ہو گیا ، آخر کار مہتدی نے صلح کی کوشش کی تو لوگوں نے الزام لگایا کہ صالح کی پناہ گاہ کا مہتدی کو علم ہے لوگوں کا اس میں چرچا ہو رہا تھا کہ انہوں نے پھر مہتدی کی خلافت سے دستبرداری کی بابت چہ میگوئیاں شروع کیں ۔ چنانچہ ان امور سے باخبر ہو کر دوسرے دن مہتدی تلوار لگائے باہر آیا اور کہا تمہاری گفتگو کا ہم کو علم ہوا ہے ۔ اور میں گزشتہ خلفاء مستعین و معتز کی مانند نہیں ہوں اس وقت میں ہر طرح لیس ہو کر آیا ہوں ۔ وصیت کر چکا ہوں ۔ دیکھو یہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے اور بخدا جب تک اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہے گا کشتوں کے پشتے لگا دوں گا ۔

اسلام ، حیا اور آرام و سکون کی عزت کرو ۔ خلفاء کی مخالفت اور ان کے مقابلہ کی جرأت اللہ کو پسند نہیں ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ صالح کا مجھے کوئی پتہ نہیں ہے ۔ یہ سن کر لوگ خاموش چلے گئے اس کے بعد موسیٰ نے اعلان کیا جو کوئی صالح کا پتہ بتائے گا یا اسے پکڑ لائے گا تو اسے دس ہزار اشرفیاں انعام دیا جائے گا ۔ لیکن کسی کو کامیابی نہ ہوئی کہ اتفاقاً چند غلام سخت گرمی سے بچنے کے لئے ایک گلی میں گئے جہاں سامنے ایک کھلا میدان دیکھا اور اس میں جا کر دیکھا کہ صالح اندھیرے میں دہلیز پر سو رہا ہے ۔ اور اس کے پاس کوئی اور شخص نہیں ہے چنانچہ ان غلاموں نے اسے پہچان کر موسیٰ کو اطلاع دی جس نے اپنے آدمیوں کو بھیجکر صالح کا سر کٹوا لیا شہر بھر میں اس کی موت کی خبر پھیل گئی جس سے مہتدی کو دلی صدمہ ہوا لیکن خون کے گھونٹ پی کر خاموش رہا ۔

لڑائی

صالح کا سر کٹوانے کے بعد موسیٰ اپنے ساتھ باکیال کو لیتے ہوئے مساور کی تلاش میں سن د دریائے دجلہ کے ساحلی علاقہ کا مشہور مقام) کی جانب روانہ ہوا ۔ ادھر مہتدی نے رازدارانہ طور پر باکیال کو لکھا کہ موسیٰ اور مفلح کو قتل یا گرفتار کر لو تو تم کو ترکی فوج حاکم

مقرر کر دیا جائے گا۔

لیکن باکیال نے یہ خط موسیٰ کو دکھایا اور کہا مجھے حاکم بن کر کوئی مسرت نہیں ہوگی اور اور مفلح ہم سب کا سردار ہے۔ چنانچہ موسیٰ وغیرہ سب نے مہتدی کے قتل کا ارادہ کیا اور یہ سب متفقہ طور پر دیں سے مہتدی کے خلاف جنگ کرنے کے روانہ ہوئے۔ مہتدی کو بھی اس خروج کی اطلاع ہوئی اور مہتدی کی جانب سے باشندگانِ فرغانہ، اسوسنیہ اور دیگر مغربی لوگوں نے جنگ کی ترکوں سے مہتدی کی فوج پر حملہ کرنے کے زمانہ میں تمام رعایا نے مساجد میں یہ اشتہارات آویزاں کئے۔ مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ہمارے عادل خلیفہ کو جو عمر بن عبدالعزیز کی مانند ہے دشمن پر فتح دے۔ غرضکہ اس جنگ میں ایک دن چار ہزار ترک مارے گئے اور گھمسان کا رن پڑا۔ اور طویل جنگ کا انجام یہ ہوا کہ خلیفہ مہتدی کی فوج کو شکست ہوئی اور خلیفہ کو گرفتار کر لیا گیا۔

انتقال مہتدی کو گرفتار کرنے کے بعد ماہ رجب ۲۵۶ھ میں اس کے خصیے دبا کر اسے مار ڈالا۔ یعنی مہتدی صرف ساڑھے گیارہ مہینہ خلیفہ رہا۔ اور دشمنوں کے ہاتھوں مارا گیا

المعتمد علی اللہ

المعتمد علی اللہ لقب، ابو العباس و ابو جعفر کنیت اور احمد بن متوکل بن معتصم بن ہارون رشید بن مہدی[1] بن منصور نام تھا ــــ یہ ۲۲۹ھ میں پیدا ہوا اس کی والدہ کا نام فتیان تھا، اور روم کی باشندہ تھی۔ مہتدی کے قتل کے ہنگامہ میں یہ معتمد جوسق کی جیل میں تھا۔ جہاں سے اسے لوگوں نے چھڑا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چنانچہ ۲۵۶ھ میں معتمد نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے بھائی موفق طلحہ کو مشرقی اور اپنے فرزند ولیعہد جعفر کو مغربی ممالک کا گورنر مقرر کیا۔ اور اپنے فرزند جعفر کو مفوض الی اللہ کا لقب دے کر مصر کا علاقہ بھی اسی کے تحت کر دیا۔ اور خود ملکی و قومی کاموں سے بے پرواہ ہو کر عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ جس کے باعث رعایا اس سے بدظن ہو کر اس کے بھائی موفق طلحہ کی گرویدہ ہو گئی۔

---

[1] اصل کتاب میں مہدی لکھا ہے حالانکہ مہدی نام ہے منصور کے فرزند کا جو ۱۲۶ھ میں فوت ہوا اور ہارون رشید کا والد تھا چونکہ معتمد باللہ کے حالات لکھے جا رہے ہیں جو مہتدی کا چچازاد بھائی تھا نیز معتمد کے حالات میں اسی مہتدی کا ذکر ہے اس لئے ہم نے بھی مہتدی لکھا ہے۔ از مترجم

اس دور کے خاص واقعات معتمد کے زمانہ خلافت میں سوڈانیوں نے مصر اور اس کے اطراف میں لوٹ مار، قتل و غارت گری، آتش زدگی کی۔ گرفتاریوں کا بازار گرم کیا۔ اور سرکاری فوج سے مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں موفق طلحہ نے کمانڈر انچیف کے فرائض انجام دیئے اسی زمانہ میں ایسی وبا پھیلی جو عراقی جنگ سے کسی طرح کم نہ تھی اور اس وبا سے بے انتہا لوگ لقمۂ اجل ہوئے۔ اس کے بعد سخت زلزلے آئے جس کی وجہ سے روم کے نشیبی علاقہ کے ہزاروں رہنے والے جاں بحق ہوئے۔

غرضکہ آغاز خلافت معتمد ۲۶۵ھ سے ۲۷۰ھ تک سوڈانیوں سے جنگ ہوتی رہی اور سال ۲۷۰ھ میں سوڈانی سردار بہبود کو قتل کیا گیا۔ اس ملعون بہبود نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور خود کو غیب دان کہتا تھا۔

صولی کا بیان ہے بہبود ملعون نے لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا اور بصرہ میں ایک دن تین لاکھ مسلمان شہید کئے۔ یہ برسر منبر حضرت عثمانؓ، علیؓ، معاویہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ اور علویہ خواتین کی اہانت و تحقیر کی غرض سے اپنے فوجیوں کے ہاتھ انہیں دو دو تین تین درہم پر نیلام کیا کرتا تھا۔ تقریباً ہر ایک سوڈانی فوجی کے قبضہ میں دس دس علوی خواتین تھیں جن سے نفسانی اور ہاتھ پاؤں کی خدمت لی جاتی تھی۔

اس خبیث بہبود کا کٹا اور سر نیزہ پر رکھ بغداد لایا گیا اور اس کی نمائش کرائی گئی۔ جس پر عوام نے موفق کو دعائیں دیں، اور اس کی مدح سرائی کی۔ جن مسلمانوں کو جہاں سے قید کرکے لایا گیا تھا انہیں آزادی ان کے مکانوں تک پہنچایا گیا، خاص طور پر واسط اور رام ہرمز کے مسلمانوں کو قید سے رہا کرکے ان کے شہروں میں واپس کیا گیا۔

۲۶۰ھ میں حجاز و عراق میں اتنا سخت قحط پڑا کہ (۱۵۰) اشرفیوں میں ایک بوری گیہوں ملتا تھا اور اسی سال رومیوں نے شہر لُولُو پر قبضہ کیا۔

۲۶۱ھ میں معتمد نے اپنے فرزند جعفر مفوض الی اللہ کو ولیعہد اول مقرر کرکے علاقہ شام جزیرہ اور آرمینیہ کا مغربی حاکم بنایا اور اپنے بھائی موفق طلحہ کو ولیعہد دوم بنا کر عراق، بغداد، حجاز، یمن، فارس، اصفہان، رے، خراسان، طبرستان، سجستان، سندھ ممالک کا مشرقی حاکم مقرر کیا۔ اور ان کو سفید و سیاہ دو پرچم عنایت کئے۔ ساتھ ہی یہ مشروطی حکم دیا کہ جعفر کی غیر موجودگی میں موفق طلحہ کی رائے پر عملدرآمد کیا جائے اور پھر یہ فرمان چیف جسٹس ابن ابی شوارب کے ذریعہ کعبہ میں آویزاں کرا دیا۔

۲۶۶ھ میں رومی لشکر دیار بکر پہنچا اور خوب قتل و غارتگری کی۔ جس کے خوف سے باشندگانِ جزیرہ و موصل نے آبادی کا تخلیہ کیا۔ اور بادیہ نشینوں نے خانہ کعبہ کا غلاف لوٹ لیا۔

۲۶۷ھ میں احمد بن عبداللہ حجابی نے خراسان، کرمان سجستان پر قبضہ کیا پھر عراق پر پاؤں جمانے کا ارادہ کیا اور عجیب وغریب بات یہ کہ سکہ میں ایک طرف اپنا اور دوسری جانب معتمد کا نام کندہ کرایا۔ اور اس سال کے آخر میں احمد کے کسی غلام نے اسے قتل کر دیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت کی ـــــــ

۲۶۹ھ میں معتمد کو موفق سے زیادہ رنجش ہوگئی کیونکہ ۲۶۴ھ میں موفق نے معتمد پر حملہ کیا تھا اور بالآخر دونوں میں صلح ہوگئی تھی۔ چنانچہ گزشتہ بدگمانی کے خیال نے ۲۶۹ھ میں پھر معتمد سے نائب سلطنت مصر ابوطولون کے نام خفگی پروانہ لکھوا دیا۔ اور آخر کار معتمد وابوطولون نے متفقہ طور سے حملہ کی ٹھان۔ چنانچہ ابن طولون فوج لے کر دمشق پہنچا اور معتمد بھی سر من رائے سے تفریح کی خاطر دمشق کی جانب روانہ ہوا۔

موفق کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے اسحٰق بن کنداج کو لکھا کسی تدبیر سے معتمد کو واپس کر دو ـــ چنانچہ اسحٰق بن کنداج اپنے مستقر نصیبین سے معتمد کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اور موصل و حدیثہ کے درمیان معتمد سے مل کر کہا اے امیر المومنین! آپ اپنے دشمن بھائی کی موجودگی میں اپنے مستقر سے دور جا رہے اور یہ خارجی مقاومت سے زیادہ بہتر نہیں۔ اگر دشمنوں کو خبر ہو جائے تو وہ آپ کے آبائی ملک پر قابض و متصرف ہو جائیں گے۔ علاوہ ازیں اور بھی نصائح کیں اور اپنے چند آدمی معتمد کی نگرانی پر مقرر کر دیئے پھر معتمد سے کہا یہ مقام آپکے قیام کیلئے موزوں نہیں ہے یہاں سے واپس تشریف لے جانا مناسب ہے اس پر معتمد نے کہا قسم کھاؤ کہ تم مجھے موفق کے حوالہ نہیں کرو گے۔ چنانچہ ابن کنداج نے قسم کھانے پر معتمد پھر سر من رائے کی جانب روانہ ہوگیا۔ راستہ میں صاعد بن مخلد کاتب موفق سے ملاقات ہوئی اور ابن کنداج نے معتمد کو اس کے حوالہ کر دیا، چنانچہ صاعد نے معتمد کو احمد بن خطیب کے گھر میں لے جا کر نظر بند کر دیا اور حکم دیا کہ دارالخلافۃ سر من رائے جانے کی آپ کو ممانعت ہے اور معتمد کی نگرانی کے لئے پانچ سو آدمی مقرر کر دیئے نیز کسی آدمی کو معتمد سے ملنے کی اجازت نہ تھی ـــــــ

موفق نے اس اطلاع و کارنامہ پر اسحٰق بن کنداج کو خلعت، دولت اور زرخیز جاگیر عنایت کی اور ذوسندین خطاب دیا۔ اور صاعد بن مخلد کو ذو وزارتین کے خطاب سے سرفراز کر کے معتمد پر نگران مقرر کیا جبکہ معتمد بالکل بے بس تھا ـــــ چنانچہ معتمد نے اس واقعہ قید و بے چارگی کو نظم بھی کیا ہے

معتمد وہ پہلا خلیفہ تھا جسے نظر بند کیا گیا اور اس پر لوگوں کو نگران رکھا گیا۔ اس کے بعد معتمد کو واسط جیل میں بھیج دیا گیا ــــــــــ

اس واقعہ کی اطلاع ابن طولون گورنر مصر کو ہوئی تو اس نے قاضیوں اور ارکین حکومت کو جمع کر کے کہا۔ چونکہ امیر المومنین معتمد سے موفق نے عہد شکنی کی ہے اس لئے موفق کو ولیعہدی سے خارج کر دیا جائے جس پر سب نے صاد کیا لیکن قاضی بکار بن قتیبہ نے کہا جس طرح تم نے موفق کا پروانہ تقرر ولیعہدی پیش کیا تھا اسی طرح اب اس کے معزول کرنے کا فرمان بھی لاؤ ــــــــــ

یہ سن کر ابن طولون نے کہا معتمد جیل میں ہے اس لئے کوئی فرمان جاری نہیں کرسکتا۔ تو قاضی بکار نے جواب دیا میں بھی اس حالت میں مجبور ہوں۔ اس کے بعد ابن طولون نے کہا دنیا میں صرف مشہور ہو گیا ہے کہ ابن بکار یکتا قاضی ہے حالانکہ بڑھاپے کی وجہ سے اب تمہاری عقل جاتی رہی ہے۔ اس کے بعد ابن طولون نے قاضی بکار کو جیل بھیج دیا اور قاضی بکار کے پاس جس قدر مال و دولت تھی سب چھین لی۔ اور دس ہزار اشرفیاں زرنقد بھی قاضی بکار کے گھر سے از قسم عطیات برآمد ہوئیں جنہیں سربند کر کے بکار نے رکھا تھا۔

موفق طلحہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ برسر منبر ابن طولون پر لعنت ملامت کی جائے۔

ماہ شعبان ۲۷۰ھ میں معتمد کو سرمن رائے سے بغداد لایا گیا۔ محمد بن طاہر اپنی فوج لئے ہوئے اس کی خدمت میں اس طرح حاضر رہتا گویا معتمد پر کسی قسم کی پابندیاں نہ ہوں ــــــــــ اسی سال ابن بطولون کا انتقال ہوا۔ جس کے بجائے موفق نے اپنے فرزند ابو العباس کو گورنر مصر مقرر کر کے عراقی فوج ساتھ روانہ کی ــــــــــ اور ادھر خمار دیہ ابن بطولون اپنے والد کے علاقوں پر قابض تھا۔ چنانچہ خمار دیہ اور ابو العباس کے درمیان ایسی زبردست جنگ ہوئی کہ خون کی ندیاں بہنے لگیں اور آخر کار مصریوں کو فتح ہوئی ــــــــــ نیز اسی سال بغداد کی نہر عیسیٰ کا بند ٹوٹا جس کا پانی بغداد کے محلہ کرخ تک چڑھ گیا اور اس سیلاب کی وجہ سے بغداد کے سات ہزار مکانات منہدم ہو گئے ــــــــــ اسی سال ایک لاکھ رومی فوج نے طرسوس پر حملہ کیا مگر مسلمانوں کو بے مثال عظیم الشان فتح ہوئی اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔

اسی سال عبداللہ بن عبید نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور یہ عبداللہ وہ شخص ہے۔ جو یمن کے رافضی مصری خلفاء کا مورث اعلیٰ کہا جاتا ہے۔ غرضکہ اس عبداللہ بن عبید نے بہ دعوائے مہدیت ۲۷۰ھ میں حج کیا۔ اور قبیلہ کنانہ بہ رضامندی اس کے ساتھ مصر گیا۔ اور کچھ لوگ اس کی قوت دیکھ کر

اس کے ساتھ مغرب تک گئے۔ غرضکہ اسی عبداللہ بن عبید اللہ نے ۲۷۱ھ میں اپنی مہدیت کا اعلان کیا تھا۔

صولی کا بیان ہے ہارون بن ابراہیم ہاشمی نے بحیثیتِ گورنر حبشہ بغداد والوں کو حکم دیا کہ اس کے نام کا سکہ جاری کیا جائے آخر کار بغدادیوں نے اس سکہ کو ناپسند کیا اور وہ ختم ہوگیا۔

۲۷۸ھ میں دریائے نیل سوکھ گیا۔ پانی کا نام ونشان نہ رہا۔ غلہ کا نرخ بڑھ گیا۔ اور اسی سال موفق نے انتقال کیا جس کی وجہ سے معتمد کو چین آیا۔ اس سال قرامطہ کا فرقہ کوفہ میں پیدا ہوا۔ یہ ملحد کہتے تھے کہ غسل جنابت کی ضرورت نہیں شراب حلال ہے۔ اور اذان میں کہا کرتے تھے محمد بن حنفیہ اللہ کا رسول ہے سال بھر روزوں کے بجائے صرف نیروز اور مہرجان دو دن کے روزے رکھتے تھے۔ بیت المقدس کو قبلہ سمجھتے تھے اور اسی کا حج کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ ان قرامطی ملحدوں نے اپنے خیالات جاہلوں اور بادیہ نشینوں پر پیش کئے جسے سن کر لوگوں نے تعجب کیا۔

۲۷۹ھ میں معتمد کی خلافت میں کمزوری پیدا ہوگئی کیونکہ ابوالعباس بن موفق کی گورنری کی وجہ سے اکثر فوج اس کی فرمانبردار تھی۔ معتمد نے دربار عام میں اپنے بیٹے مفوض کو ولیعہدی سے خارج کیا اور اس کے بجائے ابوالعباس کو ولیعہد مقرر کر کے اس کو معتضد کا خطاب دیا اور معتضد نے اسی سال احکام دیئے کوئی نجومی یا قصہ گو برسر راہ نہ بیٹھے۔ کتب فروشوں سے حلف نامہ لکھوایا کہ وہ فلسفہ اور مناظرہ کی کوئی کتاب فروخت نہیں کریں گے۔ اسی سال پیر کی رات ۱۹ رجب ۲۷۹ھ میں معتمد نے انتقال کیا، بعض کہتے ہیں اسے زہر دیا گیا اور بعض کا مقولہ ہے کہ سوتے میں اس کا گلا دبا دیا گیا۔ غرضیکہ ۵۰ سال کی عمر میں خلیفہ معتمد باللہ نے اچانک انتقال کیا۔

معتمد نے اپنے بھائی موفق کے غلبہ کی وجہ سے مقہور رہا اور دیگر اسباب کے باعث اپنے ولیعہد معتضد کی وجہ سے مجبور رہا۔ اور ان ہی تمام مجبوریوں میں اس کی موت واقع ہوئی۔

مشاہیر

معتمد کے زمانہ میں حسب ذیل مشاہیر نے انتقال کیا:۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ربیع جیزی، ربیع مرادی، مزنی، یونس بن عبدالاعلیٰ، زبیر بن بکار، ابوفضل ریاشی، محمد بن یحییٰ ذہلی، حجاج بن شاعر عجلی حافظ، قاضی القضاۃ ابن ابی شوارب، سوسی مقری، عمر بن شبہ، ابوزرعہ رازی، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، قاضی بکار، داؤد ظاہری ابن وارہ بن مخلد، ابن قتیبہ، ابوحاتم رازی اور دیگر مشہور ومعزز حضرات نے وفات پائی۔

عبداللہ بن معتز نے بھی معتمد کی شان میں مدحت سرائی کی اور معتمد نے خود بھی بزمانہ نظربندی

اشعار کہے۔

صولی کا بیان ہے معتمد کا ایک میر منشی صرف اس لئے مامور تھا کہ معتمد کا کلام سنہری روشنائی سے لکھا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں ابوسعید حسن بن سعید نیشاپوری نے بھی معتمد کا مرثیہ لکھا ہے۔

معتضد باللہ

معتضد باللہ لقب، ابوالعباس کنیت اور احمد بن موفق طلحہ بن متوکل بن معتصم بن ہارون رشید نام تھا۔ یہ ماہ ذی قعدہ ۲۴۲ھ میں پیدا ہوا۔ لیکن صولی نے اس کی تاریخ پیدائش ماہ ربیع الاول ۲۴۳ھ لکھی ہے۔ اس کی والدہ کا نام صواب تھا، جو موفق طلحہ کی داشتہ تھی ــــــ بعض کہتے ہیں اس کی والدہ کا نام حرز تھا اور بعض نے اس کی والدہ کا نام ضرار لکھا ہے۔

معتضد اپنے چچا معتمد کے انتقال کے بعد ماہ رجب ۲۷۹ھ میں تخت نشین خلافت ہوا۔

سراپا

خاندان بنو عباس میں معتضد سب سے زیادہ خوبصورت، بہادر، پرہیبت، صاحب جبروت نہایت عقلمند اور سخت گیر تھا ــــــ اس کی شجاعت کی حالت یہ تھی کہ شیر کا تنہا مقابلہ کرتا تھا۔ جب کسی حاکم پر غصہ ہوتا تو اس پر مہربانیوں کا نام نہ لیتا، مجرموں کو گہرے غار میں ڈلوا دیتا اور حقیقت یہ ہے کہ بڑا سیاست دان تھا۔

کردار

عبداللہ بن حمدون کا بیان ہے معتضد شکار کے لئے جاتے جاتے ککڑیوں کے کھیت کے پاس سے گزرا میں بھی ساتھ تھا کہ اتنے میں کھیت والے نے چیخ کر کہا کون ہے؟ چنانچہ معتضد نے کسان کو بلا کر پوچھا، تو جس نے کہا کل تین نوجوانوں نے میرا کھیت برباد کر دیا جنہیں دوسرے دن بلوا کر معتضد نے اسی کھیت کے کنارہ قتل کرا دیا ــــــ

پھر تھوڑے عرصہ کے بعد ایک دن معتضد نے مجھ سے کہا سچ سچ بتاؤ رعایا مجھے برا کیوں کہتی ہے؟ میں نے جواب دیا آپ کی خونریزی، تو کہا خلیفہ ہونے کے بعد بخدا میں نے کسی کو ناحق قتل نہیں کیا۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ نے احمد بن طیب کو کیوں قتل کیا؟ تو کہا اس نے مجھے الحاد کی دعوت دی تھی پھر میں نے کھیت پر کے تین نوجوانوں کے قتل کو پوچھا تو کہا وہ تینوں قاتل اور چور تھے اور میں نے ان کے جرائم کی تحقیقات بھی کر لی تھی ــــــ

قاضی اسماعیل کا بیان ہے میں ایک دن معتضد کے پاس نوعمر خوبصورت رومی لڑکوں کو دیکھ کر

واپس ہونے لگا تو معتضد نے کہا قاضی صاحب بخدا آج تک حرام پر کبھی میرا کمر بند نہیں کھلا۔
پھر ایک مرتبہ میں معتضد کے پاس گیا تو اس نے مجھ کو ایک کتابچہ دیا جس میں علماء کی لغزشیں درج تھیں۔ میں نے وہ دیکھ کر عرض کیا اس کا لکھنے والا زندیق ہے۔ تو پوچھا وہ جھوٹا بھی ہوا۔ میں نے عرض کیا جو شراب کو جائز کہے وہ لازمی طور پر متعہ کو جائز نہیں کہتا۔ اور متعہ کو جائز کہنے والا لازمی طور سے گانے بجانے کو جائز قرار نہیں دیتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کسی عالم سے لغزش ہو گئی ہو۔ اور جو شخص تمام علماء کی لغزشوں کا مرتکب ہے یا ان کی لغزشوں کو ڈھونڈتا پھرے تو ایسا شخص خارج از اسلام ہے۔ چنانچہ معتضد کے حکم سے وہ کتابچہ نذر آتش کر دیا گیا ——

خوش اسلوبی

معتضد دوربین، دوررس اور بہادر تھا اس نے بہت سی جنگوں میں فتح پائی اس کی برتری مشہور تھی۔ امور شاہی کو بحسن وخوبی انجام دیتا لوگ اس کے رعب داب کی وجہ سے بے انتہا خوف زدہ ہوتے اس کے عہد حکومت میں فتنہ وفساد کی روک تھام ہو گئی۔ اس کی بادشاہت کے زمانہ میں امن وامان تھا۔ جو ٹیکس جبریہ طور پر احکام شریعت کے خلاف وصول کیا جاتا تھا۔ وہ معتضد نے معاف کر دیا۔ عدل وانصاف سے کام لیتا۔ رعایا پر کسی کو ظلم نہ کرنے دیتا۔ چونکہ عباسی حکومت کو اس نے از سرنو مضبوط کیا تھا اس لئے سفاح دوم کے نام سے مشہور ہو گیا، حالانکہ متوکل کے زمانہ ہی سے ملک میں کمزوری، خرابی زوال اور بے چینی کا آغاز ہو چکا تھا —— معتضد کی حسن کاری، خوش اسلوبی اور تجدید کاری کی ابن رومی نے بھی مدح سرائی کی ہے اور معتز نے یوں زمزمہ ریزی کی ہے کہ معتضد نے بنو ہاشم کی مملکت کو غالب اور باعزت کر دیا ہے۔

کارنامے

معتضد نے اپنی خلافت کے پہلے سال کتب فروشوں کو فلسفہ ومنطق وعلم کلام کی کتابوں کی فروخت کی ممانعت کی، قصہ کہانی کہنے والوں اور نجومیوں کو سڑک کے کنارہ کھڑے ہونے سے باز رکھا۔ بقرعید کی نماز خود پڑھائی جس کی پہلی رکعت میں چھ۶ اور دوسری میں ایک تکبیر کہی۔ اور کوئی خطبہ نہیں دیا ——

۲۸۰ھ میں عبداللہ بن عبید مدعی مہدویت قیروان گیا جہاں حاکم افریقہ سے اس کی جنگ ہوئی لیکن اس کی جماعت بڑھتی ہی گئی —— اسی سال سندھ کے علاقہ دیبل سے اطلاع آئی کہ ماہِ شوال میں چاند گرہن ہوا جس کی وجہ سے عصر تک بے انتہا اندھیرا رہا۔ اس کے اس کے بعد کالی آندھی آئی جو تقریباً دو۲ بجے رات تک رہی۔ پھر سخت زلزلے آئے جس کی وجہ سے شہر تہس نہس ہو گیا، اور مکانوں کے ملبہ کے نیچے سے تقریباً ڈیڑھ لاکھ لاشیں برآمد ہوئیں۔

۲۸۱ھ میں علاقہ روم کا شہر مکوریہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اسی سال رے اور طبرستان کے درمیانی علاقہ میں پانی سوکھ گیا اور پانی کی اتنی قلت ہوئی کہ تین پونڈ پانی کی قیمت ایک روپیہ ہوگئی۔ اور پھر اتنا سخت قحط پڑا کہ لوگ مردار کھانے لگے۔ اور اسی سال معتضد نے مکہ کے دار الندوہ کو منہدم کرا کے وہاں مسجد بنوائی جو مسجد حرام کے پاس ہے۔

۲۸۲ھ میں معتضد نے عید نوروز کے دن آگ روشن کر کے لوگوں پر پانی چھڑکنے کی ممانعت کی۔ اور احکام جاری کئے کہ یہ طریقہ مجوسیوں کا ہے۔ اسی سال ماہ ربیع الاول میں معتضد نے قطر الندی دختر خمارویہ بن احمد بن طولون سے شادی کی۔ جس کے جہیز میں چار ہزار ایسے کمر بند تھے جن کے پھندنوں میں جواہرات لگے ہوئے تھے اور دوسرے سامان کے علاوہ دس صندوق جواہرات سے بھرے ہوئے تھے۔

۲۸۳ھ میں معتضد نے احکام دیے کہ ذوی الارحام کو میراث میں سے شرعی حصہ دیا جائے اور ترکہ کا قانون از سرِ نو مرتب کیا جائے۔ اس پر لوگوں نے معتضد کو بے انتہا دعائیں دیں ۔۔۔۔۔۔

۲۸۴ھ میں ایک مرتبہ عصر سے لے کر رات تک آسمان پر اتنی سرخی پھیلی کہ ایک شخص دوسرے کو سرخ نظر آتا تھا اور دیواریں تک لال دکھائی دیتی تھیں اس قہر پر لوگوں نے بارگاہِ الٰہی میں خوب رو رو کر دعائیں کیں ۔۔۔۔۔۔

ابن جریر نے لکھا ہے اسی سال یعنی ۲۸۴ھ میں معتضد نے برسرِ منبر حضرت معاویہؓ پر لعنت کی۔ جس سے وزیر خاص عبداللہ نے اس خوف سے منع کیا کہ رعایا میں اضطراب پیدا ہو جائے گا، لیکن معتضد نے ایک نہ سنی بلکہ مزید احکام جاری کئے جن میں حضرت علیؓ کے بے انتہاء مناقب اور امیر معاویہؓ کے عیوب تحریر ہوتے تھے۔ اس پر امام ابو یوسفؒ نے کہا اے امیر المومنین جب عوام آپ کے یہ احکام سنیں گے تو سخت فتنہ وفساد رونما ہو جائے گا۔ جس کا جواب معتضد نے یہ دیا، فتنوں کو اسی تلوار سے دبا دوں گا۔ جس پر امام یوسفؒ نے کہا علوی تمام ممالک میں موجود ہیں، لوگ اہل بیت کے فضائل سن کر ان کا ساتھ دیں گے اور وہ آپ پر خروج کریں گے تو اس وقت کیا کیجئے گا؟ اس پر معتضد نے ایسے احکام اجرا کرنا بند کر دیئے۔

۲۸۶ھ میں بمقام بصرہ پہلی آندھی آئی پھر وہ ہری رنگ کی ہوگئی، پھر کالی آندھی کی شکل میں بدل کر تمام شہروں میں پھیل گئی۔ اس کے بعد آسمان سے برف کا ایک چوپایہ گرا جس کا وزن ڈیڑھ سو درہم تھا۔ اس آندھی سے تقریباً پانچ سو کھجوروں کے درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ اور نشک کے برابر کالے اور

سفید پتھر آسمان سے گرے ــــــــ

۲۸۶ھ میں ابو سعید قرمطی بمقام بحرین ظاہر ہوا اور شان و شوکت حاصل کی۔ یہ وہی ابوطاہر سلیمان ہے جس نے حجر اسود کو اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کیا تھا، چنانچہ اس نے خلیفہ کی فوج سے جنگ کی اور خلیفہ کی فوج کو کئی مرتبہ شکست دینے کے بعد بصرہ اور اس کے قرب وجوار میں غارت گری کے بعد بصرہ پر قابض و متصرف ہو گیا۔

معتضد کی بعض باتیں

خطیب و ابن عساکر نے ابوالحسین خصیبی کی زبانی لکھا ہے کہ معتضد نے ایک مرتبہ قاضی ابو عازم سے کہلا بھیجا کہ فلاں شخص میرا مقروض ہے اور مجھے معلوم ہے کہ اس مقروض کی دولت میں سے آپ نے دیگر قرض خواہوں کو ان کی رقم دلا دی ہے اور میری حیثیت بھی ٹی کی ہے۔ اس پر قاضی صاحب نے فرستادہ سے کہا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی عمر دراز کرے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ بوقت تقرر ارشاد فرمایا تھا ہم نے عدل وانصاف کا بوجھ اب تمہارے سر ڈال دیا ہے۔ اس لئے مناسب نہیں ہے کہ بغیر شہادت کسی دعویٰ کی ڈگری دی جائے۔ فرستادہ نے بارگاہ خلافت میں قاضی صاحب کا جواب سنایا تو خلیفہ معتضد نے دوبارہ کہلا بھیجا میرے پاس فلاں فلاں دو معزز گواہ موجود ہیں۔ قاضی نے جواب دیا۔ ان دونوں گواہوں کو میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ ان سے دریافت کر لیا جائے اگر وہ دونوں عدالت میں اظہار دینے کے قابل ہوئے تو ان کی شہادت قابل قبول اور آپ کا دعویٰ صحیح ہو سکے گا۔ ورنہ پھر فیصلہ کا مجھے اختیار رہے گا۔ بالآخر گواہوں نے قاضی صاحب کے پاس جا کر گواہی دینے سے انکار کر دیا، اور معتضد کو ڈگری نہ مل سکی۔

ابن حمدون ندیم کا بیان ہے معتضد نے بحیرہ کے محل کی تیاری پر ساٹھ ہزار اشرفیاں خرچ کی تھیں جہاں وہ دوسری لونڈیوں اور خاص کر دُریرہ لونڈی سے خلوت کرنا چاہتا تھا۔ اس مضمون پر ابن بسام نے طبع آزمائی کی۔ جب معتضد نے یہ اشعار سنے تو بحیرہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور پورے محل کو منہدم کرا دیا ــــــ دُریرہ کے انتقال پر معتضد نے آہ وزاری کی اور اس کا مرثیہ بھی کہا۔

انتقال

۲۸۹ھ میں معتضد سخت بیمار ہوا۔ کثرت مباشرت کی وجہ سے اس کو بیماریاں لاحق ہوئیں تھیں۔ پھر وہ تندرست ہو گیا اور آخر کار پیر کے دن ۲۲ ربیع الاول ۲۸۹ھ میں فوت ہوا۔

مسعودی کا بیان ہے معتضد کی علالت کے زمانہ میں ایک طبیب آیا۔ اس نے نبض دیکھنے کے لئے کلائی پر انگلی رکھی تھی کہ معتضد نے آنکھ کھولی اور طبیب کو ایسی لات ماری جس سے وہ چاروں خانہ

چت ہوگیا۔ اور یہ طبیب و معتضد دونوں ایک ہی وقت میں جاں بحق ہو گئے۔
معتضد نے اپنی وفات سے پہلے بھی شعر کہے۔ صولی اور ابن معتز وغیرہ نے بھی اس پر مرثیے لکھے۔

مشاہیر معتضد باللہ کے دور خلافت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا، ابن مواز مالکی، ابن ابی دنیا، اسمٰعیل قاضی، حارث بن ابی اسامہ، ابوالعیناء، مبرد، استاد صوفیاء ابوسعید خزاز، مشہور شاعر بحتری اور دوسرے بزرگوں نے وفات پائی۔

اولاد معتضد معتضد کی وفات کے وقت اس کے چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں زندہ تھیں ـــــ

مکتفی باللہ

مکتفی باللہ لقب، ابو محمد کنیت، اور علی بن معتضد بن موفق بن متوکل نام تھا۔ ۲۶۴ھ میں ربیع الثانی کی چاندرات کو پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کا نام جیجک تھا جو ترکستان کی باشندہ تھی، مکتفی اپنے حسن و جمال میں ضرب المثل تھا۔

مکتفی کو معتضد نے اپنے مرض موت میں جمعہ کے دن بعد نماز عصر ۱۹ ربیع الثانی ۲۸۹ھ میں ولیعہد بنا کے لوگوں سے بیعت لی۔

صولی کا بیان ہے خلفاء میں سے دو ہی حضرات کا نام علی ہوا، ایک تو حضرت علی مرتضیٰؓ اور دوسرا علی بن معتضد کا۔ علاوہ ازیں صرف امام حسن بن علیؓ، ہادی بن مہدی بن منصور اور مکتفی باللہ بن معتضد کی کنیت ابو محمد رکھی گئی۔

معتضد باللہ کے انتقال کے وقت مکتفی رقہ میں تھا۔ لیکن وزیر مملکت ابوالحسن قاسم بن عبیداللہ نے مکتفی کے نام کی بیعت لی اور اس کو اطلاع بھیجدی۔ چنانچہ مکتفی رقہ سے سمیریہ کشتی کے ذریعہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے بغداد پہونچا راستہ میں دریائے دجلہ کے ایک پل کو عبور کرتے ہوئے قاضی ابو عمر نیچے گر گئے تھے لیکن بچ گئے اور صحیح و سالم رہے۔ غرضکہ ۷ جمادی الاول ۲۸۹ھ کو مکتفی نے بغداد میں قدم رنجہ فرمایا اور رعایا نے شاندار جشن منائے۔ شعراء نے قصیدے لکھے۔ اور مکتفی نے وزیر مملکت قاسم بن عبیداللہ کو سات خلعتیں انعام دیں۔

مکتفی نے خلیفہ ہونے کے بعد ان تہہ خانوں کو منہدم کرا دیا جنہیں معتضد نے لوگوں کے لئے تعمیر کرایا تھا اور ان کے بجائے مسجدیں بنوا دیں، نیز دوکانات و باغات جنہیں توسیع محل کے لئے معتضد نے عوام سے حاصل کیا تھا وہ سب مالکوں کو واپس کر دیں۔ غرضکہ مکتفی خوش سیرتی کی وجہ سے عوام کا محبوب بن گیا۔

دورِ مکتفی کے خاص واقعات

۲۸۹ھ میں بغداد میں سخت آندھی آئی اور کئی دن اس کا سلسلہ جاری رہا اور یہی طوفانی آندھی بصرہ پہونچی جہاں اکثر درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ ایسی طوفانی آندھی اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ اسی سال یحییٰ بن زکرویہ قرمطی نے ملکی بغاوت کی اور خلیفہ کی فوج سے مقابلہ کیا اور یہ جنگ ۲۹۰ھ تک رہی جس میں یحییٰ مارا گیا۔ جس کی جگہ اس کے بھائی حسین نے سنبھالی۔ حسین کے چہرہ پر ایک داغ تھا جسے وہ منجانب اللہ مہدویت کی علامت بتاتا تھا۔ اس کے چچازاد بھائی عیسیٰ بن مہرویہ نے گمان کیا کہ قرآن کریم کی سورۂ مدثر اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسی لئے "مدثر" اس نے اپنا لقب رکھا۔ اور اپنے غلام کو "مطوق نور" کا لقب دیا۔ اور ان تینوں نے علاقہ شام میں فتنہ و فساد برپا کیا اور حسین نے امام مہدی ہونے کے برسرِ منبر اعلان کئے اور یہ تینوں ۲۹۱ھ میں قتل کر دیئے گئے۔ ۲۹۱ھ میں مکتفی باللہ نے مملکت روم کے شہر انطالیہ پر بزورِ شمشیر قبضہ کیا اور بہت زیادہ مال غنیمت کا مالک قرار پایا۔

۲۹۲ھ میں دریائے دجلہ میں اتنا بڑا سیلاب آیا جو تاریخ میں بھی نایاب ہے۔ اس سیلاب کا پانی (۲۱) گز اونچا چڑھ گیا تھا جس کی وجہ سے بغداد ویران ہو گیا۔ جسے صولی نے بہ تذکرہ قرمطی و تعریف مکتفی ایک قصیدہ میں بیان کیا ہے۔

صولی کا بیان ہے میں نے مکتفی کو علالت کے زمانہ میں یہ کہتے سنا ہے۔ بخدا مجھے ان سات سو اشرفیوں کا سخت ملال ہے جو میں نے اپنی اولاد پر خرچ کیں حالانکہ وہ مسلمانوں کی ملکیت تھیں، اور مجھے ان کی بالکل ضرورت نہ تھی، مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اشرفیوں کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا اس لئے بارگاہ الٰہی میں اپنی مغفرت کا خواہشمند ہوں۔

انتقال

مکتفی نے عین جوانی میں اتوار کی رات کو بتاریخ ۱۲ ذی قعدہ ۲۹۵ھ میں انتقال [illegible] آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں اپنی وارث چھوڑیں۔

مشاہیر

مکتفی باللہ کے عہد خلافت میں حسبِ ذیل مشاہیر نے انتقال کیا۔

عبداللہ ابن امام احمد بن حنبلؒ، امام ادب علامہ ثعلب، قنبل مقری، فقیہ اعظم علامہ ابو عبداللہ بوسنجی علامہ بزار مؤلف مسند، ابو مسند المکی، قاضی ابو حازم صالح حزرۃ یعنی صالح بن محمد حافظ، امام محمد بن نصر مروزی، استاد صوفیا ابو حسین نوری، عراق کے شافعی مذہب کے استاد ابو جعفر ترمذی وغیرہ

میں جلال الدین سیوطی نے تاریخ نیشا پور میں دیکھا ہے کہ مکتفی کی تخت نشینی کے موقع پر ابن ابی دنیا نے قصیدہ تہنیت پیش کیا تو اس نے دس ہزار درہم انعام دیئے۔ اس واقعہ سے ثابت ہے کہ مکتفی کے زمانہ میں ابن ابی دنیا موجود تھا ——

المقتدر باللہ

المقتدر باللہ لقب، ابو الفضل کنیت اور جعفر بن معتضد بن موفق نام تھا۔ ماہ رمضان ۲۸۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کو بعض لوگ رومی اور بعض ترکی نژاد کہتے ہیں۔ جس کا نام بعض نے غریب اور بعض نے شغب لکھا ہے[1]۔

مکتفی جب بہت زیادہ بیمار ہوگیا تو لوگوں نے اس کے جانشین کے تقرر کی درخواست کی اور کہا مقتدر جوان ہو گیا ہے تو مکتفی نے اسے ولیعہد بنایا۔ مکتفی تیرہ سال کی عمر میں تخت نشین خلافت ہوا۔ اور اس سے پہلے کوئی خلیفہ اتنی کم عمری میں تخت نشین خلافت نہیں ہوا۔

خلافت کا واقعہ

وزیر مملکت عباس بن حسین کو معلوم ہوا کہ مقتدر ہنوز لڑکا ہے اور صلاحیت کار نہیں رکھتا اس لئے اسے معزول کرنے کا ارادہ کیا اور دیگر لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بن معتز کو خلیفہ بنایا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن معتز نے خلیفہ بنتا اس شرط سے منظور کیا کہ اس کے خلیفہ ہوتے وقت کوئی خون ریزی نہ ہو۔ یہ اطلاع مقتدر کو ہوئی تو اس نے ابن معتز کو بہت کچھ دولت دے کر اپنا ہم نوا بنالیا، اور آخر کار ابن معتز نے خلیفہ بننے سے انکار کر دیا۔ لیکن دوسرے لوگوں نے ۲۰ ربیع الاول ۲۹۶ھ کو جبکہ مقتدر گیند کھیل رہا تھا اس پر حملہ

---

[1] تاریخ عباسیہ میں ڈاکٹر جلیل الدین رام پوری نے لکھا ہے مقتدر باللہ کی والدہ کا نام شغب تھا جو روم کی باشندہ تھی اور اپنے اطوار میں انوکھی تھی اسی لئے ترکی اسے غریب کہتے تھے۔ روم کے وہی علاقہ میں شغب کے معنی انوکھا اور غریب کے معنی ترکی زبان میں نادر کے ہیں۔ از مترجم

کر دیا۔ مقتدر بھاگ کر اندر چلا گیا اور محل کے دروازے بند کر لئے گئے۔ اس پر ہڑبونگ میں ایک وزیر اور کچھ اراکین حکومت وغیرہ مارے گئے ـــــ اس کے بعد لوگوں نے پھر ابن معتز کو بلوایا اور تمام قاضیوں، رئیسوں اور اراکین حکومت نے ابن معتز کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسے اپنا خلیفہ مان لیا۔ اور غالب باللہ کا لقب دے کر محمد بن داؤد بن جرّاح کو وزیر اور ابو مثنیٰ احمد بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا۔ اور ابن معتز کے احکام خلافت جاری ہوئے۔

معافی بن زکریا جریری کا بیان ہے مقتدر کی معزولی اور ابن معتز کی خلافت کے بعد کچھ لوگوں نے استاد محترم محمد بن جریر طبری سے کہا کہ ابن معتز کی لوگوں نے بیعت کرلی۔ اور دریافت پر جواباً کہا احمد بن داؤد وزیر اور ابو مثنیٰ قاضی مقرر ہوئے ہیں تو استاد محترم نے فرمایا یہ معاملہ پایۂ تکمیل کو پہونچتا نظر نہیں آتا۔ پھر لوگوں کے دریافت پر جواب دیا جن لوگوں کا تقرر کیا گیا ہے اگرچہ وہ بلند مرتبہ ہیں لیکن زمانہ انقلاب پذیر ہے۔ دنیا پیچھے ڈھکیل رہی ہے اور مجھے زوال و نکبت ہی دکھائی دے رہی ہے اور یہ خلافت بھی دیرپا نہیں ـــــ

ابن معتز نے خلیفہ ہونے کے بعد مقتدر کو کہلا بھیجا آپ محمد بن طاہر کے گھر میں منتقل ہو جائیں تاکہ میں دارالخلافہ میں مقیم ہو سکوں۔ اس حکم پر مقتدر نے اپنے ساتھیوں کو لیا اور روانہ ہوا۔ ان کو باشان و شوکت مسلح جاتا دیکھ کر ابن معتز کے ساتھیوں کے دلوں میں خوف پیدا ہوا اور یہ لوگ دہشت زدہ ہو کر بغیر کسی لڑائی کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ابن معتز، محمد وزیر اور ابو مثنیٰ قاضی نے راہ فرار لی ان کے جاتے ہی بغداد میں قتل اور غارتگری کا بازار گرم ہو گیا۔ اور مقتدر نے ان عالموں اور قاضیوں کو پکڑ کے یوسف خزانچی کے حوالہ کر دیا جن کا مقتدر کی معزولی میں ہاتھ تھا ـــــ آخرکار یوسف خزانچی نے ان سب کو قتل کرا دیا۔ البتہ قاضی ابو عمر اور ان کے دیگر ساتھیوں کو جن کی تعداد صرف چار تھی جیل خانہ بھیج دیا اور عبداللہ ابن معتز کو بھی گرفتار زنداں رکھا جہاں اس کی موت واقع ہوئی۔

اس خونریزی کے بعد مقتدر نے پھر خلافت کرنا شروع کر دی۔ اور ابوالحسن علی بن محمد بن فرات کو وزیر مقرر کیا۔ نیک سیرت وزیر نے مظالم کا قلع قمع کیا اور مقتدر کو بھی عدل و انصاف سے کام لینے کا شوق دلایا۔ لیکن امور سلطنت اپنے وزیر کے حوالہ کر کے خود کھیل کود میں مشغول ہو گیا اور خزانہ لٹا دیا۔ اسی سال مقتدر نے احکام دیئے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو ملازم نہ رکھا جائے اور وہ سواریوں پر فرق نمایاں رکھ کر سوار ہوا کریں۔

اسی زمانہ میں یحییٰ کے بھائی حسین نے مغربی ممالک میں اپنی مہدویت کو عروج دیا۔ اس نے امامت کے ساتھ خلافت کا بھی دعویٰ کیا اور لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف اور احسان سے کام لیا

اسی وجہ سے لوگ اس کی جانب مائل ہوگئے اور مغربی ممالک اس کے قبضہ میں آ گئے جس سے اس کی مملکت کے حدود وسیع ہو گئے۔ پھر اس نے ایک شہر کی بنیاد رکھ کر اسے آباد کیا اور اس کا نام مہدیہ رکھا ـــــ اسی زمانہ میں حاکم افریقہ زیادۃ اللہ بن اغلب اپنی سلطنت چھوڑ کر مصر بھاگا اور وہاں سے عراق چلا گیا۔ اور اسی زمانہ سے بنو عباس کے قبضہ سے مغربی ممالک کی حکومت جاتی رہی۔

بنو عباس کی مدت خلافت

تمام ممالک اسلامیہ میں بنو عباس کی خلافت کی مدت ایک سو ساٹھ سال سے کچھ زیادہ ہے۔ اور اس کے بعد روز افزوں زوال آتا رہا۔

نظام سلطنت میں گڑبڑ

ذہبی کا بیان ہے مقتدر کے زمانہ حکومت میں اس کی کم عمری کی وجہ سے نظام سلطنت میں گڑبڑ پیدا ہو گئی۔

۳۰۰ھ میں دینور کا ایک پہاڑ زمین دوز ہو گیا۔ اس کے نیچے سے اتنا پانی نکلا کہ کئی گاؤں غرقاب ہو گئے۔ اسی سال ایک خچر کے ایک بچھڑا پیدا ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۳۰۱ھ میں علی بن عیسیٰ وزیر اعظم نے پاکدامنی، انصاف پاکبازی سے امور وزارت انجام دیئے اسی سال شراب نوشی کی ممانعت کی اور غیر شرعی ٹیکس لینا مسدود کر دیا جس کی تعداد سالانہ پانچ لاکھ اشرفیاں تھیں ـــــ اسی سال ابو عمر کو دوبارہ قاضی مقرر کر دیا گیا اور مقتدر اپنے محل سے سواری پر بیٹھ کر (رصانہ کے قریبی چشمہ) شماسیۃ کی جانب روانہ ہوا اور رعایا کے سامنے آیا۔

اسی سال حسین حلاج کو اونٹ پر بٹھا کر شہر بغداد میں پھرایا گیا اور اس کی خوب تحقیر کی گئی، یہ قرمطیوں کا داعی تھا اس کے عقائد باطلہ کے پیش نظر اسے گرفتار کر کے پھانسی دیدی گئی۔ حسین حلاج نے ۲۹۹ھ میں انا الحق ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ کہتا تھا کہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ حلول کر سکتا ہے۔ نیز اس نے اپنے معتقدین وغیرہ کو لکھا کہ مجھ لمبے جسم کے آدمی میں نور سما گیا ہے۔ لیکن جب حسین حلاج کی قابلیت وغیرہ کی تحقیق کی گئی تو علوم قرآن وحدیث اور فقہ وغیرہ سے ناواقف پایا گیا

اسی سال ۳۰۱ھ میں مہدی فاطمی چالیس ہزار بربریوں کے ساتھ مصر کے ارادہ سے روانہ ہوا لیکن دریائے نیل کو عبور نہ کر سکنے کی وجہ سے اسکندریہ کی جانب پلٹا اور وہاں خوب غارتگری کی۔ اسی زمانہ میں مقتدر باللہ کی فوج سے برقہ کے مقام پر مڈبھیڑ ہوئی، شاہی فوج نے نبرد آزمائی کے بعد شکست کھائی اور اسکندریہ وفیوم پر مہدی فاطمی قابض و متصرف ہو گیا۔

۳۰۲ھ میں مقتدر نے اپنے پانچ لڑکوں کا ختنہ کیا جن پر چھ لاکھ اشرفیاں خرچ ہوئیں۔ علاوہ ازیں اکثر یتیم بچوں کے ختنے کرا کے ان پر احسانات کئے۔ اسی سال مقتدر نے عیدگاہ میں عید

کی نماز پڑھائی۔ حالانکہ اس سے پہلے کسی نے عید کی نماز نہیں پڑھائی تھی۔ چنانچہ علی بن ابی شیخہ نے ایک لکھا ہوا خطبہ پڑھا۔ اور تحریر کے باوجود وَلَا تَمُوْتُنَّ وَاَنْتُمْ مُشْرِکُوْنَ پڑھا حالانکہ وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ پڑھنا چاہیئے تھا۔ (یعنی اے مسلمانوں تمہاری موت اسلام کی حالت پر ہو)

اسی سال دیلم قوم جو مجوسی تھی حسن بن علی علوی اطروش[1] کے ہاتھ پر اسلام لائی ۔۔۔۔۔۔

۳۰۴ھ میں بغدادی اس بجو سے خوف زدہ ہو گئے جو رات کے وقت چھتوں پر سے آکر بچوں کو کھا جاتا تھا اور خواتین کے پستان کاٹ لیتا تھا۔ لوگ اس سے محفوظ رہنے کی خاطر سیٹیاں بجاتے تھے تاکہ وہ سیٹیوں کی آواز سے گھبرا کر بھاگ جائے۔ پھر لوگ اپنے بچوں کو پنجروں میں سلانے لگے اور یہ سلسلہ کئی رات جاری رہا۔

۳۰۵ھ میں شہنشاہ روم نے بہت کچھ تحفے تحائف روانہ کر کے دوستی کا ہاتھ بڑھایا چنانچہ مقتدر نے آنے والوں کے استقبال میں اپنی فوج کو ہتھیاروں سے سجایا اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار فوجیوں کو دارالخلافہ کے دروازہ شمسیہ تک صف بستہ کھڑا کیا ان کے پیچھے سات ہزار خادم و سات ہزار دربان مقرر کئے اور دارالسلطنت کی دیواروں پر عمدہ ریشمی اڑتیس ہزار پردے لٹکوائے اور بائیس ہزار قسم کے فرش بچھوائے۔ اور اپنی پیشی میں ایک سو درندے جکڑوا کر رکھے وغیرہ وغیرہ ۔۔۔ غرضکہ اس شان و شوکت کے ساتھ شاہ روم کے مندوبین کا استقبال کیا نیز اسی سال شاہ عمان نے مقتدر کے پاس تحفے بھیجے جس میں ایک سیاہ تاب پرندہ بھی تھا جو طوطی سے بھی زیادہ شیریں کلامی کے ساتھ اردو فارسی میں گفتگو کرتا تھا ۔۔۔۔۔۔

خواتین کی حکومت

۳۰۶ھ میں شغب مادر مقتدر نے ایک شفاخانہ قائم کیا جس کا سالانہ خرچ سات ہزار اشرفیاں تھا ۔۔۔۔۔ اور مقتدر کی بے پروائی کے باعث اس سال سے حکومت کے تمام کاموں کی نگرانی وغیرہ مادر مقتدر انجام دینے لگی، یہاں تک کہ فوجداری کے مقدمات وغیرہ کا خود فیصلہ کرتی ہر جمعہ کو دربار عام کرتی جس میں جج اور ارکین حکومت حاضر رہتے اور وہ اپنے دستخطی فرامین جاری کرتی تھی اسی سال قائم محمد بن مہدی فاطمی نے مصر پر حملہ کیا اور اکثر علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

مصائب و خانہ جنگی

۳۰۸ھ میں بغداد میں سخت گرانی ہوئی جس کی وجہ سے رعایا بھوکوں مرنے

---

[1] اطروش اگرچہ حسن بن علی کا لقب تھا لیکن اطروش کے لغوی معنی ہیں بہرہ اور بات نہ سننے والا۔ از مترجم

لگی ــــــ گرانی کا سبب یہ ہوا کہ حامد بن عباس حاکم عراق نے عراقی حدود میں توسیع کی اور نئے نئے مظالم کئے۔ جس کی وجہ سے ملک میں غارت گری شروع ہوئی، فوج نے رعایا کو کئی دن تک مارا پیٹا۔ اس خانہ جنگی میں اکثر مکانات وغیرہ کو آگ لگائی گئی، لوگوں کی عام طور پر گرفتاریاں ہونے لگیں۔ جیل خانہ توڑ کر قیدی بھاگ نکلے، وزیراعظم سنگباری سے ہلاک ہوا اسی طرح عباسی مملکت کی حالت ابتر ہو گئی ــــــ

اسی سال قائم کی فوج نے جزیرہ قسطاۃ پر قبضہ کیا جس سے شہریوں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور وہ مدافعانہ جنگ پر مجبور ہو گئے۔ عرصہ تک میدان کارزار گرم رہا، جس کی تفصیل بڑی طویل ہے۔

۳۰۹ھ میں حسین حلاج کو قاضی ابو عمر اور دیگر فقہاء و علماء کے فتاویٰ کے پیش نظر قتل کرایا گیا۔ اس کے حالات اکثر کتابوں میں لکھے گئے جو دیکھی جا سکتی ہیں۔

۳۱۱ھ میں مقتدر نے احکام جاری کئے کہ معتزد نے ذوی الارحام کو ترکہ دلانے کے جو احکام دیئے تھے ان کے بموجب وارثوں کو حصہ دیا جائے۔

۳۱۲ھ میں حاکم خراسان کے ذریعہ فرغانہ فتح ہوا۔

۳۱۴ھ میں رومیوں نے بذریعہ شمشیر ملطیہ پر قبضہ کیا اور اسی سال پہلی مرتبہ موصل میں دجلہ کا پانی اتنا جم گیا کہ چوپائے وغیرہ اس پر سے آمد و رفت کرنے لگے۔

۳۱۵ھ میں رومیوں نے دمیاط پر قبضہ کیا اور وہاں خوب قتل و غارتگری کی، مساجد میں ناقوس بجایا، اسی سال دیلمیوں نے مقامات رے اور جبال پر قبضہ کیا۔ لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور بچوں کو ذبح کیا۔

۳۱۶ھ میں قرمطیوں نے ایک محل تعمیر کر کے اس کا نام دار ہجرت رکھا یہ وہ زمانہ ہے جس میں فتنہ و فساد برپا ہوا، اسلامی شہر قبضہ سے نکل گئے اور مسلمانوں کی خونریزی کی گئی ایسی تقریریں کی گئیں جن سے مسلمان خوفزدہ ہو گئے قرمطی کے ماننے والوں کی کثرت ہوئی اور مختلف جنگیں ہوئیں۔ خلافت کی جڑیں ہل گئیں۔ مقتدر کی فوج کو مسلسل کئی مرتبہ شکست ہوئی اور قرمطیوں کے خوف سے حج کرنے کے راستہ بند ہو گئے اور مکہ کے باشندے مکہ سے ہجرت کر گئے۔ رومیوں نے خلاط اور قرب و جوار پر قبضہ کیا، مسجدوں سے منبر نکال کر ان کی جگہ صلیب قائم کیں ــــــ

۳۱۷ھ میں مونس خادم نے جس کا لقب مظفر تھا خلیفہ مقتدر باللہ پر حملہ کیا کیونکہ اس کی جگہ

ہارون بن غریب کو عرض بیگی یعنی حاکموں کا افسر بنایا چاہا تھا اس لئے مونس اپنے ساتھ فوج و امراء سلطنت کو بغیرہ کو لئے ہوئے شاہی محل پر حملہ آور ہوا جس کے نتیجہ میں مقتدر کے خاص ملازم بھاگ گئے اور اسی رات یعنی چودہ محرم ۳۱۷ھ کو مقتدر اپنے ساتھ والدہ، خالہ، بیوی اور چھ لاکھ اشرفیاں لے کر محل چلا گیا ــــــ اس کے بعد لوگوں نے شہادت دی کہ مقتدر خلافت سے دستبردار ہو گیا چنانچہ محمد بن معتضد کو بلا کر مونس اور دوسرے امراء نے خلیفہ تسلیم کیا اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور قاہر باللہ کا لقب دیا۔ علی بن مقلہ کو وزیر اعظم بنایا یہ ہفتہ کے دن کا واقعہ ہے، جس کے دوسرے دن اتوار کو قاہر باللہ تختِ خلافت پر بیٹھا اور وزیر موصوف نے تمام شہروں میں اطلاع دی اور اسی دن دربار کی آراستگی کے بعد فوج اور امراء نے خوشیاں منائیں۔ پیر کے دن فوج نے انعام اور گزشتہ تنخواہوں کا مطالبہ کیا ــــ چونکہ مونس اس وقت اپنے گھر پر موجود نہ تھا اس لئے لوگوں نے اس کے محل پر شور و غوغا کیا۔۔ دربانوں کو قتل کرکے مونس کے گھر میں پہنچے اور وہاں سے مقتدر کو اپنی گردنوں پر بٹھا کر دارالخلافہ میں لائے اور تختِ خلافت پر بٹھایا اس کے بعد قاہر کو اس کے سامنے پیش کیا جس نے روتے ہوئے کہا۔ لوگو! اللہ سے ڈرو اور مجھے تکلیفیں نہ دو۔ اس کے بعد مقتدر نے قاہر کو اپنے قریب کرکے پیار و محبت سے کہا اے بھائی تمہارا کچھ قصور نہیں اور تم نے میری کوئی برائی بھی نہیں کی۔ اس پر لوگوں کو چین آیا اور سکون ہوا اور پہلا وزیر ہی اپنی خدمت پر بحال کیا گیا اور پھر تمام ممالک میں احکام اجراء کئے گئے کہ خلیفہ قدیم یعنی مقتدر باللہ ہی خلیفہ ہے۔ اس موقع پر مقتدر نے مال و دولت سے خوب نوازا۔

حجر اسود کی بے حرمتی

۳۱۸ھ میں مقتدر نے حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ منصور دیلمی کو روانہ کیا جو مکہ معظمہ بخیریت پہنچ گیا، لیکن یوم ترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ کو ابو طاہر قرمطی دشمنِ خدا بھی حرم میں پہنچا اور مسجد حرام میں حاجیوں کو بسرعت شہید کیا ان کی لاشیں چاہ زمزم میں پھینکیں، حجر اسود کو گرز مار کر توڑا اور دیوار کعبہ سے الگ کر دیا جو گیارہ دن تک یونہی پڑا رہا۔ پھر ابو طاہر قرمطی اس حجر اسود کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا اگرچہ اس کے معاوضہ میں پچاس ہزار اشرفیاں دینا چاہیں لیکن حجر اسود کی واپسی سے اس نے انکار کیا اور بیس سال تک اسی کے پاس رہا، جو آخر کار مطیع اللہ ابو القاسم فضل بن مقتدر بن معتضد کے زمانہ میں واپس ہوا ــــــ

کہتے ہیں کہ حجر اسود کو مکہ سے دارالہجرت تک لے جاتے وقت تک چالیس اونٹ اس کی

وجہ سے ہلاک اور دارالہجرت سے مکہ معظمہ لانے تک جس لاغر اونٹ پر حجر اسود لایا گیا وہ بخریت پہنچا اور لطف یہ کہ اور بھی تندرست ہو گیا ـــــــــ

محمد بن ربیع بن سلیمان کا بیان ہے کہ قرمطیوں کے زمانہ کے قبضہ کے وقت، میں مکہ میں موجود تھا۔ ایک قرمطی خانہ کعبہ کے پرنالے کو توڑنے چڑھا۔ یہ دیکھ کر مجھ عاجز سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے دعا کی اے اللہ مجھ سے یہ ظلم دیکھا نہیں جاتا۔ چنانچہ وہ قرمطی خانہ کعبہ کی چھت سے سر کے بل گرا اور فوراً ہی مر گیا۔ ابو طاہر قرمطی اس کے بعد آسودہ حال نہ رہ سکا اسے چیچک نکلی اور اس کا جسم پھٹ گیا اور مر گیا۔

اسی سال ۳۱۸ھ میں بمقام بغداد ایک زبردست فتنہ اٹھا۔ حنبلی کہتے ہیں کہ اللہ نے رسول اللہؐ کو عرش پر جلوہ فگن کر دیا، دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ سرور عالمؐ شفاعت کریں گے اس فتنہ میں ایک فساد رونما ہوا، جس میں بہت سے لوگ قتل کئے گئے۔

۳۱۹ھ میں قرمطی کوفہ میں آئے، جس کی وجہ سے بغدادیوں کو خوف ہوا کہ وہ اب بغداد پر حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ بغدادیوں نے پناہ مانگی۔ قرآن کریم کو بلند کیا اور مقتدر کو گالیاں دیں۔ اسی سال دیلمیوں نے دینور پر قبضہ کیا اور خونریزی کی۔

قتل مقتدر

۳۲۰ھ میں مونس اپنے ساتھ بربریوں کی ایک بہت بڑی فوج لے کر مقتدر کے مقابلہ پر آیا۔ مقتدر نے مدافعت کی، بہ دوران جنگ بربریوں نے مقتدر پر حملہ کیا اور جب وہ زخمی ہو کر زمین پر گرا تو اس کا سر کاٹ کر نیزہ پر بلند کیا۔ پھر مقتدر کے کپڑے اتار کر اسے ننگا کر کے اس کی نعش پھینک دی۔ لوگوں نے اس کی نعش کو بدھ کے دن ۲۷، شوال ۳۲۰ھ کو ایک گڑھے میں رکھ کر اوپر سے گھاس پھوس سے پاٹ دیا۔

کہتے ہیں کہ وزیر قدیم علی بن عیسیٰ نے مقتدر کی وفات سے کچھ پہلے اس کا زائچہ دیکھا جس کے بعد مقتدر نے پوچھا اب کیا وقت ہے؟ وزیر نے عرض کیا زوال کا وقت ہے جس کے مقتدر نے براشگون لیا۔ وہ واپس ہونے ہی والا تھا کہ مونس کی فوج آگئی اور مقتدر لڑائی میں گھر گیا ـــــــ اور وہ بربری جس نے مقتدر کو قتل کیا تھا اس کا لوگوں نے تعاقب کیا لیکن یہ قاہر باللہ کی جانب بھاگ گیا تاکہ اس کو خلیفہ بنائے۔ درمیان سفر میں اسے ایک شخص ملا جو کانٹوں کا گٹھڑ اٹھائے جا رہا تھا ـــــــ وہ اسے ایک قصائی کی دکان پر لے گیا، جہاں گوشت وغیرہ ٹانگنے کے کانٹے لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ بربری ایک ہک میں لٹک گیا۔ اور گھوڑا اس

کی ران کے پیچھے سے نکل جانے کی وجہ سے یہ بربری اس ہک سے لٹک کر مرگیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس بربری کو اس ہک سمیت جلا کر خاکستر کر دیا ــــــــــ

دولت کی بربادی مقتدر باللہ دانشمند اور صاحب الرائے تھا، لیکن بے انتہا شہوت رانی اور شراب نوشی میں گرفتار تھا، عورتیں اس پر غالب آگئی تھیں، یہ بے انتہا فضول خرچ تھا اس نے خواتین کو گراں مایہ نفیس جواہرات سے مالا مال کر دیا تھا، بعض سیدیوں کو وہ نایاب وقیمتی موتی دئے تھے جن میں سے ہر ایک کا وزن تین تین مثقال تھا زیدان قہرمان کو بھی وہ قیمتی ونایاب جواہرات کی تسبیح دی تھی جو بے مثال تھی، غرضکہ مقتدر نے اباؤ دولت خوب برباد کی تھی۔ اور اس کے پاس صقالبہ، رومی اور سوڈانی غلاموں کے علاوہ دس ہزار خصی خوبرو لونڈے بھی تھے ــــــــــ

اولاد مقتدر مقتدر نے اپنی وفات پر آٹھ لڑکے چھوڑے جن میں سے راضیؔ، متقیؔ و مطیعؔ متوکلؔ۔ رشید۔ متوکل اور ان کی اولاد بھی خلیفہ ہوئی۔

ذہبی نے لکھا ہے اس کی مثال بادشاہوں میں نہیں ملتی، لیکن میرا جلال الدین سیوطی کا اپنا بیان ہے کہ متوکل کی اولاد میں سے ہمارے زمانہ میں بھی حسب ذیل پانچ خلیفہ ہوئے مستعین عباس معتضد داؤد، مستکفی سلیمان، قائم حمزہ اور مستنجد یوسف اور یہ بے مثال خلیفہ ہوئے ہیں

لطائف معارف میں ثعالبی نے منجملہ نادرات لکھا ہے کہ مقتدر اور متوکل صرف یہی دو خلیفہ ایسے ہوئے جن کا نام جعفر تھا۔ اور یہ دونوں قتل کئے گئے ــــــــــ متوکل بدھ کی رات میں اور مقتدر بدھ کے دن قتل کیا گیا ــــــــــ

محاسن ابن شاہین کا بیان ہے کہ مقتدر کے وزیر اعظم علی بن عیسیٰ نے ابن صاعد اور ابو بکر بن ابو داؤد سجستانی میں صلح کرانا چاہی اور ابو بکر سے کہا ابن صاعد تم سے بڑے ہیں کھڑے ہو کر ان کی تعظیم کرو۔ تو ابو بکر نے جواب دیا مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا جس پر وزیر نے کہا آپ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں تو ابن داؤد نے کہا، بڈھا، رسول اللہؐ پر جھوٹ بولتا ہے۔ اور اس کے بعد کہا تم مجھے اس لئے ذلیل کرتے ہو کہ تم اپنی معرفت مجھے تنخواہ دیتے ہو۔ بخدا میں آئندہ تم سے کوئی چیز نہ لوں گا ــــــــــ مقتدر کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ اس کی تنخواہ اپنے نوکر کے ذریعہ ایک خوان میں رکھ کر بھیجا کرتا تھا۔

مشاہیر محمد بن ابو داؤد ظاہری، یوسف بن یعقوب قاضی، مذہب شافعیہ کے عالم ابن شریح

طبقہ صوفیہ کے بزرگ جُنید، ابو عثمان حیری زاہد، ابوبکر بردیجی، جعفر فریابی، ابن بسّام شاعر، امام نسائی حسن بن سفیان محدث، معتزلہ کے شیخ جبائی، ابن مواض نحوی، صوفیوں کے بزرگ ابن جلا، ابویعلی موصلی محدث، اشنانی مقرئ، مصر کے زبردست قاری ابن سیف، ابوبکر رویانی محدث، امام ابن منذر، ابن جریر طبری، زجاج نحوی ابن خزیمہ، ابن زکریا طبیب، اخفش صغیر، بنان جمال، ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی، ابن سراج نحوی، ابوعوانہ محدث، ابوالقاسم بغوی محدث، ابو عبید بن حربویہ امام معتزلہ کعبی، ابوعمر قاضی قدامہ کاتب وغیرہ۔

قاہر باللہ

قاہر باللہ لقب، ابومنصور کنیت، محمد بن معتضد بن طلحہ بن متوکل نام، ان کی والدہ کا نام فتنہ تھا جو معتضد کی داشتہ تھی۔ مقتدر کے قتل کے بعد قاہر باللہ اور محمد بن مکتفی کو لوگوں نے بلایا ابن مکتفی سے پوچھا کہ کیا آپ خلیفہ بننا چاہتے ہیں تو اس نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں البتہ میرے چچا قاہر باللہ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ جب قاہر سے خلافت قبول کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے اقراری جواب دیا۔ آخر کار قاہر ہی کو خلیفہ مقرر کیا گیا ——

کارہائے نمایاں قاہر نے خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلے اولاد مقتدر پر ٹیکس عائد کئے۔ ان کو تکلیفیں دیں اور مادر مقتدر کو اتنا مارا کہ وہ جان بحق ہوگئی۔

۳۲۱ھ میں فوج نے شور و غوغا کیا۔ مونس، ابن مقلہ اور دوسرے لوگوں نے قاہر کو دست بردار کرنا چاہا اور ابن مکتفی کو خلیفہ بنانے کا منصوبہ بنایا۔ مگر قاہر نے حیلہ بازی سے کام لیا اور ان سب کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اور ابن مکتفی کو دیوار میں چنوا دیا۔ ابن مقلہ روپوش کا گھر نذر آتش کر دیا اور دیگر مخالفوں کے گھر تباہ کر دیئے، اس کے بعد فوج کو انعام واکرام سے راضی کیا اس طرح قاہر کی عظمت دلوں میں جم گئی، اس کے بعد اس نے اپنا لقب منتقم من اعداء دین اللہ مقرر کیا اور سکوں پر لکھوایا۔ اسی سال قاہر نے گانے والیوں پر بندش کی، شراب نوشی بند کرا دی اور گانے والیوں کو برخاست کر دیا۔ ہیجڑوں کو ملک بدر کیا، لہو ولعب کے آلات توڑ دیئے جو گانے والیوں جو مع ساز گاتی تھیں ان کو فروخت کرنے کی اجازت دی۔ اس کے باوجود خود ہمیشہ شراب میں مست رہتا اور گانا سننے میں کوتاہی نہ کرتا ——

۳۲۳ھ میں باشندگانِ مرداویج نے اصبہان پر حملہ کیا ان کا سردار علی بن بویہ تھا جس نے بہت زیادہ دولت جمع کی اور اپنے آقا سے الگ ہوگیا تھا۔ علی نے محمد بن یاقوت نائب سلطنت سے جنگ کی۔ اس جنگ میں محمد بن یاقوت کو شکست ہوئی جس کے بعد ابن بویہ فارس پر قابض ہوگیا۔ ابن بویہ فقیر و محتاج تھا۔ مچھلیاں پکڑا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ اس کے پیشاب میں سے ایک آگ نکلی اور اس کا عمودی شعلہ آسمان تک بلند ہوگیا۔ اس خواب کی تعبیر یہ دی گئی کہ اس کی اولاد بادشاہت کرے گی ——— اور اس کی سلطنت اتنی وسیع ہوگی جتنا یہ شعلہ بلند ہے ———

تھوڑے دنوں بعد مرداویج کا حاکم بن گیا، اور مرداویج کے بادشاہ نے اسے کرخ سے مال لانے کے لئے بھیجا۔ یہ پانچ لاکھ روپے لے کر نکلا اور ہمدان پر قابض ہونا چاہا، لیکن اہل ہمدان نے شہر کے دروازے بند کرلئے۔ غرضکہ بزورِ شمشیر اس نے ہمدان فتح کیا ———

بعض کہتے ہیں کہ ہمدان صلح کے ذریعے ہاتھ آیا۔ پھر یہ شیراز پہنچا۔ جہاں اس کے پاس خرچ کرنے کے لئے کوئی رقم باقی نہ رہی تھی۔ ایک دن یہ سو رہا تھا کہ چھت میں سے سانپ نکلا اس نے چھت توڑ ڈالنے کا حکم دیا۔ جب چھت توڑی گئی تو اس میں سے سونے کے بھرے ہوئے صندوق برآمد ہوئے جو اس نے اپنے ساتھیوں میں بھی تقسیم کئے پھر ایک درزی کو بلایا جو بہرا تھا۔ اس نے تو د بخود کہا۔ بخدا میرے پاس صرف بارہ صندوق ہیں اور مجھے نہیں معلوم اس میں کیا ہے۔ جب یہ صندوق منگائے گئے تو اس نے میں سے بہت زیادہ مال تھا۔ ایک دن یہ گھوڑے کی سواری کر رہا تھا، کہ گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے، جب وہ زمین کھودی گئی تو وہاں سے بہت بڑا خزانہ نکلا نکلا ——— غرضکہ ابن بویہ بہت زیادہ مالدار ہوگیا اور اکثر ممالک اس کے قبضہ میں آگئے، نیز خراسان اور فارس پر بھی اسی کا تسلّط ہوگیا۔

اسی سال طاہر نے اسحاق بن اسماعیل نوبختی کو جس نے قاہر کی خلافت سے پہلے قاہر کے مقابلہ میں ایک لونڈی زیادہ دام دے کر خریدی تھی، اس وجہ سے اسحاق کو کنویں میں الٹا لٹکا کر کنواں بند کرادیا۔ اسی سال ابن مقلہ جو اس کی تلاش میں تھا اس نے خلیفہ کی فوجوں کو اکسایا، اور کہا قاہر نے تمہیں قید کرنے کے لئے چند تہہ خانے بنوائے ہیں، وہ تم کو ان میں بند کرکے مار ڈالے گا۔ اور اسی طرح کی اور دوسری باتیں بیان کیں ——— غرضکہ فوج کو غداری پر تیار کرلیا اور سب متفقہ طور پر اس پر حملہ آور ہوئے۔ اس نوبت پر قاہر بھاگا جسے ۶ جمادی الثانی ۳۲۲ھ کو گرفتار

کر لیا گیا۔ اس کے بعد ہی لوگوں نے عباس محمد بن مقتدر کے ہاتھ پر بیعت کی اور راضی باللہ کا لقب دیا ــــــ

اس کے بعد چند وزیر اور قاضی ابوالحسن بن قاضی ابی عمر احسن بن عبداللہ بن ابی شوارب اور ابو طالب بن بہلول نے قاہر کے پاس جا کر کہا اب کیا فرماتے ہیں؟ قاہر نے کہا میں ابومنصور محمد بن معتضد ہوں۔ تم نے میری بیعت کی ہے اور میں تم سے بیزار ہوں اور دست کش نہیں اس لئے خود اطاعت کرو اور دوسروں کو اطاعت کی ترغیب دلاؤ۔ اس پر وزیر نے کہا ہم صرف آپ سے دست برداری چاہتے ہیں اور اس کے سوائے اور کچھ کہنا نہیں چاہتے

قاضی ابوحسین کا بیان ہے کہ میں نے عباس بن محمد بن مقتدر راضی باللہ سے تمام واقعات بیان کئے اور کہا میرے خیال میں قاہر کی خلافت ہی درست ہے اس کے بعد میری وہاں سے وہاں سے واپسی پر راضی نے ملازمین کو اشارہ کر کے قاہر کو اپنے سامنے بلایا اور اس کی آنکھوں میں لوہے کی تپتی ہوئی سرخ کیلیں چبھو دیں ــــــ

محمود اصبہانی کا بیان ہے کہ قاہر کی بد خلقی و خونریزی کے سبب لوگ معزول کرنا چاہتے تھے لیکن اس کے انکار پر اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دی گئیں جو نکل کر اس کی گالوں پر آ گئیں۔

صولی کا بیان ہے کہ قاہر اپنی حماقت اور طیش کی وجہ سے خونریزی کرتا تھا وہ بد خلق و متلون مزاج تھا۔ ہمیشہ شراب میں مست رہتا تھا۔ اگر اس کے دربان کی خوبیاں حائل نہ ہوتیں تو صدہا نسلوں کو قتل کر دیتا۔ جب وہ ہتھیار اٹھاتا تو اس وقت تک اسے نہ رکھتا جب تک کہ کسی انسان کو قتل نہ کر دیتا ــــــ

علی بن محمد خراسانی کا بیان ہے کہ قاہر نے ایک دن مجھے بلایا اور خنجر اس کے ہاتھ میں تھا مجھ سے خلفاء بنو عباس کے اخلاق و عادات پوچھے۔ میں نے کہا سفاح خونریزی میں جلد باز تھا اور اس کے ارکین حکومت بھی ایسے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ بڑا سخی اور دولت جمع کرنے والا تھا اور منصور وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے بنو عباس اور بنو طالب میں تفرقہ اندازی کی حالانکہ وہ اس سے پہلے باہم متحد اور متفق تھے اس نے سب سے پہلے نجومیوں کو دربار میں جگہ دی اور اسی نے سریانی عجمی اور یونانی کتابوں کا ترجمہ کرایا جیسے کلیلہ و دمنہ اور اقلیدس، جسے لوگوں نے دیکھا اور پسند کیا اور اسی کے پیش نظر محمد بن اسحٰق نے جنگ اور سیرت پر کتابیں لکھیں اور منصور نے پہلے پہل غلاموں کو حاکم بنایا اور

عربوں پر ترجیح دی۔ مہدی سخی اور منصف تھا اس نے لوگوں کے وہ مال و جائداد واپس کر دیئے جو اس کے والد نے ضبط کئے تھے۔ اور زندیقوں کو ہلاک کرنے میں پوری کوشش سے کام لیا۔ جس نے مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی مرمت کی اور وسعت میں کافی حصہ لیا، ہادی ظالم اور مغرور تھا اور اس کی قلیل ترین مدت خلافت میں ارکین حکومت بھی اسی کے نقش قدم پر گامزن رہے ——

ہارون رشید ہمیشہ جنگ اور تعمیر اور مکہ کے راستے میں محل اور حوض بنانے میں مشغول رہا، اس نے کاذنہ، طرسوس، مصیصہ، مرعش وغیرہ شہر آباد کئے۔ عام لوگوں پر احسانات کئے۔ برمکیوں نے اسی کے عہد حکومت میں بخشش کرنے میں شہرت حاصل کی۔ اسی نے پولو ایجاد کیا۔ ہوائی نشانہ بازی کی مشق کرائی اور شطرنج کھیلی —— امین اگرچہ سخی تھا لیکن خواہشات میں اتنا مشغول ہوا کہ حکومت ہاتھ سے جاتی رہی —— مامون اگرچہ سخی تھا اور بردبار تھا لیکن علم نجوم و فلسفہ سے مغلوب ہو گیا تھا ——

معتصم بھی مامون کے طریقہ پر گامزن رہا لیکن گھوڑے سواری، اور عجمی بادشاہوں کی مانند طمطراق وغیرہ کا شوقین ہو گیا اور جنگ و فتوحات میں مشغول رہا۔

واثق اپنے والد کے نقش قدم پر چلتا رہا —— متوکل نے مامون و معتصم اور واثق باللہ کے طریقوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھا، یہاں تک کہ ان کے اعتقادات سے بھی علیحدہ رہا۔ اختلافی مسائل اور بحث و مناظرہ کرنے کی ممانعت کی اور مجرموں کو سخت سزائیں دیں۔ اسی کے ساتھ قرآن کریم و احادیث پڑھنے کے احکام جاری کئے۔ اور قرآن کریم کو مخلوق کہنے اور کہلانے کی ممانعت کی ان تمام امور کے پیش نظر رعایا اس سے خوش رہی —— پھر وہ دوسرے خلفاء کے حالات دریافت کرتا رہا اور میں ہر ایک کے حالات بیان کرتا رہا۔ پھر آخر میں قاہر باللہ نے کہا اے علی خراسانی! تم نے تمام خلفاء کے حالات اس طرح بیان کئے گویا وہ سب میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور میں ہر ایک کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر یہ مجلس برخاست ہو گئی۔

قاہر کی چالبازی

مسعودی کا بیان ہے قاہر نے مونس وغیرہ سے بہت سا مال حاصل کیا تھا لیکن جب وہ خلافت سے دستبردار ہو کر اندھا ہو گیا تو مظلوموں نے اپنے مال کا مطالبہ کیا اور اس کے انکار پر انہوں نے اسے طرح طرح سے ستایا۔ لیکن پھر بھی اس نے اقرار نہ کیا۔ اس نوبت پر راضی باللہ نے قاہر کو بلوا کر اپنے پاس بٹھایا۔ اور کہا لوگ تم سے اپنا مال

و دولت واپس مانگ رہے ہیں اور تمہارے پاس جو رکھا ہوا ہے وہ تمہاری آخرت میں سود مند ہو گا اور اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں تمہاری طرف سے لوگوں کے مطالبے پورے کر دیتا ـــــ
اس پر قاہر نے کہا ہاں لوگوں کا مطالبہ درست ہے اور تمام مال میں نے باغ میں دفن کرا دیا ہے یہ خاص باغ تھا جس میں دور دراز مقامات سے طرح طرح کے درخت منگوا کر لگائے گئے تھے اور باغ کو خوب سجایا گیا تھا نیز اس میں مقامات و محل بھی تعمیر کرائے گئے اور باغ میں راضی باللہ دل و جان سے فریفتہ تھا۔ راضی باللہ نے پوچھا باغ میں کس مقام پر دولت دفن کی ہے؟ قاہر نے جواب دیا اب میں اندھا ہوں مقام کا تعین کیسے کروں؟ تم باغ کھدوا کر دولت نکال لو۔ غرضکہ راضی باللہ نے بادلِ ناخواستہ باغ کی زمین اور محلات کی بنیادیں تک کھدوائیں۔ درخت کٹوائے لیکن کچھ نہ ملا، تو پھر قاہر سے کہا بتایئے دولت کہاں ہے دفن؟ قاہر نے جواباً کہا کہاں کا مال اور کیسی دولت؟ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جا سکتا کہ میرے باغ میں تم عیش و آرام کرو اس لئے میں نے تمہارے ہاتھوں اسے کھنڈر بنوا دیا۔ یہ سن کر راضی باللہ بہت شرمندہ ہوا اور قاہر کو جیل خانہ بھیج دیا۔ جہاں وہ ۳۳۳ھ تک قید رہا پھر اس کو چھوڑ دیا۔

قاہر نے ایک دن جامع مسجد منصور میں پہنچ کر نماز کی صف میں کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا آپ لوگ مجھے کچھ صدقہ وغیرہ دیں۔ آپ مجھے جانتے بھی ہیں میں کون تھا یہ واقعہ مستکفی کی خلافت کے زمانہ میں ہوا تاکہ لوگ مستکفی کو برا بھلا کہیں اور ظاہر کریں کہ ایک گذشتہ خلیفہ کے ساتھ یہ ظلم و ستم ہو رہا ہے اور مستکفی کی رسوائی ہو رہی ہے ـــ اس واقعہ کے بعد خلیفہ مستکفی باللہ نے قاہر کو گھر سے نکلنے کی ممانعت کر دی۔

انتقال قاہر باللہ اپنے گھر میں نظر بند رہا اسے گھر سے نکلنے کی ممانعت تھی یہاں تک کہ (۵۲) سال کی عمر میں آخر ماہ جمادی الاول ۳۳۹ھ میں اس نے انتقال کیا اور یہ چار بیٹے چھوڑے، عبدالصمد، ابوالقاسم، ابوالفضل اور عبدالعزیز۔

مشاہیر قاہر باللہ کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل معززین نے انتقال کیا، مذہب حنفیہ کے امام علامہ طحاوی، ابن دُرید، ابو ہاشم جبائی وغیرہ۔

راضی باللہ

راضی باللہ لقب، ابوالعباس کنیت، محمد بن مقتدر بن معتضد بن طلحہ بن متوکل بن معتصم

بن ہارون رشید نام تھا۔[1]

راضی باللہ ۲۹۷ھ میں اپنے والد مقتدر بن معتضد کی داشتہ کے بطن سے پیدا ہوا جس کا نام ظلوم تھا اور روم کی باشندہ تھی۔

قاہر باللہ کی دست برداری کے دن یعنی ۶ رجمادی الثانی ۳۲۲ھ کو راضی باللہ نے خلافت کی بیعت لی اور خلیفہ ہونے کے بعد ابن مقلہ کو حکم دیا، قاہر کے عیوب ایک کتاب میں تحریر کرکے اس کی خوب تشہیر کی جائے۔

اسی سال ۳۲۲ھ میں دیلمی سردار مرداویج نے اصبہان میں انتقال کیا۔ جس کی سلطنت بڑی وسیع تھی۔ اس کے زمانہ میں لوگ کہا کرتے تھے کہ مرداویج عنقریب بغداد پر حملہ کرنے والا ہے اس کی خود حالت یہ تھی کہ مجوسیوں کو بہت عزیز رکھتا اور کہتا تھا میرا ارادہ ہے عربی حکومت ختم کرکے عجمی حکومت قائم کروں گا۔

علی بن بویہ کا اقتدار

۳۲۲ھ میں علی بن بویہ نے راضی باللہ سے کہلا بھیجا بحالت موجودہ میرے تصرف میں جو ممالک ہیں ان کے معاوضہ میں سالانہ ایک کروڑ اسی لاکھ دیئے جائیں جس پر راضی نے علی کو ایک پرچم اور خلعت سے نوازا۔ اس کے بعد اس رقم کی ادائگی میں تاخیر ہوئی۔

روافض کا عروج

اسی سال ۳۲۲ھ میں مہدی حاکم مغرب پچیس سالہ حکومت کے بعد فوت ہوا یہی مہدی وہ اولین مصری بادشاہ ہے جسے جاہل لوگ فاطمی کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود کو علوی کہا کرتا تھا۔ اور اس کا دادا ایک مجوسی تھا۔

قاضی ابوبکر باقلانی کا بیان ہے کہ مہدی عبیداللہ کا دادا ایک معمولی مجوسی تھا، لیکن جس وقت مغرب میں اس نے اپنی حکومت قائم کی تو خود کو علوی ظاہر کیا اور علمائے نسب میں سے کسی نے اس کے علوی ہونے کو تسلیم نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ باطنی طور پر یہ خبیث مہدی، ملت اسلامیہ کو مٹانے کا خواہاں تھا۔ علماء وفقہاء کو مٹانا چاہتا تھا تاکہ بھولے بھالے مسلمانوں کو آسانی سے بہکا سکے ـــــ غرضکہ مہدی کے انتقال کے بعد اس کا فرزند ابوالقاسم محمد جس کا لقب قائم بامر اللہ

---

[1] ابن اثیر اور ابن کثیر نے راضی باللہ کا نام احمد بن مقتدر بن معتضد لکھا ہے۔ مسعودی وغیرہ نے محمد بن مقتدر بن معتضد تحریر کیا ہے اور حکیم مسیح الدین احمد خاں وکیل شاہ آبادی نے بھی تاریخ میں اس کا نام محمد بن مقتدر ہی لکھا ہے۔

تھا تخت نشین خلافت ہوا۔

محمد بن علی کا دعویٰ الوہیت

اسی سال ۳۲۲ھ میں محمد بن علی شلمغانی نے (جو ابن غرقرہ کے نام سے مشہور تھا) خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مردے زندہ کیا کرتا تھا۔ جسے بعد میں قتل کرکے سولی پر چڑھایا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہوا خواہوں کو بھی موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

اسی سال ابوجعفر شجری دربان خاص کا (۱۴۰) عمر میں بموجودگی مکمل ہوش و ہواس انتقال ہوا اور اسی سال بغدادیوں کو حج سے روک دیا گیا جو ۳۲۷ھ تک فریضہ حج ادا نہ کرسکے۔

راضی باللہ کا اقتدار

۳۲۳ھ میں راضی باللہ کو مکمل اقتدار حاصل ہوا، اس نے اپنے بیٹے ابوالفضل و ابوجعفر کو شرقی و غربی سمت کا حاکم اعلیٰ بنایا۔

خاص خاص واقعات

۳۲۳ھ میں ابن شبنوذ کا مشہور واقعہ پیش آیا لوگوں کو قرأت شاذ پڑھنے سے بحکم خلیفہ توبہ کرائی گئی۔ وزیر اعظم ابوعلی بن مقلہ کی موجودگی میں محضر پر دستخط کرائے گئے۔

اسی سال ماہ جمادی الاوّل میں بغداد میں عصر و مغرب کے درمیان ایک سخت کالی آندھی آئی جس سے پوری دنیا میں بالکل اندھیرا ہوگیا اور ماہ ذی قعدہ میں تمام رات آسمان سے بڑے بڑے تارے ٹوٹتے رہے جو اپنی مثال آپ تھے۔

۳۲۴ھ میں محمد بن رائق گورنر واسط نے آس پاس کے علاقہ پر بھی اپنی خود مختاری کا اعلان کیا، وزراء و دفاتر کو برخواست کرکے اس نے خود تمام کام سنبھالا اور اس کا حکم ہی قانون تھا۔ تمام ٹیکس وغیرہ اسی کی ذات خاص کے پاس آتے اس نے بیت المال اور خزانے بند کردیئے تھے اس کی گورنری میں خلیفہ وقت راضی باللہ کا کوئی حکم نہیں چلتا تھا بلکہ وہ برائے نام خلیفہ تھا۔

۳۲۵ھ میں مملکت کی صورت حال نازک ہوگئی شہروں پر باغیوں نے قبضہ کیا اور گورنر کو ٹیکس وصول نہ ہوسکا۔ طوائف الملوکی عام ہوگئی۔ اگرچہ بغداد اور شہر عراق پر راضی باللہ کی عملداری تھی لیکن حکومت ابن رائق کے ہاتھ میں تھی ——— یہ وہ زمانہ تھا جبکہ خلافت کا نام ہی نام رہ گیا تھا اور قرامطہ و مبتدعہ کا تمام ممالک پر تسلط تھا اسی زمانہ میں میر عبدالرحمٰن بن محمد اموی مروانی نے خود کو خلافت کا حقدار سمجھ کر اپنا لقب امیر المومنین الناصر لدین اللہ رکھا) یہ اگرچہ صرف اسپین کا بادشاہ تھا لیکن بلند ہمت، نہایت پرہیبت، جہاد کا شوقین اور نیک سیرتی کا مالک تھا اس نے غداروں

اور حملہ آوروں کی بیخ کنی کی اور بزور شمشیر (۱۷۰) قلعے فتح کئے ___ اسی زمانہ میں روئے زمین پر حسب ذیل تین اشخاص امیر عبدالرحمٰن نے اسپین میں راضی باللہ عباسی نے بغداد میں اور مہدی نے قیروان میں خود کو امیر المومنین کہلوایا۔

۳۲۶ھ میں بحکم نے ابن رائق پر حملہ کیا اس نوبت پر ابن رائق کہیں روپوش ہوگیا اور بحکم جب بغداد میں داخل ہوا تو راضی باللہ نے اسے خوش آمدید کہا۔ عزت و تکریم سے پیش آیا اور امیر الامراء کے خطاب سے سرفراز کرکے بغداد و خراسان کا گورنر بنایا۔ ___

۳۲۷ھ میں ابو علی عمر بن یحییٰ علوی نے اپنے دوست قرمطی کو لکھا کہ حاجیوں کو آمد و رفت کرنے دو اور ہر ایک اونٹ سوار سے پانچ اشرفیاں ٹیکس وصول کرکے حج کرنے کی اجازت دو یہی وہ پہلا سال ہے جبکہ حاجیوں نے ٹیکس ادا کرکے حج کیا ___

۳۲۸ھ میں ایسا سخت سیلاب آیا کہ پورا بغداد غرقاب ہوگیا۔ پانی کی سطح (۱۹) گز سے زیادہ بلند ہوگئی تھی۔ اس سیلاب میں بے شمار آدمی و جانور ہلاک ہوئے اور مکانات منہدم ہوگئے۔

انتقال

۳۲۹ھ میں راضی باللہ سخت بیمار ہوا اور ماہ ربیع الثانی میں بعمر اکتیس ۳۱ سال چھ ۶ ماہ انتقال کیا۔

فضائل

راضی باللہ بڑا سخی، دانشمند، ادیب، سخن آور، علماء کا دوست اور اچھا شاعر تھا، اس کا دیوان بھی ہے۔ علاوہ ازیں اس نے امام بغوی وغیرہ سے احادیث پڑھی تھیں، خطیب نے راضی باللہ کے اکثر فضائل لکھے ہیں جن کے منجملہ یہ کہ وہ آخری خلیفہ تھا جو صاحب دیوان شاعر ہوا۔ اس نے فوج کی تنخواہیں وغیرہ اجرا کرنے کے لئے قوانین مرتب کئے۔ وہ جمعہ کا خطبہ خود پڑھتا۔ اپنے مصاحبوں کے ساتھ اجلاس کرتا۔ گذشتہ خلفاء کی مانند دربار کرتا اور انعامات وغیرہ دیتا تھا ___

ابوالحسن بن زرقویہ نے اسماعیل خطبی کی زبانی لکھا ہے میں رمضان کی اخیری رات کو راضی باللہ کے پاس گیا تو راضی باللہ نے مجھ سے کہا اے اسماعیل میں کل عیدالفطر کی نماز پڑھاؤں گا بتاؤ نماز کے بعد کیا دعا کروں۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! بعد نماز یہ دعائے قرآنی پڑھنا مناسب ہے رَبِّ اوزعنی الخ (ترجمہ: اے اللہ! مجھے قوت و طاقت دے کہ میں برابر تیرا شکر ادا کروں تو نے مجھ پر اور میرے ابا و اجداد پر نعمتیں و احسانات کئے ہیں) اس پر راضی باللہ نے کہا بیشک یہی درست ہے۔ اس کے بعد اپنے خادم کو میرے ساتھ کیا کہ وہ چار سو اشرفیاں

میرے گھر پہنچا دے۔

مشاہیر راضی باللہ کے زمانہ حکومت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال فرمایا، امام نفطویہ، ابن مجاہد مقری، ابن کاس حنفی، ابن ابی حاتم، مبرمان، صاحب عقد علامہ ابن عبدربہ، مذہب شافعی کے بزرگ علامہ اصطخری، ابن شنبوذ، ابوبکر انباری وغیرہ۔

متقی للہ

متقی للہ لقب، ابواسحق کنیت ابراہیم بن مقتدر بن معتضد بن موفق طلحہ بن متوکل نام تھا۔ اپنے بھائی راضی کے انتقال کے بعد ۳۴ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا۔ اس کی ماں لونڈی تھی جس کا نام خلوب تھا —— بعض کہتے ہیں کہ زہرہ تھا۔ اس نے خلیفہ ہونے کے بعد کسی چیز میں ردّ و بدل نہیں کیا۔ اپنی کنیزوں سے فائدہ حاصل نہیں کیا، یہ بڑا روزہ دار عبادت گزار تھا اس نے کبھی شراب نہیں پی۔ خود کہا کرتا تھا کہ قرآن شریف کے سوا کسی مصاحب کی ضرورت نہیں۔ یہ برائے نام خلیفہ تھا۔ مملکت کا تمام انتظام ابن عبداللہ احمد بن علی کوفی کے ہاتھ میں تھا جو بحکم کا پیش کار اور میر منشی تھا۔

خاص خاص واقعات متقی کی خلافت کے پہلے ہی سال یعنی ۳۲۹ھ میں شہر منصورہ کا سبز گنبد ایک رات بارش اور بجلی کی کڑک میں گر گیا، یہ گنبد بغداد کا تاج اور نشان بنوعباس سمجھا جاتا تھا جسے منصور نے بنوایا تھا اس کی بلندی ۸۰ گز تھی اس کے نیچے ایک محل تھا جس کی لمبائی ۲۰ مربع گز تھی اور اس پر ایک شہسوار کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور اس اسٹیچو کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ جس طرف سے دشمن آتا دکھائی دیتا ادھر اس اسٹیچو کا رخ ہو جاتا —— چنانچہ یہ گنبد بارش اور بجلی کی کڑک میں ایک رات گر گیا۔ اسی سال بحکم ترک قتل کیا گیا اور اس کی بجائے کورتکین دیلمی کو امیر الامراء بنایا گیا۔ بحکم کی تمام جائداد جو ایک ایک کروڑ اشرفیوں سے زیادہ تھی متقی نے ضبط کر لی۔ اسی سال ابن رائق نے حملہ کیا جس کی بغداد میں کورتکین نے مدافعت کی لیکن کورتکین شکست کھا کر روپوش ہو گیا جس کی جگہ ابن رائق کو امیر الامراء بنایا گیا۔

۳۳۰ھ میں بغداد کے اندر اتنا سخت قحط پڑا کہ گیہوں کی ایک بوری کی قیمت (۳۱۶) اشرفیاں ہو گئی اس سخت قحط میں لوگوں نے مردار جانور کھائے، ایسا قحط بغداد میں کبھی نہ ہوا تھا —— اسی سال ابوالحسین علی بن محمد یزیدی نے حملہ کیا جس کا مقابلہ خلیفہ متقی اور ابن رائق نے کیا لیکن یہ دونوں شکست کھا کر موصل بھاگ

گئے۔ بغداد اور دارالخلافہ میں قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوا۔ متقی جب تکریت پہنچا تو وہاں سیف الدولہ، ابوالحسین علی بن عبداللہ بن حمدان اور اس کے بھائی حسن سے ملاقات ہوئی جنہوں نے ابن رائق کو اچانک قتل کر دیا۔ اس نوبت پر متقی نے ابن رائق کے بجائے سیف الدولہ کو امیر الامراء مقرر کیا اور اسکے بھائی کو ناصرالدولہ کا خطاب دیا۔

اس واقعہ کے بعد متقی اپنے ساتھ ان دونوں بھائیوں کو۔ لئے ہوئے بغداد واپس آیا اور یزیدی یہاں سے بھاگ کر واسط چلا گیا۔ اس کے بعد ماہ ذی قعدہ میں اطلاع ملی کہ یزیدی بغداد پر پھر حملہ کرنا چاہتا ہے جس سے بغدادی پریشان ہوئے اور عزت دار لوگ وہاں سے منتقل ہو گئے۔ یزیدی کے مقابلہ کے لئے ناصرالدولہ کو خلیفہ لے کر مقابل میں بڑھا اور مزائین کے قریب زبردست مڈبھیڑ ہوئی۔ یزیدی شکست کھا کر رسوائی کے ساتھ پھر واسط آیا جہاں سیف الدولہ نے پھر مقابلہ کے لئے بھگایا پھر یزیدی بھاگ کر بصرہ چلا گیا۔

۳۳۲ھ میں رومیوں نے ارزن، میافارقین، نصیبین پر حملہ کیا۔ رعایا کو قتل اور قید کیا پھر رہی گرجا سے وہ رومال طلب کیا جس کے متعلق گمان تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے اپنا منہ پوچھا تھا اور آپ کی صورت اس پر اتر آئی تھی لوگوں نے یہ رومال اس شرط پر دینا منظور کیا کہ ان کے تمام قیدی آزاد کر دیئے جائیں۔ چنانچہ تمام قیدی آزاد کر کے رومی رومال لے کر چلے گئے۔ اسی سال سیف الدولہ پر واسط کے امراء نے حملہ کیا۔ سیف الدولہ بھاگ کر بریدہ کے راستے بغداد جانا چاہتا تھا لیکن موصل اپنے بھائی ناصرالدولہ کے پاس پہنچا پھر وہ بھی اپنے بھائی کے خوف سے بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسری طرف تورون واسط سے بغداد پہنچا جہاں سے سیف الدولہ پہلے ہی بھاگ چکا تھا اس نوبت پر جبکہ تورون ماہ رمضان میں بغداد میں آیا تھا۔ متقی نے اسے امیر الامراء مقرر کیا، تھوڑے دنوں بعد متقی اور تورون میں نہ بنی۔ پھر تورون نے ابوجعفر بن شیرزاد کو واسط سے بغداد طلب کر کے بغداد پر قبضہ کر لیا ـــــــ اس نوبت پر متقی نے ابن حمدان کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا جو بہت بڑا لشکر لے کر آیا۔ اور ابن شیرزاد کہیں روپوش ہو گیا متقی اپنے اہل و عیال کو لے کر تکریت چلا گیا۔ ناصرالدولہ عربوں اور کردوں کا ایک لشکر لئے تورون کے قتل کے لئے آیا۔ عکبراء کے مقام پر دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی، ابن حمدان شکست کھا کر متقی کے ساتھ موصل پہنچا جہاں تورون نے ابن حمدان اور خلیفہ کو نصیبین تک بھگایا۔ اس نوبت پر خلیفہ نے مصر کے بادشاہ اخشید کو اپنی مدد کے لئے لکھا۔ اس وجہ سے بنو حمدان خلیفہ سے ملول اور تنگ دل ہو گئے۔

آخر کار خلیفہ نے تورون سے صلح کی درخواست کی جسے عہد و پیمان کے ساتھ تورون نے منظور کیا۔ اس کے بعد اخشید شاہ مصر متقی کی مدد کے لئے رقہ تک آیا تھا۔ جہاں اسے معلوم ہوا کہ تورون سے صلح ہو چکی ہے تو اسی مقام پر متقی سے مل کر اخشید نے کہا، اے امیر المومنین! میں آپ کا

غلام اور غلام زادہ ہوں ترکوں کی بیوفائیاں اور غلطیاں آپ کو معلوم ہو چکی ہیں۔ میری خواہش یہ ہے کہ اللہ کے لئے آپ میرے ساتھ مصر تشریف لے چلیں اور وہاں حکومت کریں اور اطمینان سے زندگی بسر کریں لیکن متقی نے مصر جانے سے انکار کر دیا تو اخشید واپس ہو گیا اور متقی ۴ محرم ۳۳۳ھ میں رقہ سے بغداد کی جانب روانہ ہوا تھا کہ انبار و ہیت کے مقام پر توروں استقبال کے لئے آیا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر زمین بوس ہوا متقی نے اسے کئی مرتبہ سوار ہونے کو کہا لیکن وہ متقی کے ساتھ شاہی خیمہ تک پیدل آیا۔ خلیفہ متقی جب آرام سے خیمہ میں بیٹھ گیا تو خلیفہ ابن مقلہ اور دوسرے لوگوں کو توروں نے گرفتار کر لیا پھر خلیفہ کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر اندھا کیا اور بغداد بھیج دیا اور اس سے مہر چادر اور ڈنڈا چھین لیا۔

خلافت سے دست برداری متقی باللہ کو اندھا کرنے کے بعد اس کی مہر چادر اور ڈنڈا لے کر توروں بغداد گیا اور عبداللہ ابن مکتفی کے ہاتھ بیعت کر کے اسے خلیفہ تسلیم کیا جس کا لقب مستکفی باللہ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد متقی نابینا نے بھی اپنی خلافت سے دست برداری کا اعلان کر کے بتاریخ ۲۰ محرم اور بعض کے نزدیک ماہ صفر ۳۳۳ھ میں مستکفی کو خلیفہ تسلیم کیا ــــــ اس واقعہ کو پورا ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ توروں نے وفات پائی۔

وفات خلافت سے دست برداری کے بعد متقی کو سندیہ کے سامنے والے جزیرہ میں قید کر دیا گیا جہاں پچیس سال قید رہ کر ماہ شعبان ۳۵۷ھ میں اس نے وفات پائی۔

متقی کے زمانہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ابن شیرزاد نے جو توروں کا بھتیجا تھا، بغداد پر قبضہ کرنے کے بعد مشہور بغدادی چور ابن احمدی سے معاہدہ کیا تھا کہ تم اپنا کام کرتے رہو لیکن پچیس ہزار اشرفیاں ماہانہ مجھے دیتے رہو ــــــ ابن احمدی کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کے گھروں میں مشعل و روشنی لے جاتا اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیا کرتا تھا۔ اسی زمانہ میں بغداد کا کوتوال شہر اسکورج دیلمی تھا جس نے ابن حمدون کو ۳۳۲ھ میں گرفتار کیا تھا۔

مشاہیر متقی کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا ہے۔

حضرت جنید بغدادی کے دوست ابو یعقوب نہر جوری، قاضی ابو عبداللہ محاملی، ابو بکر فرغانی صوفی، حافظ ابو العباس بن عقدہ، ابن ولاد نحوی وغیرہ

کہتے ہیں قاہر باللہ کو جب معلوم ہوا کہ گرم سلائیاں اس کی آنکھوں میں پھیری جانے والی ہیں تو اس نے کہا میں اور متقی دونوں کو اندھا کیا گیا لیکن اب تیسرے کا انتظار ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مستکفی کی آنکھوں میں بھی گرم سلائیاں گھونپی گئیں۔ . . .

٭٭٭٭٭

مستکفی باللہ

مستکفی باللہ لقب، ابوالقاسم کنیت اور عبداللہ بن مکتفی بن معتضد نام تھا، اس کی والدہ کا نام املح الناس (بڑی نمکین) تھا جو مکتفی کی داشتہ تھی۔ متقی کی خلافت سے دست برداری کے بعد مستکفی بہ عمر (۴۱) سال ماہ صفر ۳۳۳ھ میں تخت نشین خلافت ہوا۔ ـــــ

تورون جس نے مستکفی کے زمانہ میں انتقال کیا۔ وہ اپنے بھتیجہ ابوجعفر بن شیرزاد کو مستکفی کے عہد خلافت میں چھوڑ گیا۔ شیرزاد نے حکومت کی خواہش میں فوجیوں سے ساز باز کرلی۔ اور فوجی آفیسر بن گیا۔ جسے مستکفی نے خلعت بھی دیا۔ جب احمد بن بویہ بغداد آیا تو ابن شیرزاد روپوش ہو گیا۔ ابن بویہ سیدھا دربار میں آیا اور خلیفہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مستکفی نے اسے خلعت دے کر معزالدّولہ کا خطاب دیا اور اس کے بھائی علی کو عمادالدّولہ اور تیسرے بھائی حسن کو رکن الدّولہ کا خطاب دے کر سکوں پر بھی ان کا اور اپنا لقب امام حق لکھوایا۔ معزالدّولہ ابن بویہ نے سلطنت پر اچھی طرح قبضہ کر کے خلیفہ کو بھی اپنے قابو میں کر لیا۔ اور مستکفی کو پانچ ہزار درہم روزانہ تنخواہ مقرر کر کے گوشہ نشین کر دیا۔ ـــــ

ابن بویہ دیلمی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے عراق سے دیلم تک حکومت کی۔ اسی نے سب سے پہلے بغداد میں ٹیکس وصول کرنے کے لیے آدمی مقرر کیے۔ اسی نے پہلوانوں کو کشتی لڑنے پر آمادہ کیا اور تیراکی کا شوق دلایا۔ بغدادی نوجوان کشتی اور تیراکی میں ماہر ہو گئے۔ تیراکی کا یہ حال تھا کہ بغدادی تیراک اپنے ایک ہاتھ میں انگیٹھی پر پتیلی رکھے ہوئے دوسرے ہاتھ سے گوشت بھونتا اور تیرتا جاتا تھا۔ ـــــ

ماہ جمادی الثانی ۳۳۴ھ میں معزالدّولہ ایک دن دربار میں آیا جبکہ تمام درباری اپنے مرتبے کے لحاظ سے کھڑے ہوئے تھے اور مستکفی اپنے تخت خلافت پر متمکن تھا کہ دو دیلمی خلیفہ کے سامنے بڑھے خلیفہ نے اس خیال سے کہ وہ دست بوسی کرنا چاہتے ہیں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور ان دونوں نے مستکفی کے ہاتھ پکڑ کے تخت سے کھینچ اتارا پھر زمین پر ڈال کر مستکفی کے ہی عمامہ سے اسے باندھا اس کے بعد دیلمیوں نے دربار اور حرم شاہی میں لوٹ مار کی اور ایک ایک چیز لے بھاگے۔ معزالدّولہ اپنے گھر چلا گیا۔ مستکفی کو پیدل گھسیٹتے ہوئے اس کے گھر لے گئے اور اس سے وہاں پر خلافت سے دست برداری لکھوائی۔ اس کے بعد اس کی دونوں آنکھوں کو گرم لوہے کی سلاخ سے اندھا کر دیا۔ ـــــ

مستکفی کی مدت خلافت اس واقعہ تک ایک سال چار مہینے ہوئی تھی، اسی تاریخ فضل بن مقتدر

کو بلاکر خلیفہ بنایا اور اسے اپنے چچازاد بھائی مستکفی کے پاس لے گئے جس نے لوگوں کی موجودگی میں خلافت سے دست برداری کا اعلان کرکے فضل بن مقتدر کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد مستکفی کو جیل خانے بھیج دیا گیا جہاں بہ عمر چھیالیس سال ۳۳۸ھ میں اس نے انتقال کیا۔ مستکفی شیعہ تھا اور اپنی شیعیت کو ظاہر کیا کرتا تھا۔

مطیع للہ

المطیع للہ لقب، ابوالقاسم کنیت اور فضل بن مقتدر بن معتضد نام تھا۔ اس کی والدہ کا نام مشغلہ تھا جو مقتدر کی داشتہ تھی۔ مطیع للہ ۳۰۱ھ میں پیدا ہوا۔ اور مستکفی کی دست برداری کے بعد ماہ جمادی الثانی ۳۳۴ھ میں تخت نشین خلافت ہوا۔ جس کے خرچ کے لیے معزالدولہ وزیراعظم نے روزانہ سو اشرفیاں مقرر کیں۔

حالات مطیع کی خلافت کے سال اول ہی میں بغداد میں اتنی سخت گرانی ہوئی کہ لوگ مردار اور گوبر تک کھا گئے۔ اکثر مسافر راستوں ہی میں ہلاک ہوگئے۔ اکثر لوگوں نے کتوں کا گوشت کھایا اور باغات و اراضیات، دو روٹیوں کے بدلے فروخت کر دیئے۔ محتاجوں اور مفلسوں کے پاس بھنے ہوئے بچے پائے گئے۔ معزالدولہ کے لیے ایک بوری گیہوں بیس ہزار درہم میں خریدا گیا۔ دمشق میں ایک سو بیس پونڈ وزنی گیہوں کی بوری کی قیمت (۱۷) قنطار تھی۔[1]

اسی سال معزالدولہ اور ابن حمدان (ناصرالدولہ) میں جنگ ہوگئی۔ چنانچہ ناصرالدولہ کا معزالدولہ اور مطیع نے مقابلہ کیا۔ اور فتحیابی کے بعد جب معزالدولہ واپس ہوا اس وقت بھی مطیع اس کے ساتھ قیدیوں کی طرح تھا۔

اسی سال یعنی ۳۳۴ھ میں اخشید محمد بن طغج فرغانی بادشاہ مصر نے انتقال کیا۔ اخشید کے لفظی معنی ہیں شہنشاہ۔ اور یہ لقب تمام فرغانی بادشاہوں کا رہا۔ اسی طرح طبرستان کے بادشاہ کا اصبہبد، جرجانیوں کا اصول، ترکستانیوں کا خاقان، اشروسنہ کے بادشاہوں کا افشین، سمرقندیوں

---

[1] قنطار ایک پیمانہ ہے جس کے وزن مختلف ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل کا قول ہے کہ ایک قنطار مساوی ہے ایک ہزار دو سو[1200] اوقیہ کے اور ایک اوقیہ میں چالیس درہم ہوتے ہیں ۔۔۔۔ بعض کے نزدیک ایک اوقیہ برابر ہے دس سے پندرہ درہم تک ۔۔۔۔ بعض کہتے ہیں کہ قنطار دراصل (۱۰۰) پونڈ کا ہوتا ہے اور درہم ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے اور ڈاکٹری کے اوزان کے لحاظ سے درہم باون چھ ماشہ کا ہوتا ہے لیکن ایک تولہ تین ماشہ اور رقمی طور پر ¼ روپیہ یعنی ایک درہم برابر ہے موجودہ پانچ آنہ کے۔ ۔۔۔۔ از مترجم

کا سامان لقب رہا ہے۔ اخشید بڑا دلاور اور بارعب بادشاہ تھا۔ قاہر باللہ کے زمانہ سے پہلے مصر کا گورنر تھا۔ اخشید کے پاس آٹھ ہزار غلام تھے۔ جن میں سے ملک کافور بھی اسی کا غلام تھا۔

اسی سال مغربی حاکم، قائم عبیدی نے انتقال کیا جس کے بعد اس کا بیٹا اسمٰعیل منصور باللہ ولیعہد حکومت حاکم بنایا گیا۔ یہ قائم عبیدی اپنے باپ سے بھی زیادہ شریر النفس، زندیق اور ملعون تھا۔ یہ انبیاء کو گالیاں دیتا تھا اس نے اپنے مغربی ملک میں حکومت کا اعلان کرایا تھا اور اپنے اعلان کرانے والے سے رسول اکرمؐ و حضرت صدیق اکبرؓ پر علی الاعلان لعنت بھجواتا تھا ــــ اسی قائم عبیدی نے اکثر و بیشتر علماء کو اس لیے شہید کیا کہ وہ رسول اکرمؐ اور خلفائے راشدین کو اچھا کہتے تھے۔

دور مطیع کے خاص واقعات ۳۳۵ھ میں معزالدولہ نے مطیع سے نئے نئے اقرار لیے اور پہرہ برخاست کرکے اسے دارالخلافہ آنے کی اجازت دی۔

۳۳۸ھ میں معزالدولہ نے معروضہ پیش کیا کہ اجرائے احکام سلطنت میں علی ابن بویہ عماد الدولہ کو میرا شریک کار مقرر فرمادیا جائے اور میرے انتقال پر عمادالدولہ ہی مقرر رہے ــــ مطیع نے حسب منظوری کا فرمان جاری کیا۔ لیکن اسی سال عمادالدولہ کا انتقال ہوگیا۔ جس کی جگہ اس کے بھائی رکن الدولہ کو شریک کار مقرر کیا۔

۳۳۹ھ میں حجر اسود کو محفوظ مقام سے لاکر اس کے اطراف سات سو ستر و نصف درہم وزنی چاندی کا ایک حلقہ بنایا گیا اور پھر اس کو خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کردیا گیا۔

محمد نافع کا بیان ہے حجر اسود کی تنصیب سے پہلے جبکہ وہ زمین پر رکھا ہوا تھا میں نے بغور دیکھا تھا کہ اس کے سرے پر نقطہ ذراسی سیاہی تھی۔ اور باقی سب سفید تھا اور حجر اسود کا طول ایک بڑے گز کے برابر تھا۔

۳۴۱ھ میں تناسخ[1] کے ماننے والوں میں سے ایک نوجوان نے اعلان کیا کہ حضرت علیؓ کی روح اس میں داخل ہوگئی ہے۔ اس کی بیوی نے کہا حضرت فاطمہؓ کی روح اس میں حلول کر گئی ہے، نیز ایک اور آدمی نے دعویٰ کیا کہ جبرئیلؑ کی روح اس کے اندر سما گئی ہے۔ ان تینوں کو لوگوں نے زدوکوب کیا۔ چونکہ یہ تینوں خود کو خاندانِ اہل بیت سے منسوب کرتے تھے۔ اس لیے معزالدولہ نے یہ کہہ کر کہ یہ لوگ خاندان اہل بیت میں سے ہیں ان کو چھڑوادیا۔ حالانکہ درحقیقت یہ ملعون فعل، معزالدولہ ہی کے کہنے سے کیا گیا تھا۔ ــــ

[1] تناسخ کے معنی یہ ہیں کہ اس دنیا کے اعمال کی جزا و سزا اسی دنیا میں تبدیلی اجسام پر ہوا کرتی ہے اور اسی تناسخ کو ہندی زبان میں "آواگون" کہتے ہیں۔

اسی سال منصوریہ کا بادشاہ منصوری عبیدی فوت ہوا۔ جس کی جگہ اس کا فرزند اکبر، سعد جس کا لقب معز لدین اللہ تھا بادشاہ ہوا، جس نے قاہرہ[1] آباد کیا۔ اور اس کے والد منصور نے منصورہ آباد کیا تھا۔ منصور نیک سیرت تھا، اس نے اپنے والد کے زمانہ کے مظلوموں کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیا۔ اسی وجہ سے رعایا اس کو عزیز رکھتی تھی۔ نیز اس کے فرزند سعد کو بھی پسند کرتی تھی کیونکہ یہ بھی خوش خلق تھا اور پورا مغربی علاقہ اس کے قبضہ میں آگیا تھا۔ ـــــــ

۳۴۳ھ میں شاہ خراسان نے اپنے ملک میں خلیفۃ المسلمین مطیع للہ کا نام خطبوں میں پڑھوایا حالانکہ اس سے پہلے کسی خلیفہ کا نام خطبہ میں نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اس مسرت پر مطیع نے شاہ خراسان کو پرچم اور خلعت روانہ کیا ـــــــ

زلزلے | ۳۴۴ھ میں مصر کے اندر شدید زلزلہ آیا جو مسلسل تین گھنٹہ تک رہا جس کے صدمہ سے ہزاروں مکانات منہدم ہوگئے اور لوگ گھبراہٹ کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ۳۴۶ھ میں بمقام مصر اسی گز پانی اتر گیا اور سمندر میں سے پہاڑ، جزیرے اور دوسری بے شمار چیزیں دکھائی دینے لگیں، رے اور اس کے قریب وجوار میں سخت زلزلے آتے، شہر طالقان زمین میں دھنس گیا، جس کے صرف تقریباً (۳۰) آدمی زندہ بچے، رے کے ڈیڑھ سو مواضعات بھی زمین میں دھنس گئے، حلوان کے اکثر علاقے بھی زمین میں اتر گئے، زمین کے پھٹنے سے مردوں کی ہڈیاں باہر آگئیں اور شگافوں میں سے پانی کے فوارے نکلنے لگے۔ رے کا ایک پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگیا۔ ایک گاؤں کا گاؤں آسمان میں معلق ہوگیا پھر دوپہر کے بعد زمین پر گر کر زمین کے اندر دھنس گیا۔ زمین میں بڑے بڑے شگاف پڑگئے جس میں سے سڑا بدبودار پانی ابلنے لگا۔ بعض شگافوں سے بہت زیادہ دھواں نکلتا تھا ـــــــ

۳۴۷ھ میں بمقام قم، حلوان اور رجبال پر سخت زلزلہ آیا جس سے بے انتہا مخلوق تباہ وہلاک ہوئی۔ اور اس زلزلہ کے بعد ہی ٹڈی دل آئے جو تمام باغات واجناس تک کو صاف کرگئے ـــــــ

۳۵۰ھ میں معز الدولہ نے بغداد میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کرایا جس کی بنیاد (۳۶) گز نیچی تھی۔ ـــــــ

مجبوریاں | اسی سال ۳۵۰ھ میں معز الدولہ نے ابوالعباس عبداللہ بن حسن بن شوارب کو خلیفہ مطیع للہ کی موجودگی میں قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ قاضی صاحب جب معز الدولہ سے خلعت لے کر روانہ ہوئے

---

[1] قاہرہ اندرون مصر کا بڑا ریڈیو اسٹیشن اور دار الحکومت ہے۔

تو ان کے آگے جھانج اور نفیری بج رہی تھی اور ایک فوج بھی اردلی میں تھی۔ دیگر شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی لکھی گئی کہ معزالدّولہ کو ابوالعباس قاضی دو لاکھ درہم سالانہ دیا کرے گا۔ خلیفہ وقت مطیع للّٰد نے اس شرط کو باطل ٹھہرانا چاہا لیکن معزالدّولہ کے حکم سے یہ شرط لکھی گئی۔ البتہ مطیع للّٰد نے اتنا کیا کہ اس قاضی کو کبھی اپنے پاس آنے نہ دیا ـــــــ

معزالدّولہ نے اپنے زمانہ میں پولیس و فوج وغیرہ کے علاوہ خفیہ پولیس بھی اپنے ہی قبضہ میں رکھی تھی۔ اس کے زمانہ سے بغداد میں روز افزوں زوال آتا رہا۔ اور اس کے مظالم کو اللہ تعالیٰ نے معاف نہیں کیا ـــــــ

اسی سال رومیوں نے جزیرہ اقریطس مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا جسے مسلمانوں نے ۲۳۰ھ میں بزور شمشیر حاصل کیا تھا ـــــــ اسی سال حاکم اسپین ناصر دین اللہ نے انتقال کیا۔ جس کے بعد اس کا فرزند حاکم بنایا گیا ـــــــ

۳۵۱ھ میں شیعوں نے مساجد کے دروازوں پر لکھا: امیر معاویہؓ پر لعنت، حضرت فاطمہؓ کا حق باغ فدک غصب کرنے والے پر لعنت، امام حسنؓ کو رسول اللہؐ کے پاس دفن کی اجازت نہ دینے والے پر لعنت، ابوذرؓ کے نکالنے والے پر لعنت، لیکن یہ پوری عبارت رات کے وقت کسی نے مٹادی تو دوسرے دن صبح کو پھر یہی عبارت معزالدّولہ نے لکھوانا چاہی۔ جس پر وزیر مہلبی نے کہا مٹی ہوئی عبارت کے بجائے یہ لکھو دیجئے کہ آل رسول پر ظلم کرنے والوں پر لعنت، اور امیر معاویہؓ پر لعنت لکھوا سکتے ہیں۔ چنانچہ معزالدّولہ نے یہی عبارت دوبارہ دوسہ بارہ لکھوائی۔

ماتم و بدعت | ۳۵۲ھ میں دسویں محرم کو معزالدّولہ نے بازار بند کرائے، نانبائیوں کو روٹی وغیرہ پکانے کی ممانعت کی، بازار میں لکڑیوں کے گول ڈھانچہ بنواتے اور ان پر موٹے کپڑے چڑھائے۔ خواتین سے جن کے بال کھلے ہوئے تھے سڑکوں پر ماتم حسین کرایا ـــــــ بغداد میں یہ وہ پہلا دن تھا جبکہ اس طرح نوحہ وزاری کرائی گئی اور اس انداز سے عشرہ منایا گیا۔ اور پھر یہ بدعت برسوں تک جاری رہی ـــــــ پھر اسی سال ۱۲ رذی الحجہ کو عید خم غدیر اس طرح منائی گئی کہ خوب باجے بجائے گئے[1]

جڑواں بھائی بہن | ۳۵۲ھ میں ایک پادری ملک آرمینیہ سے جڑواں بھائی بہن لے کر ناصرالدّولہ

---

[1] عید خم ایک موضع ہے جو مکہ مدینہ کے درمیان جحفہ کے پاس ہے۔ جہاں رسول اکرمؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا ـــــــ کا مولا ہوں علیؓ بھی اس کے مولا ہیں ـــــــ اور عربی زبان میں مولا کے معنی ہیں آقا، غلام، دوست، ساتھی، داماد، کارکن وغیرہ۔ از مترجم

ابن حمدان کے پاس آیا ان دونوں کی عمر تقریباً پچیس سال کی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں کے پہلو جڑے ہوئے تھے۔ لیکن دونوں کے پیٹ ناف و معدہ الگ الگ تھے۔ مختلف اوقات میں یہ کھاتے پیتے اور پیشاب کرتے تھے۔ ہر ایک کے دو ہاتھ دو کلائیاں دو رانیں دو پنڈلیاں تھیں۔ ان میں سے ایک عورت نظر آتی اور دوسرا مرد جس کے داڑھی مونچھ نہ تھی۔ ایک مر گیا اور دوسرا زندہ رہا۔ مردے میں سے بدبو آنے لگی۔ تو ناصر الدولہ نے حکیموں کو جمع کیا۔ لیکن وہ مردے کو زندہ سے الگ نہ کر سکے۔ اس کے بعد مردے کی بدبو سے زندہ بھی مر گیا۔

۳۵۲ھ میں سیف الدولہ کے لیے ایک عالی شان بلند خیمہ بنایا گیا جس کے ڈنڈوں کی اونچائی پچاس پچاس گز تھی۔

۳۵۴ھ میں معزالدولہ کی بہن نے انتقال کیا۔ خلیفہ وقت مطیع اس کے جنازے اور تعزیت میں شرکت کے لیے معزالدولہ کے گھر گیا، لیکن معزالدولہ نے خلیفہ کو شرکت جنازہ کی اجازت نہ دی اور کئی مرتبہ زمین چومی، اس کے بعد خلیفہ اپنے گھر لوٹ گیا ——— اسی سال یعقوب بادشاہِ روم نے قیساریہ شہر آباد کیا جو مسلمانوں کی آبادیوں کے قریب تھا اور اس میں شاہِ روم اس لیے ٹھہراتا کہ ہر وقت اسلامی حالات معلوم کر سکے۔

۳۵۶ھ میں معزالدولہ فوت ہوا اور اس کی بجائے اُس کے فرزند بختیار نے سلطنت کا کاروبار سنبھالا جسے خلیفہ مطیع نے عزالدولہ کا خطاب دیا۔

شیعہ حکومت | ۳۵۷ھ میں دمشق پر قرامطی قابض ہوئے چنانچہ اسی سال کسی شامی یا مصری کو حج کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ——— پھر اسی سال قرمطیوں نے مصر پر قبضہ کرنا چاہا تھا لیکن ان سے پہلے ہی عبیدیوں نے مصر پہ تسلّط جما لیا۔ اور رافضیوں کی حکومت ممالک غربیہ مصر، عراق وغیرہ میں قائم ہوگئی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کافور اخشیدی حاکم مصر کے انتقال کے بعد ملک کے نظم و نسق میں خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ فوجیوں کو تنخواہوں ملنا مشکل ہوگئیں۔ اس نوبت پر چند مصریوں نے معزالدولہ کو لکھا کہ آپ فوجی قوت کے ساتھ یہاں غلبہ حاصل کر لیجئے چنانچہ معزالدولہ نے اپنے غلام جوہر کو ایک لاکھ فوج کے ساتھ مصر روانہ کیا جو مصر پہ قبضہ کرنے کے بعد اس مقام پر ٹھہرا جہاں آج کل قاہرہ شہر ہے۔ اس جگہ کو پسند کر کے اُس نے معزالدولہ کے لیے ایک محل تعمیر کرایا جو ان دنوں "قصرین" کے نام سے مشہور ہے۔ بنو عباس کا نام خطبوں میں سے نکال دیا اور سیاہ لباس پہننے کی ممانعت کر کے خطیبوں کو سفید لباس پہننے کا حکم دیا اور ساتھ ہی خطبہ میں

یہ عبارت پڑھنے کا حکم دیا: ـــــ اللھم صل علی محمد و علی علی المرتضیٰ و علی فاطمۃ البتول و علی الحسن والحسین سبط الرسول و علی آباء امیر المومنین المعز باللہ ـــــ یہ تمام واقعات ماہ شعبان ۳۵۸ھ میں ہوئے۔

ماہ ربیع الثانی ۳۵۹ھ میں بمقام مصر اذان میں یہ الفاظ بڑھائے گئے: "حیّ علی خیر العمل" اسی سال جامع ازہر مصر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اور رمضان ۳۶۱ھ تک اس کی عمارت مکمل طور پر تیار ہو گئی ـــــ

اسی سال ۳۵۹ھ میں بمقام عراق آسمان سے ایک بڑا ستارہ ٹوٹ کر گرا جس سے پوری دنیا جگمگا اٹھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب کی تیز شعاعیں عکس ریزی کر رہی ہیں۔ اس ستارے کے ٹوٹتے وقت بجلی کی سخت کڑک جیسی آواز بھی آئی تھی۔

۳۶۰ھ میں بمقام دمشق بہ حکم جعفر بن فلاح نائب حکومت اذان میں "حیّ علی خیر العمل" کہا جانے لگا۔ جس کی مخالفت کی کوئی جرأت نہ کر سکا ـــــ

۳۶۲ھ میں سلطان بختیار اور مطیع کے درمیان چپقلش ہوئی۔ جس پر مطیع نے کہا۔ اگر خطبہ میں میرا نام نہ لیا جائے تو میری عزت نہ رہے گی۔ اور اگر تم یہی پسند کرتے ہو تو میں گوشہ نشین بن جاتا ہوں۔ غرضیکہ سلطان بختیار نے مطیع کی تنخواہ بند کر دی تو مطیع نے اسباب خانہ داری اور کپڑے وغیرہ چار لاکھ درہم میں فروخت کر دیئے ـــــ اس بنا پر لوگ کہنے لگے خلیفہ قلاش ہو گیا ـــــ

اسی سال سلطان بختیار کا ایک غلام قتل کیا گیا۔ جس کا بدلہ لینے کے لیے وزیر ابو الفضل شیرازی نے بغداد میں اس طرح آگ لگوائی جیسے لوہار کی بھٹی سے چاروں طرف چنگاریاں برستی ہیں۔ چنانچہ بغداد میں یہ ہیبت ناک آگ اس طرح بڑھتی رہی کہ شہر بھر کے انسان و جانور ہلاک ہو گئے۔ اسی آگ میں وزیر ابو الفضل شیرازی بھی جل گیا اور دولت و سامان و مکانات و حمام تک جل کر خاکستر ہو گئے۔ ایسی آتش زنی کبھی دیکھی نہیں گئی۔

اسی سال کے ماہ رمضان میں سلطان بختیار عز باللہ اپنے آباؤ اجداد کے تابوت لے کر مصر چلا گیا۔

ایک شہر میں کئی قاضی ۳۶۳ھ میں مطیع نے ابو الحسن محمد بن ام شیبان ہاشمی کو ان کے انکار کے باوجود قاضی مقرر کیا اور دیگر شروط کے منجملہ حسب ذیل شرطیں لکھوائیں۔ قضاءت کی تنخواہ نہ لیں گے، خلعت و تحائف قبول نہ کریں گے، خلاف شریعت کوئی سفارش نہ سنیں گے، اور ان قاضی صاحب کے پیشکار و میر منشی کی تین سو، دربان کی ڈیڑھ سو، تعمیل کنندہ کی سو اور خزانچی وغیرہ کی سات سو

ماہوار تنخواہ مقرر کی۔ علاوہ ازیں خدمت قضاءت پر تقرر کرتے وقت یہ حکم جاری کیا۔

منجانب عبد اللہ الفضل المطیع للہ امیر المومنین
بخدمت محمد بن صالح ہاشمی } مقدامہ شرائط تقرر قاضی

اس تحریر کے لحاظ سے آپ کا خدمت قضاءت پر تقرر کیا جاتا ہے: مدینۃ السلام، منصورہ مشرقی ومغربی شہر، کوفہ، دریائے فرات سے سیراب ہونے والے مقامات، واسط، کرخ، مقامات تحت فرات و دجلہ، خراسان، حلوان، قرمی سین، ربیعہ، دیار بکر، موصل، حرمین، یمن، دمشق، حمص، جند قنسرین، عوام، مصر اور اس کے تحتی علاقہ جات، اسکندریہ، فلسطین، اردن، کوفہ اور دریائے فرات سے سیراب ہونے والا علاقہ نیز وہ تمام علاقہ جو عباسیوں کے تسلّط میں ہے۔ ان تمام مقامات کے گورنروں، حکّام، اُمراء اور قاضیوں وغیرہ کے حالات معلوم کریں گے، اور مملکت کے چپہ چپہ کے حالات سے باخبر رہیں گے، ان کے اجرائی کار کی نگرانی کرتے ہوئے مفید مشورے دیں گے، ان کی ہر طرح راہنمائی کریں گے اور بروقت ضرورت ان کی بداعتدالیوں وغیرہ پر سرزنش بھی کریں گے۔ اور اس طرح کام لیں گے کہ برائیاں دور ہو کر سب میں ہر طرح کی اچھائیاں جلوہ گر نظر آئیں اور رعام خاص آرام سے زندگی بسر کریں، رعایا پر شفقت و مہربانی کی جاتی رہے، آپ ایسے اشخاص کا تقرر بھی کر سکیں گے جو کہ عالم گوشہ نشین ہوں، جن سے شرافت ظاہر ہوتی ہو اور پاکدامنی، امانت، دیانت، تقویٰ، پرہیزگاری، علم و عمل صالح، دانشمندی، بردباری، نیکی ہو، گندگی اور میلے کچیلے لباس پہننے سے احتراز کریں، سفید پوش خوش اخلاق اور دل صاف ہوں، مصالح دنیاوی کے عالم، عقبیٰ میں خلل ڈالنے والے امور سے واقف ہوں، خوف الٰہی کے حامل، اور دوسروں کو اللہ کا خوف دلانے والے ہوں، احکام الٰہی پر کاربند ہوں، اور اسی کے موافق لوگوں کی رہبری کرتے ہوں۔ سنّت نبویؐ کے مکمل فرمانبردار، خلفائے راشدین کے پیرو اور ائمہ کی اتباع کرتے ہوں، جب کوئی مسئلہ قرآن کریم، حدیث نبویؐ اور اجماع امت سے نہ مل سکے تو علم کے لحاظ سے اجتہاد کر سکتے ہوں، بہرحال فریقین کے درمیان عدل و انصاف سے کام کریں، دونوں فریقین کو برابر سمجھیں، کسی سے رو رعایت نہ کریں، اور اس طرح کام انجام دیں کہ کمزور و ضعیف ان حاکم سے خوف نہ کریں اور مالدار دولتمند ان حاکم کو اپنا نہ بنا سکیں۔

علاوہ ازیں آپ اپنے ماتحتین کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں تاکہ ماتحتین خوش دلی کے

ساتھ اپنے فرائض عمدہ طور سے انجام دیتے رہیں اور غلطیوں کا ازالہ بھی ہو سکے۔ فن دان اور تاجروں وغیرہ کے ساتھ مروت کا سلوک کیا جاتے وغیرہ وغیرہ ——— یہ ایک بڑا حکمنامہ تعزرہے۔

مختصر یہ کہ خلفاتے گذشتہ ایک قاضی القضاۃ کا تقرر کرتے تھے جو دار الخلافہ میں رہتا تھا اور وہی اپنی طرف سے نائب مقرر کرتا جسے قاضی کہتے تھے۔ مقرر کردہ شخص کے علاوہ کوئی دوسرا شخص قاضی القضاۃ یا قاضی نہیں کہلاتا تھا۔ لیکن آہ! اب ایک ایک شہر میں کئی کئی قاضی ہیں اور ہر ایک خود کو قاضی القضاۃ کہتا ہے۔ حالانکہ بعض موجود قاضی القضاۃ کے تحت کوئی بھی قاضی نہیں۔ وہ خود ہی سب کچھ بنے بیٹھے ہیں۔ زمانہ قدیم میں قاضی القضاۃ ایک عظیم الشان ذمہ دارانہ عہدہ تھا۔ اس کا حکم خلیفہ کے فرمان پر مقدم سمجھا جاتا تھا ———

فالج | ۳۶۳ھ میں مطیع کو فالج ہوا جس سے زبان گنگ ہوگئی۔ سلطان بختیار عزالدولہ وزیراعظم نے اپنے ملازم خاص سبکتگین کے ذریعہ خلیفہ مطیع کو کہلا بھیجا مناسب یہ ہے کہ اپنی جگہ اپنے فرزند طائع للّٰہ کو خلیفہ بنا دیجئے۔ چنانچہ مطیع نے اپنی خلافت سے دستبردار ہو کر اپنے فرزند طائع للّٰہ کو بدھ کے دن بتاریخ ۲۳ر ذی قعدہ ۳۶۳ھ خلیفہ بنایا۔ مطیع للّٰہ نے (۲۹) سال اور پانچ ماہ خلافت کی۔ بوقت دستبرداری خلافت قاضی بن اُم شیبان بھی موجود تھے۔ غرضکہ مطیع نے دستبرداری خلافت کے بعد شیخ الفاضل کا لقب اختیار کیا ———

ذہبی کا بیان ہے کہ مطیع اور اس کا فرزند طائع للّٰہ دونوں، بن بُویہ کے سامنے عاجز ہوگئے تھے۔ امور خلافت زوال پذیر ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ مقتفی للّٰہ نے اپنے زمانہ خلافت میں سلطنت کے حالات کچھ درست کیے۔ اور مصر میں بنو عُبید رافضیوں کی حکومت عروج پر رہی۔ ان کا بول بالا رہا۔ ان کی مملکت کی ارتقائی حالت بالکل ویسی ہی تھی جیسے بنو عباس اپنے زمانہ میں صاحب عزت و شان تھے۔

انتقال | مطیع اپنے بیٹے طائع کو لے کر واسط گیا۔ جہاں مطیع نے بماہ محرم ۳۶۴ھ میں انتقال کیا۔ ابن شاہین کا بیان ہے۔ مطیع نے برضا و رغبت خود دستبرداری کی۔ اور یہی میرے نزدیک بھی صحیح ہے ———

خطیب نے محمد بن یوسف وغیرہ کے ذریعہ احمد کی زبانی لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے جس کے دوست مر جاتے ہیں تو وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

مشاہیر | مطیع للّٰہ کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل مشہور لوگوں نے انتقال کیا:

مذہب حنابلہ کے استاد خرقی، ابو بکر شبلی صوفی، امام شافعیہ ابن قاضی، ابو رجا اسوانی

ابوبکر صولی، ہیثم بن کلیب شاشی، ابوطیب صعلوکی، ابوجعفر نحاس نحوی، ابونصر فارابی، امام شافعیہ ابواسحاق مروزی، ابوقاسم زجاجی نحوی، شیخ حنفیہ علامہ کرخی، مصنف المجالستہ علامہ دینوری ابوبکر ضبعی، قاضی ابوالقاسم تنوخی، ابن حداد صاحب فروع، زبردست شافعی، ابوعلی بن ابوہریرہ، ابوعمر زاہد، مصنف مروج الذہب علامہ مسعودی، ابن درستویہ، ابوعلی طبری، وہ پہلی شخصیت جس نے مخالفت کو نکال پھینکا، تاریخ مکہ کے مؤلف علامہ فاکہی، مشہور شاعر متنبی، ابن حبان محدث، امام مالکیہ علامہ ابن شعبان، ابوعلی قالی، ابوالفرج مصنف آغانی وغیرہ۔

طائع لِللّٰہ

طائع لِللّٰہ لقب، ابوبکر کنیت اور عبدالکریم بن مطیع بن مقتدر بن معتضد نام تھا۔ اس کی والدہ کا نام ہزار تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ عتب تھا جو مطیع لِللّٰہ کی داشتہ تھی۔

تخت نشینی طائع لِللّٰہ کو بہ عمر (۴۳) سال اس کے والد مطیع لِللّٰہ نے بتاریخ ۲۳ ذیقعدہ ۳۶۳ھ تخت نشین خلافت کیا —— طائع نے خلیفہ ہونے کے دوسرے دن چادر خلافت زیب تن کرکے شاہانہ جلوس نکالا اور سبکتگین کو خلعت و پرچم و نصر الدولہ کا خطاب عنایت کیا۔ سبکتگین ہمیشہ خلیفہ کے سامنے حاضر رہتا اور اس کے آگے آگے چلا کرتا تھا۔

دورِ طائع کی خاص باتیں عزالدولہ و سبکتگین کے درمیان کچھ نزاع ہوگئی، سبکتگین نے ترکوں کو ہم نوا کر لیا —— اور عرصہ تک ان دونوں کی جنگ ہوتی رہی۔

اسی سال ماہ ذی الحجہ میں بمقام حرمین، المعز عبیدی کا نام خطبہ میں پڑھایا گیا ——

۳۶۴ھ میں عضد الدولہ بغرض امداد عزالدولہ، بغداد آیا تاکہ سبکتگین کا مقابلہ کرے۔ لیکن حکومت کرنے کے لیے بغداد اُسے بہت پسند آیا۔ چنانچہ شاہی فوج کو اس نے اپنا لیا۔ فوجیوں نے عزالدولہ پر چڑھائی کی۔ جس نے محل میں گھس کر دروازے بند کرا لیے۔ اس کے بعد نے منجانب طائع لِللّٰہ فرمان جاری کیا کہ عزالدولہ کے بجائے عضد الدولہ کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے ان دونوں کے درمیان رنجش اور زیادہ ہوگئی —— اور چونکہ عضد الدولہ نے پوری پوری قوت حاصل کر لی تھی۔ اس وجہ سے ۲۰ جمادی الثانی سے ۱۰ رجب ۳۶۴ھ تک بغداد وغیرہ کے کسی مقام پر بھی طائع لِللّٰہ خلیفہ وقت کا نام خطبوں میں نہیں پڑھایا گیا —— اس کے بعد رافضی

حد سے بڑھ گئے اور عبیدیوں کی طاقت وقوت کا یہ اثر ہوا کہ مصر، شام اور مشرق ومغرب وغیرہ میں رافضیوں کا شور مچ گیا اور ان مقامات میں سے کہیں بھی نماز تراویح نہیں پڑھی جا سکی۔

۳۶۵ھ میں رکن الدولہ بن بویہ نے اپنے مقبوضہ ممالک اپنی اولاد میں تقسیم کیے۔ عضد الدولہ کو فارس وکرمان، مؤید الدولہ کو رے واصبہان اور فخر الدولہ کو ہمدان و دینور دیئے۔

اسی سال ماہ رجب میں قاضی القضاۃ ابن معروف نے محل شاہی کے اندر مقدمات کے تصفیہ کرنا شروع کیے اور عز الدولہ سے التماس کی کہ وہ اپنے دفتر قضاۃ کا معائنہ کرکے کہ کس طرح فیصلے صادر کیے جا رہے ہیں۔ اس سال عضد الدولہ اور عز الدولہ کے درمیان پھر زبردست جنگ ہوئی۔ عز الدولہ کا ایک ترکی غلام عضد الدولہ کے ہاتھوں قید ہوا۔ چونکہ یہ ترکی غلام عز الدولہ کو بڑا محبوب تھا اس لیے اس کے غم میں کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اور ہر وقت گریہ وزاری کرنے لگا۔ لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ اور مسند نشین میں بیٹھنا تک چھوڑ دیا۔ پھر اسی عالت میں عضد الدولہ سے بہ صد عاجزی التماس و درخواست کی کہ میرا غلام واپس کر دیا جائے — عضد الدولہ نے اس تمنا پر مطلق توجہ نہ کرتے ہوئے صاف انکار کر دیا۔ اس واقعہ پر رعایا وغیرہ سب نے عز الدولہ کا خوب مذاق اڑایا۔ آخر کار عز الدولہ نے اپنی دو باندیاں (جن میں سے ایک کو ایک لاکھ اشرفیوں میں خریدا تھا) اپنے قاصد کے ذریعہ عضد الدولہ کے پاس روانہ کیں اور قاصد سے کہہ دیا کہ ترکی غلام کے عوض عضد الدولہ جو مانگے وہ دے دوں گا۔ اور پوری مملکت دینے سے بھی گریز نہ کروں گا — غرضکہ عضد الدولہ نے وہ ترکی غلام واپس کر دیا۔

۳۶۵ھ ہی وہ سال تھا جس میں عز الدولہ کے بجائے عضد الدولہ کا نام خطبوں میں پڑھا گیا۔

اسی سال شاہ مصر المعز لدین اللہ عبیدی نے انتقال کیا۔ یہ المعز پہلا عبیدی تھا جو بادشاہ ہوا۔ اور عبیدی بادشاہوں کا سرخیل بنا۔ المعز کے انتقال کے بعد اس کا فرزند نزار تخت نشین ہوا جسے "عزیز" کا لقب دیا گیا۔

۳۶۶ھ میں المستنصر باللہ الحکم بن الناصر لدین اللہ اموی، بادشاہ اسپین نے انتقال کیا جس کی بجائے اس کا فرزند ہشام المؤید باللہ تخت نشین ہوا۔

۳۶۷ھ میں عضد الدولہ اور عز الدولہ کی پھر جنگ ہوئی اور اس جنگ میں عز الدولہ قید کر کے قتل کیا گیا۔ اس کے بعد طائع نے عضد الدولہ کو خلعت، جواہر دار تاج اور کنگن عنایت کرکے شمشیر اس کی گردن میں حمائل کی اور ساتھ ہی دو پرچم دیئے جن میں سے ایک چاندی کا تھا جو امراء کو دیا جاتا تھا اور دوسرا

سونے کا تھا جو ولیعہد کو دیا جاتا تھا۔ اور اسی کے ساتھ ایک فرمان بھی حوالہ کیا جس میں تحریر تھا کہ میرے بعد تم ہی ولیعہد ہو ــــــــ جب یہ فرمان پڑھ کر سنایا گیا تو لوگ انگشت بدنداں رہ گئے کیونکہ ولیعہد ہمیشہ بیٹے یا کسی رشتہ دار کو بنایا جاتا تھا ــــــــ

۳۶۸ھ میں طائع نے حکم دیا کہ صبح، مغرب اور عشاء کے وقت عضدالدولہ کے مکان پر نوبت بجائی جائے اور خطیب برسرِ منبر ہمارے بجائے عضدالدولہ کا نام خطبہ میں پڑھا کریں۔

ابن جوزی کا بیان ہے خلیفہ کی موجودگی میں کسی دوسرے کے لیے نوبت سازی اور خطبہ میں نام پڑھنا کبھی بھی دستور نہیں رہا ــــــــ ایک مرتبہ معزالدولہ نے مدینۃ السّلام میں اپنے گھر پر نوبت بجوانے کی خواہش کی تھی تو خلیفہ طائع نے صاف انکار کر دیا تھا۔ لیکن عضدالدولہ کے ساتھ ان تمام مراعات کی وجہ سے خلافت میں روز افزوں زوال نمودار ہوتا رہا ــــــــ

۳۶۹ھ میں بادشاہ مصر کے قاصد نے آکر کہا عضدالدولہ کو تاج الملت کا لقب دیا جائے اور تاج پہننے کی اجازت دی جائے۔ جس کی طائع نے فوراً منظوری دے دی۔ ایک دن طائع نے دربار سجوایا اور ایک سو فوجی شمشیر برہنہ لیے اس کے اطراف کھڑے ہوئے۔ حضرت عثمان غنی رضؓ کا قرآن کریم اپنے ہاتھ میں لیا۔ اپنے کندھے پر چادر شاہی رکھی، ہاتھ میں شاہی عصا لیا اور گردن میں رسول اللہ کی شمشیر حمائل کی اور اپنے سامنے پردہ گروالیا۔ اور عضدالدولہ کو طلب کیا۔ نیز حکم دیا کہ عضدالدولہ کی حاضری کے بعد یہ پردہ اٹھایا جائے اور اس وقت تمام درباری و فوجی وغیرہ ہمارے سامنے ہوں۔ اور اپنے اپنے مرتبے کے موافق دو رویہ کھڑے رہیں ــــــــ جب عضدالدولہ آگیا تو پردہ اٹھایا گیا۔ عضدالدولہ نے آگے بڑھ کر زمین بوسی کی۔ دربار کی زیب و زینت اور فوج وغیرہ کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوا۔ طائع نے کہا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ عضدالدولہ نے کہا واقعی آپ اللہ تعالیٰ کے زمینی خلیفہ ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر سات مرتبہ زمین بوسی کی۔ اس پر طائع نے اپنے ملازم خاص سے کہا انھیں آگے لاؤ۔ چنانچہ عضدالدولہ نے اور آگے بڑھ کر دو مرتبہ زمین بوسی کی۔ طائع نے کہا اور آگے عضدالدولہ نے اور آگے بڑھ کر قدم بوسی کی۔ طائع نے کہا ادھر آؤ۔ عضدالدولہ آگے بڑھا۔ پھر طائع کے کئی مرتبہ اصرار کے بعد اس کرسی پر جو شاہی نشست کے برابر تھی عضدالدولہ نے بوسہ دیا پھر قسم دینے پر بہ تعمیل حکم شاہی کرسی کے کنارہ پر بیٹھ گیا ــــــــ اس کے بعد طائع نے عضدالدولہ سے کہا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے رعیت پروری وغیرہ اور مشرق سے مغرب تک کے ممالک پر قبضہ دیا ہے یہ سب تمہارے قبضہ و تصرف میں دیتا ہوں۔ البتہ میری ذات اور خصوصی سامان اس سے مستثنیٰ ہے۔ تم قبول کرو۔ اللہ تعالیٰ کے

احکام کی فرمانبرداری کرتے ہوئے امور خلافت انجام دینا شروع کرو ——— اس کے بعد طائع نے سب کے سامنے اپنی خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا اور اپنے محل میں چلا گیا ———

میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں۔ طائع للہ نے اس طرح خلافت میں ضعف پیدا کیا اور یہی وہ پہلا خلیفہ ہے جس کے زمانہ میں امور خلافت میں اسی قسم کی بیحد کمزوریاں پیدا کی گئیں ورنہ اس سے پہلے کبھی اس قسم کی کمزوری پیدا کرنے کا کسی کو خیال تک نہیں ہوا تھا ——— اور ہمارے موجودہ زمانہ کی حالت یہ ہے کہ وزیر اعظم کو ہر ماہ کے شروع میں خلیفہ مملکت خود آکر مبارکبادیاں دیتا ہے۔ اکثر اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ وزیر اعظم کے اجلاس میں خلیفہ وقت آتا ہے تو اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی وہ کسی نہ کسی مقام پر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کے مرتبہ کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔ وہ عوام کی مانند بیٹھتا اور عوام کی مانند مجلس سے اٹھ جاتا ہے اور وزیر اعظم اجلاس کرتا رہتا ہے ——— مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا کہ وزیر اعظم اشرف برسباری اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے جب مقام آمد پہنچا تو خلیفہ وقت بھی دربانوں کی مانند اس کے آگے آگے ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ تمام شان و شوکت اور ہیبت و عزت وزیر اعظم کی تھی۔ اور خلیفہ وقت ایک شہری رئیس معلوم ہوتا تھا جو صرف ملازمین کی طرح ساتھ ہو ———

۳٦٧ھ میں عضد الدولہ ہمدان سے بغداد آیا جہاں طائع نے اس کا استقبال کیا۔ حالانکہ شاہی طور طریق یہ تھا کہ بادشاہ اپنے کسی ماتحت کا استقبال نہیں کیا کرتا تھا ——— عضد الدولہ کی بیٹی کے انتقال پر طائع خود معضد الدولہ کے محل پر گیا جہاں معضد الدولہ نے طائع کی عزت کی ——— اور اکثر اوقات یہ بھی ہوا کہ عضد الدولہ نے اپنے ملازم کے ذریعہ طائع کو طلب کیا تو طائع بلا تاخیر اس کے پاس فوراً پہنچ گیا۔

۳٧۲ھ میں عضد الدولہ کا انتقال ہوا تو طائع نے اس کے بھائی صمصام الدولہ کو وزیر اعظم بنا کر شمس الملت کا خطاب دیا۔ سات خلعتیں اور دو پرچم عنایت کیے۔

۳٧۳ھ میں عضد الدولہ کا دوسرا بھائی مؤید الدولہ بھی فوت ہوا۔

۳٧۵ھ میں شمس الملت نے ارادہ کیا کہ بغداد کی مصنوعات پارچہ پر ٹیکس عائد کرے۔ یہ وہ کپڑے تھے جس میں ریشم و سوت کی آمیزش ہوتی تھی اور اس ٹیکس سے تقریباً ایک کروڑ کی سالانہ آمدنی ہونے کی توقع تھی ——— اس اطلاع پر رعایا، جامع مسجد منصور میں جمع ہوئی اور انھوں نے مصمم ارادہ کیا کہ شمس الملت وغیرہ کو یہاں نماز جمعہ نہیں پڑھنے دیں گے۔ نیز شہر بھر میں غم و غصہ کا اظہار اور فتنہ و فساد

کا امکان تھا۔ اس لیے یہ ٹیکس عائد نہ ہو سکا۔

۳۷۶ھ میں شرف الدولہ نے اپنے بھائی صمصام الدولہ پر حملہ کیا۔ اور فتحیابی کے بعد صمصام الدولہ کی آنکھیں نکلوا کر اس کی دولت پر بھی قبضہ کر لیا۔ پھر شرف الدولہ کی بغداد میں آمد پر طائع نے خود بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور تاج شاہی پہنا کر اس کی وزارت کا مکرر اعلان کرایا اور پھر یہ سب کچھ اپنے کانوں سنتا اور اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا ——

۳۷۸ھ میں شرف الدولہ نے ایک رصدگاہ بنوائی جس سے ستاروں کی گردش اس طرح معلوم کی جیسے مامون الرشید کا طریقہ عمل تھا۔ اسی سال بغداد میں سخت قحط پڑا جس کی وجہ سے اکثر لوگ بھوکوں مر گئے۔ اسی سال بصرہ میں سخت ترین گرمی پڑی۔ خوب لو چلی، زبردست آندھیاں آئیں۔ اور دریائے دجلہ ایسا خشک ہوا کہ زمین دکھائی دینے لگی۔ ڈوبی ہوئی کشتیاں جو اندھی ہو گئی تھی وہ صاف نظر پڑیں اور سرزمین جو حتمی میں دریائی جانور سوکھ کر زمین پر پڑے ہوئے پائے گئے۔

۳۷۹ھ میں شرف الدولہ نے اپنی وفات سے قبل اپنے بھائی ابونصر کو خود وزیر اعظم مقرر کیا تھا۔ طائع نے شرف الدولہ کی تعزیت اس کے مکان پر جا کر کی تو ابونصر نے طائع کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین بوسی کی —— اس موقع پر طائع نے ارکین حکومت کو جمع کر کے ان کے سامنے ابونصر کو ہفت خلعت سے سرفراز فرمایا جس میں سب سے زیادہ عمدہ و بہتر سیاہ عبا اور سیاہ عمامہ تھا۔ اس کے گلے میں ایک ہار اور ہاتھ میں کنگن پہنائے۔ اس کے بعد ابونصر زمین بوسی کر کے کرسی وزارت پر بیٹھا اور طائع نے پھر اسے بہاء الدولہ وضیاء الملت کا خطاب دیا ——

۳۸۱ھ میں بہاء الدولہ نے طائع کو گرفتار کر لیا جس کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ طائع نے بہاء الدولہ کے ایک خصوصی آدمی کو پکڑ لیا تھا۔ چنانچہ ایک دن جبکہ طائع اپنے مکان کے دالان میں شمشیر حمائل کیے بیٹھا ہوا تھا کہ بہاؤ الدولہ نے حاضر ہو کر زمین بوسی کی اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر چند آدمی بظاہر بہاؤ الدولہ سے ملنے آئے جنہوں نے آتے ہی طائع کو پکڑ کے تخت سے نیچے اتار لیا۔ اور بکثرت وہاں پہنچنے والے دیلمیوں نے طائع کو اسی کے کپڑوں میں باندھ کر دار الخلافہ پہنچا دیا۔ اس واقعہ سے شہر بھر میں اضطراب پیدا ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد بہاء الدولہ نے طائع کو لکھا کہ آپ بخوشی اپنی خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر کے اپنے چچا زاد بھائی قادر باللہ کو خلیفہ مقرر کر دیجئے —— بہاء الدولہ کی یہ تحریر اس کاغذ پر تھی جس پر تمام ارکین حکومت اور معززین کی دستخط تھی۔

خلافت سے دستبرداری چنانچہ اس حکم کی وصولیابی پر قادر باللہ کو بطیحہ سے بلوا نے بھیجا اور بتاریخ ۱۹ شعبان ۳۸۱ھ طائع للہ نے خلافت سے دستبرداری کا لوگوں کی موجودگی میں عام اعلان کیا اور قادر باللہ کو خلیفہ تسلیم کیا۔

انتقال طائع خلافت سے دستبرداری کے بعد قادر باللہ کے گھر میں رہنے لگا۔ ایک مرتبہ طائع کے کمرہ میں آدھی جلی ہوئی شمع لائی گئی جسے اس نے واپس کر دیا۔ اس کے بعد طائع عزت و احترام سے قادر باللہ کے گھر میں مقیم رہا اور ۳۹۳ھ میں ماہ رمضان کی آخری رات کو جس کی صبح کو عید الفطر ہوئی طائع للہ نے ہنگاموں کی دنیا سے کوچ کیا —— قادر باللہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور خدام و اراکین سلطنت وغیرہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ شریف رضی نے ایک مرثیہ کہا جس میں بیان کیا کہ آل ابی طالب سے طائع للہ سخت برگشتہ تھا۔ طائع کی زندگی میں اس کی شان و شوکت بالکل نہ رہی تھی جس کا ثبوت یہ کہ شاعروں نے اس کی ہجو لکھی اور وہ مجبوراً خون کے گھونٹ پیتا رہا ——

مشاہیر طائع للہ کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل معززین نے انتقال کیا:۔

حافظ ابن سنی، ابن عدی قفال کبیر، سیرانی نحوی، ابوسہل صعلوکی، ابوبکر رازی حنفی، ابن خالویہ، امام لغت علامہ ازہری، مشہور شاعر و صاحب دیوان، ابو ابراہیم فارابی، رفاء شاعر، ابوزید مروزی شافعی، دارکی، ابوبکر ابہری شیخ مالکیہ، ابولیث سمرقندی، امام حنفیہ، ابوعلی فارسی نحوی، ابن جلاب مالکی وغیرہ ——

قادر باللہ

القادر باللہ لقب، ابوالعباس کنیت، احمد بن اسحٰق بن مقتدر بن معتضد نام تھا۔ ۳۳۶ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کا نام تمنی اور بعض کے نزدیک دمنہ تھا جو اسحاق بن مقتدر کی داشتہ تھی۔ طائع کی دستبرداری کے بعد ہی قادر باللہ کو خلیفہ بنایا گیا چونکہ وہ اس وقت تک بطیحہ سے واپس نہ ہوا تھا اس لیے بغداد میں آنے کے بعد ۱۰ رمضان ۳۸۱ھ میں سریر آرائے تخت خلافت ہوا۔ اور دربار اول کے دن شعراء نے تہنیتی قصائد پڑھے۔

خطیب کا بیان ہے قادر باللہ دیانتدار، سیاست داں، تہجد گذار، مخیر اور بہترین کردار کا حامل تھا، علامہ ابی بشر ہروی شافعی سے علم فقہ پڑھا تھا۔

ابن صلاح نے طبقات شافعیہ میں لکھا ہے کہ قادر باللہ نے فضائل صحابہ، تکفیر معتزلہ اور قرآن کریم کو مخلوق کہنے والوں کے کافر ہونے پر چند کتابیں تصنیف کی تھیں جو جامع مہدی میں بموجودگی علماء عام لوگوں کو سنائی جاتی تھیں۔

علامہ ذہبی کا بیان ہے ماہ شوال ۳۸۱ھ میں قادر باللہ نے دربار عام منعقد کیا جس میں قادر باللہ خلیفہ وقت اور بہاء الدولہ وزیر اعظم نے باہمی معاہدہ وفاداری کیا۔ پھر قادر باللہ نے اپنے خاص محل کے علاوہ تمام مملکت وغیرہ بہاء الدولہ کے حوالہ کر دی ——

اس دور کی خاص باتیں ۳۸۱ھ میں گورنر مکہ ابو الفتوح حسن بن جعفر علوی نے اپنی خود مختار خلافت کا اعلان کیا اور راشد باللہ لقب اختیار کیا جس کی وجہ سے بادشاہ مصر کی مکہ معظمہ پر حکومت نہ رہی —— لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد ابو الفتوح کی حکومت میں کمزوریاں پیدا ہو گئیں جس کی وجہ سے اس نے پھر بادشاہ مصر کی بالادستی قبول کر لی۔

۳۸۲ھ میں وزیر مملکت ابو نصر سابور اردشیر نے کرخ میں ایک محل تعمیر کرا کے اس کا نام دار العلم تجویز کیا۔ اور بیش قیمت بکثرت کتابیں خرید کر وہاں رکھیں اور یہ پورا کتب خانہ علماء کے لیے وقف کر دیا۔

۳۸۴ھ میں باشندگانِ عراق حج نہ کر سکے اور راستہ ہی سے واپس ہو گئے۔ کیونکہ اصیفر اعرابی نے بغیر ٹیکس لیے جانے نہ دیا۔ اس طرح یہ اور باشندگانِ یمن و شام حج نہ کر سکے البتہ اہالیان مصر نے حج ادا کیا۔

۳۸۷ھ میں سلطان فخر الدولہ کا انتقال ہوا اور اس کا چار سالہ فرزند رستم رے کا بادشاہ تسلیم کیا گیا جس کا لقب قادر مجد الدولہ تھا۔

ذہبی کا بیان ہے سب سے عجیب یہ کہ ۳۸۷، ۳۸۸ھ میں مسلسل نو بادشاہ فوت ہوئے جن میں سے منصور بن نوح ماوراء النہر کا بادشاہ، فخر الدولہ رے وجبال کا بادشاہ اور عزیز عُبیدی مصر کا بادشاہ تھا۔ ابو منصور عبد الملک ثعالبی نے ان کا مرثیہ لکھا ہے۔

ذہبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ عزیز مصر نے ۳۸۶ھ میں انتقال کیا اس نے اپنے آباؤ اجداد سے بڑھ چڑھ کر حمص، حماۃ اور حلب کو بھی فتح کیا۔ موصل ویمن میں اس کا نام خطبوں میں پڑھا جاتا تھا۔ اسی کے نام کے سکے چلتے تھے اور قومی پرچم پر اسی کا نام لکھا گیا جس کے بعد اس کا فرزند منصور تخت نشین ہوا جس کا لقب الحاکم بامر اللہ تھا۔

۳۹۰ھ میں سجستان کے اندر سونے کی کان نکلی اور لوگ اس کی مٹی میں سے زر سرخ کے ذرّے

نکالتے تھے۔

۳۹۳ھ میں دمشق کے نائب سلطنت اسود حاکمی نے علامہ مغربی کو ایک گدھے پر سوار کرا کے شہر بھر میں گشت کرایا اور اعلان کرایا کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے محبت رکھنے والوں کی یہ سزا ہے۔ اس کے بعد علامہ مغربیؒ کو اس ناہنجار نائب سلطنت، اسود حاکمی نے قتل کرا دیا۔ اسود حاکمی اور اس کے بادشاہ کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور رکھے۔

۳۹۴ھ میں بہاء الدولہ نے شریف ابو احمد حسین بن موسیٰ موسوی کو قاضی القضاۃ، امیر حجاج چیف جسٹس، اور مطالبہ کرنے والوں کا مندوب بنایا۔ اور علامہ شیراز بھی اس کے ماتحت کر دیا تھا۔ لیکن خلیفہ وقت قادر باللہ نے اس کی منظوری نہ دی۔ اس لیے شریف ابو احمد برسرکار نہ ہو سکے۔

۳۹۵ھ میں بادشاہ مصر الحاکم نے مصری علماء کو زبردستی قید کر کے قتل کرایا۔ کیونکہ وہ خلفائے راشدین کی عظمت کا اظہار کرتے تھے۔ علاوہ ازیں الحاکم نے مساجد کے دروازوں اور شہر کی دیواروں پر حضرت صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کے نام پر گالیاں لکھوائیں۔ اور اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ وہ تبرا کہیں اور علی الاعلان گالیاں دیں ——— ساتھ ہی شہر بھر کے کتے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ فقاع و ملوخیا[1] اور بغیر چھلکے والی مچھلیاں[2] فروخت کرنے کی ممانعت کی۔ اور باوجود ممانعت، فروخت کرنے والوں کو قتل کرا دیا ———

۳۹۶ھ میں حکم دیا گیا کہ مصر و حرمین شریفین میں جب الحاکم کا نام سنا جائے تو سب لوگ خواہ وہ بازار میں ہوں یا جلسوں میں فوراً کھڑے ہو جائیں اور سجدہ کریں۔

۳۹۸ھ میں بمقام بغداد اہل سنت اور شیعوں کے درمیان زبردست فساد ہو گیا۔ اور شیخ احمد فرائینی قتل ہونے سے بال بال بچ گئے۔ اور شیعہ بغداد کے اندر یا حاکم یا منصور کہہ کہہ کر چیختے چلاتے تھے۔ لیکن قادر باللہ نے اس فساد کی روک تھام کے لیے اپنے گھوڑے سواروں کو اہل سنت کی امداد کی غرض سے شہر میں امن و امان قائم کرنے کے لیے متعین کیا۔ اس طرح شیعوں کا زور ٹوٹا۔

اسی سال الحاکم نے بیت المقدس کے مشہور گرجا قمامہ کو منہدم کیا اور مصر کے دیگر گرجا بھی توڑ ڈالنے کا حکم دیا۔ عیسائیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے گلے میں ایک ہاتھ لمبی اور پانچ رطلی مصری وزن کی صلیب

---

[1] فقاع وہ شربت و شراب جس میں بھرپور نشہ نہیں ہوتا جیسے تاڑی، سیندھی۔ ملوخیا کے معنی ہیں تخم خبازی مشہور دوا کا جوشاندہ اور گوشت کا آب جوش جو سڑکوں پر بیٹھ کر فروخت کرتے ہیں ———

[2] بغیر چھلکے کے مچھلی جیسے بام مچھلی وغیرہ۔ یعنی ایسی معمولی اور سستی داموں کی مچھلیاں جن پر سفنے نہیں ہوتے۔

ڈالے رکھیں۔ اس طرح یہودیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے گلے میں پانچ رطل مصری وزن کی لکڑی کی ساخت کا ذُرمہ[1] ڈالے رکھیں اور لازمی طور پر سیاہ عمامہ باندھیں ——— ان احکام کی بدولت تمام عیسائی اور یہودی اسلام لے آئے اور اس کے ساتھ ہی گرجا و عبادت خانہ نہ توڑنے کا حکم دیا گیا اور جو لوگ مجبوراً مسلمان ہوتے تھے ان کو ان کے مذہب پر عمل درآمد کرنے کی اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنا سابق مذہب اختیار کر سکتے ہیں ———

۳۹۹ھ میں بصرہ کے قاضی ابوعمرو کو معزول کر کے ان کی جگہ ابوالحسن بن شوارب کو مقرر کیا گیا۔ جس پر عصفری شاعر نے قصیدۂ مشترکہ تعذیت و تہنیت لکھا۔

اسی سال اسپین کے سلطان بنو امیہ کی بادشاہت میں کمزوریاں پیدا ہوئیں اور نظم و نسق میں کوتاہیاں ہوئیں۔

۴۰۰ھ میں دریائے دجلہ میں زبردست طوفان آیا جس سے بہت زیادہ نقصانات ہوئے جس کے سبب سے بڑے بڑے جزیرے کرایہ پر لیے جا کر لوگوں نے وہاں اپنی جان بچائی۔

۴۰۲ھ میں الحاکم نے کھجوروں اور کھجوروں کے درختوں کی فروخت ممنوع قرار دی اور انگور بیچنے کی بھی ممانعت کی۔ اس طرح انگور کے اکثر باغ تباہ کر دیئے۔

۴۰۴ھ میں خواتین کو ممانعت کی کہ وہ دن یا رات کے کسی حصہ میں بھی سڑک پر نہ نکلیں۔ اور یہ تمام احکام الحاکم کے فوت ہونے تک بحال رہے۔

۴۱۱ھ میں ملعون الحاکم کو علاقہ مصر کے موضع حلوان میں قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند علی تخت نشین ہوا۔ جس نے الظاہر لاعزاز دین اللہ اپنا لقب مقرر کیا۔ اس کے زمانہ میں حکومت میں کمزوریاں پیدا ہونے لگیں، حلب اور شام کا اکثر علاقہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

انتقال | قادر باللہ خلیفہ وقت نے بہ عمر (۸۷) سال پیر کی رات کو بتاریخ ۱۱ ذی الحجہ ۴۲۲ھ انتقال کیا۔ اس کی خلافت کی مدت (۴۱) سال اور تین ماہ رہی۔

مشاہیر | قادر باللہ کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا۔

ابواحمد عسکری ادیب، رمانی نحوی، ابوحسن ماسرجسی شیخ شافعیہ، ابوعبداللہ مرزبانی، صاحب بن عباد جو مؤید الدولہ کا وزیر تھا اور یہی وہ اولین شخص تھا جس نے زمانہ وزارت میں صاحب کا لقب اختیار کیا تھا، مشہور محدث دارقطنی، ابن شاہین، ابوبکر اودی امام شافعیہ، یوسف ابن سیرانی، ابن رولاق

---

[1] ذُرمہ: درخت کا گول چھوٹا ٹکڑا جسے ہر ایک یہودی اپنے گلے میں ایک دھاگہ پرو کر ڈالے رکھتا ہے۔

مصری، ابن ابوزید مالکی شیخ مالکیہ، ابوطالب مکّی مصنّف قوت القلوب، ابن بطّہ حنبلی، ابن شمعون واعظ، خطابی، خاتمی لغوی، ادفوی ابوبکر، زاہر سرخسی شیخ شافعیہ، ابن غلبون مقرئی، کشمہینی راوی صحیح، معافی بن زکریا نہروانی، ابن خویز منداد، ابن جنّی، جوہری مؤلف صحاح، ابن فارس مصنّف مجمل، ابن مندہ محدّث، اسمٰعیل شیخ شافعیہ، اصبغ بن فرج شیخ مالکیہ، بدیع الزماں جس نے سب سے پہلے مقامات لکھے[۱] ابن لآل، ابن ابی منین، ابوحیان توحیدی، واوٰ شاعر، ہروی مصنفِ غریبین، ابوالفتح بستی شاعر، حلیمی شیخ شافعیہ، ابن فارض، ابوالحسن قابسی، قاضی ابوبکر باقلانی، ابوطیب صعلوکی، ابن اکفانی، ابن بناتہ مصنف خطب، صیمری شیخ شافعیہ، حاکم مصنف مستدرک، ابن کج شیخ ابوحامد اسفرائینی، ابن فورک، علامہ شریف رضی، علامہ ابوبکر رازی بالقابہ، حافظ عبدالغنی بن سعید، ابن مردویہ، ہبتہ اللہ بن سلامہ نابینا صاحب تفسیر، ابوعبدالرحمٰن سلمی شیخ صوفیا، ابن بواب کاتب وخطاط بے مثل، عبدالجبار معتزلی، محاملی امام شافعیہ، استاد ابواسحٰق اسفرائینی، لادبکائی، ابن فخار مشہور عالم اسپین، علی بن عیسٰی ربعی نحوی، اور دوسرے معزز حضرات نے بھی اسی دورِ خلافت میں انتقال فرمایا ــــــــــ

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ قادر باللہ کے دور خلافت میں حسب ذیل حضرات بھی زندہ تھے:۔

سرتاج مذہب اشعریہ ابواسحٰق اسفرائینی، سرتاج مذہب معتزلہ قاضی عبدالجبار، سرتاج مذہب روافض شیخ مفید، سرتاج مذہب کرامیہ محمد بن ہیثم، سرتاج قاری صاحبان ابوالحسن حمامی، سرتاج محدّثین حافظ عبدالغنی بن سعید، سرتاج صوفیاء ابوعبدالرحمٰن سلمی، سرتاج شعراء ابوعمر بن درّاج، سرتاج مجددیں ابن بواب، سرتاج شاہان سلطان محمود بن سبکتگین،

اس پر میں جلال الدین سیوطی حسب ذیل ان اشخاص کا بھی اضافہ کرتا ہوں جو خلافت قادر باللہ میں موجود تھے:۔

سرتاج زنادقہ الحاکم بامراللہ، سرتاج لغت وادب علامہ جوہری، سرتاج علم نحو ابن جنّی، سرتاج بلاغت وفصاحت علامہ بدیع، سرتاج مقررین ابن نباتہ، سرتاج مفسرین ابوالقاسم بن حبیب نیشاپوری، سرتاج خلفاء قادر باللہ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قادر باللہ بھی ایک زبردست عالم فقیہہ اور مصنف تھا۔ جیساکہ شیخ تقی الدین ابن صلاح نے لکھا ہے کہ قادر باللہ بھی مذہب شافعیہ کا ایک زبردست عالم تھا۔ اور طبقۂ فقہاء میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ نیز یہ کہ قادر باللہ نے عرصہ دراز

[۱] مقامات بدیعی عربی ادب میں ان کی مشہور کتاب ہے جو داخل نصاب بھی ہے۔

تک خلافت کی ــــــــــ

قائم بامر اللہ

قائم بامر اللہ لقب، ابو جعفر کنیت، عبداللہ بن قادر بن اسحٰق بن مقتدر نام تھا۔ ۱۵ ذیقعدہ ۳۹۱ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کا نام بدر الدجیٰ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ قطر الندی تھا جو آرمینیہ خاندان کی تھی اور قادر باللہ کی داشتہ تھی ــــــــــ

قادر باللہ نے اپنی آخری زندگی میں اسے ولیعہد خلافت بنا کر قائم بامر اللہ لقب دیا تھا ــــــــــ

حلیہ ابن اثیر کا بیان ہے قائم بامر اللہ بڑا خوبصورت، سڈول جسم، ملیح و نمکین تھا۔ ساتھ ہی پرہیزگار زاہد، عالم، اللہ پر مکمل اعتماد رکھنے والا، خوب خیر خیرات کرنے والا، نہایت صابر و بردبار، ادیب عمدہ خطاط، فطرتاً عادل و منصف، حسن سلوک کرنے والا اور لوگوں کی مرادیں بر لانے والا خلیفہ تھا۔ اس نے کسی طلبگار کو خالی داماں واپس نہیں کیا۔

خلفشار خطیب کا بیان ہے قائم بڑی ہی ہمت و عزت سے ۴۵۰ھ تک امور خلافت انجام دیتا رہا۔ اور ۴۵۰ھ میں اس پر ارسلان ترکی بساسیری نے حملہ کیا۔ ارسلان بڑی شان و شوکت اور قوت جسمانی کا مالک تھا۔ وہ اپنی آپ مثال تھا۔ دنیا میں اس کی شہرت تھی۔ اُمراء عرب و عجم اس کی ہیبت سے لرزاں و ترساں تھے۔ منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا۔ اس نے چیدہ چیدہ اور منتخب روزگار اشیاء جمع کی تھیں، آبادیوں کو ویران کرتا تھا۔ قائم اس کی ہمسری نہیں کر سکتا تھا اور اس کے کسی حکم کو ٹال نہیں سکتا تھا۔ پہلے تو دونوں کے درمیان دوستی سی تھی لیکن بعد کو کچھ بدگمانیاں پیدا ہو گئیں تھیں ــــــــــ

جنگ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ۴۴۷ھ میں خلیفہ قائم بامر اللہ کو اطلاع دی گئی کہ ارسلان تھوڑے ہی دنوں میں بغداد پر حملہ کر کے خلافت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس پر خلیفہ نے اپنی امداد کے لیے ابو طالب محمد بن میکال سلطان الغزد کو طلب کیا جو کہ طغرل بک کے نام سے مشہور تھا۔ اور رے کا بادشاہ تھا ــــــــــ طغرل بک ابھی بغداد پہنچا بھی نہ تھا کہ ارسلان ترکی نے سفارت خانہ کو آگ لگا دی گئی۔ ۴۴۷ھ میں جب طغرل بک بغداد پہنچا تو ارسلان بھاگ کر رحبہ چلا گیا جہاں ترکوں سے مل ملا کر بادشاہ مصر سے مالی امداد حاصل کی اس کے ساتھ ہی طغرل بک کے بھائی ینال بک کو لکھا اگر مجھے فتح ہوئی

تو میں تمھیں طغرل بک کے بجائے عزت و مال سے سرفراز کروں گا۔ اب اس وقت مدد کا خواستگار ہوں۔ چنانچہ تپال نے طغرل پر حملہ کیا اور انہی دنوں ۴۵۰ھ میں ارسلان ایک جرار فوج کے ساتھ مصری پرچم لیے بغداد آیا اور خلیفہ سے جنگ ہوئی۔ اسی زمانہ میں جامع منصور میں المستنصر بادشاہ مصر کا خطبہ میں نام پڑھا گیا اذان میں حی علی خیر العمل کہا جانے لگا۔ ساتھ تمام مساجد میں سوائے جامع خلیفہ کے مستنصر کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ یہ جنگ ایک ماہ تک جاری رہی اور آخر کار ماہ ذی الحجہ ۴۵۰ھ میں مستنصر کو فتح ہوئی۔ خلیفہ کو گرفتار کرکے غانہ بھیج دیا گیا۔

دوسری طرف طغرل نے اپنے بھائی تپال کو شکست دی جو اسی معرکہ میں قتل کیا گیا۔ پھر طغرل نے فتحیابی کے بعد گورنر غانہ کو لکھا کہ خلیفہ کو باعزت و شان بغداد واپس کیا جائے ــــ چنانچہ ۲۵ ذیقعدہ ۴۵۱ھ میں خلیفہ اس شان سے بغداد میں داخل ہوا کہ امراء سلطنت اور دربان وغیرہ اس کے ساتھ تھے۔ اس کے بعد طغرل نے ارسلان پر فوج کشی کی اور فتح پائی۔ اور ارسلان کا سر قلم کرکے بغداد روانہ کیا۔

دینداری خلیفہ وقت قائم باللہ نے بغداد واپس ہونے کے بعد اپنا معمول بنایا کہ جائے نماز پر ہی سوتا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا۔ جنھوں نے تکلیفیں دی تھیں انھیں معاف کر دیا۔ شاہی محل کا لوٹا ہوا اسباب قیمت دے کر واپس لیا۔ اور کہا ان سب چیزوں کا مجھے اللہ کو حساب دینا ہے۔ اسی کے ساتھ خلیفہ کبھی بچھونے پر نہیں سویا۔ قصر شاہی میں لوٹ مار کے وقت کوئی چیز بھی کھیل کود اور لہو ولعب کی نہ تھی ــــ کہتے ہیں کہ ارسلان نے جب خلیفہ قائم باللہ کو گرفتار کیا تو قائم باللہ نے حسب ذیل دعا لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کرائی:-

بارگاہ الٰہی میں بندۂ مسکین کی دعا ــــ اے اللہ! تو تمام پوشیدہ اُمور سے واقف اور رازہائے قلبی کا عالم ہے۔ اے اللہ تیرا علم بڑا وسیع ہے، اور تو اپنی مخلوق کے حالات بخوبی جانتا ہے۔ اے اللہ! میں نے تیری نعمتوں کا مکمل شکر ادا نہیں کیا، تیرے احسانات کی قدر نہیں کی، تیرے احکام کی تعمیل نہیں اور انجام سے بے پروا رہا۔ اسی لیے ہم پر ایک باغی مسلّط ہو گیا اور ہمارے ساتھ ہر قسم کی دشمنی کی۔ اور اے اللہ! ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے امداد الٰہی میں کمی ہوئی اور ظلم وستم غالب ہو گیا۔ اے اللہ! تو ہی دانا و بینا، عادل و حاکم ہے۔ تجھی سے فریاد ہے اور تیری ہی جناب میں درخواست ہے کہ جور وستم کے اسباب دور کر دے اور اپنی مخلوق کے ظالموں اور جابروں سے بچا لے۔ ہم تیری بارگاہ میں فریاد کر رہے ہیں اور اپنے تمام امور تیرے ہی

حوالے کر دیئے ہیں۔ اب ہم تیرے رحم و کرم کے طلبگار و خواہشمند ہیں۔ اے اللہ! اب ہم پہ سے تاریکیوں اور مظالم کے پردے اٹھا کر اپنے کرم و احسان کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ! ہم پہ مہربانیاں کر اور تو ہی درحقیقت مہربان حاکم ہے۔

اس دور کے خاص واقعات ۴۲۷ھ میں ظاہر عبیدی، بادشاہ مصر نے انتقال کیا جس کی جگہ اس کا سات سالہ لڑکا مستنصر تخت نشین ہوا جس نے ساٹھ سال و چار ماہ بادشاہت کی۔

ذہبی کا بیان ہے کسی اسلامی خلیفہ یا بادشاہ نے مستنصر جیسی زیادہ مدت تک حکومت نہیں کی۔ مستنصر کے زمانہ میں ایسا سخت قحط پڑا جس کی مثال صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ملتی ہے۔ مستنصر کے زمانہ میں بمقام مصر یہ قحط سات سال تک رہا۔ اس قحط میں ایک شخص نے دوسرے کا گوشت کھایا۔ اور ایک روٹی کی قیمت پچاس اشرفیوں تک پہنچ گئی۔

۴۴۳ھ میں معز بن بادیس نے مغربی ممالک کے اندر عبیدیوں کا نام خطبہ سے خارج کرا کے بنو عباس کا نام پڑھوایا۔

۴۵۱ھ میں سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین بادشاہ غزنی اور سلطان اور سلطان جعفری بک بن سلجوقا، برادر طغرل بک کے درمیان ایک زبردست جنگ کے بعد صلح نامہ لکھا گیا۔ پھر اسی سال جعفری بک کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا الپ ارسلان تخت نشین ہوا۔

۴۵۴ھ میں ممکنہ تدابیر کی ناکامی کے بعد مجبور ہو کر خلیفہ قائم بامر اللہ نے اپنی لڑکی کی طغرل بک سے شادی کی۔ حالانکہ بنو بویہ کے ستم و قہر اور غلبہ کے باوجود کسی خلیفہ یا بادشاہ نے بنو بویہ کو اپنی لڑکی نہیں دی تھی۔ — آہ! اب ہمارے زمانہ کی حالت یہ ہے کہ خلیفہ اپنی لڑکی کی شادی اپنے وزیر کے غلام کے ساتھ کر رہا ہے۔ افسوس صد افسوس!

۴۵۵ھ میں طغرل بک اپنی دلہن کے ساتھ جو خلیفہ کی بیٹی تھی۔ بغداد آیا۔ جاگیریں اور دیگر ٹیکس کی رقم واپس کرا کے بغداد پر جملہ یکمشت پانچ لاکھ اشرفیاں ٹیکس مقرر کر کے اپنے دارالسلطنت رے کو واپس ہو گیا اور وہیں ماہ رمضان ۴۵۵ھ میں مر گیا اللہ اس پر رحمتیں نہ کرے۔

اس کے بعد اس کا بھتیجا عضد الدولہ الپ ارسلان والئی خراسان اس کا قائم مقام بادشاہ رے مقرر کیا گیا۔ جسے بھی خلیفہ قائم نے خلعت و شمشیر روانہ کی۔

ذہبی کا بیان ہے الپ ارسلان ہی وہ پہلا بادشاہ ہوا جسے منبروں پر سلطان کے نام سے یاد کیا گیا۔ اور اس نے بے انتہا قوت و طاقت حاصل کی، اکثر عیسائی مقبوضہ شہروں کو فتح کیا۔ اور

نظام الملک کو اپنا وزیر بنایا۔ اور وزیر گزشتہ عبدالملک کی فرقہ اشعریہ کو گالیاں دلانے کی رسم ترک کرائی، شافعی مذہب شافعی کی ہمنوائی کرتے ہوئے امام الحرمین اور ابوالقاسم قشیری کی عزت و عظمت کی۔ اور درس نظامیہ کی بنیاد رکھ کر فقہاء وعلماء کے لیے ایک مدرسہ نظامیہ بنوایا۔ ——

۴۵۸ھ میں باب ازج میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کے دو سر، دو چہرہ، دو گردنیں تھیں، اسی سال آسمان پر ایک ستارہ نمودار ہوا جو چاند کے برابر اور اسی طرح روشن تھا اس سے لوگوں میں خوف و دہشت کے آثار نمودار ہوئے۔ یہ ستارہ مسلسل دس راتوں تک پوری آب و تاب کے ساتھ نکلتا رہا اور پھر اس کی روشنی کم ہو گئی اور دکھائی نہ دیا ——

۴۵۹ھ میں جبکہ مدرسہ نظامیہ کی تعمیر مکمل ہو گئی تو شیخ ابو اسحق شیرازی کو معلم مقرر کیا جو لوگوں کی تلاش کے باوجود وہ نہ ملے کیونکہ وہ از خود چھپ گئے تھے تو ان کی جگہ بن صباغ صاحب شامل کو معلم بنایا۔ اس کے بعد لوگوں کو خوشامد درآمد پر شیخ ابو اسحق بھی پڑھانے کے لیے راضی ہو گئے اور بحیثیت صدر معلم درس دینے لگے ——

۴۶۰ھ میں بمقام رملہ ایسا زبردست زلزلہ آیا جس سے پوری آبادی پر تباہی آئی۔ کنوؤں کے منہ سے پانی ابلنے لگا۔ پچیس ہزار اشخاص فوت ہوئے، سمندر اپنے ساحل سے ایک دن کی مسافت کے برابر پیچھے ہٹ گیا۔ لوگ اس ہٹے ہوئے سمندری خشک زمین پر مچھلیاں پکڑ رہے تھے کہ ایک دن سمندر پھر چڑھ آیا اور یہ سب لوگ ہلاک ہو گئے ——

۴۶۱ھ میں جامع دمشق میں ایسی سخت آگ لگی کہ اس کے محاسن ختم ہو گئے، اور اس کا منظر پُر ہول و بدصورت ہو گیا اور اس کی چھت میں جو سونا و چاندی لگا ہوا تھا۔ وہ سب پگھل کر بہہ گیا ——

۴۶۲ھ میں امیر مکہ معظمہ کے قاصد نے سلطان الپ ارسلان سے کہا مستنصری خطبہ ختم کر کے عباسیوں کا نام خطبہ میں لیا جا۔ ہا ہے اور اذان سے حی علیٰ خیر العمل نکال دیا گیا ہے۔ اس خبر مسرت اثر پر سلطان نے قاصد کو تیس ہزار اشرفیاں اور خلعت دیا ——

درحقیقت اذان میں تغیر وغیرہ کے سبب مصر میں ایسا مسلسل زبردست قحط آیا تھا۔ جس کے باعث ایک شخص نے دوسرے کا گوشت کھایا، ایک پیمانہ غلہ کی قیمت ایک سو اشرفی ہو گئی، کتا پانچ اشرفی اور بلی تین اشرفی میں فروخت ہوئی —— مصنف مرآت کا بیان ہے قاہرہ سے ایک عورت سونے کی ساخت کا ایک پیمانہ لے کر روانہ ہوئی اور اس نے اس شرط سے نیلام کرنا

چاہا کہ اس کے برابر کوئی شخص گیہوں دے دے لیکن کسی نے اسے خرید نہیں کیا۔ کیونکہ سخت قحط کی وجہ سے غلہ نایاب تھا۔ بعض شعراء نے قائم بامراللہ کے جود وسخا کی اس قحط میں تعریف لکھی ہے ——

۴۶۳ھ میں باشندگان حلب نے جب مستنصر کو زوال پذیر اور قائم بامراللہ سلطان الپ ارسلان کی قوت وشوکت میں روز افزوں ترقی دیکھی تو حلب میں بھی ان دونوں کے نام کا خطبہ پڑھنے لگے ——

اسی سال مسلمانوں اور رومیوں میں سخت معرکہ آرائی ہوئی اور بحمد اللہ مسلمانوں کو فتح ہوئی اس جنگ میں الپ ارسلان نے خود سپہ سالاری کی خدمت انجام دی اور دوبدو جنگ کرکے شاہ روم کو گرفتار کیا۔ پھر ایک بڑی رقم لے کر اسے چھوڑ دیا اور پچاس سالہ ایک صلحنامہ لکھوالیا —— شاہ روم نے آزاد ہوتے وقت سلطان سے پوچھا —— خلیفہ کدھر ہے؟ جب اسے اشارہ سے بتایا گیا تو اس نے ننگے سر ہوکر خلیفہ کی تعظیم کے لیے اپنا سر جھکایا ——

۴۶۴ھ میں بکریوں میں ایک ایسی وبا پھوٹی کہ اکثر مرگئیں۔

۴۶۵ھ میں الپ ارسلان کے قتل کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ جلال الدین بادشاہ ہوا۔ اس نے بھی انتظام مملکت نظام الملک کے حوالہ کیا اور اتابک کا خطاب دیا۔ اتابک یہ پہلا خطاب ہے جو نظام کو دیا گیا۔ اتابک کے لفظی معنی ہیں والد کے نوملنے کا امیر ——

اس سال مصر میں پھر ایسا قحط پڑا کہ ایک عورت نے ایک روٹی ایک ہزار اشرفیوں میں خرید کر کھائی۔ نیز بے انتہا وبائیں آئیں ——

۴۶۶ھ میں دریائے دجلہ میں بیس ہاتھ سے زیادہ اونچا پانی آگیا اور بغداد کا اکثر حصہ غرقاب ہوگیا۔ ایسا زبردست سیلاب کبھی نہیں آیا تھا۔ اس سیلاب کی وجہ سے دولت و مال، لوگ اور جانور، ہلاک و برباد ہوگئے۔ اکثر لوگوں نے کشتیوں پر چڑھ کر اپنی جان بچائی اور مسلسل ڈوجمعہ کشتیوں ہی میں پڑھے گئے۔ اس ہلاکت خیز دور میں خلیفہ قائم بامراللہ بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کرتے ہوئے دعائیں کرتا تھا۔ اس سیلاب کی وجہ سے بغداد ایک چٹیل میدان نظر آنے لگا اور ایک لاکھ سے زیادہ مکانات گر گئے۔

سبب موت | ۴۶۷ھ میں خلیفہ قائم بامراللہ جمعرات کی رات کو بتاریخ ۱۳ رشعبان فوت ہوا۔ موت کا سبب یہ ہے کہ فصد لینے کے بعد سوگیا۔ سوتے میں فصد والی رگ کا منہ کھل گیا اور بے انتہا خون بہہ گیا۔ جب بیدار ہوا تو اس کی قوت ختم ہوچکی تھی اسی حالت میں اس نے اپنے پوتہ

ولیعہد عبداللہ بن محمد کو طلب کر کے وصیتیں کیں اور اس کے بعد فوت ہو گیا۔ قائم بامراللہ نے (۴۵) سال خلافت کی۔

مشاہیر خلیفہ قائم بامراللہ کے دورِ خلافت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا:

ابوبکر برقانی، ابوالفضل فلکی، ثعلبی مفسر، علامہ قدوری شیخ حنفیہ، شیخ بوعلی سینا شیخ فلسفہ، مہیار شاعر، ابونعیم مصنف حلیہ، ابوزعہ رئوسی، برازعی مالکی صاحب تہذیب، ابوالحسن بصری معتزلی، علامہ مکی صاحب اعراب، شیخ ابو احمد جوینی، مہدی مفسر، افلیلی، ثمانینی، ابوعمرو الدانی، خلیل صاحب ارشاد، سلیم رازی، ابوالعلاء معری، ابوعثمان صابونی، ابن بطال شارح بخاری، قاضی ابوطیب طبری، ابن شیطی مقری، علامہ ماوردی شافعی، ابن باب شاذ، قضاعی صاحب شہاب، ابن برہان نحوی، ابن حزم ظاہری، بیہقی، ابن سیدہ اندلسی صاحب محکم، ابویعلی بن فرا شیخ حنابلہ، حضرمی شافعیہ، ہذلی امام کامل قرأت، فریابی، خطیب بغدادی، ابن رشیق مصنف العمدۃ، ابن عبدالبر وغیرہ ——

مقتدی بامراللہ

مقتدی بامراللہ لقب، ابوالقاسم کنیت، عبداللہ بن محمد بن قائم بامراللہ بن قادر باللہ نام تھا۔ قائم بامراللہ کی زندگی میں اس کے بیٹے عبداللہ نے انتقال کیا۔ اور عبداللہ کے انتقال کے چھ ماہ بعد مقتدی بامراللہ پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کا نام ارجوان[۱] تھا۔ جو محمد بن قائم کی داشتہ تھی۔ قائم کے زمانہ ہی میں اسے ولیعہد بنایا گیا تھا۔ جس کے انتقال کے بعد اس نے (۱۹) سال و تین ماہ خلافت کی۔ اس کی بیعت شعبان ۴۶۷ھ کے وقت شیخ ابواسحٰق شیرازی، ابن صباغ، دامغانی بھی موجود تھے۔

محاسن بزمانہ مقتدی شہروں میں عام طور پر اچھائیاں و نیکیاں ظہور رانگن۔ قواعد خلافت و انتظام مملکت شگفتہ اور حرمت، خلافت گذشتہ کے برعکس ترقی پذیر و بلند و بالا تھی، مقتدی نے بغداد میں ترنم ریزی اور گانا بجانا موقوف کیا، چکلے بند کرائے، حمام میں لنگی کے باندھے بغیر غسل کرنے کی ممانعت کی، حمام سے کبوتر خانے نکلوا دیئے تاکہ غسل کرنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے وہ مذہبی طور پر بلند کردار، قوی نفس، عالی ہمت، اور بنو عباس کا شریف خاندانی فرد تھا ——

[۱] ارجوان کا لقب قرۃ العین تھا اس نے اپنے خاوند، بیٹے اور پوتہ مسترشد باللہ کی خلافت کا زمانہ دیکھا۔

اس دور کے خصوصیات مقتدی کی خلافت کے پہلے ہی سال ۴۶۷ھ سے مکہ معظمہ میں عبیدیوں کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

اسی سال وزیر اعظم نظام الملک نے نجومیوں کو طلب کیا جنھوں نے نقطہ برج حمل[1] کے آغاز ہی کو نوروز مقرر کیا۔ حالانکہ گذشتہ زمانے میں دستور تھا کہ نصف برج حوت میں آفتاب کے داخل ہونے کے بعد نوروز مانا جاتا تھا۔ اور نظامی تقویم (جنتری) ہی اصل و مبداء تقادیم ہے جو اب تک جاری ہے۔

۴۶۸ھ میں مقتدی کے نام کا خطبہ، دمشق میں پڑھا گیا۔ اذان سے اضافہ شدہ لفظ حی علیٰ خیر العمل خارج کر دیا گیا جس سے لوگوں کی بے چینیاں دور ہوئیں۔

۴۶۹ھ میں ابونصر بن استاذ ابو القاسم قشیری نے بغداد میں داخل ہو کر مدرسہ نظامیہ میں ایک تقریر کی جس میں تمام دلائل وغیرہ مذہب اشعریہ کے بیان کیے اس پہ حنبلیوں کو طیش آیا اور ایک نیا فتنہ کھڑا ہو گیا۔ دونوں جماعتوں کے اکثریتی افراد میں تعصب کی بنا پر فساد برپا ہوا اور اکثر لوگ قتل کیے گئے، پھر فخر الدولہ بن جہیر کو وزارت سے معزول کیا گیا کیونکہ وہ سخت حنبلی تھا۔

۴۷۵ھ میں خلیفہ نے سلطان ملک شاہ اتابک بن الپ ارسلان کے پاس اپنے قاصد ابو اسحٰق شیرازی کے ذریعہ عمید ابوالفتح کی شکایتیں لکھ بھیجیں۔

۴۷۶ھ میں تمام ممالک سے قحط دور ہو گیا اور غلہ وغیرہ ارزاں ہو گیا —— اسی سال خلیفہ نے ابو شجاع محمد بن حسن کو وزیر مقرر کر کے ظہیر الدین کا خطاب دیا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ خلیفہ نے اسلام کی مناسبت کے پیش نظر یہ نیا خطاب سرفراز بنایا جس میں لفظ دین شامل ہے جس کے معنی ہیں اسلامی مددگار۔

۴۷۷ھ میں سلیمان بن قلتمش سلجوقی شہریار قونیہ واقصرا اپنی فوج کے ساتھ شام کی جانب متوجہ ہوا اور رومی شہنشاہیت کے مقبوضہ شہر انطاکیہ کو فتح کیا۔ یہ شہر انطاکیہ ۳۵۸ھ سے رومی مقبوضہ تھا انطاکیہ کی فتح پر ملک شاہ اتابک نے سلیمان بن قلتمش کے اسلامی قبضہ کی سلطان کو مبارکباد دی۔

ذہبی کا بیان ہے رومی بادشاہوں کو آل سلجوقی کہتے تھے انھوں نے عرصہ دراز تک بادشاہت کی ان کی اولاد میں سے ملک ظاہر شاہ سے برس کے عہد تک بادشاہت رہی۔

---

[1] حمل: یہ۔ فلکی برج ہے جس کی شکل بھیڑیے کی طرح ہے جس کے سر کا ایک سینگ مشرقی سمت اور دوسرا مغربی سمت ہے اور پیٹھ شمال کی طرف ہے جس دن آفتاب اس برج میں داخل ہوتا ہے تو یہ جنوب کی جانب پیٹھ کر لیتا ہے —— اور اس دن کو نوروز کہتے ہیں۔ آفتاب اس برج میں ماہ فروری میں داخل ہوتا ہے اس مہینہ کو ہندی میں بیساکھ کہتے ہیں تمام ممالک میں اسی مہینہ سے موسم بہار شروع ہوتا ہے البتہ ہمارے ملک پاکستان میں یہ موسم بہار کا آخری مہینہ ہے۔

سنہ ۴۷۸ھ میں بغداد میں سخت ہولناک کالی آندھی آئی جس میں بجلی کی چمک اور بادل کی گرج زوروں پر تھی مٹی اور ریت اس طرح اڑ رہا تھا گویا آسمانی بارش ہو رہی ہے ۔ بعض اوقات اس زور سے کڑک ہوئی کہ لوگوں کو قیامت برپا ہو جانے کا یقین ہو گیا ۔ یہ طوفان مسلسل تین گھنٹہ رہا جو عصر کے بعد کم ہوا ۔ امالی بن ابوبکر طوشی نے لکھا ہے کہ یہ پورا منظر میرا چشم دید ہے ——

سنہ ۴۷۹ھ میں یوسف بن تاشفین والئی سبتہ و مراقش نے خلیفہ مقتدی بامر اللہ سے درخواست کی کہ جو ممالک بحالت موجود میرے مقبوضہ ہیں ان کا مجھے بادشاہ بنا دیا جائے چنانچہ خلیفہ نے اس کی یہ درخواست منظور کرتے ہوئے اس کو خلعت پرچم اور شمشیر عنایت کرتے ہوئے امیر المسلمین کا لقب بھی دیا جس سے وہ اور تمام فقہاء مغرب بہت مسرور ہوئے ۔ یوسف بن تاشفین ہی وہ شخص ہے جس نے مراقش کی بنیاد رکھی اور اسے شہر مراقش بنایا —— اسی سال ملک شاہ پہلی مرتبہ بغداد میں آ کر قیام پذیر ہوا ۔ اس نے خلیفہ کے ساتھ دوستانہ طور پر پولو کھیلا ۔ پھر یہ اصفہان واپس ہو گیا ۔

اسی سال حرمین کے اندر خطبہ سے عبیدیوں کا نام خارج کر کے مقتدی کا نام پڑھا جانے لگا ۔

سنہ ۴۸۱ھ میں مؤید ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین والئی غزنہ نے انتقال کیا اور اس کے بجائے اس کا فرزند جلال الدین مسعود تخت نشین ہوا ۔

سنہ ۴۸۳ھ میں بغداد کے باب ابرز میں تاج الملک مستوفی الدولہ نے ایک مدرسہ قائم کیا جس میں ابوبکر شاشی تعلیم دیا کرتے تھے ۔

سنہ ۴۸۴ھ میں تمام جزائر سقلیہ پر انگریزوں نے قبضہ کیا حالانکہ یہ وہ جزیرے ہیں جنھیں سنہ ۲۰۰ھ میں مسلمانوں نے فتح کیا تھا اور اب تک مسلمانوں کے مقبوضہ تھے اور جن پر عرصہ تک آل اغلب منجانب خلیفہ حکمران رہے تھے ۔ غرضیکہ یہ جزیرے عبیدی مہدی کے قبضہ سے انگریزوں نے چھین لیے —— اسی سال ملک شاہ نے بغداد آ کر ایک عالی شان جامع مسجد تعمیر کر کے اس کے اطراف شاہی محل بنوائے اور پھر اصفہان واپس ہو گیا ۔

سنہ ۴۸۵ھ میں ملک شاہ نے بغداد آ کر شر انگیزی شروع کی اور خلیفہ کو کہلا بھیجا کہ آپ بغداد خالی کر دیجئے اور جہاں جی چاہے چلے جائیے کیونکہ میں یہاں خلافت کروں گا ۔ اس حکم پر خلیفہ بہت پریشان ہوا اور کہلایا کہ کم از کم ایک ماہ کی مہلت دی جائے ۔ لیکن ملک شاہ نے کہا ایک گھنٹہ کی بھی مہلت نہیں دی جا سکتی ۔ آخر کار خلیفہ کی استدعا پر وزیر ملک شاہ نے دس دن کی مہلت دی اور اسی عشرہ میں ملک شاہ اچانک بیمار ہو کر مر گیا —— ملک شاہ کی موت کو لوگوں نے خلیفہ کی کرامت سمجھا ۔

واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ مقتدی نے پہلے ہی دن سے روزے رکھنا شروع کیے وہ روزہ کھولنے کے بعد مٹی پر بیٹھ کر ملک شاہ کے لیے بد دعا کرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کی دعا قبول کی اور ملک شاہ کو حوالہ اجل کیا ——— ملک شاہ کی موت کو اس کی بیوی نے پوشیدہ رکھ کر اپنے دو ترکی ملازم، اپنے امرا کے پاس بھیجے اور ان سے اپنے پانچ سالہ بیٹے محمود کی ولیعہدی کا اقرار لے لیا۔ اس کے بعد خلیفہ مقتدی سے درخواست کی کہ محمود کو سلطان بنانے کی منظوری عطا فرمائی جائے۔ چنانچہ خلیفہ نے محمود کو سلطان بنانے کی منظوری دیتے ہوئے ناصر دنیا و دین کا لقب بھی عنایت فرمایا۔

انتقال | ۴۸۶ھ کے ماہ محرم میں محمود کا بھائی برکیا روق بھی دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ جسے خلیفہ نے رکن الدولہ کا لقب دے کر شمشیر عنایت کی۔ اس واقعہ کے دوسرے دن خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے اچانک انتقال کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ خلیفہ کی لونڈی شمس النہار نے خلیفہ کو زہر دیا۔ اور مقتدی کے فرزند مستظہر ولیعہد کو خلیفہ بنایا گیا۔

مشاہیر | مقتدی بامر اللہ کے دور خلافت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا۔

عبدالقادر جرجانی، ابو الولید باجی، شیخ ابو اسحٰق شیرازی، اعلم نحوی، ابن صباغ مصنف الشامل، متولی، امام الحرمین، دامغانی حنفی، ابن فضالہ، مجاشعی، علامہ بزدوی شیخ الحنفیہ وغیرہ۔

مستظہر باللہ

مستظہر باللہ لقب، ابو العباس کنیت، احمد بن مقتدی بن محمد بن قائم بامر اللہ نام تھا ماہ شوال ۴۷۰ھ میں پیدا ہوا اور والد کے انتقال کے فوراً بعد بہ عمر (۱۶) سال تخت نشین خلافت ہوا ———

ابن اثیر کا بیان ہے کہ مستظہر نہایت ہی نرم خو، خوش اخلاق، نیکیوں کو جلد بروئے کار لانے والا، خوش خط، انشاء پرداز، اپنے فضائل کثیرہ میں بے بدل، عالم و فاضل، جوانمرد، سخی، علماء کا دوست اور صلحاء کا مخلص تھا۔

اس دور کی خاص باتیں | مستظہر کو بزمانہ خلافت اطمینان نہ ملا بلکہ ہمیشہ بے چینی و جنگ میں اس کی زندگی بسر ہوئی۔

۴۸۷ھ یعنی خلافت کے پہلے ہی سال مستنصر عبیدی شاہ مصر نے انتقال کیا جس پر اس کا فرزند مستعلی احمد تخت نشین ہوا اور رومیوں نے بلنسیہ پر قبضہ کیا۔

۴۸۸ھ میں احمد خاں والی سمرقند قتل کیا گیا کیونکہ اس زندیق کو اس کے امرا نے اس کی زندیقیت کے سبب گرفتار کرکے علماء وفقہاء کے روبرو پیش کیا جنھوں نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا اور اس کی سلطنت پر اس کے چچازاد بھائی کو حاکم سمرقند بنایا گیا۔

۴۸۹ھ میں زحل کے علاوہ تمام ساتوں ستارے برج حوت میں جمع ہوئے۔ اس پر نجومیوں نے کہا کہ طوفان نوح کی مانند ایک طوفان آنے والا ہے اور ہوا بھی یہ کہ حاجی جب وادی مناقب میں جمع تھے تو ایک سیلاب آیا اور ان سب کو بہالے گیا۔

۴۹۰ھ میں سلطان ارسلان ارغون بن الپ ارسلان سلجوقی قتل ہوا جس کی جگہ سعد بن برکیا روق بادشاہ ہوا اس نے شہروں اور باشندوں کو اپنا بنایا ——— اس سال حلب، انطاکیہ، معرۃ و شیراز میں ایک ماہ تک عبیدیوں کا نام خطبہ میں پڑھا گیا لیکن پھر عباسیوں کا نام خطبہ میں پڑھا جانے لگا۔ ——— اسی سال انگریزوں نے نیقیہ پر قبضہ کیا اور اس میں پہلے پہل اپنی خواہشات کے مطابق کفر کے کارنامے انجام دیئے اور اس کے اطراف وجوانب کے مقامات میں خوب خونریزی کی۔ انگریزوں کی یہ پہلی آمد بھی جو وہ علاقہ شام میں بحر قسطنطنیہ کے ذریعہ آتے تھے۔ ان کی کثیر التعداد فوج کی وجہ سے بادشاہوں اور رعایا میں اضطراب پیدا ہوا اور دوسرے کام انجام دینے دشوار ہوگئے۔

بادشاہ مصر نے جب شام پر سلجوقیوں کی بڑھتی ہوئی قوت دیکھی تو انگریزوں کو لکھ بھیجا کہ تم شام پر حملہ کرکے قبضہ کرلو۔ اگرچہ لوگوں نے انگریزوں کی بہ کثرت مخالفت کی۔

۴۹۲ھ میں اصفہان کے اندر باطنی فرقہ کا زور ہوا۔ اسی سال انگریزوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا جہاں ڈیڑھ ماہ تک وہ پڑاؤ ڈالے رہے اس جنگ میں ستر ہزار عالم، عبادت گذار اور زاہد قتل کیے گئے۔ عبادت گاہوں کو منہدم کیا۔ یہودیوں کو ایک عبادت خانہ میں بند کرکے زندہ جلا دیا۔ کچھ لوگ بچ بچا کر بغداد پہنچے اور انھوں نے جو باتیں بیان کیں اس پر آنکھیں گریاں ہیں۔ اس غدر میں بادشاہ و اُمراء وغیرہ کہیں چلے گئے اور انگریزوں نے اپنا اقتدار بٹھایا۔ ابی وردی شاعر نے بھی ان تمام واقعات کو منظوم کیا ہے۔ اسی سال یعنی ۴۹۲ھ میں محمد بن ملک شاہ نے اپنے بھائی سلطان برکیا روق پر حملہ کیا اور فتحیاب ہوا۔ اس موقع پر خلیفہ وقت مستظہر نے محمد بن ملک شاہ کو خلعت وغیاث دنیا ودین کا لقب دیا۔ بغداد میں اس کا نام خطبوں میں پڑھا جانے لگا۔ اس کے بعد پھر ان دونوں بھائیوں کے درمیان کئی مرتبہ لڑائیاں ہوئیں ——— اسی سال مصحف عثمانی، طبریہ سے دمشق لاگیا تاکہ یہ تلف نہ ہو جائے چنانچہ عثمان غنیؓ کا یہ قلمی قرآن شریف نسخہ دیکھنے کے لیے لوگ دور دور سے آئے اور اس مصحف عثمانی

کو جامع مسجد مقصورہ کے ایک مضبوط بکس میں محفوظ کر دیا گیا۔

۴۹۴ھ میں فرقہ باطنیہ نے عراق میں قوت حاصل کی اور اکثر لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ سخت معرکہ آرائی ہوئی اور اسی خانہ جنگی میں رویانی صاحب البحر بھی قتل کیے گئے۔ قتل کے خوف سے امراء عام طور پر اپنے لباس کے نیچے ذرہ پہنے رہتے تھے ——— اسی سال انگریزوں نے سروج، حیفاء، ارسوف اور قیساریہ پر قبضہ کیا ———

۴۹۵ھ میں مستعلی بادشاہ مصر نے انتقال کیا اور اس کا پانچ سالہ لڑکا منصور آمر باحکام اللہ، تخت نشین ہوا ———

۴۹۶ھ میں سلطان کے مقابلہ میں فتنہ انگیزیاں ہوئیں۔ سلطان کا نام خطبہ میں سے نکال کر صرف خلیفہ مستظہر باللہ کا نام پڑھا جاتا رہا۔

۴۹۷ھ میں سلطان محمد بن ملک شاہ اور سلطان برکیاروق میں باہم صلح ہوگئی ہے۔ دونوں عرصہ تک میدان قتال میں سرگرم رہے، طرفین کے ممالک وغیرہ میں فتنہ و فساد ہوتا رہا۔ دولت و مال برباد ہوا خوب خونریزی ہوئی، آبادیاں، ویران ہوگئیں، حکومت پر لوگوں نے دست درازی کی مغلوب و شکست خوردہ والیانِ ریاست طرح طرح سے نت نئے ظلم و قہر ڈھانے لگے تھے۔ ان تمام ویرانیوں کے پیش نظر چند عقلمندوں نے ان دونوں سلاطین میں صلح صفائی کرادی۔ اور صلحنامہ بشمول حلف و اقرار واثق مرتب ہوا۔ اس صلح پر خلیفہ نے برکیاروق کو خلعت مرحمت فرمائی اور اس کا نام بغداد کے خطبوں میں پڑھا جانے کا حکم صادر فرمایا۔

۴۹۸ھ میں سلطان برکیاروق کے انتقال پر امراء نے اس کے پانچ سالہ فرزند جلال الدولہ ملک شاہ کو اس کا قائم مقام بنایا۔ خلیفہ نے اسے شمشیر عنایت کی اور اس کا نام خطبہ میں پڑھنے کا حکم دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد اس کے چچا محمد بن ملک شاہ نے حملہ کیا۔ اور سب لوگوں نے محمد بن ملک شاہ ہی کو متفقہ طور پر حاکم تسلیم کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کو بھی شمشیر عنایت کی اور پھر وہ باشان و شوکت اپنی کثیر فوج کے ساتھ بحیثیت سلطان اصفہان چلا گیا ——— اس سال بغداد میں سخت چیچک کی وبا پھیلی جس میں بے شمار بچے ہلاک ہوئے پھر اس کے بعد اور دوسری سخت وبا آئی ———

۴۹۹ھ میں نہاوند کے علاقہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اکثر لوگوں نے اسے نبی تسلیم کیا۔ لیکن آخر کار گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا ———

۵۰۰ھ میں وہ قلعہ جس پر باطنی قابض تھے سلطان محمد بن ملک شاہ نے منہدم کرایا۔ تمام باطنیوں کو

تہ تیغ کیا اور ان کے لیڈر کی کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھر دیا۔ اور عرصہ کی قلعہ بندی کے بعد اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ معرکہ سر ہوا۔

۵۰۱ھ میں سرائے کا کرایہ وغیرہ اور شہری ٹیکس معاف کیے اس پر باشندگان بغداد نے دعائیں دیں اور لوگوں کے ساتھ مزید عدل و انصاف سے کام لیا گیا۔

۵۰۲ھ میں فرقہ باطنیہ نے پھر سر اٹھایا اور شیراز پر اچانک حملہ کر کے اس کے قلعہ وغیرہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیے۔ اس افراتفری میں اکثر لوگوں کو باطنیوں نے پکڑ کے تہ تیغ کیا۔ اسی ہڑبونگ میں باطنیوں نے شیخ شافعیہ امام رویانی صاحب البحر کو بھی بغداد میں شہید کیا۔ اور یہ تمام معرکہ ایسے وقت ہوا جبکہ شیراز بغرض سیر و تفریح باہر گیا ہوا تھا۔

۵۰۳ھ میں انگریزوں نے دو سالہ ناکہ بندی کے بعد طرابلس پر قبضہ کیا ـــــــ

۵۰۴ھ میں انگریزوں نے مسلمانوں پر بے انتہا ستم ڈھائے۔ شام پر انگریزوں کے غلبہ و قبضہ کا یقین ہونے کے سبب مسلمانوں نے صلح کرنا چاہی لیکن اولاً انکار کر دیا اور پھر لاکھوں اشرفیاں لے کر صلحنامہ کیا مگر پھر ان ملعونوں نے غداری کی ـــــــ

اسی سال مصر میں ایسی کالی آندھی آئی کہ سانس لینا مشکل ہو گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔ ریت ہی ریت برس رہا تھا لوگوں کو ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ عرصہ بعد سیاہی چھٹی اور زردی رونما ہوئی۔ اور یہ حالت بعد مغرب تک رہی ـــــــ

اسی سال انگریزوں اور ابن تاشفین حاکم اسپین کے درمیان جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اکثر انگریز قتل و گرفتار ہوئے اور انگریز بہادر مارے گئے۔

۵۰۷ھ میں مودود بادشاہ موصل ایک فوج لیکر انگریزوں کے مقابلے پر آیا۔ اور بیت المقدس میں سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ اس کے بعد واپسی میں مودود، دمشق کی جامع مسجد سے نماز جمعہ ادا کر کے نکل رہا تھا کہ ایک باطنی نے اسی پر حملہ کیا۔ مودود سخت زخمی ہوا اور زخموں کی تاب نہ لا کر اسی دن جان بحق ہو گیا۔ اس پر انگریز بادشاہ نے حاکم دمشق کو لکھا کہ تمھارے عید کے دن تمھارے ہی ایک ملازم نے تمھارے ایک سردار کو قتل کر دیا۔ اس لیے بحکم خداوندی ہم بھی تم کو ہلاک کر سکتے ہیں۔

۵۱۱ھ میں زبردست بارش ہوئی جس سے سیلاب آ گیا جس کی وجہ سے سنجار اور اس کا قلعہ وغیرہ غرقاب ہو گیا۔ اکثر لوگ ڈوب کر مر گئے اور طوفان کا یہ حال تھا کہ شہر کا دروازہ چند میل کے فاصلے تک بہتا چلا گیا۔ دو سال بعد جب زمین بالکل خشک ہو گئی تو زمین کے نیچے سے یہ دروازہ ملا اور ایک جھولا جس میں ایک بچہ سو رہا تھا

اس سیلاب میں بہہ کر زیتون کے ایک درخت میں اٹک گیا۔ یہ بچہ سلامت رہا اور پھر بوڑھے ہونے تک زندہ رہا
اسی سال سلطان محمد بن ملک شاہ کا انتقال ہوا جس کی جگہ اس کا چودہ سالہ فرزند محمود تخت نشین ہوا۔

انتقال خلیفہ مستظہر باللہ نے بدھ کے دن ۱۳ ربیع الاوّل ۵۱۲ھ کو (۲۵) سال خلافت کے بعد انتقال کیا
ابن عقیل شیخ حنابلہ نے غسل دیا اور مسترشد بن مستظہر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد
مستظہر کی دادی "ارجوان"، جو مقتدی بامراللہ کی والدہ تھی فوت ہوئی۔ ـــــــــ ذہبی کا بیان ہے خلیفہ
مستظہر کی دادی ہی وہ یکتا خاتون تھی جس نے اپنے بیٹے، پوتے اور پڑپوتے کو اپنی زندگی میں تخت
خلافت پر جلوہ فگن دیکھا۔

علمی قابلیت مستظہر شاعر بھی تھا۔ صارم بھائی مشہور شاعر وعالم نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔
مستظہر میں اکثر ذاتی خوبیاں تھیں وہ حسن سلوک کے ساتھ ساتھ انعام واکرام اور بخشش بھی کرتا۔ دشمنوں
سے سینہ سپر ہوتا اور لوگوں کو منصب، جاگیریں اور خلعتیں وغیرہ بھی دیا کرتا تھا سلفی نے ابو الخطاب بن جراح
کی زبانی لکھا ہے کہ ماہ رمضان میں ایک دن میں نے نماز میں سورۂ یوسف کی آیت "اِنَّ ابۡنَکَ سَرَقَ"
پڑھی۔ بعد نماز مستظہر نے کہا آپ نے بڑی اچھی طرح قرأت فرمائی اور درحقیقت اس آیت کے
ذریعہ ثابت ہے کہ انبیاء کرام کی اولاد جھوٹ بولنے سے منزہ و پاک ہے۔ اس کو امام کسائی نے بھی بیان کیا ہے۔

مشاہیر مستظہر باللہ کے عہد خلافت میں حسب ذیل حضرات نے انتقال کیا۔
ابو منصور سمعانی، نصر مقدسی، ابو الفرج رازی، شیدلہ، امام رویانی صاحب البحر، خطیب
تبریزی، کیا ہراسی، امام غزالی، علامہ شاشی مصنف، حلیہ مستظہری، علامہ ابی وردی لغوی وغیرہ۔

مسترشد باللہ

مسترشد باللہ لقب، ابو منصور کنیت، فضل بن مستظہر بن مقتدی بن محمد نام تھا۔ ماہ ربیع الاوّل
۴۸۶ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے والد مستظہر کے انتقال کے بعد ماہ ربیع الثانی ۵۱۲ھ میں تخت نشین
خلافت ہوا۔ یہ بلند ہمت، صاحب شان وشوکت، بڑا جیوٹ، صاحب رائے، اور بڑے رعب داب کا
خلیفہ تھا۔ اس نے امور خلافت کی از سر نو تنظیم کی۔ اور سلیقہ کے ساتھ قواعد مرتب کیے۔ امور خلافت کو نئی
زندگی دی۔ اور اس کی عظمت کی تشہیر کی۔ احکام اسلامی کی تعمیل کو لازمی قرار دیا۔ مسائل کو مزین وآراستہ
کیا۔ لڑائیوں میں خود جاتا اکثر مرتبہ حلہ، موصل اور خراسان وغیرہ کی جنگوں میں خود شرکت کی۔ آخری مرتبہ

ہمدان کے قریب اس کی فوج کو شکست ہوئی اور یہ گرفتار کر کے آذربائیجان بھیج دیا گیا۔

فقیہہ خلیفہ | مسترشد باللہ نے ابوالقاسم بن بیان اور عبدالوہاب بن ہبۃ اللہ سبتی سے احادیث کی سماعت کی۔ مسترشد کی زبانی احادیث کی روایت حسین بن عمر بن مکی الرازی اور اس کے وزیر علی بن طراد اور اسمٰعیل بن طاہر موصلی نے کی ہے جسے ابن سمعانی نے بھی لکھا ہے۔ ابن صلاح نے طبقات شافعیہ میں مسترشد باللہ کا تذکرہ علمائے حدیث کے باب میں قلمبند کیا ہے۔ مسترشد کے علم وفضل و کمال کے اظہار کے لیے یہی تحریر کافی ہے کہ ابوبکر شاشی نے اپنی کتاب عمدۃ الفقہ لکھ کر مسترشد کے نام سے انتساب کی جس کی وجہ سے کتاب مقبول ومشہور ہوئی کیونکہ اس زمانہ میں مسترشد کا لقب عمدہ دنیا ودین تھا۔ اس کو ابن سبکی نے بھی اپنی طبقات شافعیہ میں درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ مسترشد اپنی خلافت کے دوراں میں بے انتہا نیک وپارسا تھا، اونی لباس پہنتا اور اس نے اپنے محل میں ایک کمرہ عبادت کے لیے خاص کر لیا تھا۔۔۔۔۔

محبوبیت | مسترشد بدھ کے دن ۱۸ شعبان ۴۸۶ھ میں پیدا ہوا پیدائش کے بعد ہی اس کے والد مستظہر نے اسے ولیعہد مقرر کیا اور ماہ ربیع الاوّل ۴۸۸ھ ہی میں سکوں پر اس کا نام لکھوایا۔ مسترشد بہت خوشخط تھا۔ خلفائے گذشتہ میں کوئی بھی اس کی مانند خطاط نہیں ہوا۔ اس کی خوبی بھی تھی کہ کتابت کرتے وقت مسودات وغیرہ کی اصلاح بھی کرتا جاتا تھا اور دیگر کاتب بھی اس سے اصلاح لیا کرتے تھے ۔۔۔۔۔ اس کی دلیری، رعب داب، بہادری اور جنگ میں پیش قدمی اظہر من الشمس ہے۔ مخالفین نے اس کے عہد حکومت میں بکثرت تشویش ناک واقعات رونما کیے۔ انھیں مکروہات کو دور کرنے کے لیے وہ خود شمشیر بکف رہتا تھا۔ وہ ایک مرتبہ عراق میں مدافعت کر رہا تھا کہ اس کی فوج کو شکست ہوئی اور دشمنوں نے اسے گرفتار کر کے شہید کر دیا۔

ذہبی کا بیان ہے سلطان محمود بن محمد ملک شاہ نے ۵۲۵ھ میں انتقال کیا جس کی جگہ اس کا فرزند داؤد تخت نشین ہوا ہی تھا کہ اس پر اس کے چچا مسعود بن محمد نے حملہ کیا۔ اور خوفناک جنگ کے بعد دونوں میں مصالحت ہوگئی کہ دونوں بادشاہ کہلائیں گے اس واقعہ کے بعد بغداد ہی محمود کے ساتھ مسعود کا نام بھی خطبہ میں پڑھا جانے لگا۔ خلیفہ مسترشد نے دونوں کو خلعت دی پھر چند دن بعد مسعود نے خلیفہ وقت پر حملہ کیا۔ دونوں کی فوجیں مدمقابل ہوئیں۔ لیکن خلیفہ کی فوج نے غداری کی۔ اس لیے مسعود کو فتح ہوئی اور خلیفہ کو مع خاص خاص لوگوں کے ہمدان کے قریبی قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ جب اس واقعہ کی باشندگانِ بغداد کو اطلاع ہوئی تو وہ اپنے سر پر خس وخاشاک ڈال کر بازاروں اور سڑکوں پر شوروواویلا کرنے لگے ساتھ

خواتین بغداد اپنے بال کھولے ننگے سر خلیفہ پر نوحہ وزاری کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں نماز و خطبہ سب بند رہا۔
ابن جوزی کا بیان ہے خلیفہ مسترشد کی گرفتاری کے بعد ہی زلزلے آنا شروع ہو گئے ایک ایک دن میں پانچ پانچ چھ چھ مرتبہ زلزلے آتے تھے۔ جس پر لوگوں نے بارگاہِ الٰہی میں بصد عاجزی دعائیں مانگیں ــــــ
اسی زمانہ میں سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے مسعود کے نام اپنے فرزند غیاث دنیا و دین کے ذریعہ خط روانہ کیا جس میں تحریر کیا کہ اس خط کے ملتے ہی تم فوراً خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین بوسی کرو اور ان سے اپنے کیے کی معافی مانگو، کیونکہ آسمانی و زمینی علامات ہم پر بلائیں بن کر ہم کو بیدار کر رہی ہیں اور یہ وہ بلائیں ہیں جو آج تک سنی بھی نہیں گئیں، آندھیوں کی آمد، بجلیوں کی چمک، زلزلے اور ان سب کا مسلسل بیس دن سے جاری رہنا، فوج کے لیے تشویشناک اور شہروں کی بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ میں اللہ کے عذاب سے خوفزدہ ہوں عین ممکن ہے کہ سخت ترین عذاب عنقریب نازل ہو، مساجد میں نماز و خطبہ کا نہ ہونا مجھے برداشت نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ امیر المومنین سے اپنے کردار کی معافی طلب کرو۔ اور بصد عزت و شان انہیں دارالخلافہ میں لاؤ۔ ان کا کہا مانو اور ان کی عزت کرو کیونکہ یہ ہمارا اور ہمارے آباؤ اجداد کا طریقہ عمل رہا ہے ــــــ
چنانچہ مسعود نے اپنے چچا کے حکم کی تعمیل میں خلیفہ کی قدم بوسی کر کے اپنے قصور کی معافی مانگی۔ اسی دوران میں سلطان سنجر نے اپنے دوسرے قاصد کے ساتھ اپنی ایک فوج روانہ کی جس نے مسعود کو آمادہ و تیار کیا کہ وہ باعزت و شان خلیفہ کو دارالخلافہ میں لائے۔ سلطان سنجر کی فوج میں سترہ اشخاص فرقہ باطنیہ کے بھی تھے جن کے عقیدہ کی سلطان سنجر کو مطلق خبر نہ تھی۔ اور ان کے منصوبہ سے مسعود بھی واقف نہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سلطان کی فوج میں مسعود ہی نے فرقہ باطنیہ کے لوگوں کو خفیہ طور پر شریک کر دیا تھا۔ غرضکہ یہ فوج لے کر مسعود جب خلیفہ کو لانے کے لیے ہمدان کے قریبی قلعہ میں پہنچا تو ان باطنیوں نے موقع پا کر خلیفہ کے خیمہ پر حملہ بول دیا خلیفہ مسترشد اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ سلطان کی باقیماندہ فوج کو اس واقعہ کی اس وقت اطلاع ہوئی جبکہ باطنی قتل کر چکے تھے۔ چنانچہ فوج کے افسر نے ان باطنی قاتلوں کو بھی تہ تیغ کر دیا ــــــ
اس واقعہ پر سلطان سنجر نے خوب گریہ وزاری اور عزاداری کی جب اس واقعہ کی بغداد میں اطلاع ہوئی تو باشندگانِ بغداد نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے وہ برہنہ پا ہو کر روتے پیٹتے اور خواتین اپنے بال کھولے ننگے سر اپنا منہ پیٹتی اور نوحہ وزاری کرتی تھیں کیونکہ مسترشد ان کا محبوب اور چہیتا خلیفہ تھا۔ وہ اپنی بہادری انصاف نوازی اور مہربانی کی وجہ سے اپنی رعایا کا پسندیدہ اور محبوب خلیفہ تھا۔

شہادت | مسترشد باللہ کو جمعرات کے دن بتاریخ ۱۶ ذی قعدہ ۵۲۹ھ بمقام مراغہ شہید کیا گیا مسترشد شاعر بھی تھا۔ اس نے اپنی گرفتاری کے موقع پر بھی شعر کہے اور اس سے پہلے شکست کے وقت بھی جبکہ

دوسرے لوگوں نے اسے فرار ہونے کی رائے دی تھی تو اس نے فرار ہونے سے انکار کیا تھا جسے خود اپنے اشعار میں بھی ظاہر کیا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے ایک مرتبہ مسترشد باللہ نے عید اضحیٰ کا خطبہ نہایت ہی فصیح و بلیغ الفاظ میں دیا اور اس خطبہ کے آخر میں ابو مظفر ہاشمی نے بھی اس کی منظوم تعریف لکھی۔ اور اس کے وزیر جلال الدین حسن بن علی بن صدقہ نے بھی اس کی منظوم مدح سرائی کی ہے۔

قہر الٰہی | ۵۲۴ھ میں بزمانہ خلافت مسترشد آسمان سے بادلوں نے موصل میں آگ برسائی جس کی وجہ سے مکانات اور اکثر شہر جل کر خاکستر ہو گئے۔

اسی سال بادشاہ مصر آمر باحکام اللہ منصور قتل کیا گیا اور اس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، لیکن اس کا چچا زاد بھائی حافظ عبدالمجید بن محمد بن مستنصر اس کا قائم مقام ہوا ——— اسی سال بغداد میں اڑنے والے بچھو دکھائی دیئے جن کے ڈو ڈنگ تھے اس سے بھی لوگوں میں دہشت نمودار ہوئی جن کی وجہ سے اکثر بچے فوت ہوئے۔

مشاہیر | مسترشد باللہ کے عہد خلافت میں حسب ذیل اشخاص نے انتقال کیا۔

شمس الائمہ ابو الفضل امام حنفیہ، ابو الوفا ابن عقیل حنبلی، قاضی القضاۃ ابو الحسن دامغانی ابن بلیمہ مقری، طغرائی مصنفِ لامیۃ العجم، ابو علی صدفی محدث، ابو نصر قشیری، ابن قطاع لغوی، محی السنۃ بغوی، ابن فحام مقری، علامہ حریری مصنف مقامات حریری، میدانی صاحب امثال، ابو ولید بن رشد مالکی، امام ابو بکر طرطوشی، ابو الحجاج سرقسطی، ابن سید بطلیوسی، ابو علی فارقی شافعیہ، ابن طراوۃ نحوی، ابن بازش، ظافر حداد شاعر، عبدالغفار فارسی وغیرہ ———

راشد باللہ

راشد باللہ، ابو جعفر، منصور بن مسترشد ۵۰۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ مسترشد کی داشتہ تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ راشد باللہ جب پیدا ہوا تو اس کے پاخانہ کی جگہ نہ تھی۔ چنانچہ اطباء کے مشورہ سے ایک آلہ کی مدد سے جو سونے کا بنا ہوا تھا آپریشن کیا گیا اور یہ آپریشن کامیاب ہوا۔ مسترشد نے اپنی زندگی میں (۱۳) سالہ راشد کو ولیعہد مقرر کیا۔ اور یہ اپنے والد کی شہادت کے بعد ماہ ذیقعدہ ۵۲۹ھ میں تخت نشین خلافت ہوا۔

شخصیت راشد باللہ فصیح و بلیغ، ادیب، شاعر، جیوٹ، دانشمند، سخی، نیک سیرۃ اور عادل تھا۔ شر و فساد سے نفرت کرتا تھا۔

پریشانیاں سلطان سنجر کا بھتیجہ سلطان مسعود ۵۳۰ھ میں بغداد آیا۔ اس وقت راشد باللہ موصل میں تھا۔ چنانچہ مسعود نے تمام قاضیوں، اراکین سلطنت اور علماء کو جمع کیا اور ایک محضر مرتب کیا جس میں راشد باللہ کے مظالم، دولت پر ناجائز قبضے، خوں ریزی، شراب خوری وغیرہ لکھے۔ پھر اس محضر کو علماء و قضاۃ رو برو پیش کرا کے فتویٰ طلب کیا کہ آیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے اور کیا ایسے فاسق کو خلافت سے معزول کر کے دوسرا بہتر شخص خلیفہ بنایا جا سکتا ہے؟ جس پر معزولی خلافت کا متفقہ فتویٰ دیا گیا۔ ان مفتیوں میں قاضی شہر ابن کرخی بھی شریک تھے۔ چنانچہ ۱۶ ذیقعدہ ۵۳۰ھ میں راشد کے چچا محمد بن مستظہر کو خلیفہ بنا کر اس کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی اور مقتفی لامر اللہ کا اس نے لقب اختیار کیا ——

راشد کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ موصل سے آذربائیجان چلا گیا۔ اس کے ساتھ ایک بڑی فوج بھی تھی جس نے چراگاہ میں قیام کر کے فتنہ فساد پھیلایا اور لوٹ مار کی۔ اس کے بعد یہ فوج ہمدان گئی جہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا اور اکثر لوگوں کو پھانسی پر لٹکایا۔ بعض علماء کی ڈاڑھیاں منڈوائیں۔ پھر یہ فوج اصفہان پہنچی اور اصفہان کے اطراف گھیر ڈال کر اس کے اطراف و اکناف کے مقامات کو لوٹا۔

قتل راشد راشد باللہ اپنی فوج کے ساتھ اصفہان کے علاقہ میں مقیم تھا اور سخت بیمار تھا کہ ۱۶ رمضان ۵۳۲ھ کو اس کے ساتھ کے عجمی فراش اچانک اس کے خیمہ میں گھس آئے جنھوں نے اپنے چاقوؤں سے راشد اور راشد کے سب دوستوں کو مار ڈالا —— جب اس واقعہ کی بغداد میں خبر ہوتی تو سب نے اس کی ایک دن عزاداری کی۔ ——

راشد کے میر منشی عماد کا بیان ہے کہ راشد باللہ حضرت یوسفؑ کی مانند حسین و خوبصورت اور حاتم کی طرح سخی تھا —— ابن جوزی نے صولی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہر چھٹا معزول کیا گیا۔ لیکن یہ درست نہیں ہے اور اسے میں نے اسی کتاب کے شروع میں تفصیل سے لکھا ہے ——

راشد باللہ کے قتل کے بعد چادر و ڈنڈا اس کے پاس سے مقتفی کے قبضہ میں آیا۔

مقتفی لامر اللہ

مقتفی لامر اللہ، ابو عبداللہ، محمد بن مستظہر بن مقتدی ۲۲ ربیع الاول ۴۸۹ھ کو ایک حبشی سے پیدا ہوا

اور اپنے بھتیجے راشد باللہ کے قتل کے بعد بہ عمر (۴۰) سال رمضان ۵۳۰ھ میں تخت نشین خلافت ہوا مقتفی لامر اللہ کا لقب اختیار کرنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ خلیفہ ہونے سے (۶) رات پہلے اس نے رسول اللہ کو یہ فرماتے دیکھا کہ تم عنقریب خلیفہ بنائے جاؤ گے۔ احکام الٰہی کی تعمیل کرنا اور ہمیشہ عدل و انصاف کرنا۔ ——— اس لیے ابو عبد اللہ محمد بن مستظہر نے اپنا لقب مقتفی لِاَمر اللہ مقرر کیا[1]

تعمیل حکم الٰہی کا اثر مقتفی لامر اللہ نے خلیفہ ہو کر جب عدل و انصاف سے کام لینا شروع کیا اور بغداد میں امن و اطمینان ہو گیا تو سلطان مسعود بغداد آیا اور اس شرط پر خلیفہ کی بیعت کی کہ دار الخلافہ کی وہ تمام چیزیں مع اسباب سفر وغیرہ سب لے جائے گا۔ چنانچہ ناہنجار سلطان مسعود نے دار الخلافہ کے تمام شاہی جانور، سامان و اسباب، زر و جواہر پردے وغیرہ سب اپنے قبضہ میں کر لیے۔ البتہ چار گھوڑے اور آٹھ خچر پانی لانے والے چھوڑ دیئے۔ غرضکہ ۵۳۲ھ میں دار الخلافہ کی تمام چیزیں لے کر سلطان مسعود چلا گیا۔ پھر اس کے بعد اپنے ایک وزیر کے ذریعہ خلیفہ مقتفی سے ایک لاکھ اشرفیوں کا مطالبہ کیا جس پر مقتفی نے کہا۔ تعجب ہے۔ حالانکہ تم بھی جانتے ہو کہ مسترشد باللہ تمام دولت و مال لے کر تمھارے ہی پاس گیا۔ اور اس کا جو حشر ہوا اس سے واقف ہو۔ اس کے بعد راشد باللہ نے جو کچھ کیا اس کا بھی تمھیں علم ہے۔ اس کے بعد ہی سلطان نے خود ہی خزانہ کی تلاش لی تھی۔ اور جو کچھ بچا کھچا تھا وہ ہر ممکنہ طریقہ سے دولت اکٹھی کر کے خود لے گیا۔ اب بتاؤ میں تمھیں کہاں سے لا کر دوں؟ البتہ میرے گھر میں میرا گھریلو سامان خورد و نوش وغیرہ موجود ہے یہ لے جاؤ اور میں اس گھر کو بھی خیرباد کہتا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد و اقرار کیا ہے کہ کسی مسلمان پر ظلم کر کے اس سے کوئی چیز وصول نہیں کروں گا۔ اس نوبت پر سلطان مسعود نے خلیفہ کو اس کے حال پر چھوڑا اور بحکم خاص رعایائے بغداد پر ٹیکس قائم کر کے وصول کرائے۔ اس سے رعایا میں سخت ہیجان و پریشانیاں نمودار ہوئیں۔ مقتفی چونکہ احکام الٰہی کی تعمیل کر رہا تھا اس لیے اس کا یہ اثر ہوا کہ ...... ماہ جمادی الاوّل ۵۳۳ھ میں سلطان نے مقبوضہ شہر، وراثتی اراضیات اور دیگر اشیاء وغیرہ خلیفہ کو واپس دے دیں۔

عہد مقتفی میں خاص خاص امور ۲۹ رمضان ۵۳۳ھ کو بغداد میں چاند نظر نہیں آیا تو دوسرے دن سب نے روزہ رکھا لیکن ۳۰ رمضان کو بھی چاند دکھائی نہیں دیا۔ حالانکہ مطلع بالکل صاف تھا۔ اور یہ وہ تاریخی واقعہ ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔

۵۳۳ھ میں بحیرہ مقام کے اطراف دس کوس تک سخت ترین زلزلہ آیا جس کی وجہ سے بے شمار جانیں،

---

[1] مقتفی ماخوذ ہے اقتفیٰ سے جس کی معنی ہیں احکام الٰہی کی تعمیل کرنا اور عدل و انصاف کو اپنا شعار بنانا۔

تلف ہوئیں اور آخر کار بحیرہ زمین میں دھنس گیا۔ اور جہاں شہر بحیرہ آباد تھا وہاں سے کالے رنگ کا پانی ابلنے لگا ——— اسی سال امرائے عظام نے اپنے اپنے شہروں پر اپنی اپنی حکومت قائم کرلی جس کی وجہ سے سلطان مسعود عاجز ہوگیا۔ اور مسعود برائے نام سلطان رہ گیا۔ اور سلطان سنجر کا بھی یہی حال ہوا۔ کہ وہ بھی درماندہ و مجبور رہ گیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پاک و برتر ہے جو جابروں اور قاہروں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے غرضیکہ خلیفہ مقتفی کی خلافت مضبوط ہوئی۔ اس کی عزت میں اضافہ ہوا اور اس کا نام روشن ہوا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کے بعد ہی سے دولت عباسیہ کی اصلاحات و ترقیوں کی ابتداء ہوئی۔

۵۴۱ھ میں سلطان مسعود نے بغداد آکر دارالضرب[1] قائم کیا۔ اور خلیفہ مقتفی نے سکہ ڈھالنے والے کو دارالضرب سے گرفتار کرالیا۔ سلطان مسعود نے بھی خلیفہ کے ایک دربان کو پکڑ لیا جس سے خلیفہ کو غصہ آیا۔ اس زمانہ میں تین دن تک مساجد کے دروازے بند رہے۔ جب سلطان نے خلیفہ کے دربان کو چھوڑ دیا۔ تو خلیفہ نے بھی سکہ بنانے والے کو آزاد کر دیا۔ اور اس طرح ملک میں امن و امان بحال ہو گیا۔

اسی سال یعنی ۵۴۱ھ میں سلطان سنجر کا فرستادہ واعظ بغداد آیا۔ اس کے وعظ میں سلطان مسعود وغیرہ سب شریک ہوئے۔ واعظ نے خرید و فروخت پر ٹیکس لینے اور رعایا پر مظالم کے واقعات بیان کرتے ہوئے سلطان مسعود سے کہا: اے سلطان زمانہ! آپ مسلمانوں پر ظلم و سختی کر کے جو کچھ ٹیکس وغیرہ وصول کرتے ہیں وہ سب ایک رات کی نشست میں ایک گویے کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کیجئے اور گانے والوں پر دولت ضائع نہ کیجئے۔ بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کا شکر کریں کہ اس نے آپ کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ سلطان مسعود نے واعظ کی نصیحت پر عمل کرنے کا اقرار کیا اور اعلان کرا دیا کہ آئندہ سے ٹیکس معاف کیا جاتا ہے پھر اس قسم کے ٹیکسوں کی معافی کا حکم تختیوں پر لکھوا کر باجے گاجے کے ساتھ شہر میں گشت کرایا پھر ان تختیوں کو نصب کرا دیا گیا جو ناصر لدین اللہ کے زمانہ تک نصب رہیں لیکن جس نے یہ کہہ کر ان تختیوں کو نکلوا دیا کہ ان عجمی رسموں کی ہمیں ضرورت نہیں۔

۵۴۳ھ میں انگریزوں نے دمشق کا محاصرہ کیا۔ جن کا نورالدین محمود بن زنگی اور اس کے بھائی نے مقابلہ کیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح اور انگریزوں کو شکست ہوئی اس کے بعد نورالدین زنگی نے انگریزوں سے لڑکر وہ تمام ممالک واپس لے لیے جو انگریزوں نے ناجائز طور پر قبضا لیے تھے۔

۵۴۴ھ میں بادشاہ مصر الحافظ لدین اللہ نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا ظافر اسمٰعیل اس کا قائم مقام ہوا اسی سال بغداد میں تقریباً دس مرتبہ سخت زلزلے آئے اور کوہ حلوان ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا ———

---

[1] دارالضرب جہاں سرکاری سکے بنائے جاتے ہیں۔ ٹکسال۔ سکیورٹی پریس۔

۵۴۵ھ میں بمقام یمن آسمان سے خون کی اتنی بارش ہوئی کہ شہر کی پوری زمین خون سے لبریز ہو گئی اور اس خون کی سرخی کا رنگ لوگوں کے لباس پر باقی رہا۔

۵۴۷ھ میں ۲۹ رجمادی الثانی کو سلطان مسعود نے انتقال کیا ـــــــ

مقتفی کے وزیر ابن ہبیرہ کا بیان ہے کہ سلطان مسعود کے ملازمین نے جب خلیفہ مقتفی پر دراز دستیاں اور بے ادبیاں کیں تو اس وقت ہم میں مقاومت و مدافعت کی طاقت نہ تھی چنانچہ باتفاق رائے میں نے اور خلیفہ مقتفی نے سلطان مسعود کے لیے بد دعا کا ویسا ہی منصوبہ بنایا جس طرح رسول اللہؐ نے رعل و ذکوان کے لیے ایک ماہ تک بد دعا کی تھی۔ میں نے اور خلیفہ نے پوشیدہ طور پر اپنے اپنے گھر ۲۹ رجمادی الاول ۵۴۷ھ کی رات سے سلطان مسعود کے لیے بد دعا کرنا شروع کی۔ ہم لوگ رات سے صبح تک بارگاہِ الٰہی میں بد دعا کرتے تھے۔ اس بد دعا کرنے کو جب پورا ایک ماہ ہو گیا تو تیسویں دن ہی سلطان محمود اپنے بچھونے پر مرا ہوا پایا گیا۔ سلطان مسعود کے انتقال کے بعد ہی تمام فوج وغیرہ نے ملک شاہ کو سلطان بنایا۔ لیکن خاص بک نے ملک شاہ پر حملہ کر کے ملک پر قبضہ کر لیا اور اس کے بھائی محمد کو خوزستان سے بلا کر سلطنت اس کے حوالہ کر دی۔ محمد کے سلطان ہونے کے بعد مقتفی کی خلافت مضبوط ہوئی۔ خلیفہ مقتفی کے احکام کی تعمیل کی جانے لگی اور مدرسہ نظامیہ میں سلطان مسعود نے اپنے جن آدمیوں کو مقرر کیا تھا ان سب کو معزول کر دیا گیا۔ اس کے بعد اطلاع آئی کہ واسط کے آس پاس فتنہ و فساد کی آگ روشن ہے چنانچہ خلیفہ مقتفی نے وہاں پہنچ کر سنظم او کیا اور حلہ و کوفہ وغیرہ کی راہ فتحیاب، کامران و سرخ رو بغداد واپس آیا۔ اور اس روز بغداد کو خوب آراستہ کیا گیا۔

۵۴۸ھ میں چند ترکوں نے سلطان سنجر پر یلغار کر کے اُسے قید کر لیا پھر اُسے ذلیل و رسوا کر کے غاصب ترک اس کی حکومت پر قابض ہو گئے برائے نام اس کی سلطنت اور اس کا نام خطبوں میں پڑھا جاتا تھا اور ایک سائیس کے برابر اس کی تنخواہ مقرر کر دی تھی۔ اس حالت میں سلطان سنجر خود اپنے آپ پر روتا اور لعنت کرتا تھا۔

۵۴۹ھ میں بادشاہ مصر ظاہر باللہ عبیدی کو قتل کیا جا کر اس کی جگہ اس کے بالکل کم عمر فرزند فائز عیسیٰ کو تخت نشین کیا گیا تھا۔ مصر کے نظم و نسق میں خلل پڑا تو خلیفہ مقتفی نے نورالدین محمود زنگی کو مصر کا بادشاہ بنا کر فوراً وہاں پہنچنے کے لیے لکھا جو اس زمکہ میں انگریزوں سے نبرد آزما تھا اور جہاد چھوڑنا پسند نہ کرتا تھا۔ وہ اسی سال ۵۴۹ھ کے ماہ صفر میں دمشق پر قابض ہوا تھا اس کے علاوہ دیگر ممالک و قلعوں پر بزور شمشیر قبضہ کر چکا تھا۔ اور روم کے اکثر شہروں میں اس کے تصرف و قبضہ کی وجہ سے امن و امان پیدا ہوا تھا۔ اس کے بڑھتے ہوئے حدود مملکت میں اس کی شہرت کا غلغلہ تھا لیکن مقتفی کے حکم پر وہ مصر جانے کے لیے تیار ہوا۔ خلیفہ نے شمشیر عنایت کر کے ملکِ عادل خطاب دیا اور مصر روانہ کر دیا ـــــــ

انتقال نورالدین کو مصر کا بادشاہ بنانے کے بعد مقتفی کی شان و شوکت دوبالا ہو گئی۔ حسد وغیرہ کی وجہ سے مخالفین چوطرفہ سے اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے لیکن مقتفی کی عزت اور درخشاں و تاباں ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اتوار کی رات کو بتاریخ ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں اس نے بعمر (۶۶) سال وفات پائی۔

مقتفی کی خوبیاں ذہبی نے لکھا ہے مقتفی دراصل خلفاء کا سردار تھا۔ وہ عالم، ادیب، جیوٹ، بردبار، نرم خو، کامل سردار، امامت کا سزاوار اس کی مثال کسی گذشتہ خلیفہ میں نظر نہیں آتی، یہ معمولی سے معمولی حکم کو بھی ضبط تحریر میں لاتا تھا۔ اس نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کوئی کام خلاف امانت و دیانت نہیں کیا۔ اس نے استاد ابوالبرکات بن ابی فرج بن السنیؒ سے احادیث پڑھی تھیں ______

ابن سمعانی کا بیان ہے کہ اس نے اپنے بھائی مسترشد کے ساتھ ابوالقاسم بن بیان سے احادیث کی سماعت کی۔ از مقتفی کی زبانی امام ابو منصور جوالیقی لغوی اور وزیر مملکت ابن ہبیرہ وغیرہ نے احادیث کی روایت کی۔

مقتفی نے خانہ کعبہ کے دروازہ کو از سرِ نو لگایا اور اپنے لیے عقیق کا ایک صندوق بنوایا تاکہ اس کو تابوت کے اندر رکھ کر اسے دفن کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مقتفی بڑا نیک سیرت، احسانات الٰہی کا مشکور، دیندار، صاحب عقل و شعور، عالم فاضل، صاحب الرائے، سیاست دان تھا۔ امور امامت و خلافت کی از سر نو تنظیم کی۔ احکام خلافت بہ عمدگی جاری کیے وہ تمام امور خلافت خود انجام دیا کرتا۔ اس نے کئی مرتبہ جنگوں میں شرکت کی اور دراز عمر پائی۔

عہد مقتفی کی تعریف ابوطالب عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالسمیع ہاشمی نے اپنی کتاب مناقب عباسیہ میں لکھا ہے مقتفی کے دور خلافت میں اس کے اعمال حسنہ کی وجہ سے سب لوگ سرسبز و شاداب اور خوش عیش تھے۔

اس کے دور حکومت میں عدل و انصاف کی کارفرمائی تھی۔ مقتفی خلیفہ ہونے سے پہلے بھی دل سے عبادتِ الٰہی کیا کرتا تھا۔ وہ ابتدائی عمر ہی سے اسلامی احکام کی بجا آوری کرتا۔ طلب علوم میں مشغول رہتا۔ اس نے قرآنِ کریم بہ عمدگی پڑھا۔ معتصم کے سوائے اس جیسا سخی، نرم دل اور محبت کرنے والا کوئی اور خلیفہ تاریخ میں بھی نہیں پایا تھا۔ وہ جیوٹ، بہادر اور بارعب ہونے کے ساتھ زاہد، متقی اور عبادت گذار بھی تھا۔ وہ مرتے دم تک اپنی فوج کے ساتھ جہاں گیا وہاں سے کامیاب اور فتحمند واپس ہوا۔

ابن جوزی نے لکھا ہے مقتفی نے عراق و بغداد وغیرہ کو دوبارہ اپنے قبضہ میں لیا پھر کوئی تنازعہ باقی نہ رہا۔ حالانکہ اس سے پہلے مقتدر باللہ وغیرہ کے زمانہ میں خلیفہ برائے نام ہوتا تھا اور وزیر سلطنت پوری حکومت کیا کرتا تھا ______ سلطان سنجر، بادشاہ خراسان، نورالدین بادشاہ مملکت شام وغیرہ یہ تمام سلاطین مقتفی کی خلافت میں نائب سلطنت کی حیثیت رکھتے تھے۔ غرض کہ مقتفی بڑا ہی سخی سردار تھا۔ محدثین کو دوست رکھتا

تھا، بڑی محبت وعزت سے احادیث سنتا۔ خود صاحب علم اور عالموں کا قدرداں وثنا خواں تھا۔

سمعانی نے ابو منصور جوالیقی کے ذریعہ امیر المومنین مقتفی لامر اللہ کے واسطے سے حضرت انس کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا امراء کی سختی سے رعایا میں بخل پیدا ہو جاتا ہے اور قیامت اس وقت آئے گی جبکہ لوگ زیادہ تر شریر ہو جائیں گے۔

ایک مرتبہ خلیفہ مقتفی نے امام ابو منصور جوالیقی نحوی کو نماز پڑھانے کے لیے طلب کیا امام نے مقتفی کے قریب آکر کہا السلام علی امیر المومنین ورحمۃ اللہ۔ اس وقت مقتفی کے پاس ابن تلمیذ عیسائی ڈاکٹر بھی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے امام مذکور سے کہا اے شیخ! امیر المومنین کو سلام کرنے کا یہ کونسا طریقہ ہے۔ اس پر امام اس عیسائی ڈاکٹر کی جانب متوجہ نہ ہوئے اور خلیفہ مقتفی سے کہا اے امیر المومنین! میں نے سنت نبویؐ کے موافق آپ کو یہ سلام کیا ہے۔ اور پھر متعلقہ حدیث سنانے کے بعد کہا اے امیر المومنین اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ کوئی یہودی یا عیسائی ایسا علم حاصل نہیں کر سکتا جس سے خیر و برکت کے آثار پائے جائیں۔ تو اس قسم کھانے والے پر کفارہ قسم نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہودیوں اور علیساتیوں وغیرہ کے دل پر مہر لگا دی ہے۔ جو ایمان لانے کے بعد ہی ٹوٹ سکتی ہے۔ اس پر مقتفی نے کہا آپ نے بالکل درست فرمایا اس موقع پر ابن تلمیذ عیسائی ڈاکٹر بلند پایہ ادیب اور بہت زیادہ عالم ہونے کے باوجود ایسا خاموش رہا گویا کسی نے اسکے منہ میں سخت پتھریلی لگام لگا دی ہے۔

مشاہیر مقتفی کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل اشخاص نے انتقال فرمایا۔

ابن ابرش نحوی، یونس بن مغیث، جمال الاسلام ابن مسلم شافعیہ، ابوالقاسم اصفہانی مصنف الترغیب، ابن برجان، علامہ مازری مالکی صاحب العلم، علامہ زمخشری، رشاطی صاحب انساب، استاد جوالیقی، ابن عطیہ مفسر، ابوسعادات بن الشجری، امام ابوبکر ابن عربی، ناصح الدین ارجانی شاعر، قاضی عیاض، حافظ ابوالولید بن دباغ، ابوالاسعد ہبۃ الرحمٰن قشیری، ابن علام الفرس مقریؒ، مشہور شاعر رفاع، علامہ شہرستانی مصنف ملل ونحل، قیسرانی شاعر، محمد بن یحییٰ شاگرد خاص امام غزالیؒ، ابوالفضل بن ناصر محدث، ابوالکرم شہرزوری مقریؒ، واؤ شاعر، شیخ شافعیہ ابن جلاد وغیرہ۔

مستنجد باللہ

مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف بن مقتفی ۵۱۸ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کا نام طاؤس تھا جو علاقہ کرجستان کی باشندہ اور مقتفی کی داشتہ تھی ——— مقتفی نے اپنے بیٹے مستنجد کو ۵۴۷ھ میں ولیعہد بنایا تھا

جو اپنے والد کے انتقال پر ۵۵۵ھ میں لوگوں سے بیعت لے کر تخت نشین خلافت ہوا۔

نرم دلی و مہارتِ فلکیات مستنجد انصاف، نرم دلی اور مہربانیوں میں مشہور تھا اس نے عام طور پر ٹیکس معاف کر دیئے تھے اور خاص طور سے عراق میں کوئی ٹیکس باقی نہیں رکھا تھا۔ فسادیوں کا دشمن تھا۔ ایک فتنہ پرداز جو لوگوں کو تکلیفیں دیا کرتا تھا اسے گرفتار کر کے ایک شخص مستنجد کے روبرو لایا۔ تو گرفتار کرنے والے کو مستنجد نے دس ہزار اشرفیاں انعام میں دیں اور کہا ایسے ہی دوسرے فتنہ پرور کی اطلاع دو تاکہ ہم اسے گرفتار کر کے تم کو مزید دس ہزار اشرفیاں دیں تاکہ رعایا کو اطمینان حاصل ہو سکے ——

ابن جوزی کا بیان ہے مستنجد بڑا ہی سمجھدار اور باشعور صائب الرائے، دانشمند، علم و فضل کا مالک، بلیغ نثر نگار تھا۔ اس کے ساتھ ہی ماہر فلکیات تھا۔ وہ علم ہیئت اور اسطرلاب[1] کے آلات وغیرہ سے بخوبی واقف تھا —— اور بلند پایہ فصیح و شیریں کلام شاعر بھی تھا۔ اس نے اپنے وزیر مملکت ابن ہبیرہ کی ان تدابیر کو سراہا ہے جو عام مسلمانوں کی مصلحتوں اور ترقی کی بنیاد تھیں اور ان واقعات کو بھی منظوم کیا ہے۔

دَورِ مستنجد کی خاص باتیں مستنجد کی خلافت کے سال اول میں الفائز بادشاہ مصر نے انتقال کیا جس کی جگہ اس کا فرزند عاضد لدین اللہ تخت نشین ہوا جو عبیدیین کا آخری خلیفہ تھا۔

۵۶۲ھ میں سلطان نور الدین نے امیر اسد الدین شیرکوہ کو دو ہزار سواروں کے ساتھ مصر روانہ کیا۔ جس نے ایک قریبی جزیرہ میں قیام کر کے تقریباً دو ماہ تک مصر کا محاصر رکھا۔ اس عرصہ میں بادشاہ مصر نے انگریزوں سے مدد مانگی چنانچہ انگریز دمیاط کے راستہ مدد کو پہنچے۔ اس نوبت پر اسد الدین مقام صعید پہنچا جہاں مصریوں سے خوب جنگ ہوئی۔ اگرچہ اسد الدین کی فوجی طاقت کم تھی اور دشمنوں کی تعدادی اکثریت تھی تاہم اسد الدین کو فتح ہوتی اس جنگ میں انگریز بھی کئی ہزار مارے گئے۔ فتحمندی کے بعد اسد الدین نے صعید کے باشندوں پر سے تمام ٹیکس معاف کر دیئے۔ مقام صعید کی جنگ کے بعد انگریز نے اسکندریہ کا رخ کیا۔ جو اس وقت اسد الدین کے بھتیجے صلاح الدین یوسف بن ایوب کے قبضہ میں تھا۔ غرضکہ انگریزوں نے چار ماہ تک اسکندریہ کا محاصرہ کیے رکھا جب اس کی اطلاع اسد الدین کو ہوتی تو اس نے بھی اسکندریہ کا رُخ کیا۔ اس اطلاع پر انگریز وہاں سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد اسد الدین اسکندریہ سے مملکت شام کی جانب واپس ہو گیا۔

۵۶۴ھ میں انگریز ایک عظیم الشان فوج لے کر علاقہ مصر کی جانب آیا اور لبیس پر قابض ہونے کے بعد اس نے قاہرہ کا محاصرہ کیا۔ لیکن انگریزوں کے حملہ کے خوف سے بادشاہ نے خود ہی شہر میں آگ لگوا دی۔ اور سلطان

---

[1] اسطرلاب نام اس بڑی دوربین کا جس میں بہت سے کل پرزے لگے ہوتے ہوتے ہیں اور اس کی مدد سے حالات فلک معلوم کیے جاتے ہیں اور ستاروں کی گردش وغیرہ دیکھتے ہیں اس طلوع و غروب اور گہن کے اوقات سے آگاہی حاصل کی جاتی ہے۔

نورالدین کو مدد کے لیے لکھا اور اسدالدین کی آمد کی خبر سن کر انگریزی فوج قاہرہ سے بھاگ گئی۔ پھر اسدالدین جب قاہرہ پہنچا تو بادشاہ مصر عاضدلدین اللہ نے اسے اپنا وزیر بنایا اور خلعت سے سرفراز کیا۔ اس واقعہ کے پانچ چھ دن بعد ۵۶۵ھ میں وہ فوت ہو گیا۔ جس کی جگہ اس کے بھتیجے صلاح الدین یوسف بن ایوب کو بادشاہ مصر نے وزیر بنا کر شمشیر عنایت کی اور ملک ناصر کا خطاب دیا جس نے عرصہ تک وزارتِ عظمیٰ کے فرائض انجام دیئے۔

انتقال ذہبی کا بیان ہے مستنجد کی بیماری کے وقت سے اس کی موت تک آسمان پر اتنی گہری شفق رہی جس کی وجہ سے دیواریں بھی سرخ نظر آتی تھیں۔ غرضکہ مستنجد نے ۸ ربیع الثانی ۵۶۶ھ میں انتقال کیا۔

مشاہیر مستنجد باللہ کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل حضرات نے انتقال فرمایا:۔

علامہ دیلمی مصنف مُسندِ فردوس، عمرانی مقرر مذہب شافعیہ، ابن بزری شافعی اہل جزیرہ، وزیر مملکت ابن ہبیرہ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، امام ابوسعید سمعانی، ابن نجیب سہروردی، ابوالحسن بن ہُزیلی مقریٔ وغیرہ۔

مستضی بامراللہ

مستضی بامراللہ، ابومحمد، الحسن بن مستنجد باللہ ۵۳۶ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کا نام غضّہ تھا جو آرمینیہ کی باشندہ اور مستنجد کی داشتہ تھی۔ مستضی نے اپنے والد کے انتقال کے دن ہی لوگوں سے اپنی بعیت لی اور اسی دن تخت نشین خلافت ہوا۔

ابن جوزی کا بیان ہے مستضی نے خلیفہ ہونے کے بعد فوراً ہی عام اعلان کر دیا، ہر قسم کا ٹیکس معاف کیا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ مظالم کا سدِ باب کیا اور انصاف و بخشش کے وہ کارنامے انجام دیئے جو ہماری عمر بھر نظر نہیں آئے تھے۔ ہاشمیوں، علویوں، عالموں کو خوب نوازا۔ مدرسوں اور سراؤں وغیرہ پہ کافی سے زیادہ دولت خرچ کی۔ اور ہمیشہ جود وسخا سے کام لیتا تھا۔ روپے پیسے کی اس کے نزدیک کوئی وقعت نہ تھی۔ وہ حلیم، بامروت اور مہربان تھا۔ اس نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنے تمام ارکین حکومت وغیرہ کو خلعتیں دیں ——

مخزن خیاط کا بیان ہے کہ خلیفہ مستضی بامراللہ نے ایک ہزار تین سو ریشمی قبائیں لوگوں کو تقسیم کیں۔ جب منبر پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا تو حسب عادت اس نے اشرفیاں نچھاور کرائیں۔ روح بن حدیثی کو قاضی شہر مقرر کر کے (۱۷) غلام اسے عنایت کیے۔ اس موقع پہ درباری شاعر حیص بیص نے بھی قصیدہ پڑھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے لوگوں کے ہجوم سے علیحدہ رہنے کی خاطر مستضی پردہ کے پیچھے بیٹھتا اور باہر نکلتے وقت خدام وغیرہ اس کے ساتھ رہتے۔ ملازمین خاص کے سوائے کوئی دوسرا اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔

بنو عبید کا خاتمہ ابن جوزی کا بیان ہے مستضی کے دورِ خلافت میں بنو عبید کی بادشاہت ختم ہوگئی۔ چنانچہ مصر میں مستضی کا نام خطبوں میں پڑھا جانے لگا اور اسی کے نام کے سکے جاری ہوگئے۔ جب قاصد یہ خوشخبری بغداد لایا تو بغداد کے بازاروں میں خوشی منائی گئی۔ شہر میں قبے اور گنبد و دروازے بنائے گئے۔ اور میں نے ان واقعات کو اپنی کتاب النفر علی مصر میں تفصیل سے بیان کیا ہے ———

اصلاحات ذہبی کا بیان ہے مستضی کے دورِ خلافت میں بغداد کے اندر رافضیوں کی قوت جاتی رہی۔ ان کی ہوا اکھڑ گئی۔ لوگوں کو امن و امان حاصل ہوا۔ اور زندگی کی آسانیاں فراہم ہوئیں۔ یمن، برقہ، توزر اور مصر سے لے کر اسوان تک کے علاقہ میں مستضی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ تمام بادشاہ اس کے مطیع ہو گئے اور یہ واقعات ۵۶۷ھ میں رونما ہوئے۔

عباد کاتب کا بیان ہے کہ ۵۶۷ھ میں جامع مسجد میں سلطان صلاح الدین بن ایوب نے خلیفہ مستضی کی ہر قسم کی فرمانبرداری و اطاعت کرنے کا عام اعلان کیا اور پہلے ہی جمعہ میں خلیفہ مستضی عباسی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ ہر قسم کی بدعتوں کو موقوف کر کے راہ شریعت پر چلنے کے احکام دیئے اور دوسرے جمعہ کو قاہرہ میں بنو عباس کے اس خلیفہ کا نام خطبوں میں پڑھوایا۔ اس کے بعد ہی دسویں محرم ۵۶۷ھ میں بادشاہ مصر عاضد باللہ کا انتقال ہوگیا تو صلاح الدین نے شاہی محل اور تمام عمدہ و نفیس چیزوں پر قبضہ کر لیا اور دل پسند چیزوں کے علاوہ دوسری تمام اشیاء متواتر دس سال تک فروخت کی جاتی رہیں۔

سلطان نور الدین نے شہاب الدین مطغر بن علامہ شرف الدین بن ابی عصرون کو یہ خوشخبری بغداد لیجانے کا حکم دیا اور مجھ عباد کاتب سے فرمایا پیام خوشخبری لکھو جو تمام عالم اسلامی میں روانہ کیا جائے۔ چنانچہ میں نے حسب ذیل پیام خوشخبری تحریر کیا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو حق کو بلند و ظاہر کرتا اور باطل پرستوں وجھوٹ وغیرہ کو تباہ و برباد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہمارے ہر شہر میں مولانا امام مستضی بامر اللہ امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین کے نام کا علی الاعلان منبروں پر خطبہ پڑھا جا رہا ہے۔ تمام مساجد میں زاہد و عابد مشغول عبادت ہیں اور بدعتوں کے وہ تمام مقامات منہدم کر دیئے گئے ہیں جہاں صدیوں سے باطل پرستیوں کے ڈھول پیٹے جاتے تھے، نیز دو سو اسی برس سے باطل پرست اور شیطان کے چیلے مصائب و ابتلاء کے پہاڑ جہاں بنائے ہوئے تھے وہاں اللہ نے ہم مسلمانوں کو قابض و متصرف کر دیا ہے۔ ان مقامات سے بھی ہم نے الحاد، بیدینی، شیعیت، بدعت و گمراہی کا مکمل طور پر ازالہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین

پر ہم کو قدرت و قوت دی ہے اور ہم نے یہاں خلافت عباسیہ کے احکام نافذ کرانے کا پورا استحکام کر لیا ہے ملحدین اور باطل پرستوں کے فتنہ و فساد سے روئے زمین کو پاک و صاف کر دیا ہے ــــــــ

اسی پیام مسرت کے ساتھ عماد شاعر کا ایک قصیدہ بھی دربار خلافت میں روانہ کیا۔ جس پر خلیفہ مستضی نے قاصد کو خلعت دیا اور سلطان نورالدین و صلاح الدین کو عالی شان بڑے بڑے پرچم مصر کے ہر ایک خطیب، کاتب اور عماد کو خلعت اور سو سو اشرفیاں انعام دیں۔

مصر پر سلطان صلاح الدین کا تسلط ابن اثیر کا بیان ہے مصر میں خلیفہ مستضی عباسی کے نام کا خطبہ اس طرح شروع ہوا کہ جب سلطان صلاح الدین مصر پر قابض ہوا تو عاضد کی حکومت کمزور پڑنے لگی۔ اسی دوران میں سلطان صلاح الدین کو سلطان نورالدین نے لکھا مصر میں خلیفہ مستضی عباسی کے نام کا خطبہ پڑھا پڑھا جائے لیکن سلطان صلاح الدین نے مصریوں کے حملہ کے خوف سے اس حکم پر کوئی التفات نہ کیا۔ اس پر نورالدین نے صلاح الدین کو دوبارہ بہ تاکید لکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عاضد بیمار تھا۔ چنانچہ . . . .

صلاح الدین نے درباریوں سے مشورہ کیا بعض نے موافقت کی اور بعض خوفزدہ رہے تو وہ عجمی جو مصر میں نو وارد تھا اور امیر العالم کے نام سے مشہور تھا اس نے یہ دیکھ کر کہ کوئی شخص تیار نہیں ہے تو آگے بڑھ کر کہا کہ میں اس کام کی ابتدا کروں گا چنانچہ ماہ محرم ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ کو خطیب کے خطبہ سے پہلے اس نے خلیفہ مستضی کی درازی عمر و دولت کی دعا مانگی۔ اس پر کسی فرد نے بھی مزاحمت نہیں کی۔ اس کے بعد دوسرے جمعہ کو بحکم سلطان صلاح الدین تمام مساجد میں عاضد کے نام کے بجائے خلیفہ مستضی کا نام خطبوں میں پڑھا گیا۔ اور اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ عاضد سخت بیمار رہا کہ دسویں محرم کو فوت ہو گیا۔

۵۶۹ھ میں سلطان نورالدین نے خلیفہ مستضی کی خدمت میں چند تحائف پیش کیے جس میں ایک دھاری دار گدھا بھی تھا جس کا نام عتابی تھا۔ جسے دیکھنے کے لیے رعایا آتی رہی۔ ایک مرتبہ اس عتابی گدھے کو دیکھ کر ایک شخص نے اپنے شہر کے اس شخص پر جس کا نام عتابی[1] تھا جو بڑا ہی باتونی اور کند ذہن تھا۔ چھینٹا کستے ہوئے کہا ہمارے پاس خرموج دریائی تحفہ میں بھیجا گیا ہے۔ حالانکہ ہمارے شہر میں خود موج رواں گدھا موجود ہے۔

دیگر حالات ۵۶۹ھ میں مصر میں نارنگی کے برابر کالے رنگ کے اولے گرے جس سے اکثر مکانات منہدم ہو گئے۔ اکثر و بیشتر آدمی اور جانور فوت ہوئے، دریائے دجلہ میں ایسا سخت سیلاب آیا جس سے بغداد ڈوب گیا اور جمعہ کی نماز شہر کی فصیل کے باہر ادا کی گئی۔ دریائے فرات میں بھی طغیانی آئی جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر چھوٹے

---

[1] عتابی اس ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں جس پر دریا کی لہریں نظر آتی ہیں۔ اور ایسے کپڑے کو موج دریا کہتے ہیں۔ تحفہ میں آنے والے گدھے پر بھی باریک باریک بہت سی خوبصورت لکیریں تھیں ــــــ اس لیے بھی اس گدھے کو خر موج دریائی کہتے ہیں۔

چھوٹے گاؤں غرقاب ہوگئے اور باشندے بارگاہِ الٰہی میں خشوع وخضوع کرنے لگے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس سیلاب وطغیانی کی کثرت کے باوجود دجیل کے باغ وکھیت بالکل سوکھے رہے اور پھر خشک ہوگئے ـــــ

اسی سال سلطان نورالدین بادشاہ دمشق نے انتقال کیا اور اس کا کم عمر فرزند ملک صالح اسمٰعیل بادشاہ دمشق بنایا گیا۔ اس نوبت پر انگریز ساحل تک پہنچ گئے جن کو بہت کچھ زر ودولت دے کر مصالحت کی گئی۔ کیونکہ وہ حملہ کرنے کے لیے بالکل تیار ہوگئے تھے۔

اس سال شیعوں نے پھر عبیدیوں کی حکومت قائم کرنے کی تدبیریں کیں اور اولاد عاضد کو بادشاہ بنانا چاہا اس منصوبہ میں سلطان کے چند امراء بھی شریک تھے۔ جب سلطان صلاح الدین کو اس سازش کا پتہ چلا تو اس نے ان سب بہی خواہان اولاد عاضد کو قصرین کے درمیان پھانسی دے دی۔

۵۷۲ھ میں سلطان صلاح الدین نے مصر وقاہرہ شہر کے اطراف عظیم الشان فصیل شہر پناہ بنانے کا حکم دیا اور اس کے تمام انتظامات مکمل کرنے کے لیے بہاءالدین قراقوش کو حاکم تعمیرات مقرر کیا ـــــ

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس فصیل کا دور ہاشمی گز[1] کے لحاظ سے انیس ہزار تین سو گز تھا۔

اسی سال مصر کے مشہور پہاڑ مقطم میں ایک قلعہ بنانے کا حکم دیا گیا تاکہ اسے دارالسلطنت قرار دیا جائے لیکن اس قلعہ کی تعمیر سے پہلے ہی سلطان صلاح الدین کا انتقال ہوگیا۔ البتہ اس میں سلطان کے بھتیجے ملک کامل نے سکونت اختیار کی ـــــ اسی سال یعنی ۵۷۲ھ میں سلطان صلاح الدین نے حضرت امام شافعیؒ کا مزار پختہ تعمیر کرایا۔

۵۷۴ھ میں ایک مرتبہ آدھی رات کے وقت بغداد میں سخت ترین آندھی آئی۔ اس آندھی میں آسمان سے زمین تک آگ کے ستون قائم نظر آتے رہے۔ لوگوں نے بے انتہا خضوع وخشوع سے دعائیں مانگیں اور یہ منظر صبح تک باقی رہا۔

انتقال | ۵۷۵ھ میں شوال کی آخری تاریخ میں خلیفہ مستضی بامر اللہ نے انتقال کیا اور اس کا فرزند احمد تخت نشین خلافت ہوا۔

مشاہیر | مستضی کے دورِ خلافت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال فرمایا۔

ابن خشاب نحوی، شہنشاہ نحویین علامہ ابونزار حسن بن صافی، حافظ ابوالعلاء ہمدانی، ناصح الدین ابن دہان نحوی، حافظ کبیر القاسم بن عساکر منجملہ اولاد امام شافعیؒ، مشہور شاعر حیص بیص، حافظ ابوبکر بن خیر وغیرہ۔

---

[1] ہاشمی گز کا طول ایک لمبے آدمی کے ان دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے برابر ہوتا ہے جبکہ وہ اپنے دونوں ہاتھ دائیں بائیں سیدھے کھول کر سیدھا کھڑا ہوجائے یعنی ایک ہاشمی گز کا طول کم از کم ساڑھے آٹھ فٹ ہے۔ از مترجم

الناصر لدین اللہ

ناصر لدین اللہ، ابو العباس، احمد بن مستضی بیر کے دن ۱۰ رجب ۵۵۳ھ میں پیدا ہوا، اس کی ماں ترکن تھی جس کا نام زمرد تھا۔ ۳۰ ر شوال ۵۷۵ھ کو بحیثیت ولیعہد تخت نشین ہوا۔

راوی حدیث ناصر نے ابوالحسین عبدالحق یوسفی، ابوالحسن علی بن عساکر بطائحی اور دوسرے حضرات سے احادیث پڑھیں اور سماعت کیں۔ اور ایک بہت بڑی جماعت نے طریقہ اسناد کے بجائے فخریہ طور پر خلیفہ ناصر لدین اللہ کی زبانی دوسروں سے احادیث کی روایت کی ہے۔

طویل خلافت ذہبی کا بیان ہے خلفائے گذشتہ کی بہ نسبت ناصر نے طویل عرصہ تک یعنی (۴۷) سال خلافت کی۔ اور عزت و شان سے زندہ رہا۔ دشمنوں کو نیست و نابود کیا۔ تمام بادشاہوں نے اس کی فرمانبرداری کی اور کسی سلطان نے اس سے سرکشی نہیں کی۔ جس خارجی نے حملہ کیا اس کا قلع قمع کر دیا۔ جس مخالف نے دشمنی کا اظہار کیا اس کا تختہ پلٹ دیا۔ اور جس نے سلطان ناصر سے برائی کرنے کا ارادہ کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل و رسوا کیا۔

سیاستدان ناصر اپنے دادا مستنجد باللہ کی طرح نیک سیرت، مصالح ملکی کا زبردست منتظم و مہتمم تھا۔ کسی بادشاہ و رعایا کا چھوٹا بڑا کوئی کام اس سے ڈھکا چھپا نہ تھا کیونکہ اس کے پرچہ بردار خفیہ پولیس مملکت کے گوشہ گوشہ میں موجود کارگذار تھے جو منٹ منٹ پر ذرا ذرا سی بات کی خلیفہ کو اطلاع دیتے رہتے تھے، ناصر کو بڑے بڑے حیلے اور غضب کی باتیں آتی تھیں اس کی چال کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ وہ دو دشمن بادشاہوں میں دوستی کرا دیتا اور دو دوست ملکوں میں عداوت ڈلوا دیتا اور پھر لطف یہ کہ دونوں میں سے کسی کو بھی دوستی یا دشمنی کے اسباب کا پتہ تک نہ چلتا۔ ایک مرتبہ بادشاہ مازندران کا سفیر بغداد آیا۔ اس کے شبانہ روز کے کاموں کی علی الصباح خلیفہ کو رپورٹ مل جاتی۔ سفیر کو معلوم ہو گیا کہ اس کے کاروبار کی خلیفہ کو اطلاع ہو جاتی ہے تو اس نے اپنے کاروبار کی اجرائی میں بہت زیادہ احتیاط کرنا شروع کر دی۔ سفیر جس قدر خفیہ طور پر کام کرتا وہ سب خلیفہ اس پر ظاہر کر دیتا۔

عجیب بات ایک رات اس سفیر نے چور دروازہ سے ایک عورت کو بلا کر رات بھر اپنے پاس رکھا۔ صبح کو پرچہ نویس نے خلیفہ کو اس کی اطلاع دے دی اور یہ بھی لکھ دیا کہ یہ دونوں رات کو وہ لحاف اوڑھے ہوئے تھے جس پر ہاتھی کی صورت بنی ہوئی تھی۔ غرضکہ اس سفیر نے بغداد کو چھوڑتے سے پہلے کہا خلیفہ ناصر علم غیب

جانتا ہے نیز فرقہ امامیہ کا اعتقاد ہے کہ امام موسوم یہ بھی جانتا ہے کہ حاملہ کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ نیز دیوار کے پیچھے فلاں فلاں چیزیں موجود ہیں۔ ایک مرتبہ خوارزم شاہ کا سفیر ایک سربند لفافہ جس پر شاہی مہر لگی تھی، دربار ناصر میں لایا۔ خلیفہ نے لفافہ دیکھتے ہی کہا جاؤ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہمیں معلوم ہو گیا۔ چنانچہ اس سفیر نے واپس ہوتے ہوئے یقین کر لیا کہ خلیفہ علم غیب جانتا ہے۔

اختراعات ذہبی کا بیان ہے لوگوں کو عام طور پر یقین تھا کہ خلیفہ ناصر کے قبضہ میں جنات ہیں۔ حالانکہ ناصر جوڑ توڑ اور اختراعات مصالح ملکی میں بے نظیر تھا۔ ایک مرتبہ خوارزم شاہ نے خراسان اور ماوراء النہر آ کر وہاں کے باشندوں پر بے انتہا مظالم کیے۔ بڑے بڑے بادشاہوں سے اپنی اطاعت کرائی۔ اکثر اقوام کو مار پیٹ کر اپنا بنایا۔ اور بنو عباس کا نام خطبوں سے نکلوا دیا۔ پھر یہاں سے ہمدان پہنچا تاکہ بغداد پر حملہ کرے۔ ہمدان سے جانب بغداد روانہ ہوا۔ اس مسافت میں بیس دن تک اس پر زبردست برفباری ہوتی رہی اور یہ بے موسم برفباری تھی جس پر اس کے مصاحبوں وغیرہ نے کہا یہ برفباری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا غضب وقہر ہے۔ اسی اثناء میں خوارزم شاہ کو اطلاع ملی کہ ترک جمع ہو کر آپ کے دارالسلطنت پر حملہ کرنے کی ترکیبیں کر رہے ہیں کیونکہ آپ دارالسلطنت سے بہت دور جگہ چلے آتے ہیں۔ یہ سن کر خوارزم بغداد پر حملہ کرنے کے بجائے راستہ ہی سے لوٹ گیا اور اس طرح خلیفہ منصور کو بغیر جنگ کے خوارزم شاہ سے چھٹکارا ملا۔

متضاد طریقے ناصر عجیب متضاد طریقوں کا حامل تھا۔ وہ جب مہربان ہوتا تو کسی کو اتنا دیتا کہ دنیا سے بے نیاز کر دیتا۔ اور جسے سزا دیتا تو اس کی ہڈی پسلی ایک ایک کر دیتا اور سخت ترین سزائیں دیتا۔ اس کے جود وسخا کی کیفیت یہ تھی کہ جب وہ کسی کو دیتا تو اتنا دیتا کہ خود کے فقیر ہو جانے کا خیال نہ رکھتا ——— ایک مرتبہ ایک شخص ہندوستان سے ایک طوطا لے کر بغداد چلا تاکہ خلیفہ کو تحفہ دے۔ لیکن بغداد پہنچنے پر وہ طوطا مر گیا۔ اور یہ ہندوستانی سخت پریشان ہوا۔ چنانچہ خلیفہ کے فراش نے آ کر اس سے کہا لاؤ طوطا کہاں ہے؟ اس نے روتے ہوئے کہا ہائے وہ گذشتہ رات مر گیا۔ فراش نے کہا یہ تو ہمیں معلوم ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ خلیفہ کو طوطا پیش کرنے کے بعد تمہیں کتنی رقم ملنے کی امید تھی؟ ہندی نے کہا پانچ سو اشرفیوں کی۔ اس پر فراش نے پانچ سو اشرفیاں دیتے ہوئے کہا خلیفہ نے تمہارے پاس یہ پانچسو اشرفیاں بھیجی ہیں۔ ہندوستان سے روانہ ہوتے وقت ہی خلیفہ کو تمہارا عندیہ وغیرہ سب معلوم ہو گیا تھا۔

ایک مرتبہ صدر جہاں سمرقند سے بغداد آئے ان کے ساتھ فقہاء بھی تھے۔ ان فقیہوں کے منجملہ ایک فقیہہ جب اپنے گھر سے اپنا خوبصورت گھوڑا لے کر روانہ ہونے لگا تو اس کے گھر والوں نے کہا مناسب تو یہی ہے کہ اپنا یہ گھوڑا یہیں رہنے دیجئے تاکہ بغداد میں کوئی اسے آپ سے چھین نہ لے۔ فقیہہ نے جواب دیا خلیفہ میں بھی اس

گھوڑے کے چھیننے کی سکت نہیں، چنانچہ بحصول معلومات، خلیفہ نے اپنے آتش روشن کرنے والوں کو حکم دیا کہ جب فلاں فقیہہ بغداد میں آئے تو اس کا گھوڑا چھین لو۔ غرضیکہ فقیہہ صاحب جب بغداد میں داخل ہوئے تو ان کو زدوکوب کر کے ان کا گھوڑا چھین لیا اور لاپتہ کر دیا۔ —— فقیہہ نے بہت کچھ دعوے کیے لیکن فریاد رسی نہ ہوئی اور حد یہ ہے کہ جب حج سے مع اپنے رفقاء کے واپس ہوئے تو خلیفہ نے سب کو خلعتیں دیں اور ان فقیہہ صاحب کو ان کا گھوڑا اس طرح دیا کہ اس کا زین وطوق وغیرہ سب سونے کی ساخت کا تھا اور یہ خلعت خاص دیتے وقت خلیفہ نے ان سے کہا تم نے کہا تھا کہ اس گھوڑے کو خلیفہ بھی نہیں چھین سکتا حالانکہ تم سے یہ گھوڑا —— ایک معمولی آگ جلانے والے نے چھین لیا تھا۔ اس پر فقیہہ جھکڑا یا اور خلیفہ کی کرامات کا قائل ہو گیا۔

رعب داب: مؤفق عبداللطیف کا بیان ہے لوگوں کے دل میں ناصر کی ہیبت بیٹھ گئی تھی وہ اس کے رعب داب سے خوفزدہ رہتے تھے۔ جس طرح بغدادی اس سے خوفزدہ تھے اسی طرح ہندی و مصری بھی اس کے نام سے ڈرتے تھے۔ معتصم باللہ کے بعد سے لوگوں کے دلوں سے خلافت کا رعب داب مردہ ہو چکا تھا جسے ناصر نے دوبارہ زندہ کیا۔ ناصر کے رعب داب اور خوف کی حالت یہ تھی کہ بادشاہ اور امراء مصر و شام وغیرہ جب اپنی خلوتوں میں ناصر کا تذکرہ کرتے تو اس کے رعب داب اور خوف سے آہستہ آہستہ تذکرۃ ناصر کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک تاجر بغداد آیا جس کے پاس طلائی کام کی دمیاطی چادریں وغیرہ خفیہ طور پر موجود تھیں جب اس سے ٹیکس طلب کیا گیا تو اس نے کہا میرے پاس کوئی پارچہ نہیں ہے اور باوجودیکہ اس کے پوشیدہ پارچہ جات کی تعداد، رنگ و اقسام چنگی وصول کرنے والوں نے بتائیں جب بھی وہ انکاری ہی رہا کہ میرے پاس کوئی پارچہ نہیں ہے۔ بالآخر جب اس سے کہا گیا کہ تم فلاں ترکی غلام کے قاتل ہو جسے تم نے دمیاط میں خفیہ طور پر قتل کر کے فلاں جگہ دفن کیا ہے تو یہ سن کر وہ تاجر حیران و پریشان ہو گیا۔ حالانکہ اس واقعہ کی کسی کو اطلاع نہ تھی ——

ابن نجار کا بیان ہے بڑے بڑے بادشاہ آکر خلیفہ ناصر کی اطاعت قبول کیا کرتے تھے جس نے خلیفہ ناصر کی مخالفت کی وہ ذلیل ہوا۔ سرکشوں اور بیباکوں کو ناصر کی شمشیر براں نے ذلیل و خوار کیا۔ اس کے دشمنوں کے پاؤں تھرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ناصر کے مددگاروں کی کثرت تھی اس نے اکثر شہر فتح کیے۔ اس کی مملکت کی سرحدیں بے انتہا وسیع تھیں اور اتنی بڑی سلطنت کسی گذشتہ خلیفہ کو بھی حاصل نہیں ہوئی تھی! سپین و چین تک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ یہ بنو عباس کا نہایت پر ہیبت خلیفہ تھا۔ اس کے خوف سے پہاڑ تک لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ ناصر خوش اخلاق، خوش مزاج، شیریں سخن اور فصیح و بلیغ مقرر تھا۔ اس کے فرامین کے الفاظ برمحل و درست ہوتے تھے۔ اس کا عہد خلافت دراصل زمانہ کے چہرہ کی روشنی تھا اور وہ خود فخر و عزت

کے تاج کا در شاہوار تھا ــــــــ

خصوصیات ابن واصل کا بیان ہے خلیفہ ناصر دانشمند، بہادر، صائب الرائے، عقلمند و سیاستدان تھا۔ اس کے جاسوس عراق اور تمام ممالک میں کارگزار تھے، اور معمولی سی معمولی باتوں کی بھی ہر وقت ناصر کو اطلاع دیا کرتے تھے۔ حد یہ کہ بغداد میں ایک مرتبہ ایک میزبان نے مہمانوں کو کھلانے سے پہلے خود ہی ہاتھ دھوئے جس کی اطلاع پرچہ نویس نے ناصر کو دی جس پر اس میزبان کے نام ناصر نے لکھا مہمانوں سے پہلے اپنے ہاتھ دھونا بے ادبی ہے۔ یہ پڑھ کر میزبان ششدر و حیران رہ گیا ــــــــ ان تمام امور کے باوجود خلیفہ ناصر اپنی رعایا سے کچھ اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ ظلم و جبر کرنے کا شوقین تھا۔ اس لیے اکثر لوگ ترک وطن کر گئے جن کی دولت و جائداد پر خلیفہ ناصر نے قبضہ کر لیا۔ غرضیکہ ناصر متضاد افعال کیا تھا۔ وہ شیعہ عقیدہ رکھتا تھا۔ اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کے خلاف مذہب امامیہ کی طرف مائل تھا۔ ایک مرتبہ ابن جوزی سے پوچھا رسول اللہ صلعم کے بعد کون سب سے زیادہ افضل ہے تو امام نے حضرت ابو بکرؓ کی افضلیت بیان کرنے کی خود میں طاقت نہ دیکھ کر کہا وہ جن کی بیٹی اُن کے نکاح میں ہو۔

زیادتیاں ابن اثیر کا بیان ہے خلیفہ ناصر بڑا بدخصلت تھا۔ اُس نے عراق میں نئے ٹیکس قائم کیے۔ لوگوں کی دولت و جائداد پر قبضہ ناجائز کیا۔ وہ جس کام کو کرتا تو اس کے برعکس بھی کیا کرتا مثلاً یہ کہ ایک کبوتر کو بندوق کی گولی کا نشانہ بناتا اور پھر کہتا یہ چیختا کیوں ہے۔ انھی تمام زیادتوں کی وجہ سے عراق کی حالت بد سے بدتر ہو گئی تھی۔

حدیث کا شوق الموفق عبداللطیف کا بیان ہے خلیفہ ناصر کو وسط ایام خلافت میں حدیث کا شوق پیدا ہوا چنانچہ علماء محدثین کو جمع کر کے اُس نے احادیث کی سماعت کی اور ان کو انعامات و اکرامات دے کر سند روایت حاصل کی۔ اور پھر علماء و بادشاہوں کو اجازت دی کہ وہ اُس کے ذریعہ احادیث کی روایت کریں۔ ناصر نے (۰۰) احادیث کا ایک کتابچہ لکھ کر حلب بھیجا جسے وہاں کے باشندوں کو سنایا جاتا تھا ــــــــ ذہبی نے لکھا ہے خلیفہ ناصر نے حسب ذیل حضرات کو بھی حدیث کی روایت کرنے کا اجازت نامہ دیا تھا۔ ابن سکینہ، ابن احضر، ابن نجار، ابن دامغانی وغیرہ۔

ایک اور خصوصیت ابو مظفر نے ابن جوزی وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے آخری عمر میں خلیفہ ناصر کی بینائی بالکل کم ہو گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں وہ اندھا ہو گیا تھا۔ جس کی کسی وزیر، گھر والے اور رعایا کو مطلق خبر نہ تھی۔ اس کے پاس ایک لونڈی تھی جسے اپنے خط کی مشق کرا دی تھی اور وہ بالکل اس کے خط کی طرح لکھا کرتی تھی۔ اسی لونڈی سے یہ اپنے احکام لکھواتا تھا ــــــــ

شمس الدین جوزی کا بیان ہے خلیفہ ناصر کا نوشیدنی پانی بغداد کے سات کوس کے اوپری علاقہ سے جانوروں پر لایا جاتا تھا اور سات دن تک متواتر ایک مرتبہ جوش دیا جاتا تھا۔ پھر وہ سات دن تک سربند برتنوں میں رکھا جاتا تھا پھر یہ پانی پیا کرتا تھا۔

انتقال خلیفہ ناصر کے پیشاب کے راستہ سے کچھ پتھر نکلے جس کی وجہ سے پیشاب کے مقام کا منہ پھٹ گیا تھا ایک دن اس نے کئی مرتبہ خواب آور دوا پی۔ جس کی وجہ سے اتوار کے دن ۳۰ رمضان ۶۲۲ھ کو اس کی موت واقع ہوئی ——— بعض کہتے ہیں کہ خلیفہ ناصر کے غلام یمن نے اسے ایک عتاب نامہ لکھا جسے پڑھ کر خلیفہ نے جان دے دی ———

دورِ ناصر کی خاص باتیں ناصر لدین اللہ نے خلیفہ ہونے کے بعد سلطان صلاح الدین کو خلعت و شمشیر روانہ کرتے ہوئے لکھا بحمد اللہ خادم کو دولت عباسیہ اسلامیہ میں سبقت حاصل ہے۔ اگرچہ حکومت عباسیہ کا پہلا بادشاہ ابو مسلم تھا اور آخری بادشاہ طغرل بک ہوا۔ میں نے ہر ایک کو خلعت سے سرفراز کیا ہے۔ اور جو لوگ راہِ الٰہی سے بھٹک گئے انھیں میں نے سزا دی ہے۔ اب کوئی باطل پرست منبروں پر نہیں آسکے گا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی سنت کے موافق پوشیدہ بتوں کو اسلام کی ظاہری تلوار سے کاٹ پھینکوں گا۔

۵۷۵ھ میں خلیفہ ناصر نے سلطان صلاح الدین کو یہ عتاب نامہ لکھا، سب کو معلوم ہے کہ ہم نے ملک ناصر اپنا لقب اختیار کیا ہے اس کے باوجود تم نے اپنا لقب یہ کیوں اختیار کیا؟

۵۸۰ھ میں خلیفہ ناصر نے مشہد امام کاظمؑ کو مقام امن مقرر کیا اور حکم دیا جو شخص یہاں پناہ لے اس سے کوئی باز پرس نہ کی جائے۔ اس عمل سے ملک میں فتنہ و فساد کا زور ہو گیا۔

۵۸۱ھ میں بمقام علث ایک ایسا لڑکا پیدا ہوا جس کی پیشانی کا طول ایک بالشت و چار انگل تھا۔ اور اس کا صرف ایک ہی کان تھا — اسی سال بارگاہ خلافت کو معلوم ہوا کہ غربی شہروں کے بڑے بڑے مقامات پر خلیفہ ناصر کا خطبہ پڑھا جا رہا ہے۔

۵۸۲ھ میں چھ ستارے برج میزان میں اکٹھا ہوئے۔ نجومیوں نے حکم لگایا کہ اب دنیا کی خیر نہیں آندھیاں آئیں گی اور شہر تباہ ہو جائیں گے۔ ——— اس پر لوگوں نے زمین دوز مضبوط تہہ خانے بنوائے اور اس میں خورد و نوش کا سامان بھی ذخیرہ کر لیا۔ شہروں اور قصبات وغیرہ کے سبھی لوگ اپنے تہہ خانوں میں رہتے ہوئے اس رات کا انتظار کرنے لگے۔ جس کی بابت نجومیوں نے کہا تھا کہ قوم عاد پر آنے والی آندھی کی مانند ۹ جمادی الثانی ۵۸۲ھ کی رات کو آندھی آئے گی لیکن پوری رات گذرنے کے باوجود آندھی تو کیا ہوا تک نہ چلی جس سے شمع کی لو تھرتھراتی۔ اس موقع پر شعراء نے نجومیوں کی مذمت کی اور ابو القاسم محمد بن معلم شاعر نے بھی نجومیوں

کی تضمین میں نظم لکھی ——

۵۸۳ھ میں اتفاقیہ بات یہ ہے کہ محرم کی پہلی تاریخ سنیچر کے دن ہی سال شمسی و فارسی کی پہلی تاریخ واقع ہوتی۔ اور چاند و سورج دونوں پہلے ہی برج میں اکٹھا ہوتے۔ اس سال مسلمانوں کو اکثر مقامات پر فتح ہوئی اور سلطان صلاح الدین نے بزور شمشیر انگریزوں کے ناجائز قبضہ سے اکثر شامی شہروں کو نکالا۔ اور سب سے بڑی شاندار فتح یہ ہوئی کہ بیت المقدس کو انگریزوں کے قبضہ سے نکالا جس پر وہ (۹۱) سال سے ناجائز قابض و متصرف تھے۔ بیت المقدس اسلامی قبضہ میں آنے کے بعد سلطان سے وہ تمام علاقے بھی فتح کیے جن پر انگریزوں نے قبضہ جما لیا تھا۔ اور پھر انگریزوں کے نوساختہ گرجا وغیرہ میں مدرسہ شافعیہ قائم کیے۔ اللہ سلطان کو اس کا بہترین بدلہ دے۔ جس طرح حضرت عمرؓ نے فتح بیت المقدس کے بعد دقمامہ اگرچہ منہدم نہیں کیے تھے۔ اسی سنت کے مطابق سلطان نے بھی گرجوں کی شکست و ریخت نہیں کی جس پر محمد بن اسد نسابہ نے حضرت عمر فاروقؓ کی شان میں مدحیہ نظم لکھی تھی۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ ابن برجان نے الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ کی تفسیر میں آیت کے اعداد کا حساب لگا کر لکھا ہے کہ ۵۸۳ھ تک بیت المقدس پر رومیوں کا قبضہ رہے گا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آتے گا۔ اور پھر قیامت تک دارالاسلام بیت المقدس پر مسلمانوں کی حکومت رہے گی اور ہوا بھی یہی —— ابوشامہ کا بیان ہے ابن برجان کی یہ تحقیق بڑی عجیب بات ہے حالانکہ ابن برجان فتح بیت المقدس ۵۸۳ھ سے بہت پہلے انتقال کر گئے [1]

۵۸۹ھ میں سلطان صلاح الدینؒ نے انتقال کیا۔ جن کی جنگی زرہ، گھوڑا، ایک اشرفی اور چھتیس درہم لیے ہوتے قاصد دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ کیونکہ سلطان صلاح الدینؒ نے اپنے بعد صرف یہی چیزیں چھوڑی تھیں اور ان کے سوتے اس کے پاس اور کچھ نہ تھا۔ سلطان کے انتقال کے بعد ان کا ایک لڑکا عماد الدین عثمان الملک العزیز، مصر کا۔ دوسرا لڑکا الملک الافضل نور الدین علی دمشق کا۔ اور تیسرا لڑکا ملک الظاہر غیاث الدین غازی حلب کا بادشاہ ہوا۔

۵۹۰ھ میں سلطان طغرل بک شاہ بن ارسلان بن طغرل بک بن محمد بن ملک شاہ نے انتقال کیا جو سلجوقیوں کا آخری بادشاہ تھا —— ذہبی نے لکھا ہے سلجوقی خاندان کے تقریباً (۲۰) بادشاہ ہوئے جن میں

---

[1] ابن برجان نے متسنبی بن مستظہر کی خلافت کے زمانہ میں ۵۳۶ھ سے کہیں بہت پہلے انتقال کیا ہے جس کے (۲۹) سال بعد بیت المقدس فتح ہوا ہے۔ علامہ ابن برجان تمام علوم میں کامل اور حساب میں ماہر تھے۔ وہ حساب کے ذریعہ آیات کا وقت نزول و تاریخ بتا دیا کرتے تھے۔ تاریخ حکیم شمس الدین احمد خاں شاہ آباد۔ رام پور

سے پہلا بادشاہ طغرل بک تھا جو خلیفہ قائم بامر اللہ کا دوست و ہمعصر تھا اور سلجوقی بادشاہوں نے تقریباً (۱۶۰) سال حکومت کی۔

۵۹۲ھ میں مکہ معظمہ میں ایسی سخت کالی آندھی آئی جس سے پوری دنیا میں اندھیرا ہو گیا۔ اس آندھی میں لوگوں پر سرخ ریت کی بارش ہوئی اور رکن یمانی کا ایک حصہ گر گیا۔

اسی سال خوارزم شاہ خلیفہ پر حملہ کرنے کی غرض سے پچاس ہزار فوج لے کر دریائے جیحون پر پہنچا اور خلیفہ ناصر سے سلطنت و خلافت طلب کی تاکہ بغداد کو اپنا دارالخلافہ بنائے۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ خلیفہ کو میرے تحت اسی طرح رہنا چاہیئے جس طرح شاہانِ سلجوقیہ میرے ماتحت ہیں۔ اس پر خلیفہ ناصر نے دارالخلافہ کو منہدم کرا کے قاصد کو بغیر کوئی جواب دیئے واپس کر دیا اور اللہ نے خلیفہ کو خوارزم شاہ کے ظلم و ستم وغیرہ سے محفوظ رکھا جیسا کہ ہم اسے پہلے تحریر کر چکے ہیں۔

۵۹۳ھ میں آسمان سے ایک بہت بڑا ستارہ ٹوٹا جس کی ہیبت ناک گڑگڑاہٹ سے مکانوں کی بنیادیں تک ہل گئیں۔ لوگ خشوع و خضوع اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے کیونکہ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ اب قیامت آیا ہی چاہتی ہے۔

۵۹۵ھ میں ملک عزیز بادشاہ مصر نے انتقال کیا جس کی جگہ اس کے فرزند منصور کو بادشاہ بنایا گیا جس پر ملک عادل سیف الدین ابوبکر بن ایوب نے حملہ کیا اور خود مصر کا بادشاہ ہو گیا۔ پھر ملک عادل کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ملک کامل مصر کا بادشاہ ہوا۔

۵۹۶ھ میں دریائے نیل کا پانی اتر گیا اور (۱۲) گز سے بھی کم پانی رہ گیا جس کی وجہ سے مصر میں اتنا سخت قحط پڑا کہ لوگوں نے علی الاعلان مردار جانور اور چمڑے کھاتے ——— اس قحط کے بارے میں عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں حد یہ کہ بعض لوگوں نے قبروں کے مردے اکھیڑ کر کھلائے۔ اور مصر میں ابتری پھیل گئی۔ سڑکوں پر چلنے والے مُردوں پر سے چل کر گذر جاتے اس لیے کہ زمین پر پاؤں رکھنے کی جگہ ہی نہ تھی۔ اکثر لوگ جان کنی کی حالت میں بھوک سے تڑپتے تھے۔ دیہات کے تمام باشندے فوت ہو گئے۔ مسافروں کو گاؤں میں کہیں روشنی یا آگ جلتی نظر نہ آئی۔ گھروں کے دروازے کھلے ہوئے پائے گئے جن میں مُردے پڑے ہوئے تھے ذہبی نے یہ تمام واقعات من و عن بیان کیے ہیں جس کے پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لکھا ہے آبادیاں مُردوں کی بستی بن گئی تھیں۔ جن کے گوشت پر درندے زندگی گزارتے تھے۔ بڑے بڑے عزت دار دولتمندوں کا یہ حال ہوا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو چند معمولی پیسوں میں فروخت کرتے تھے۔ اور قحط کی یہ دو سالہ حالت ۵۹۸ھ تک باقی رہی۔

۵۹۷ھ میں مصر، شام والجزائر میں سخت زلزلے آئے جس سے اکثر مکانات و قلعے منہدم ہو گئے۔ اور بصرہ کے قریبی علاقے زمین میں دھنس گئے۔

۵۹۹ھ میں ۳۰ محرم کو رات بھر آسمان سے بکثرت ستارے ٹوٹتے رہے اور ٹڈی دل آتے رہے اور صبح تک یہی حالت رہی۔ لوگوں نے گھبرا کر بارگاہِ الٰہی میں خشوع و خضوع کیا ــــــ رسول اللہؐ کے زمانہ کے بعد یہ پہلا عذابِ الٰہی دیکھنے میں آیا۔

۶۰۰ھ میں دریائے نیل ورشید کے راستہ انگریزوں نے حملہ کیا اور شہر فوت میں گھس کر اُسے خوب لوٹا اور خونریزی کے بعد بھاگ گئے۔

۶۰۱ھ میں انگریزوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کر کے وہاں سے اُن رومیوں کو نکال دیا جو قبل از اسلام قابض و متصرف تھے۔ قسطنطنیہ پر انگریز ۶۶۰ھ تک قابض رہے لیکن رومیوں نے دوبارہ اس پر قبضہ کر لیا۔

اسی سال یعنی ۶۰۱ھ میں بمقام قطیعا ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کے دو سر، دو ہاتھ اور چار پیر تھے جو زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہا۔

۶۰۶ھ میں تاتاریوں کی حکومت وغیرہ شروع ہوئی جس کی تفصیل آئندہ لکھی جائے گی۔

۶۱۵ھ میں انگریزوں نے دمیاط کے قلعہ سلسلہ پر قبضہ کیا۔ ابو شامہ نے لکھا ہے یہ قلعہ دراصل مصری شہروں کی کنجی تھی۔ یہ قلعہ دریائے نیل کے درمیان واقع تھا۔ اس کے مشرقی جانب دمیاط، مغربی سمت الجزائر تھا۔ اس قلعہ کے سامنے دو راستے تھے ایک نیل سے دمیاط جاتا تھا اور دوسرا نیل سے جزیرہ۔ اور ان سمندری راستوں کی قرار داد کی وجہ سے جہاز دریائے شور سے دور رہتا تھا۔

۶۱۶ھ میں انگریزوں نے دمیاط پر قبضہ کیا۔ ان کی خونریزی، محاصروں اور لوٹ مار سے ملک الکامل بن ملک عادل بادشاہ مصر میں مقاومت کی طاقت نہ رہی تھی۔ اس لیے اس نے دریائے نیل کے دوآبہ کے قریب ایک شہر آباد کر کے اس کے اطراف مضبوط فصیل بنوائی اور اس میں اپنی فوج کے ساتھ مقیم ہو گیا۔ دمیاط پر قبضہ کر کے انگریزوں نے ہر قسم کی بدعنوانیاں کیں اور مسجدوں کو گرجا بنایا۔

اسی سال ملک معظم بادشاہ دمشق نے جان بوجھ کر اپنے قدیم میر منشی قاضی القضاۃ رکن الدین ظاہر کو ایک گٹھڑی بھیجی جس میں ایک زہر آلود جگر خوار قبا تھی۔ اور حکم دیا کہ فیصلہ دیتے وقت بر اجلاس اسے پہنا کرو۔ قاضی صاحب کو انکار کی قوت نہ تھی۔ وہ قبا پہن لی۔ اور پھر اجلاس سے جو گھر گیا تو پھر گھر سے نہ نکلا یہاں تک کہ ایک ماہ بعد فوت ہو گیا۔ ایک مرتبہ یہ قبا پہننے کے بعد قاضی کے جگر پہ زہر کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس کا جگر کٹ کٹ کر گر پڑا۔ اس پر لوگوں نے سخت افسوس کیا۔

اس واقعہ کے بعد ملک معظم نے شرف بن عنین زاہد و متقی کے پاس شراب روانہ کر کے حکم دیا کہ اس کی تعریف لکھو چنانچہ شرف نے نظم کہی کہ آپ کے بعد بادشاہ قاضی کو قبا اور زاہد کو شراب بھیجنے کی رسم جاری رکھیں گے ـــــــــــ

۶۱۸ھ میں انگریزوں کے قبضہ سے دمیاط، مسلمانوں نے حاصل کیا۔ اللہ کا شکر ہے۔

۶۲۱ھ میں قاہرہ میں قصرین کے پاس ہی دار الحدیث بنایا گیا۔ جس میں پڑھانے کے لیے ابو الخطاب بن دحیہ کو پروفیسر مقرر کیا گیا۔

مامون رشید کے زمانہ سے خانہ کعبہ پر سفید ریشمی غلاف چڑھایا جاتا تھا لیکن خلیفہ ناصر لدین اللہ نے پہلے سبز غلاف چڑھایا اور پھر سیاہ ریشمی غلاف چڑھانے کا طریقہ ایجاد کیا جو اب تک جاری ہے۔

مشاہیر خلیفہ ناصر لدین اللہ کے زمانہ میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا۔

حافظ ابو طاہر سلفی، ابو الحسن بن قصار لغوی، کمال ابو البرکات بن انباری، شیخ احمد بن زفاعی زاہد، ابن بشکوال، یونس والدینی یونس شافعیہ، ابو بکر بن طاہر احداب نحوی، ابو الفضل والدراضی، ابن ملکون نحوی، عبد الحق اشبیلی صاحب احکام، ابو زید سہیلی مصنف روض الانف، حافظ ابو موسیٰ مدینی، ابن بری نحوی، حافظ ابو بکر حازمی، شرف بن ابی عصرون، زبردست عالم حنفیہ ابو القاسم بخاری عثمانی مصنف جامع الکبیر، نجم جبوشانی، عرف الصلاح، ابو القاسم بن فیرۃ شاطبی صاحب قصیدہ، فخر الدین ابو شجاع محمد بن علی بن شعیب بن دہان فرضی، یہ وہ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے ورثوں اور حقوق کو منبر کی شکل میں مرتب کیا، علامہ برھان، علامہ مرغینانی حنفی صاحب ہدایہ، قاضی خاں صاحب فتاویٰ، عبد الرحیم بن حجوں زاہد ساکن صعید، ابو الولید بن رشید عالم علوم و فلسفہ، ابو بکر بن زہر الطبیب، جمال بن فضلان شافعی، قاضی فاضل ماہر انشاء و مراسلات، علامہ شہاب طوسی، ابو الفرح بن جوزی، عماد میر منشی و پیشکار، ابن عطیہ مقری، حافظ عبد الغنی مقدسی مصنف عمدۃ، رکن طاوسی مصنف الخلاف تتمیم الحلی، ابو ذر خشنی نحوی امام فخر الدین رازی، ابو سعادات بن اثیر مصنف جامع اصول و نہایت الغریب، عماد بن یوسف شارح ابو خیر شرف صاحب تبنیہ، حافظ ابو الحسن بن مفضل، ابو محمد بن حوط اللہ اور ان کے بھائی ابو سلیمان، حافظ عبد القادر رہاوی، ناہد ابو الحسن بن صباغ لقبی، وجیہہ بن دہان نحوی، تقی الدین بن مقترح، ابو الیمن کندی نحوی معین حاجری شافعی مصنف کفایتہ، رکن عمیدی مصنف الطریقۃ فی الخلاف، ابو البقاء عکبری صاحب اعراب، ابن ابی اصیبعہ طبیب، عبد الرحیم بن سمعانی، نجم الدین کبریٰ، ابن ابی سیف یمنی، موفق الدین قدامہ حنبلی، فخر الدین بن عساکر وغیرہ۔

ظاہر بامر اللہ

ظاہر بامر اللہ، ابونصر، محمد بن ناصر لدین اللہ ۵۷۱ھ میں پیدا ہوا۔ یہ ولیعہد اپنے والد کے انتقال کے بعد بہ عمر (۵۲) سال تخت نشین خلافت ہوا۔

ابو شامہ نے لکھا ہے۔ ظاہر بامر اللہ سے ارکین حکومت نے کہا اے امیر المومنین! آپ ملک کو وسیع کرنے کے لیے فتوحات کی جانب متوجہ کیوں نہیں؟ جواب دیا کھیتی سوکھ گئی مطلب یہ کہ میری عمر ختم ہو رہی ہے مجھے لازمی ہے کہ باقی زندگی نیک کاموں میں صرف کر دوں اور دنیا طلبی کی لالچ نہ کروں اور جو تاجر سہ پہر کو دکان کھولتا ہے تو وہ کیا کرا سکتا ہے۔ غرضکہ ظاہر بامر اللہ نے رعایا کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ تمام ٹیکس معاف کر دیئے مظالم دور کیے، اور خوب مال خرچ کیا۔

عدل و انصاف ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے ظاہر بامر اللہ نے خلیفہ ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی مانند عدل و انصاف سے کام لیا۔ کہتے ہیں عمر بن عبد العزیز کے بعد صرف ظاہر بامر اللہ نے خلافت کی کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ اس نے اپنے والد کے زمانہ کی رکی ہوئی دولت وجائداد وغیرہ لوگوں کو واپس دیدی۔ جو زیادہ ٹیکس لگائے گئے یا جن ٹیکسوں میں اضافہ ہوا تھا اس تمام کے تمام ٹیکس معاف کر کے صرف اصلی و قدیم ٹیکس باقی رکھے۔ معافی ٹیکس کی رقم کچھ کم نہ تھی۔ مثال کے طور پر بغداد سے دس میل کے فاصلہ پر موضع عقوبا کا ٹیکس بزمانہ گذشتہ دس ہزار تھا لیکن اس کے والد نے ٹیکسوں میں اضافہ کر کے (۸۰) ہزار کی رقم ٹیکسوں کے ذریعہ وصول کرنا شروع کر دی تھی۔ لوگوں کی استدعا پر زائد ٹیکس معاف کر کے اصل رقم دس ہزار ہی رہنے دی۔ پھر لوگوں نے آکر عرض کیا کہ ہمارے باغ و کھیت سوکھ گئے ہیں۔ ٹیکس کی رقم اور کم کی جائے تو فرمان جاری کیا کہ صرف تر و تازہ درختوں پر محصول لیا جائے۔

ظاہر بامر اللہ کا عدل و انصاف اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ خزانہ کی ترازو ایک طرف تقریباً آدھا ماشہ یعنی (دہم) رتی جھکتی ہوتی تھی۔ خزانچی روپیہ وغیرہ اس سے تول کر لیتا اور دیتے وقت شہر کے ترازو سے تول کر دیتا۔ لوگوں نے خلیفہ سے اس کی شکایت کی تو وزیر خزانہ کے نام حکمنامہ لکھا جس کے سرنامہ پر آیت قرآنی وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ (کم تولنے والوں کے لیے ہلاکت) تحریر کی اس کے نیچے لکھا ہمیں معلوم ہوا کہ سرکاری خزانہ کی ترازو میں کان ہے اگر یہ امر واقعہ ہے تو خزانچی کو حکم دیا جائے کہ وہ لوگوں کو بلا کر ان کی زیادہ رقمیں واپس کر دے۔ وزیر خزانہ نے جواب لکھا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ تفاوت زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔

اور حساب لگا کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ تقریباً (۳۵) ہزار اشرفیاں لوگوں کو واپس کرنا ہوں گی ـــــ اس پر جواب سرفراز فرمایا یہ سب باتیں لغو وبیکار ہیں اگر (۳) کروڑ اشرفیاں بھی دینی پڑیں تب بھی دیدی جائیں۔ چنانچہ لوگوں کو بلوا بلوا کر ان کی زائد جمع کردہ رقمیں واپس کرادیں ـــــ جو رعایا کہ محصول ادا نہ کرنے کے سبب قید تھی ان کو آزاد کرانے کے لیے اپنی جیب خاص سے دس ہزار اشرفیاں قاضی کے پاس روانہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ مفلس ونا داروں کو اس رقم سے چھٹکارا دلایا جائے۔

بقرعید کی رات کو علماء وصلحاء کو ایک لاکھ اشرفیاں دیں۔ اس پر کسی نے کہا آپ نے ایک رات میں جتنی دولت خرچ کی اتنی تو بعض خلفاء نے مدت العمر خرچ نہیں کیں۔ اس پر جواب دیا میں نے عصر کے بعد دکان لگائی ہے مجھے نیکیاں کما لینے دو۔ اب میری زندگی تھوڑے ہی دنوں کی ہے۔ ظاہر بامراللہ کو خلیفہ ہونے کے بعد اسے اپنے گھر میں ہزاروں سربمہر بند لفافے ملے۔ لوگوں نے کہا انھیں کھول کر پڑھیئے۔ جواب دیا کھول کے کیا کروں گا ان سب میں لوگوں کی غمازی وبدی تحریر ہے۔

سبط ابن جوزی کا بیان ہے ظاہر بامراللہ ایک دن خزانہ میں گیا تو ایک آبائی قدیم ملازم نے کہا اے امیرالمومنین! یہ آپ کے آباواجداد کے زمانہ میں بھرا رہتا تھا۔ جواب دیا میں خزانہ بھر کے کیا کروں گا۔ میں تو اسے اللہ کے نام پر خرچ کرنا چاہتا ہوں اور جمع کرنا درحقیقت تاجروں کا کام ہے ـــــ

ابن واصل نے لکھا ہے ظاہر بامراللہ نے اچھی طرح عدل وانصاف سے کام لیا۔ تمام زیادہ ٹیکس معاف کردیئے۔ خود اس کی حالت یہ تھی کہ لوگوں سے ملتا جلتا۔ سب کے سامنے آتا۔ حالانکہ اس کے والد ناصرلدین اللہ شاذونادر ہی لوگوں سے ملا کرتے تھے۔

انتقال اور چاندگرہن ظاہر بامراللہ نے ۱۳ رجب ۶۲۳ھ کو (۹) ماہ وچند دن خلافت کرکے انتقال کیا۔ اسے احادیث روایت کرنے کی اجازت اس کے والد نے دی تھی اور اس کے حوالہ سے ابوصالح نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے احادیث کی روایت کی ہے۔ ظاہر کے انتقال کے بعد اسی سال ۶۲۳ھ میں دو مرتبہ چاندگرہن ہوا۔ چنانچہ بادشاہ موسیٰ نے ایک تعزیت نامہ اپنے سفیر ابن اثیر نصراللہ کے ذریعہ ظاہر بامراللہ کے فرزند مستنصر کے نام روانہ کیا جس میں لکھا تھا۔ ان رات اس لیے گریہ کررہے ہیں کہ ان پر ایک عظیم حادثہ پڑا ہے اور چاند سورج اس لیے گرہن میں آرہے ہیں کہ ان کا تیسرا ساتھی گم ہوگیا ہے جو ہمارے سید وآقا امام ظاہر امیرالمومنینؒ تھے جنھوں نے اپنے پورے عہد خلافت میں رحم وکرم ہی سے کام لیا ـــــ

المستنصر باللہ ابوجعفر

مستنصر باللہ، ابوجعفر، منصور بن ظاہر بامر اللہ ماہ صفر ۵۸۸ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں ایک ترکن لونڈی تھی۔

اصلاحات ابن نجار کا بیان ہے مستنصر اپنے والد کے انتقال کے بعد ماہ رجب ۶۲۳ھ میں تخت نشین خلافت ہوا۔ خلیفہ ہونے کے بعد ہی اس نے رعایا میں عدل و انصاف کیا، مقدمات کے تصفیہ کے طریقے بدل دیئے، علماء کو مقرب بنایا، مساجد و مسافر خانے، اسکول، شفاخانے اور اسلامی منارے بنوائے، سرکشوں کا قلع قمع کیا، سنت نبوی کی تعمیل کرائی، فتنہ و فساد کا سدباب کیا، اور تمام رعایا سے سنت نبوی کی پیروی کرائی جہاد کا بہترین سامان فراہم کیا اور عمدہ انتظام کیا۔ اسلام کی بلندی کے لیے فوجیں جمع کیں، سرحدوں کی حفاظت کی اور بے انتہا قلعے فتح کیے۔

موفق عبداللطیف کا بیان ہے مستنصر نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنی نیک سیرتی کا ثبوت دیا۔ مٹے ہوئے اچھے طریقوں کو از سر نو جاری کیا۔ اسلامی شعائر قائم کیے۔ اسلامی منار کو مضبوط کیا۔ اسلامی محبت لوگوں کے دل میں جاگزیں کر دی۔ اس کے زمانہ میں لوگ علی الاعلان اسلامی محاسن یاد کرنے لگے مستنصر کی تعریف ہر شخص کی زبان پر تھی اور کوئی فرد بھی خلیفہ مستنصر کی عیب جوئی نہیں کرتا تھا۔ اس کا دادا ناصر لدین اللہ اس کو اس کی نیک روی، دانشمندی اور برائیوں سے پرہیز کرنے کی وجہ سے اسے بہت عزیز رکھتا تھا اور اسے قاضی کہا کرتا تھا۔

حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری کا بیان ہے مستنصر اچھے کام کرنے کا شوقین اور زیادہ اچھائیاں کرنے کا متوالا تھا۔ اس نے بڑے بڑے اچھے کام کیے۔ مدرسہ مستنصریہ اسی کی یادگار ہے جس میں اس نے علماء کو بڑی بڑی تنخواہیں دے کر پڑھانے کے لیے مامور کیا تھا۔

تاریخی کالج ابن واصل نے لکھا ہے کہ خلیفہ مستنصر نے دریائے دجلہ کے مشرقی کنارہ پر جو کالج بنایا وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ اچھا اور بڑا تھا۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ چاروں مذہب کے چار پروفیسر اس میں علیحدہ علیحدہ پڑھایا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ دیگر اساتذہ بھی تھے۔ اسی کالج سے متعلق حدود کالج میں ایک شفاخانہ، اساتذہ کے لیے علیحدہ باورچی خانہ و باورچی، ٹھنڈے پانی کا انتظام قیام کے لیے مکان مع فرش فروش، روشنی اور لکھنے پڑھنے کے لیے کاغذ، قلم دوات وغیرہ فراہم کیے گئے

ستے تنخواہ کے علاوہ ہر ایک کو ماہانہ ایک اشرفی بھی دی جاتی تھی۔ حمام بھی بنائے گئے تھے اور طلبا کے لیے بورڈنگ بھی تھے۔ یہ ایسا شاندار کالج تھا کہ تاریخ میں اپنی آپ مثال تھا کیونکہ اس سے پہلے اس نوعیت کا کوئی کالج تاریخ میں کبھی نہیں پایا گیا۔

مستنصر نے اتنی کثیر التعداد فوج رکھی تھی جو اس سے پہلے اس کے آباد اجداد کو نصیب نہیں ہوئی مستنصر بڑا بلند ہمت و بہادر تھا وہ بڑے بڑے اقدامات کرتا تھا۔ ایک مرتبہ تاتاریوں نے اس پر حملہ کیا تو اس کی فوج نے تاتاریوں کو زبردست کھلی شکست دی مستنصر کا بھائی خفاجی بھی بڑا جیوٹ و بہادر تھا وہ کہا کرتا تھا میں بادشاہ بننے کے بعد اپنی فوج لے کر دریائے جیحون کو پار کر کے تاتار پر چڑھائی کروں گا اور تاتاریوں کی جڑیں اکھاڑ پھینکوں گا

مستنصر کے انتقال کے بعد خفاجی کے ہاتھ پر اس کی سخت مزاجی کے خوف سے دویدار اور شربی جیسے رئیسوں نے بیعت کی بلکہ مستنصر کے فرزند ابو احمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی کیونکہ ابو احمد نرم دل، نرم مزاج تھا اور پختہ رائے نہیں رکھتا تھا۔ ابو احمد کے ہاتھ پر ان دونوں نے پہلے پہل اس لیے بیعت کی تاکہ اپنی ذاتی عزت کے ساتھ مطلب برآری میں آسانیاں ہوں اور انتظام مملکت ہمارے ہاتھ میں آجائے مشیت الٰہی کے مطابق ہوا یہ کہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی ہوئی اور تاتاریوں نے اس کی زندگی مرجرد گی ہی میں بغداد پر قبضہ کر لیا۔ افسوس صد افسوس!

ذہبی کا بیان ہے مستنصر یہ کالج کی ابتدائی عمارت پر ستر ہزار مثقال سے کچھ زیادہ لاگت آئی تھی ۶۲۵ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور ۶۳۱ھ میں عمارت مکمل ہوئی اس میں ایک سو ساٹھ گاڑیاں بھر کر کتابیں منتقل کی گئیں جس میں عمدہ، نفیس اور بیش قیمت و نایاب کتابیں شامل تھیں اس میں اساتذہ کی تعداد (۲۴۸) تھی اور چاروں مذہب کے چار بڑے بڑے علماء علیحدہ علیحدہ پڑھاتے تھے، شیخ الحدیث، شیخ نحو، شیخ طب، اور شیخ تقسیم حصص متروکہ جات وغیرہ بھی درس دیا کرتے تھے۔ اس کالج میں اساتذہ کے لیے کھانے پینے، میٹھے، میوے وغیرہ کا مکمل انتظام تھا اور تمام چیزیں انھیں منجانب حکومت فراہم کی جاتی تھیں، اس کالج میں تین سو یتیم بھی پڑھا کرتے تھے جن کے تمام اخراجات کا کالج ہی انتظام کرتا تھا۔ اس کالج کے دیگر اخراجات کے لیے مستنصر نے کئی بڑے بڑے گاؤں اور قصبے وقف کر دیئے تھے۔

اس تاریخی کالج کا افتتاح جمعرات کے دن ماہ رجب ۶۳۱ھ میں ہوا اس افتتاحی جلسہ میں تمام قاضی، علماء، مدرس، اراکین سلطنت اور امراء حکومت وغیرہ سبھی موجود تھے اور بڑے شان و شوکت سے یہ تقریب منائی گئی تھی۔

۶۳۲ھ میں بزمانہ خلافت مستنصر دمشق میں بھی ملک اشرف بادشاہ دمشق نے مدرسہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی ۶۳۰ھ میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی اور اس مدرسہ کو دارالحدیث اشرفیہ کہتے تھے کیونکہ خصوصیت کے ساتھ احادیث میں اس کا درس دیا جاتا تھا۔

چاندی کے سکے ۶۳۴ھ میں مستنصر نے چاندی کے سکے بنانے کا حکم دیا کہ چاندی و سونے کے ٹکڑوں سے لین دین میں دشواریوں کا سد باب ہو کر اس کا عمدہ بدل ہاتھ آجائے اس فرمان پر وزیر خزانہ نے ارکین حکومت، تاجروں اور صرافوں کی مجلس طلب کر کے کہا دیکھئے امیرالمومنین نے ازراہ کرم یہ چاندی کے سکے بنوائے ہیں تاکہ سونے چاندی کے ٹکڑوں کے لین دین کی دشواریاں دور ہو جائیں اور لین دین میں جو سود کی شکل ہے اس حرام کمائی سے بھی سب محفوظ رہیں۔ اس پہ تمام شرکاء مجلس نے خلیفہ کو دعائیں دیں۔ پھر پورے عراق میں ان چاندی کے دس سکوں کو ایک اشرفی کے برابر قرار دیا گیا۔ جس پہ موفق ابوالمعالی قاسم بن ابی حدید نے خلیفہ کی منظوم تعریف کی۔

گواہوں کے لیے سہولت ۶۳۵ھ میں شمس الدین احمد جوئی کو دمشق کا قاضی بنایا گیا۔ اور گواہوں کی شہادت لینے کے لیے شہر میں کئی مرکز بنائے گئے تاکہ گواہوں کو سہولت ہو اور گذشتہ کی طرح عدالت میں جانے کی تکلیف سے محفوظ رہیں۔

دیگر کارنامے اسی سال ۶۳۵ھ میں سلطان اشرف بادشاہ دمشق کا انتقال ہوا اور اس کے دو ماہ بعد سلطان کامل بادشاہ مصر نے انتقال کیا۔ ان دونوں بھائیوں کے انتقال کے بعد سلطان کامل کا بیٹا قلامہ مصر کا بادشاہ ہوا۔ جس نے اپنا لقب عادل رکھا۔ پھر یہ دستبردار ہوا اور اس کی جگہ اس کا بھائی صالح ایوب نجم الدین بادشاہ مصر ہوا۔

۶۳۷ھ میں شیخ عزالدین ابن عبدالسلام کو دمشق کا خطیب مقرر کیا گیا۔ جنھوں نے ایسے خطبے دیئے جس میں بدعت کا نام نہیں تھا۔ شہر سے پرچم نکلوا کر سفید و سیاہ پرچم لگوائے۔ ہر مسجد میں صرف ایک مؤذن رہنے دیا۔ —— اسی سال یمن کے بادشاہ نورالدین عمر بن علی بن رسول ترکمانی نے بحیثیت قاصد حاضر ہو کر بارگاہ خلافت میں عرض کیا کہ سلطان مسعود بن سلطان کامل کی جگہ میری بادشاہت منظور فرمائی جائے پھر نورالدین کے خاندان میں ۸۰۶ھ تک بادشاہت قائم رہی۔

۶۳۹ھ میں صالح بادشاہ مصر نے قصرین کے درمیان ایک مدرسہ اور مصر کے موضع روضہ میں ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ لیکن اس قلعہ کو اس کے ملازمین دغیرہ نے ۶۵۱ھ میں ویران و برباد کر دیا۔

انتقال ۶۴۰ھ میں جمعہ کے دن بتاریخ جمادی الثانی مستنصر باللہ نے انتقال کیا۔ دیگر شعراء کے

مراثی کے منجملہ صفی الدین عبداللہ بن جمیل نے بہترین مرثیہ کہا۔

مناقب | ذہبی نے لکھا ہے وجیہہ قیروانی مشہور شاعر نے خلیفہ مستنصر کا مدحیہ قصیدہ پڑھا جس پر ایک شخص نے کہا مضمون ٹھیک نہیں۔ اصل واقعہ تو یہ ہے کہ سقیفہ کے دن خلیفہ کے جد اعلیٰ حضرت علیؓ موجود تھے جنھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو پیش امام بنایا تھا کیونکہ اُن سے زیادہ اچھا کوئی دوسرا نہ تھا۔ یہ سن کر مستنصر نے کہا وجیہہ تمہاری زبردستی مضمون واقعی غلط ہے اور خلعت وغیرہ دینے کے بجائے اسے جلا وطن کر دیا جو مصر چلا گیا۔

مشاہیر | مستنصر باللہ کے عہد خلافت میں حسب ذیل بزرگوں نے انتقال کیا:۔

امام ابوالقاسم رافعی، جمال مصری، ابن معزوز نحوی، یاقوت حموی، سکاکی مصنف المفتاح، حافظ ابوالحسن ابن قطان، یحییٰ بن معطی مصنف الفیہ درفن نحو، موفق عبداللطیف بغدادی، حافظ عزالدین علی بن اثیر مصنف تاریخ کامل وانساب واسد الغابۃ، مشہور شاعر ابن عنبی، علامہ سیف آمدی، ابن فضلان، عمر بن فارض مؤلف تائیہ، شہاب سہروردی مصنف عوارف المعارف، بہاء بن شداد، ابوالعباس عوتی مصنف مولد نبوی، علامہ ابوالخطاب بن دحیہ اور ان کے بھائی ابوعمران، حافظ ابوربیع بن سلم مصنف الاکتفاء فی المغازی، شاعر ابن شواء، حافظ زکی الدین برزالی، جمال الحصر شیخ حنفیہ، شمس جوفی حرانی، حافظ عبداللہ زبیدی، ابوالبرکات بن مستوفی، ضیاء بن اثیر مصنف مثل السائرہ، ابن عربی مصنف فصوص الحکم، کمال بن یونس شارح تنبیہ ـــ اور دوسرے مشہور حضرات نے بھی اس دور میں رحلت کی ـــــ

مستعصم باللہ

مستعصم باللہ، ابواحمد، عبداللہ بن مستنصر باللہ بن ظاہر بامر اللہ ۶۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کا نام ہاجر تھا جو مستنصر کی داشتہ تھی یہ اپنے والد کے انتقال کے فوراً بعد تخت نشین خلافت ہو۔

مستعصم نے ابن نجار، مؤید طوسی، ابوروح ہروی، نجم بادرائی، شرف دمیاطی وغیرہ سے احادیث کی باضابطہ سماعت کر کے احادیث روایت کرنے کی اجازت بھی حاصل کی۔ علامہ دمیاطی نے مستعصم کو اپنی مخطوطہ چالیس احادیث لکھ کر دی تھیں جنھیں میں نے بھی دیکھا ہے۔ غرض کہ مستعصم کریم، حلیم، سلیم اور حسن دیانت کا پیکر تھا۔

کم ہمتی شیخ قطب الدین کا بیان ہے مستعصم اپنے باپ دادا کی طرح بڑا دیانتدار و سنت نبویؐ کا پابند تھا۔ لیکن ان کی طرح بیدار مغز، ہوشیار اور بلند ہمّت نہ تھا، البتہ اس کا بھائی خفاجی بڑا ہی جیوٹ اور اولوالعزم تھا وہ کہا کرتا تھا اگر مجھے سلطنت مل جائے تو میں اپنی فوج دریائے جیحون کے پار لے جاکر تاتاریوں کی جڑیں اکھاڑ پھینکوں گا اور ان کے ملک پر قبضہ کر لوں گا۔ لیکن مستنصر کے انتقال کے بعد خفاجی کی سخت مزاجی سے خائف رہ کر دو یدار و شرابی نے خفاجی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ بلکہ مستنصر کے معصوم و نرم دل فرزند مستعصم کے ہاتھ پر اس لیے بیعت کر لی تاکہ اس کے دورِ خلافت میں ہم اپنے اثر و اقتدار میں اور بھی اضافہ کرلیں گے ——— غرضکہ مستعصم نے مؤید الدین علقمی کو اپنا وزیر مقرر کیا جو رافضی تھا جس نے مملکت کے انتظامات درہم برہم کر دیئے اور خلیفہ کو اپنا کھلونا بنا لیا۔ علاوہ ازیں پوشیدہ طور پر تاتاریوں سے ساز باز کر لی۔ ان کو عراق پر حملہ کرنے کی لالچ دلائی۔ اور بغداد پر قبضہ کرنے کی رائے دی۔ حکومت عباسیہ کی بیخ کنی میں لگا رہا تاکہ کسی طرح آل علی بن ابی طالبؓ کو حکومت دلادے۔ تاتاریوں کی آمد اطلاعات سے خلیفہ کو واقف نہ کرتا اور یہاں کے ہمہ جہتی خبریں تاتاریوں کو دیتا رہا۔ جس کا نتیجہ بہت ہی برا نکلا۔

۶۴۷ھ میں انگریزوں نے دمیاط پر قبضہ کر لیا کیونکہ سلطان ملک الصالح بادشاہِ دمیاط بیمار تھا۔ ۱۵ر شعبان کو اس کا انتقال ہوا۔ اس حادثہ سے سلطان کی کنیز ام خلیل شجر الدّر نے خوفزدہ ہو کر سلطان کے فرزند توران شاہ ملک معظم کو بلوایا جس کے آنے کے بعد اس کے والد کے غلاموں نے محرم ۶۴۸ھ میں اسے قتل کر دیا ——— اس کے بعد شجر الدّر نے ترکوں وغیرہ سے حلف وفاداری لیا۔ اور خود بادشاہ بن کر عزالدین ایبک ترکمان کو اپنا وزیر بنا کر امراء سلطنت کو خلعت و عطیات سے سرفراز کیا۔

پھر ماہ ربیع الثانی ۶۴۸ھ میں عزالدین نے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور ملک العزیز اپنا لقب رکھا۔ پھر بادشاہت سے بیزار ہو کر سلطان اشرف کے حق میں دستبردار ہو گیا۔ اس نے ترکیب یہ کی کہ سلطان اشرف کو بادشاہ بنا کر فوج سے اس کے لیے حلف وفاداری لیا۔ اور چونکہ سلطان اشرف بن صلاح الدین یوسف بن مسعود کامل آٹھ سالہ بچہ تھا اس لیے اس کا نگران کار بن گیا اور اس طرح سلطان اشرف کے نام کے ساتھ اپنے نام کا بھی سکّہ و خطبہ چلاتا رہا۔ اور اسی سال یعنی ۶۴۸ھ میں انگریزوں کے قبضہ سے دمیاط نکال لیا گیا۔

آگ اور دھواں ۶۵۰ھ میں سرزمین عدن میں ایک آگ دکھائی دی۔ رات کے وقت اس آگ کے شعلے سمندر کی جانب جاتے دکھائی دیتے اور دن میں سمندر سے دھواں اٹھتا تھا۔ اسی سال ملک الاشرف

کو ناکارہ قرار دے کر معز ایبک نے مصر پر اپنی خود مختاری بادشاہت کا اعلان کیا۔

ابوشامہ نے لکھا ہے ہمارے پاس مدینہ منورہ سے خطوط آتے کہ بدھ کی رات بتاریخ ۳ جمادی الثانی ۶۵۲ھ میں یہاں مدینہ طیبہ میں ایک گرجدار آواز سنائی دی، اس کے بعد زلزلہ آیا۔ اور یہ زلزلے تھوڑی تھوڑی دیر بعد ۵ جمادی الثانی تک مسلسل آتے رہے۔ اس کے بعد قریظیہ کے پاس حرّہ کے مقام پر ایک زبردست آگ دکھائی دی جسے ہم مدینہ طیبہ میں اپنے گھروں سے دیکھ رہے تھے ——— اور ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا یہ ہمارے پاس ہی ہے پھر تمام وادیوں میں وادی شظا تک پانی بہنے لگا رُک جانے والوں کی ہم امداد کرنا چاہ رہے تھے کہ ایک پہاڑ آگ اگلنے لگا۔ اور اس میں سے بہ شدت آگ نکلنے لگی پھر وہ آگ اتنی بلند ہوئی گویا ایک عظیم الشان پہاڑ ہے اور اس میں سے بڑی بڑی کوٹھیوں کے برابر آگ کے شرارے نکلنے لگے جس کی روشنی مکہ معظمہ اور اس کے قرب وجوار تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس نوبت پر ہم سب نے رسول اللہؐ کے سبز گنبد پر حاضری دے کر بصد گریہ وزاری اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ اور ایک ماہ تک متواتر ہم لوگ سبز گنبد پر حاضر ہو کر گریہ وزاری کرتے رہے تب یہ عذاب الٰہی دور ہوا۔

رسول اکرمؐ کی پیشگوئی کا ظہور ذہبی کا بیان ہے مدینہ منورہ کی ۶۵۲ھ کی آگ کا تذکرہ متواتر بیانات کے پیش نظر بالکل درست ہے اور یہ اسی پیشگوئی کا ظہور ہے جس کے بارے میں سرور عالمؐ نے فرمایا ہے "قیامت آنے سے پہلے ہی سرزمین حجاز سے آگ نکلے گی جس کی روشنی میں بصرہ کے اونٹوں کی گردنیں دکھائی دیں گی ——— ایک سے زیادہ بصریوں نے لکھا ہے کہ مدینہ کی اس آگ کی روشنی میں رات کے وقت ہم بصرہ میں اپنے اونٹوں کی گردنیں بخوبی دیکھتے تھے۔

مستعصم کا تغافل اور سازش ۶۵۵ھ میں معز ایبک بادشاہ مصر کو اس کی بیوی شجر اللہ نے قتل کرایا جس کے بعد اس کا فرزند سلطان منصور تخت نشین ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تاتاریوں نے مصر کو اپنی جولان گاہ بنایا تھا۔ اور حد سے زیادہ فتنوں کی آگ پھیلا رہے تھے۔ خلیفہ اور رعایا ان کے ارادوں سے بے خبر تھے اور وزیر مملکت علقمی دولت عباسیہ کے مٹانے پر تلا ہوا تھا کہ کسی طرح علویوں کی حکومت برسر اقتدار آ جاتے وزیر مملکت اور تاتاریوں کے درمیان خفیہ خط وکتابت جاری تھی مستعصم لذات میں سرشار تھا اسے انتظامات حکومت سے کوئی سروکار نہ تھا مستعصم کا والد مستنصر کثیر فوج رکھنے کے باوجود تاتاریوں سے صلح جوئی کا خواہشمند تھا۔ ان کو تحفے دے کر خوش رکھتا تھا۔ خلیفہ مستعصم نے بیدار مغزی ودانشمندی سے کام نہ لے کر علقمی کے کہنے پر فوج میں کمی کر دی اور کہا تاتاریوں کو رشوت وغیرہ دینے سے مقصود حاصل نہ ہوگا۔ دوسری طرف اسی علقمی نے تاتاریوں کو لالچ دیا کہ ان شہروں پر قبضہ کر لو۔ تاتاریوں اور علقمی کے درمیان معاہدہ

ہوا کہ تاتاریوں کے قابض ہونے کے بعد علقمی ہی وزیر اعظم رہے گا، چنانچہ تاتاریوں نے بغداد پر قبضہ کا مکمل ارادہ کر لیا

تاتاریوں کے مختصر حالات

موفق عبداللطیف نے لکھا ہے تاتاریوں کا بیان سب پر سبقت لے جاتا ہے ان کے حالات سب سے عجیب، ان کی تاریخ دوسری تاریخوں کو طاق نسیاں بناتی ہے ان کی بلا دیگر مصائب سے زیادہ ہے انھوں نے روئے زمین کو زیر و زبر کیا اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک فتنہ و فساد کے شعلے بڑھائے تاتاریوں کی زبان میں بہا کا یعنی آرد کے الفاظ شامل ہیں کیونکہ یہ ہند (پاکستان) کے ہمسایہ ہیں تاتار اور مکہ معظمہ کے درمیان چار ماہ کا پیدل راستہ ہے۔ وہ خود کو ترکوں سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کے چہرے چوڑے، سینے کشادہ، چوتڑ سبک اور چھوٹے، رنگ گندمی ہوتے ہیں۔ یہ تیز رفتار پھرتیلے اور ذہین ہیں۔ دنیا بھر کی اطلاعات فراہم کرتے ہیں لیکن اپنے حالات کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ تاتار میں جاسوس بھی داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ پردیسی کو تاتاری فوراً پہچان لیتے ہیں تاتاری جدھر رخ کرتے ہیں اپنا مقصد پوشیدہ رکھتے ہیں جب کسی ملک پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو اچانک اس میں گھس جاتے ہیں اس طرح وہاں کے باشندے یا فوج ان کو گرفتار نہیں کر سکتی۔ اور یہ تاتاری بھی مقبوضہ علاقے کے لوگوں یا فوج کو بھاگنے نہیں دیتے اور ان کے فرار ہونے کے راستے کاٹ دیتے ہیں تاتاری عورتیں بھی مردوں کی طرح لڑتی ہیں تیر ان کا عمومی ہتھیار ہے۔ یہ سب تیر اندازی میں ماہر ہوتے ہیں۔ ہر چیز کا گوشت کھاتے ہیں قتل کرنے میں بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور جوانوں کا کوئی فرق محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ نوع انسانی کی تباہی اور اہلِ عالم کو ہلاک کرنا ان کا مقصد ہے۔

مکّار تاتاریوں کا عروج بعض مؤرخوں نے لکھا ہے سرزمین تاتار کی سرحد مملکت چین سے ملی ہوئی ہے اور تاتاری صحرائی و بادیہ نشین قوم ہے جو شر و فساد اور بیوفائی میں مشہور ہے۔ ان کے ظہور و عروج کا سبب یہ ہے کہ مملکت چین کے حدود بڑے وسیع و کشادہ ہیں اور چین کی مملکت کے اندر چھ بڑی بڑی سلطنتیں ہیں۔ ان چھ سلطنتوں پر ایک بڑا حاکم حکومت کرتا ہے جسے القان اکبر کہتے ہیں جو طمغاج میں رہتا ہے اس کی وہی حیثیت ہے جیسے خلیفۃ المسلمین ہوتا ہے۔ ان چھ سلطنتوں میں سے ایک کا بادشاہ دوش خاں تھا جس نے چنگیز کی پھوپھی سے شادی کی تھی۔ دوش خاں کے مرنے کے بعد ایک دن چنگیز اپنی پھوپھی سے ملنے آیا۔ جس کے ساتھ کشلو خاں بھی تھا چنانچہ پھوپھی نے کشلو سے کہا تم چنگیز سے کہو کہ وہ اپنے لاولد پھوپھا کی حکومت سنبھال لے۔ چنانچہ چنگیز اپنے مرے ہوئے پھوپھا کے بجائے بادشاہ بنا اور تاتاریوں کو اپنا ہمنوا بنا یا۔ پھر دستور کے موافق القان اکبر

کو تحفے بھیجے۔ اس پر القان اکبر کو غصہ آیا کہ ہماری اجازت کے بغیر چین کے ایک صحرا نشین نے از خود بادشاہ بننے کی جرأت کی ہے چنگیز کے بھیجے ہوئے گھوڑوں کی دمیں کٹوا کر واپس کر دیئے اور تحفے لانے والوں کو تہ تیغ کر دیا ______ اس نوبت پر چنگیز اور کشلو نے باہمی امداد کرنے کی قسمیں کھائیں اور القان اکبر کے خلاف متنفر ہو کر تاتار کے اکثر و بیشتر باشندوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ القان اکبر کو اس نئی قوت کے حملہ کا علم ہوا تو اس نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ خوف و محبت کی باتیں کیں۔ لیکن یہ سب بے سود ثابت ہوئیں اور آخر کار چنگیز و القان اکبر کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ القان اکبر کو شکست ہوئی جس کے تمام مقبوضہ ممالک میں تاتاریوں نے خوب قتل و غارت گری کی۔ چنگیز و کشلو دونوں مشترکہ طور پر مقبوضہ ممالک پر حکمران تھے۔ پھر ان دونوں نے مملکت چین کے شہر شانون پر حملہ کر کے اس پر بھی قبضہ کر لیا ______

اس کے بعد کشلو خاں نے انتقال کیا جس کے بیٹے کو چنگیز نے قائم مقام پدر بنایا لیکن تھوڑے ہی دنوں میں اس کی قوت کمزور کر دی پھر ایک دن حملہ کرا کے اسے قتل کرا دیا اور خود تنہا مستقل بادشاہ ہونے کا اعلان کیا تاتاری پہلے کی بہ نسبت اس کے اور بھی فرمانبردار ہو گئے اور اسے ظل اللہ اور شریک خدائی کہنے لگے۔ اور ہمہ تن اس کی اطاعت کو فرض سمجھنے لگے ______ چنانچہ سب سے پہلے چنگیز اپنے فدائی تاتاریوں کو لے کر ۶۱۵ھ میں ترکستان کے اطراف کے علاقہ فرغانہ سے ہوتا ہوا خوارزم شاہ محمد بن تکش بادشاہ خراسان پر حملہ آور ہوا۔

خوارزم شاہ وہ بادشاہ تھا جو اکثر ممالک کو فتح کرتا اور ان پر قبضہ جماتا خلیفہ پر حملہ کرنے روانہ ہوا تھا۔ راستہ کی برفباری وغیرہ اور تاتاریوں کی اپنے ملک پر حملہ آوری کی خبر پا کر خراسان واپس ہونے کا ارادہ کیا لیکن تاتاریوں کے خوف سے فرغانہ، شاش، کاشان وغیرہ میں لوٹ مار کر کے وہاں کے باشندوں سمیت سمرقند کا رخ کیا ______

۶۱۵ھ تک تاتاریوں نے بھی مختلف مقامات میں خوب لوٹ مار کی۔ چنگیز نے سلطان خوارزم شاہ کے پاس اپنے قاصد کے ذریعہ تحفے روانہ کرتے ہوئے کہلا بھیجا کہ القان اکبر نے سلام کے بعد کہا ہے۔ تمہاری شان و شوکت، سلطنت اور اجرائی احکام کا ہم کو علم ہے۔ ہم تم سے صاحب سلامت رکھنا چاہتے ہیں اور تم سے اولاد کی طرح محبت کرتے ہیں۔ تم کو معلوم ہے کہ پوری مملکت چین پر میرا قبضہ ہے۔ جہاں فوج اور گھوڑوں کی کثرت ہے۔ سونے اور چاندی کی کانیں ہیں۔ اور تمام ضروریات بافراط موجود ہیں۔ مناسب سمجھو تو ہم سے خیر سگالی کا معاہدہ کر و اور سوداگروں کو باہمی طور پر آمد و رفت کی اجازت و سہولت بہم پہنچاؤ۔ چنانچہ خوارزم شاہ نے باہمی دوستی کو قبول کیا جس سے چنگیز کو بہت خوشی ہوئی۔ معاہدہ دوستی کی بنا پر سوداگروں کی آمد و رفت کا مجاز بنایا گیا ______

خوارزم شاہ کا ماموں ماوراء النہر کا حاکم تھا اور اس کے پاس بیس ہزار فوج تھی۔ جب ماوراء النہر میں تاتاری سوداگر آئے تو ان کا تجارتی مال دیکھ کر اس پر قبضہ کرنا چاہا اور اس بدنیتی کے پیش نظر خوارزم شاہ کو لکھا کہ یہ تاتاری جو تاجروں کے بھیس میں آتے ہیں یہ دراصل جاسوس ہیں۔ آپ اجازت دیں تو ان کی نگرانی رکھی جائے ——— یہ خط روانہ کر کے تاتاری سوداگروں کو گرفتار کرا کے ان کا مال چھین لیا۔ اس پر چنگیز کے قاصد نے آکر خوارزم شاہ سے کہا۔ تم نے سوداگروں کو تجارت کرنے کا اجازت نامہ دینے کے بعد غدّاری کی ہے اور غدّاری بڑا ہی مذموم فعل ہے اور خلیفہ اسلام ہونے کے باوجود تمہارا یہ فعل بہت ہی بُرا ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ تمہاری اطلاع کے بغیر تمہارے ماموں نے یہ ناشائستہ فعل کیا ہے تو اس کو ہمارے حوالے کر دو۔ وگرنہ اپنی آنکھوں سے نتیجہ خود دیکھ لو گے۔۔ ———

قاصد کے اس پیغام پر خوارزم شاہ کے ہوش جاتے رہے۔ اور اس نے عجلت پسندی میں آکر چنگیزی قاصدوں کو قتل کرا دیا جس نے نتیجہ میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ گئیں ——— آخر کار چنگیز نے خوارزم شاہ کا رخ کیا اور خوارزم شاہ دریائے جیحون کے راستہ نیشاپور پہنچا۔ پھر وہاں سے تاتاریوں کے خوف سے قلعہ ہمدان میں مقیم ہوا۔ جہاں تاتاریوں نے محاصرہ کر کے اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا اور یہ بچ بچا کر دریا عبور کر کے جزیرہ میں چھپ گیا۔

انتقال خوارزم شاہ | خوارزم شاہ جزیرہ میں روپوش تھا کہ اسے نمونیا ہو گیا اور بے یار و مددگار ۶۱۷ھ میں اسی مرض میں مر گیا۔ اس کے ساتھ جو کپڑے تھے اسی کا اس کو کفن دیا گیا۔ انتقال کے بعد اس کے تمام ممالک پر چنگیز کا قبضہ ہو گیا۔

تاتاریوں کی ترقی | سبط ابن جوزی کا بیان ہے تاتاریوں نے سب سے پہلے ۶۱۵ھ میں اس طرح ترقی کی کہ ماوراء النہر پر قبضہ کیا۔ پھر بخارا و سمرقند کا حصار کر کے وہاں کے باشندوں کا کشت و خون کیا۔ اور خوارزم شاہ کو محصور کیا۔ پھر دریا پار کر کے خراسان کو جسے خوارزم شاہ پہلے ہی تباہ و برباد کر چکا تھا۔ خوب خوب لوٹا اور باشندوں کو تہ تیغ کیا۔ اس کے بعد اسی سال یہاں سے ہمدان و قزوین پر غارت گری کی۔

تاتاریوں کا فتنۂ عظیم | ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں لکھا ہے تاتاریوں کا فتنہ ایک حادثۂ عظیم اور زبردست مصیبت ہے جس کی مثال پوری دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے تاتاریوں نے عام طور پر تمام انسانوں اور خاص کر مسلمانوں پر بے انتہا مظالم کیے۔ اگر کہا جائے کہ ابتدائے آفرینش سے اب تک اس قسم کے مظالم رونما نہیں ہوئے تھے تو یہ بالکل درست ہے زمانہ میں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جو تاتاری مظالم کی مثال بن سکے ——— تاریخ میں سب سے زیادہ ظلم کی داستان بخت نصر کی ملتی ہے۔ جس نے بیت المقدس

میں اسرائیلیوں کے ساتھ نارواسلوک کیے تھے۔ لیکن چنگیز اور اس کے ساتھی ملعونوں نے مسلمانوں پر جو مظالم کیے اس کو بیت المقدس کے مظالم سے کوئی نسبت نہیں دی جاسکتی۔ بیت المقدس میں اسرائیلیوں کا قتل اور مسلمانوں کے قتلِ عام کی نسبت، زمین و آسمان کی نسبت ہے ــــــ تاتاریوں کی قتل و غارتگری کے آگ کے شعلوں نے عام طور پر ضرر رسانی کی۔ تاتاری وہ بادل تھے جنھیں ہوا اڑاتے پھر رہی تھی۔ ان چینی صحرانشینوں نے اپنے جنگلوں سے نکل کر ترکستان کے شہروں کاشغر، ساغرق وغیرہ کو لوٹا پھر بخارا و سمرقند کے مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ پھر خراسان پہنچ کر توڑ پھوڑ اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا۔ پھر رے اور ہمدان میں انتہائی مظالم کرتے ہوئے عراق میں داخل ہوئے اور وہاں سے آذربائیجان اور اس کے اطراف و اکناف کو ویران کر کے شہروں میں آگ لگائی اور ہر مقام کے مسلمانوں کو بیدردی سے قتل کیا اور یہ تمام آتش زنی قتل و غارتگری صرف ایک سال میں اس طرح کی جس کی مثال تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ پھر یہ ظالم تاتاری آذربائیجان سے دربند اور شروان پہنچے اور یہاں بھی آتش زنی و قتل و غارت گری کر کے لان اور لکز کے باشندوں کو نیدکر کے قتل کیا اس کے بعد قفچان پہنچے جہاں کی اکثریتی آبادی ترکوں کو دل کھول کر قتل کیا۔ اور قفچان کے جو ترک اپنی جان بچا کر بھاگ نکلے وہ بچ گئے۔ غرض کہ تاتاریوں نے قفچان پر بھی قبضہ کیا۔ ان تاتاریوں کی امداد کے لیے کچھ تازہ دم تاتاری یہاں اور آگئے جن میں سے ایک حصہ غزنی، سجستان، کرمان وغیرہ پر چھاپہ مارتا رہا اور ان ممالک میں وہ وہ ظلم کیے جن کے سننے کی کانوں کو قوت اور دل کو یارا نہیں۔

سکندر جو پوری دنیا کا بادشاہ تھا اس نے بھی اتنی تیزی سے قبضہ نہیں کیا تھا۔ سکندر نے تقریباً دس سال میں ممالک اس طرح فتح کیے تھے کہ ایک آدمی کو بھی قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ تمام بادشاہ برضا و رغبت اس کے مطیع ہوگئے تھے لیکن ظالم تاتاریوں نے ایک سال کی مدت میں روئے زمین پر قبضہ کر کے اپنا رعب بٹھا لیا۔ ہر شہر کے باشندے ان کی آمد اور قتل و غارت کرنے کے خوف سے کانپتے تھے۔

تاتاریوں کی خوراک تاتاریوں کو رسد و خوراک کا کوئی انتظام نہیں کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ ان کے ساتھ بھیڑ، بکری، گھوڑے، گدھے وغیرہ رہا کرتے تھے۔ اور تاتاری انھیں کا گوشت کھایا کرتے تھے، وہ غلہ و اناج کھانے کا نام تک نہیں جانتے تھے ان کے گھوڑے گدھے اپنی ٹاپوں اور سُم سے زمین کھود کر گھاس کی جڑیں نکال کر کھا لیتے تھے۔ اور وہ بھی دانہ چارے سے واقف نہ تھے۔

تاتاریوں کا مذہب ان ظالم تاتاریوں کی مذہبی کیفیت یہ تھی کہ وہ طلوع آفتاب کے وقت صرف ایک مرتبہ سورج کے سامنے ذرا سا جھک جایا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک کوئی چیز حرام نہیں تھی۔ وہ ہر قسم کے جانور کا گوشت کھاتے تھے بلکہ بعض اوقات انسانی گوشت بڑے مزے لے لے کر کھایا کرتے تھے۔ شادی

کا کوئی دستور نہ تھا کیونکہ ایک عورت کئی کئی مردوں کے ساتھ ایک ہی رات بسر کرتی تھی۔

ہلاکو | ۶۵۶ھ میں ہلاکو ان غارتگر تاتاریوں کا ایک لاکھ کا لشکر لیے بغداد پر حملہ آور ہوا۔ خلیفہ مستعصم کی فوج نے مدافعت کی مگر شاہی فوج کو شکست ہوئی اور ہلاکو اپنے ساتھ تاتاریوں کا غول لیے۔ ا محرم ۶۵۶ھ کو بغداد میں داخل ہو گیا۔ تو وزیر مملکت علقمی نے خلیفہ مستعصم سے کہا اب مصلحت یہ ہے کہ آپ چل کر حملہ آور فوج کے افسر سے مصالحت کر لیجئے۔ چلئے میں چلتا ہوں اور مصالحت کی گفتگو کرتا ہوں۔ اس کے بعد علقمی خود تاتاری فوج میں گیا اور اپنی جان کی امان لے کر خلیفہ کے پاس آیا اور کہا تاتاری سلطان اپنی بیٹی کی شادی حضور کے صاحبزادے ابوبکر سے کرنا چاہتا ہے اور پھر آپ کو اسی طرح خلیفہ رکھنا چاہتا ہے جیسا کہ رومی حکومت میں خلفاء برقرار رہے۔ وہ صرف اپنی بادشاہت تسلیم کرانا چاہتا ہے جیسا کہ آپ کے آباؤ اجداد کے زمانہ میں سلجوقی بادشاہ رہے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنا لشکر لیے واپس چلا جائے گا۔ اے امیرالمومنین! آپ یہ بات بخوشی منظور فرمالیں جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا خون بہنے نہ پائے گا۔ باقی آپ کو اختیار ہے۔

مستعصم کی موت | نمک حرام وزیر مملکت علقمی کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر خلیفہ مستعصم اپنے مخصوص وزراء دولت کو لیے ہوئے تاتاری جرگہ میں گیا۔ جہاں ایک بہت بڑے عالی شان پردہ دار خیمہ میں اس کو ٹھہرا کر علقمی خود تن تنہا ہلاکو کے پاس گیا اور وہاں پہنچ کر فقہا وغیرہ کو طلب کیا تاکہ معاہدہ صلح مرتب کریں غرضکہ ہلاکو نے بغداد کے تمام عالموں، امیروں اور ارکین سلطنت وغیرہ کو ایک ایک کرکے اس طرح قتل کیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ پھر ان تمام لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد قتل عام شروع کر دیا اور چالیس دن تک تاتاریوں کی تلوار نیام نہیں ہوئی۔ اس شورش میں کئی لاکھ مسلمان شہید کیے گئے۔ البتہ کنوؤں اور تہ خانوں وغیرہ میں چھپنے والوں کی جان بچ گئی اور خلیفہ مستعصم کو تاتاریوں نے ٹھوکریں مار مار کر ہلاک کر ڈالا۔

ذہبی نے لکھا ہے کہ خلیفہ کی لاش دفن بھی نہ ہو سکی۔ خلیفہ کی اولاد اور رشتہ دار گرفتار اور قتل کیے گئے اس جیسی بلا اور مصیبت اسلام میں مسلمانوں پر نہیں پڑی تھی وزیر علقمی بھی اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوا بلکہ تاتاریوں کے ہاتھوں ذلت اور خواری کے مزے چکھتا رہا۔ شاعروں نے بغداد کے اس حادثہ عظیم پر مرثیے لکھے۔ سبط تعاویذی نے بھی ایک مرثیہ کہا جس کے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے:۔

ترجمہ: "وزیر علقمی نے بغداد اور بغدادیوں کو تباہ کر کے ان کے گھر کھنڈر کر دیئے"

بغداد کے خطیب نے آخری خطبہ میں کہا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کے حکم سے مضبوط اور شاندار عمارتیں منہدم ہو گئیں اور بغداد کے باشندے فنا ہو گئے لیکن تلوار اب بھی ننگی ہے۔ تقی الدین بن ابی

یسرہ کا مرثیہ بغداد کے باشندوں کی ہلاکت و بربادی پر اب بھی نوحہ کر رہا ہے۔

علقمی کی موت خلیفہ اور باشندگانِ بغداد کے قتل کے بعد ہلاکو نے عراق میں اپنے نائب مقرر کرنا شروع کیے تو علقمی نے منت سماجت کی اور کہا کوئی علوی خلیفہ بھی نائب مقرر کر دیا جائے لیکن ہلاکو نے صاف انکار کر دیا اور علقمی کو کسی قسم کا عہدہ دینے کے بجائے ذلیل و خوار رکھا۔ علقمی بعض نوکروں کی طرح زندہ رہ کر تھوڑے ہی دنوں میں مرگیا۔

ہلاکو کے خطوط بغداد پر قبضہ اور عراق میں نائب مقرر کرنے کے بعد ہلاکو نے ناصر بادشاہ دمشق کو حسب ذیل خط لکھا۔

سلطان ملک ناصر۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے۔ عراقی فوجوں نے ہمارا مقابلہ کیا لیکن خدائی تلوار کے ذریعہ ہم نے ان کو قتل کر دیا۔ پھر عراقی رئیس ہمارے پاس آئے جو دوسروں کی ہلاکت کی وجہ خاموش سے رہے۔ اس کے بعد رعایائے عراق نے بھی ہمارے سوالات کے صحیح جواب نہیں دیئے اس لیے وہ بھی اپنے جھوٹ بولنے کی سزا میں دارِ عدم روانہ ہو گئے ——— اب تم بڑے بادشاہ بھی ہماری اطاعت قبول کرو۔ اپنے قلعوں اور جنگ آزما بہادروں پر بھروسہ نہ کرو۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کچھ بھگوڑوں نے تمہارے پاس پہنچ کر پناہ لی ہے۔ لہٰذا اس خط کے وصول ہوتے ہی اپنے بلند شامی قلعہ زمین کے برابر کر دو۔ والسّلام

پھر دوسرا خط یہ لکھا۔ بخدمت سلطان ناصر، عمر دراز باد!

ہم نے بغداد فتح کر کے باشندوں کی بیخ کنی کی، انھوں نے مال و دولت دینے میں بخل سے کام لیا۔ وہ سمجھے ہوئے تھے کہ حکومت و مملکت صحیح و سالم رہے گی۔ لیکن قدر و منزلت چلی گئی اور خلافت کا نام رہ گیا۔ اور بدر کو پورا گہن لگ گیا۔ واضح رہے کہ ہلاکت کو لیے ہم بڑھنے والے ہیں۔ تم ایسے نہ بنو جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا جس کے عوض وہ بھی بھلا دیئے گئے۔ اب اپنی رائے سے فوراً مطلع کرو۔ جبر و سختی سے بھی تم پر حکومت کی جا سکتی ہے اور اگر برضا و رغبت اطاعت قبول کرو گے تو شر و فساد سے محفوظ رہ کر انعامات کے مستحق قرار پاؤ گے۔ تمہاری بادشاہت و رعایا خوش رہے گی۔ ہمارے قاصدوں کو اپنے جواب کے ساتھ جلد واپس کرو۔ والسّلام

اس کے بعد تیسرا خط یہ لکھا ——— امّا بعد! ہم اللہ کے لشکر ہیں ہمارے ذریعہ مغرور، سرکش اور گنہ گاروں سے اللہ تعالیٰ انتقام لے رہا ہے۔ بحالت غصہ ہم لوگوں کے احوال دگرگوں کرتے اور سیدھے لوگوں کو ان کے اعمال و احوال سابق پر تمام چھوڑ دیتے ہیں۔ شہروں کو برباد، مردوں، عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ہم کو عادت ہے۔ اے باقی بچ جانے والو! تم بھی پچھلوں سے مل جاؤ گے۔

اور اے غافلو! تم کو بھی گذشتہ مقتولوں کی راہ چلایا جاتے گا۔ ہمارا مقصود ملک گیری نہیں بلکہ انتقام ہے ہم ہلاک کرنے والی فوج ہیں۔ ہم تمہارے ملکوں کی بادشاہت کے خواہشمند نہیں ہیں۔ ہم اپنے مہمانوں پر ظلم نہیں کرتے اور ہمارا عدل و انصاف ہمارے مملوکہ و مقبوضہ جات میں مشہور ہے۔ اور ہماری شمشیر براں کے سامنے سے کوئی نہیں بھاگ سکتا ——— ہم تمہارے پاس پہنچیں گے تو تم بھاگو گے اور ہم تمہارا تعاقب کریں گے ہم شہروں کو تباہ و برباد، بچوں کو تہ تیغ، مرد و زن کو سخت سزا دے کر قتل و غارت۔ عزت داروں کو ذلیل و رسوا اور دولتمندوں کو گرفتار کر چکے ہیں۔ شاید تم کو یہ گمان ہے کہ تم ہم سے بچ نکلو گے یا چھوٹ کر بھاگ جاؤ گے۔ تم اپنے کیے کو اپنی آنکھوں کو جلد دیکھ لوگے۔ اور تم کو جس چیز کا ڈر ہے وہ بھی تم پہ ظاہر ہو جاتے گا۔ ———

دنیا خلافت سے خالی ۶۵۷ھ میں کسی کی خلافت نہ تھی کہ تاتاریوں نے آمد پر حملہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ منصور علی بن معز لپنے بچپن کے باوجود مصر کا بادشاہ تھا اور امیر سیف الدین قطز معزی جو اس کے باپ کا غلام تھا منصور کا نگران کار تھا منصور سے کمال الدین عدیم نے تاتاریوں کے مقابلہ میں مدد طلب کی۔ اس پر منصور نے اپنے اعیان مملکت کو جمع کیا اور مجمع علماء کے منجملہ عز الدین بن عبدالسلام مفتی نے کہا جب کوئی دشمن حملہ آور ہو تو اس کا مقابلہ تمام مسلمانوں پہ واجب ہے۔ اور اس موقعہ پہ جبکہ بیت المال بالکل خالی ہو جائے، رعایا سے جہاد کے لیے مال و دولت لینا جائز ہے۔ جہاد کے لیے اعلیٰ درجہ کی چیزوں آلات اور نفیس چیزوں کو فروخت کر کے گھوڑے اور جنگی سامان خریدا جائے، اس میں بادشاہ کی کوئی خصوصیت نہیں لیکن فوج کے پاس جبکہ ہتھیار وغیرہ کچھ نہ ہوں تو رعایا کی دولت سے سامان جہاد خرید کرنا ضروری ہے تھوڑے دنوں بعد امیر سیف الدین نے علماء سے کہا منصور ابھی بچہ ہے اور وقت نازک ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی جیوٹ اور بہادر آدمی جہاد کی خاطر تیار ہو جاتے اور بادشاہ کے بجائے کام کرے۔ آخر کار سیف الدین قطز بادشاہ تسلیم کیا گیا جس نے اپنا لقب ملک مظفر رکھا۔

تاتاریوں کی شکست ۶۵۸ھ میں بھی کوئی خلیفہ نہ تھا اس زمانہ میں تاتاری دریائے فرات عبور کر کے حلب پہنچے اور خوب قتل و غارت گری کی پھر دمشق پہنچے جہاں ماہ شعبان میں مصری فوج لیے ہوتے خود ملک مظفر آیا۔ فوج کی کمان رکن الدین بیبرس بندقداری کر رہا تھا۔ تاتاری جالوت نہر پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ جنگ شروع ہوئی اور زبردست لڑائی کے بعد پندرہ رمضان جمعہ کے دن اللہ نے تاتاریوں کو شکست اور مسلمانوں کو فتح دی۔ اللہ کا شکر ہے اکثر و بیشتر تاتاری مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا بھی کیا۔ مظفر کی دمشق میں فتح کی خوشخبری بھیجی گئی جس سے لوگوں کو بے انتہا مسرت ہوئی پھر جب

مظفر خود دمشق ،فتحمندی کے ساتھ آیا تو لوگ اس سے بے انتہا محبت کرنے لگے ۔ بے برس نے تاتاریوں کا تعاقب کیا اور انھیں حلب کے حدود سے نکال دیا۔ سلطان مظفر نے بے برس کو فتح کے بدلے حلب کی حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن فتح کے بعد وعدہ خلافی کی جس کی وجہ سے بے برس متاثر ہو گیا اور یہی چیز باہمی کشیدگی کا سبب بنی۔ اس کے بعد مظفر حلب روانہ ہوا تاکہ وہاں تاتاریوں کے جو کچھ اثرات ہوں انھیں زائل کر دے۔ راستے میں اطلاع ملی کہ بے برس اس کا موافق نہیں رہا بلکہ اس کے خلاف اقدام کرنے والا ہے۔ اس اطلاع پر سلطان نے مصر میں واپس ہو کر بے برس کے خلاف پوشیدہ طور پر سازش کی۔ اس سازش کی اطلاع اپنے خاص خاص لوگوں کو بھی نہ ہونے دی مگر کسی طرح سے یہ خبر بے برس کو مل گئی اور وہ بھی مصر آ گیا۔ دونوں نے اپنے دوستوں سے صلاح و مشورہ کیے۔ امراء مصر کی ایک جماعت بے برس سے مل گئی جنھوں نے بر سر راہ ۱۶ ذیقعدہ ۶۵۸ھ کو مظفر کو قتل کر دیا۔ پھر بے برس نے سلطنت پر قبضہ کر کے ملک قاہر اپنا لقب رکھا اور مظفر نے جو کچھ مظالم کیے تھے اس کا نعم البدل کیا۔ اس کے وزیر زین الدین ابن آبرنے بے برس سے آپ یہ اپنا لقب بدل دیجئے کیونکہ یہ لقب منحوس ہے۔ قاہر بن معتضد معزول ہوا اور اس کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ بادشاہ موصل نے قاہر لقب رکھا تھا اس کو زہر دیا گیا یہ سن کر سلطان بے برس نے قاہر باللہ لقب ترک کر کے ملک ظاہر باللہ لقب رکھا۔

ساڑھے تین برس کے بعد مصر میں خلافت ۶۵۹ھ کے ماہ رجب تک کوئی خلیفہ نہ تھا چنانچہ مصر میں مستنصر کو خلیفہ بنایا گیا اور اس کی بیعت کی گئی جس کا ذکر ہم آگے بیان کریں گے۔ مستنصر احمد کی خلافت تک اس ساڑھے تین سال کی مدت میں کوئی خلیفہ نہیں رہا۔

مشاہیر جن حضرات نے خلافت مستعصم میں انتقال کیا ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

حافظ تقی الدین صریفینی ،حافظ ابو القاسم بن طیلسانی ،جلیل القدر حنفی شمس الائمہ کردی ، شیخ تقی الدین بن صلاح ، علم سخاوی ،حافظ محی الدین بن نجار مؤرخ بغداد ، منتخب الدین شارح مفصل، ابن یعیش نحوی ، ابو الحجاج اقصر زاہد، ابو علی شلوبینی نحوی ، ابن بیطار مصنف المفردات ،علامہ جمال الدین بن حاجب جلیل القدر مالکی ، ابو الحسن بن دباج نحوی ،قفطی صاحب تاریخ نحاۃ ، افضل الدین خونجی مصنف المنطق ، علامہ ارموی مصنف البیاض فی الاصل ، حافظ یوسف بن خلیل ، بہاء بن بنت الحمیری جمال بن عمرون نحوی ، رضی صغانی لغوی مصنف العباب وغیرہ ، کمال عبد الواحد زملکانی مصنف المعانی والبیان و اعجاز القرآن ،شمس خسرو شاہی ، مجد بن تیمیہ ، یوسف سبط بن جوزی مصنف مرآۃ الزمان جلیل القدر شافعی ابن باطیش، نجم باورائی ، ابن فضل موسی مفسر اور دوسرے مشہور حضرات نے بھی انتقال کیا

دورِ انقطاع میں وفات پانے والے | ۶۵۶ھ سے رجب ۶۵۹ھ تک یعنی اس ساڑھے تین سال کی مدت میں جس میں کوئی خلیفہ تختِ خلافت پر متمکن نہیں ہوا۔ اس عرصہ میں حسبِ ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا۔
زکی الدین عبدالعظیم منذری، فرقہ شاذلیہ کے استاد شیخ ابوالحسن شاذلی، شعبہ مقرئی، فاسی شارح الشاطبیہ، سعدالدین بن عربی شاعر، صرصری شاعر، ابن آبار مورخ اسپین وغیرہ۔

مستنصر باللہ احمد

المستنصر باللہ احمد، ابوالقاسم، بن ظاہر بامراللہ ابونصر محمد بن ناصر لدین اللہ احمد۔ شیخ قطب الدین نے لکھا ہے جس وقت فتنۂ تاتار رونما ہوا اسی زمانہ میں المستنصر باللہ احمد بغداد کے اندر قید تھا۔ ایک ترکیب سے قید سے نکل کر غربی عراق پہنچا ——— ملک ظاہر بیبرس کے زمانہ حکومت میں بماہ رجب ۶۵۹ھ یہ المستنصر اپنے ساتھ بنو مہارش کے دس آدمیوں کا وفد لے کر ملک الظاہر کے پاس گیا۔ ملک الظاہر نے قاضیوں اور ارکین دولت کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور قاہرہ کے محل میں لایا۔ قاضی القضاۃ تاج الدین بن بنت الاعز نے المستنصر کا نسب بیان کیا جس پر بتاریخ ۱۳ رجب ۶۵۹ھ سب سے پہلے سلطان نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر قاضی صاحب موصوف، شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور دوسرے امرائے سلطنت نے حسبِ مراتب بیعت کی۔ سلطان نے خلیفہ المستنصر کے نام کا سکہ جاری کرایا۔ خطبہ پڑھوایا اور اس کے بھائی کے لقب کے مطابق المستنصر باللہ احمد کا لقب دیا۔ لوگ اس سے خوش ہوئے۔ ۱۳ رجب کے بعد والے پہلے جمعہ کو المستنصر خلافت کے مراتب کے ساتھ سوار ہو کر قلعہ کی جامع مسجد میں آیا۔ پھر برسرِ منبر دورانِ خطبہ میں اس نے بنو عباس کی بزرگی بیان کی۔ اور سلطان ملک الظاہر و تمام مسلمانوں کے لیے دعا مانگی، پھر نماز جمعہ پڑھائی ——— بعد نماز جمعہ قدیم رواج کے مطابق سلطان نے خلیفہ المستنصر کو خلعت پیش کیا اور خلیفہ نے ملک الظاہر کا سلطان ہونا از روئے تحریر تسلیم کیا ——— اس کے بعد پیر کے دن ۴ شعبان ۶۵۹ھ کو سلطان و خلیفہ شاہی سواریوں میں قاہرہ کے باہر نصب شدہ خیمہ میں رونق افروز ہوئے جہاں قاضی، امیر، وزیر اور ارکین حکومت سبھی حاضر تھے۔ ان سب کے سامنے خلیفہ المستنصر نے اپنے ہاتھ سے سلطان ملک الظاہر کو خلعت پہنایا، گلے میں طوق ڈالا۔ پھر فخر الدین بن لقمان نے منبر پر سے خلیفہ کا فرمان پڑھا۔ سلطان یہ خلعت اپنے سر پر رکھے ہوئے سوار تھا اور تمام ارکین حکومت پیدل تھے۔ پھر یہ سب باب نصر سے قاہرہ میں داخل ہوئے اس دن قاہرہ کو خوب سجایا گیا تھا ——— اس کے بعد سلطان

نے خلیفہ کے لیے ایک ہمہ وقتی محافظ دستہ، چوبدار، باورچی، خزانچی، دربان، منشی مقرر کیے۔ خزانہ اور تمام ممالک اس کے حوالہ کئے۔ سو گھوڑے، تین سو خچر، اونٹوں کی دس قطاریں وغیرہ بطور نذر سپرد کیں۔

ذہبی نے لکھا ہے المستنصر باللہ احمد اور مقتفی کے سوائے کسی دوسرے نے اپنے چچا کی جگہ منصب خلافت حاصل نہیں کیا۔ اسی زمانہ میں بادشاہ حلب امیر شمس الدین اقوش نے اپنی خلافت کا اعلان کیا حاکم بامر اللہ اپنا لقب مقرر کیا۔ اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا اور اپنے نام کے سکے جاری کیے۔

اسی سال المستنصر نے عراق جانے کا ارادہ کیا۔ تو سلطان ملک الظاہر بھی اسی کے ساتھ چل کر دمشق تک پہنچا آیا۔ پھر دمشق میں خلیفہ المستنصر و اولاد حاکم موصل کو سلطان نے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ اشرفیاں اور ساٹھ ساٹھ ہزار درہم ورہم دیئے۔ اس کے بعد خلیفہ المستنصر اپنے ساتھ شرق اردن، موصل، سنجار، الجزیرہ کے بادشاہوں کو لیے ہوتے حلب پہنچا۔ بادشاہ حلب نے بھی المستنصر کی خلافت تسلیم کی۔ اس کے بعد یہ سب حدیثیہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ جہاں تاتاریوں کا لشکر آگیا۔ جس سے خوب جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں اکثر مسلمان شہید ہوئے اور میدان جنگ ہی میں خلیفہ المستنصر باللہ احمد غائب ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں خلیفہ بھی اسی جنگ میں شہید ہوا۔ اور یہی بات درست ہے۔ بعض کہتے ہیں بچ بچا کر بھاگ گیا اور کہیں چھپ گیا۔ یہ واقعہ ۳ محرم ۶۶۰ھ کا ہے یعنی خلیفہ المستنصر باللہ احمد نے تقریباً چھ ماہ خلافت کی۔ اس کے بعد بادشاہ حلب جس نے المستنصر کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی تھی اور حاکم بامر اللہ لقب رکھا تھا خلیفہ بن گیا۔

الحاکم بامر اللہ ابو العباس

الحاکم بامر اللہ ابو العباس، احمد بن ابی علی حسن قبتی بن علی بن ابی بکر بن خلیفہ المسترشد بن مستظہر باللہ۔

بغداد کے تاتاری طوفان میں روپوش ہو گیا تھا چنانچہ بغداد کی ایک جماعت کے ساتھ حسین بن فلاح امیر بنی خفاجہ کے پاس پہنچا۔ جس کے پاس تھوڑے دن قیام کر کے چند عربوں کے ساتھ دمشق گیا جہاں امیر عیسیٰ بن مہنا کے پاس مقیم تھا کہ حاکم دمشق الناصر کو اس کے آنے کی اطلاع پا کر اسے طلب کیا۔ یہ ابھی الناصر کے پاس گیا بھی نہیں تھا کہ تاتاریوں نے دمشق پر اچانک حملہ کر دیا۔ ملک مظفر نے تاتاریوں کو پسپا کیا اور دمشق میں سکون و اطمینان کی سانس لے کر امیر قلیج بغدادی کے ذریعہ الحاکم بامر اللہ ابو العباس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ الحاکم کے ساتھ امراء عرب نے وفاداری کا اقرار کیا۔ چنانچہ عربوں کو لے کر الحاکم غانہ، حدیثہ، وہیت، انبار کو فتح کیا اور تاتاریوں کو

شکست فاش دی۔ پھر الحاکم کو علاؤالدین طیبرس نائب دمشق نے خط لکھا کہ ملک الظاہر آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ چنانچہ الحاکم ماہ صفر میں دمشق آیا جسے علاؤالدین طیبرس نے اُسے سلطان ملک الظاہر کے پاس روانہ کیا۔ الحاکم کے پہنچنے سے تین دن پہلے المستنصر باللہ کے ہاتھ پر قاہرہ میں بیعت خلافت ہو چکی تھی۔ الحاکم یہ سوچ کر کہ میرے پہنچنے پر کہیں قید نہ کر لیا جاؤں اس خوف کی وجہ سے حلب واپس ہو گیا۔ حاکم حلب اور حلبی رئیسوں نے الحاکم کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی۔ بیعت کرنے والے کثیر مجمع میں عبدالحلیم بن تیمیہ بھی تھے۔ اس کے بعد الحاکم عانہ گیا جہاں اس کے پیچھے ہی المستنصر بھی وارد ہو گیا اور الحاکم نے المستنصر کی بیعت کر لی۔ ——— جب المستنصر تاتاریوں کی جنگ میں غائب ہو گیا تو الحاکم پھر مقام رحبہ میں عیسیٰ بن مہنا کے پاس گیا۔ ملک ظاہر پیرس نے اس کی طلبی کا فرمان جاری کیا چنانچہ الحاکم اپنے بیٹوں اور ایک بڑی جماعت کے ساتھ قاہرہ پہنچا۔ چنانچہ ملک الظاہر نے الحاکم کی عزت تواضع کی اور اس کو خلیفہ تسلیم کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر الحاکم کو ملک الظاہر نے قلعہ کا ایک بڑا برج قیام کے لیے دیا۔ قلعہ کی جامع مسجد میں الحاکم نے کئی جمعہ تک خطبے دیئے اور عرصہ تک یہیں مقیم رہا۔ الحاکم کی مدتِ خلافت چالیس سال اور کچھ ماہ رہی ——— شیخ قطب الدین کا بیان ہے الحاکم کے ثبوت نسب کے بعد جمعرات کے دن بتاریخ ۸ محرم ۶۶۱ھ سلطان نے دربار عام کیا۔ الحاکم سواری پر قلعہ جبل کے بڑے ایوان میں آیا اور سلطان کے برابر بیٹھا۔ سلطان نے عزت بوسی کے بعد خلیفہ کے ہاتھ پر بحیثیت امیر المومنین بیعت کی جس کے بعد خلیفہ نے سلطان کو خلعت دیا۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں نے حسب مراتب حاضر ہو کر بیعت کی ——— دوسرے دن خلیفہ الحاکم نے جمعہ کا خطبہ پڑھا جس میں جہاد اور خلافت کی فضیلت بیان ہوتے ہوئے وہ حالات بیان کیے جن کی وجہ سے خلافت کی بیحرمتی کی گئی تھی۔ اس کے بعد کہا یہ سلطان ملک الظاہر ہی وہ بادشاہ ہے جس نے باوجود قلت افواج امامت کی مدد کی۔ اور کافروں کے لشکر کو مار بھگایا اور جن ممالک پر کافروں نے قبضہ جما یا تھا ان پر اسلامی پرچم لہرایا۔ اور تمام ممالک اسلامیہ پر تسلّط حاصل کیا۔ خطبہ کا آغاز اس طرح کیا تھا۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے عباسیوں کے لیے ایک مضبوط مددگار بنایا ——— اس خطبہ کے بعد سلطان نے احکام جاری کیے کہ پوری دنیا پر الحاکم بامر اللہ ابوالعباس کو خلافت حاصل ہے اور یہی خلیفۃ المسلمین ہیں۔

تاتاریوں کا قبول اسلام | ۶۶۱ھ اور اس کے بعد کے تاتاریوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا اور مستامن بن کر رہنے لگے۔ پھر ان نومسلم تاتاریوں کی تنخواہیں وغیرہ مقرر کر دی گئیں۔ اس طرح تاتاری مشرکین کی شرارت کی روک تھام ہوئی۔

اس دور کی خاص باتیں | ۶۶۲ھ میں قصرین کے مدرسہ ظاہریہ کی تعمیر مکمل ہو گئی جس میں فقہ شافعی

پڑھانے کے لیے تقی بن رزین اور حدیث شریف پڑھانے کے لیے شرف دمیاطی مقرر ہوئے۔ اور اسی سال مصر میں ایک ہیبت ناک سخت ترین زلزلہ آیا۔

۶۶۳ھ میں سلطان المسلمین ابو عبداللہ بن احمر بادشاہ اسپین کو انگریزوں پر فتح ہوئی اور سلطان نے انگریزوں سے انتقام لیا اور انگریزوں کے غصب کیے ہوئے (۳۲) شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے جن میں اشبیلیہ و مرسیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ـــــــ اسی سال قاہرہ کے اکثر مواضع میں آتش زنی ہوتی۔ یہ آگ لاوے کی شکل میں بھی تھی اور سطح زمین پر گندھک ابل کر آگئی ـــــــ اسی سال سلطان نے بہ نفس نفیس دریائے اسموں کھدوایا جس میں امراء حکومت نے بھی کام کیا۔

اسی سال یعنی ۶۶۳ھ میں تاتاریوں کے طاغوت اکبر ہلاکو کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ابغا بادشاہ تاتار ہوا ـــــــ

اسی سال سلطان ملک الظاہر نے اپنے کم عمر چار سالہ بیٹے ملک السعید کو ولیعہد بنایا اور قلعۃ الجبل سے اس کی سواری نکالی۔ اس زبردست جلوس میں سلطان باب سر سے باب سلسلہ تک ملک السعید کا دامن لباس شاہی پکڑے ہوتے پیدل چلتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ پورا جلوس جس میں تمام امراء حکومت وغیرہ شریک تھے بادشاہ کے ساتھ ہی پیدل قاہرہ آئے۔

اسی سال مصر میں مذہب اربعہ کے چار قاضی مقرر کیے گئے کیونکہ قاضی تاج الدین بن بنت الاعز اکثر مقدمات کا فیصلہ نہیں کر سکتے تھے اور سرکاری احکام کی تعمیل بھی نہیں کراتی تھی بلکہ تمام کام جوں کا توں پڑا ہوا تھا۔ مذہب شافعیہ کے پیش نظر یتیموں کا مال و دولت بیت المال میں داخل نہ ہو سکا تھا ــــ پھر اسی طرح دمشق میں بھی چار قاضی چاروں مذاہب کے مقرر کیے گئے ـــــــ

ماہ رمضان ۶۶۳ھ سے سلطان نے خلیفہ کے اندرون پردہ رہنے کا انتظام کیا۔ اور لوگوں کو ہر وقت خلیفہ کے پاس آمد و رفت کرنے کی ممانعت کر دی کیونکہ خلیفہ کے پاس سے لوٹ کر حکومت کے بارے میں جھوٹی خبریں اڑایا کرتے تھے ـــــــ

۶۶۵ھ میں سلطان نے جامع مسجد حنفیہ بنوانا شروع کی۔ پھر ۶۶۷ھ میں اس کی تعمیر مکمل ہو جانے پر حنفی مذہب کے اس میں خطیب مقرر کیے ـــــــ

۶۷۴ھ میں سلطان نے نوبہ اور دنقلہ پر حملہ کر کے فتحیابی حاصل کی۔ بادشاہ نوبہ کو گرفتار کر کے سلطان ملک الظاہر کے پاس روانہ کیا اور بادشاہ دنقلہ پر جزیہ مقرر کیا۔ اللہ کا شکر ہے۔

ذہبی نے لکھا ہے ۳۱ھ میں اولاً عبداللہ ابن سرح نے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بادشاہ نوبہ سے

جنگ کی تھی لیکن فتح نہ کر سکنے کی وجہ سے صلح کر کے واپس ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ہشام، منصور، نکن زنگی، کافور اخشیدی، ناصر الدولہ ابن حمدان نے یکے بعد دیگرے بادشاہ نوبہ سے جنگ کی۔ نیز ۵۶۸ھ میں سلطان صلاح الدین کے بھائی توران شاہ نے بھی نوبہ پر حملہ کیا تھا اور کسی نے بھی نوبہ کو تسخیر نہیں کیا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اب ۶۷۴ھ میں اس پر بھی اسلامی تسلط ہو گیا۔ جس کی فتحیابی پر ابن عبدالظاہر شاعر نے بھی قصیدہ لکھا ہے۔

۶۷۶ھ کے ماہ محرم میں ملک الظاہر کا دمشق میں انتقال ہوا اور اس کا (۱۸) سالہ فرزند ملک سعید محمد تخت سلطنت پر بیٹھا۔

اسی سال تقی بن ازین کو مشترکہ طور پر مصر و قاہرہ کا قاضی مقرر کیا گیا حالانکہ اس سے پہلے مصر و قاہرہ کا الگ الگ قاضی ہوا کرتا تھا ——— تقی کے تقرر کے بعد پھر آیندہ کے لیے بھی دونوں ممالک کا ایک ہی قاضی مقرر ہوتا رہا۔

۶۷۸ھ میں ملک سعید کو بادشاہت سے معزول کر کے سلطان کرک کے پاس بھجوایا گیا جو اسی سال وہاں مر گیا۔ اور اس کی جگہ مصر کی بادشاہت پر اس کے (۷) سالہ بھائی بدر الدین شلامش کو تخت نشین کیا گیا جس کو ملک عادل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور ملک عادل کا نگران کار امیر سیف الدین قلاوون کو مقرر کیا گیا۔ سکّہ کے ایک طرف ملک عادل اور دوسری طرف امیر سیف الدین کا نام کندہ ہوتا دونوں کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا۔ لیکن اسی سال ماہ رجب میں بغیر کسی نزاع کے ملک عادل شلامش تخت سے دستبردار ہو گیا۔ جس کی جگہ امیر سیف الدین تخت شاہی پر بیٹھا اور ملک منصور اپنا لقب اختیار کیا۔

۶۷۹ھ میں عرفہ کے دن مصر میں بڑے بڑے اولے گرے اور خوب بجلی چمکی۔

۶۸۰ھ میں تاتاری لشکر نے شام پہنچ کر سخت اضطراب پیدا کیا۔ سلطان نے ان سے مقابلہ کیا۔ اور سخت معرکہ آرائی کے بعد اللہ کا شکر ہے کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

۶۸۸ھ میں سلطان نے بزور شمشیر طرابلس پر قبضہ کیا جو ۵۰۳ھ سے عیسائیوں کے تسلّط میں تھا۔ اگرچہ طرابلس بزمانہ حضرت امیر معاویہؓ فتح ہو چکا تھا لیکن بعد کو انگریزوں نے اس پر قبضہ جما لیا تھا۔

اس فتح کی مبارکبادی تاج ابن اثیر نے بادشاہ مصر کو دی جس میں لکھا بادشاہان گذشتہ عیش و عشرت میں مشغول رہنے کی وجہ سے جہاد کو بھول گئے تھے اسی لیے سکّوں اور خطبوں سے ان کا نام نکل گیا اُن کو زوال عزّت کا کوئی احساس تک نہ تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ طرابلس کی فتح سے مسلمانوں کو عزت و سرفرازی نصیب ہوئی اور شیطان طینت کافر ذلیل و رسوا ہوئے ———

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ رومی زبان میں طرابلس کے معنی ہیں یکجائی تین قلعے ——

۶۸۹ھ میں سلطان قلاوون نے انتقال کیا جس کی جگہ اس کا فرزند ملک اشرف صلاح الدین خلیل ماہ ذی قعدہ ہی میں بادشاہ ہوا ——

الحاکم بامراللہ ابو العباس جو اب تک گوشہ نشین تھا اور جسے سلطان نے اپنے بیٹے کی شادی کے وقت بھی مدعو نہیں کیا تھا۔ باہر آیا اور جمعہ کا خطبہ پڑھا جس میں ملک اشرف کا بادشاہ ہونا تسلیم کیا۔ پھر ایک دوسری مرتبہ خلیفہ نے جمعہ کے خطبہ میں جہاد کا شوق دلایا۔ اور بغداد پر قبضہ کرنے کے لیے توجہ دلائی۔

۶۹۱ھ میں سلطان نے قلعہ روم کا محاصرہ کیا۔ چونکہ بمقام تروجہ ۶۹۳ھ میں سلطان شہید ہوا۔ اس لیے اس کی جگہ اس کے بھائی محمد بن منصور ملک الناصر کو بہ عمر (۹) سال بادشاہ بنایا گیا جس نے ۹ رمحرم ۶۹۴ھ میں بادشاہت سے دستبرداری کی اور اس کی جگہ کتبغا منصوری بادشاہ بنا۔ جس نے بھی ملک عادل اپنا لقب رکھا۔

اسی سال یعنی ۶۹۴ھ میں قازان بن ارغون بن ہلاکو بادشاہِ تاتار، اسلام لایا جس سے مسلمانوں کو خوشی ہوئی۔ اور اس کی فوج میں بھی اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔

۶۹۶ھ میں سلطان ملک عادل دمشق میں تھا کہ لاچین نے ماہ صفر میں ملک عادل کی بادشاہت پر اچانک زبردستی قبضہ کر لیا اور تمام امراء سلطنت نے بغیر اختلاف اسے بادشاہ مان لیا۔ لاچین نے ملک منصور اپنا لقب رکھا۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۶۹۶ھ کا ہے کہ خلیفہ الحاکم نے بھی اس کو سیاہ خلعت دیا اور اس کی بادشاہت تسلیم کی۔ اس نوبت پر سلطان ملک عادل صرخد کی طرف چلا گیا جہاں اس کا ایک نائب رہا کرتا تھا۔

۶۹۸ھ کے ماہ جمادی الثانی میں لاچین قتل کیا گیا اور ملک ناصر محمد بن منصور بادشاہ قلاوون جو کرک میں جلا وطن کر دیا گیا تھا واپس آیا۔ اور بادشاہت کرنے لگا۔ خلیفہ نے اس کو خلعت دیکر اس کی بادشاہت تسلیم کی۔ اور سلطان ملک عادل نے صرخد ہی میں اپنے نائب کے حفاظت میں رہ کر ۷۰۲ھ میں وفات پائی۔

خلیفہ الحاکم کا انتقال خلیفہ الحاکم بامراللہ ابو العباسؒ نے جمعہ کی رات کو تاریخ ۱۸ رجمادی الاول ۷۰۱ھ میں انتقال کیا۔ جمعہ کے دن عصر کے وقت قلعہ کے نیچے محلہ سوق الخیل میں اس کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ اس کے جنازہ میں تمام ارکین حکومت، تمام امراء اور اکثر و بیشتر رعایا نے شرکت کی۔ اس کے جنازہ کے ساتھ سب پیدل چل رہے تھے۔ غرضکہ سیدہ نفیسہ کے مزار کے پاس اسے دفن کیا۔ اس مقام پر سب سے پہلے خلیفہ الحاکم ہی دفن ہوا۔ پھر اس کے خاندان کے لوگ بھی یہیں دفن ہونے لگے —— خلیفہ الحاکم نے اپنی زندگی میں اپنے فرزند ابو ربیع سلیمان کو ولیعہد خلافت مقرر کیا تھا۔

عہد خلافت کے مشاہیر الحاکم بامر اللہ ابو العباس کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل مشہور حضرات نے انتقال کیا:۔

شیخ عزالدین بن عبد السلام، علم لورقی، ابو القاسم قباری زاہد، زین خالد نابلسی، حافظ ابو بکر بن سدہی، امام ابو شامہ، تاج بن نبت الاعز، ابو الحسن بن عدلان، مجد الدین بن دقیق العید، ابو الحسن بن عصفور نحوی، کمال سلار اربلی، عبد الرحیم بن یونس صاحب تعجیز، علامہ قرطبی مفسر صاحب تذکرہ، شیخ جمال الدین بن مالک اور ان کے فرزند بدر الدین، سرتاج فلسفیان علامہ نصیر الدین طوسی جو تاتاریوں کے خصوصی استاد ہوتے، تاج بن سباعی حکومت مستنصری کے خزانچی، علامہ برہان بن جماعۃ، مشہور منطقی و فلسفی علامہ نجم، شیخ محی الدین نوری، صدر سلیمان امام مذہب حنفیہ، تاج بن میسر مورخ، علامہ کواشی مفسر، تقی بن رزین، ابن خلکان مصنف وفیات الاعیان، ابن ایاز نحوی، عبد الحلیم تیمیہ، ابن جعوان، ناصر الدین ابن منیر، نجم بن بارزی، علامہ برہان الدین نسفی مصنف علم کلام وغیرہ، رضی شاطبی لغوی، جمال ختر بشتی شیخ الاطباء علامہ نفیسی، ابو الحسین بن ربیع نحوی، اصبہانی شارح المحصول، ... عفیف تلمسانی شاعر جسے لوگ ملحد کہتے تھے، تاج بن فرکاح، زین بن مرحل شمس جونی، عز فاروقی، محب طبری، تقی بن نبت الاعز، رضی قسطنطینی، بہاء بن نحاس نحوی، یاقوت مستعصمی جو خط یاقوتی کے موجد اور ماہر تھے۔ اور دیگر اشخاص نے بھی اسی عہد خلافت میں انتقال فرمایا ——————

مستکفی باللہ ابو ربیع

مستکفی باللہ ابو ربیع، سلیمان بن الحاکم بامر اللہ ابو العباس، بتاریخ ۱۰ محرم ۶۸۴ھ میں پیدا ہوا جو اپنے والد کے زمانہ حیات میں بماہ جمادی الاول ۷۰۱ھ ولیعہد مقرر ہوا۔ مصری و شامی مملکت میں اس کی خلافت تسلیم کرکے خطبوں میں اس کا نام پڑھا گیا۔ —————— اور اس کی خلافت تمام ممالک اسلامیہ وغیرہ میں تسلیم کی گئی۔ خلیفہ کے متعلقین پہلے کبش میں رہا کرتے تھے لیکن سلطان مملکت شام نے ان سب کو قلعہ کے اندر ایک مکان میں مقیم کیا۔

۷۰۲ھ میں تاتاریوں نے شام پر حملہ کیا۔ چنانچہ سلطان اور خلیفہ دونوں نے تاتاریوں کا مقابلہ کیا اور اللہ کا شکر کہ مسلمانوں کو فتح ہوتی۔ اس جنگ میں اکثر و بیشتر تاتاری مارے گئے اور باقی تھوڑے سے بھاگ گئے۔ اس سال مصر و شام میں ایسا زبردست زلزلہ آیا جس سے بے انتہا مخلوق عمارتوں کے نیچے دب کر مرگئی۔

۷۰۴ھ میں بیبرس کے بادشاہ جاشنکر منصوری نے جامعۂ حاکم میں زور شور سے تعلیم جاری کرائی، جس میں چار قاضی اور فقہ کے دو پروفیسر مقرر کیے، سعد الدین حارثی کو شیخ الحدیث بنایا، اور ابوحیان کو شیخ نحو پر مامور کیا۔ اس کے علاوہ لا تعداد وظیفے جاری کیے۔ اور اس قدیم یونیورسٹی کا جس قدر حصہ زلزلہ سے منہدم ہوگیا تھا اس کی از سرِ نو تعمیر کرائی ——

۷۰۸ھ میں سلطان ملک ناصر محمد بن قلاؤن ماہ رمضان میں مصر سے حج کے لیے روانہ ہوا اُمرار مصر کی ایک بڑی جماعت بہت دور تک اسے روانہ کرکے واپس ہوئی —— اس کی آمد پر کرک کا پُل تعمیر کیا گیا۔ اس پل کے وسط میں جب سلطان پہنچا تو پُل ٹوٹ گیا۔ جو لوگ آگے تھے وہ تو پار ہوگئے اور سلطان بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر پار ہوگیا۔ لیکن پیچھے والے پچاس ملازمین میں سے چار گر کر مر گئے اور اکثر لوگوں کو چوٹ آئی کیونکہ یہ پُل ایک وادی پر بنایا گیا تھا۔ سلطان نے کرک میں قیام کرکے مصر لکھ بھیجا کہ میں نے بلا جبر و اکراہ ازخود برضا و رغبت بادشاہت سے دستبرداری کی۔ چنانچہ مصر و شام کے قاضیوں نے بموجودگی اراکین حکومت بتاریخ ۲۳ شوال ۷۰۸ھ بادشاہ بیبرس رکن الدین جاشنکر کو بادشاہ بنایا اور ملک مظفر کا لقب دیا —— خلیفہ مستکفی ابو ربیع نے اسے بادشاہ تسلیم کرکے سیاہ خلعت پہنا کر اس کے سر پر گول پٹکا باندھا۔ پھر خلیفہ کا فرمان سیاہ اطلسی تھیلی میں سر بمہر کرکے شام بھیجا گیا جو شام میں پڑھا گیا جس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا تھا۔

۷۰۹ھ کے ماہ رجب میں ملک ناصر نے پھر بادشاہت پہ واپس آنے کا ارادہ کیا۔ اُمرار قدیم نے اس کی حمایت کی، چنانچہ ماہ شعبان میں ملک ناصر دمشق پہنچا اور وہاں سے عید الفطر کے دن مصر آکر سیدھا قلعہ میں پہنچا —— ملک ناصر کی آمد کی خبر پا کر جاشنکر بادشاہ بیبرس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چند دن پہلے ہی مصر سے روانہ ہوچکا تھا لیکن ملک ناصر نے اسے گرفتار کرکے قتل کر دیا۔ ملک ناصر کے دوبارہ سلطنت پر آنے کی مسرت میں علاء وداعی نے ایک شاندار قصیدہ لکھا۔

اسی سال یعنی ۷۰۰ھ میں وزیر نے سلطان سے کہا کہ ذمیوں کو سفید پٹکا سر پہ باندھنے کا حکم دیا جائے حالانکہ وہ سات لاکھ اشرفیاں سالانہ جزیہ بھی دیا کرتے تھے۔ وزیر کے اس حکم کی شیخ تقی الدین امام ابن تیمیہ نے مخالفت کی۔ اللہ کا شکر ہے کہ وزیر کا یہ حکم صادر نہ ہو سکا۔

اسی سال تاتاری بادشاہ خربندہ نے اپنی مملکت میں رافضیوں کو عروج دیا۔ اور خطیبوں کو حکم دیا کہ خطبہ میں صرف حضرت علیؓ اور حسنینؓ کا نام لیا جائے۔ جس کی تعمیل اس کی وفات ۷۱۶ھ تک ہوتی رہی۔ خربندہ کے انتقال پر اس کا بیٹا ابوسعید بادشاہ ہوا جس نے انصاف سے کام لینا شروع کیا۔ سنت نبویؐ کی تعمیل

کرائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ و عثمان غنیؓ و علی مرتضیٰؓ کا نام سلسلہ وار خطبوں میں پڑھوایا۔ اکثر و بیشتر فتنوں کا سدِ باب کیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ تاتاریوں میں یہ بادشاہ مرتے دم تک عمدہ طریق پر کار گذار رہا۔ اس کی وفات ۷۱۶ھ کے بعد سلطنت تاتار میں افتراق و انتشار رونما ہو گیا۔

۷۱۷ھ میں دریائے نیل میں زبردست طغیانی آئی جس کی وجہ سے اکثر شہر غرقاب ہوئے اور بے انتہا مخلوق ڈوب کر مر گئی۔

۷۱۸ھ میں پہلے سے بھی زیادہ سیلاب آیا اور دریائے نیل کا پانی ساڑھے تین ماہ تک مسلسل شہروں میں بڑھتا رہا جس سے نفع کم اور نقصان بہت زیادہ ہوا۔

۷۲۸ھ میں مکہ معظمہ کی مسجد حرام کی چھت، دیواروں اور باب بنو شیبہ کے سامنے کے حصّے کی از سر نو تعمیر کی گئی۔

۷۳۰ھ میں بمقام قصرین مدرسہ صالحیہ کے ایوان شافعیہ میں سب سے پہلے جمعہ کی نماز ادا کی گئی اور ہمیشہ نماز جمعہ پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

اسی سال باب زویلہ کے باہر کی اس مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی جس کی بنیاد توصون نے رکھی تھی۔ چنانچہ مسجد بننے کے بعد سلطان مع ارکین سلطنت وغیرہ یہاں جمع ہوئے اور قاضی القضات جلال الدین قزوینی نے خطبہ دیا۔ اور آئندہ کے لیے اس مسجد کی خطابت پر فخر الدین بن تسکر کو مقرر کیا گیا۔

۷۳۳ھ میں سلطان نے ممانعت کی کہ بندوق نہ چلائی جائے اور یہودی، پادریوں اور نجومیوں سے لوگ علیحدہ رہیں ـــــــ اسی سال سلطان نے آبنوس کا دروازہ بنوایا جس کے پٹوں پر (۳۵۳۰۰) تولہ سے زیادہ کی چاندی چڑھوائی تھی اور یہ دروازہ خانہ کعبہ میں لگوایا تھا ـــــ اس دروازہ کے پٹ بنو شیبہ اکھاڑ کر لے گئے جس پر بادشاہ یمن کا نام بھی کندہ تھا۔

انتقال خلیفہ ۷۳۶ھ میں سلطان اور خلیفہ کے درمیان جھگڑا ہو گئی۔ چنانچہ سلطان نے خلیفہ کو ایک قلعہ میں بند کر کے حکم دیا کہ کوئی آدمی یہاں نہ آنے پائے۔ پھر خلیفہ کو ۷۳۷ھ میں قوص بھیج دیا۔ اس کے اور اس کے اہل و عیال کو جن کی تعداد تقریباً ایک سو تھی ایک معقول وظیفہ مقرر کر دیا جو ان کی ضروریات کے لیے بالکل کافی تھا۔ چنانچہ خلیفہ مستکفی باللہ ابو ربیع نے قوص کے قلعہ میں نظر بند رہ کر ماہ شعبان ۷۴۰ھ میں انتقال کیا۔ اور وہیں دفن کیا گیا۔ خلیفہ مستکفی باللہ ابو ربیع (۵۶) سال زندہ رہا۔

شخصی کمالات ابن حجر عسقلانی نے کتاب الدرر میں لکھا ہے خلیفہ المستکفی باللہ عالم، فاضل، سخی، خوشنویس اور بہادر تھا۔ چوگان بازی اور بندوق چلانے میں مشہور تھا۔ عالموں اور ادیبوں کو اپنی صحبت میں رکھتا اور

انھیں انعام اکرام دیتا۔ آزادی، قید اور قوص میں نظر بندی کے زمانہ میں بھی اس کا نام ہمیشہ خطبوں میں پڑھا گیا۔
پہلے پہل سلطان اور اس کے درمیان خوب محبت تھی۔ وہ سلطان کے ساتھ خوشگوار مقامات کی سیر و تفریح کرتا اور پولو بھی کھیلتا تھا اور دونوں بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔ سلطان کی رنجش کا سبب یہ ہے کہ ایک دن سلطان کے سامنے ایک خط پیش کیا گیا جس میں خلیفہ نے کسی کو لکھا تھا کہ عدالت قضاۃ میں سلطان کو بھی حاضر کرایا جائے۔ اس خط کے دیکھتے ہی سلطان کو غصہ آ گیا اور آخر کار خلیفہ کو قوص بھیجا جہاں اس کے لیے مصر کی سکونت کی مانند تمام آرام مہیا کیے تھے۔

مشاہیر مستکفی باللہ ابو ربیع کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل حضرات نے انتقال کیا:۔

قاضی القضاۃ تقی الدین بن دقیق العید، شیخ زین الدین فارو قی، شیخ مذہب شافعی، شیخ دارالحدیث جو علامہ نووی کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث مقرر ہوئے، صدر الدین بن وکیل جو شیخ دارالحدیث کے بعد شیخ الحدیث تھے، شرف فزاری، صدر بن وزیر بن حاسب، حافظ شرف الدین دمیاطی ضیاء طوسی شارح الحاوی، شمس سروجی حنفی شارح ہدایہ، شافعی مذہب کے امام وقت علامہ نجم الدین بن الرفعۃ حافظ سعد الدین حارثی، فخر توری محدث مکہ معظمہ، زبردست عالم مذہب حنفی رشید بن معلم، علامہ اربوی، صدر بن وکیل شیخ شافعیہ، کمال بن شریشی، تاج تبریزی، فخر بن بنت ابوسعد، شمس بن ابی العز شیخ حنفیہ، رضی طبری امام مکہ معظمہ، صفی ابو تنار، محمود ارموی، شیخ نور الدین بکری، علاء بن عطار شاگرد امام نووی، شمس اصبہانی مفسر و شارح مختصر از ابن حاجب و تجرید وغیرہ، تقی صائغ مقرئی قاریوں کے سب سے بڑے آخری اُستاد کامل، شہاب محمود فن انشاء کے شیخ، رافضیوں کے شیخ جمال بن مطہر، کمال بن قاضی شہبہ، نجم قمولی مصنف الجواہر والبحر، کمال بن زملکانی، شیخ تقی الدین بن تیمیہ، فرقہ شاطبیہ کے استاد کامل ابن جبارہ، نجم بالسی شارح التنبیہہ، مذہب شافعی کے شیخ برہان فزاری، علامہ قولوی شارح الحاوی، فخر ترکمانی حنفی شارح جامع کبیر، ملک مؤید صاحب حماۃ جو اکثر کتابوں کے مصنف ہیں جن کا ایک منظوم دیوان الحاوی بھی ہے، شیخ یاقوت عرشی شاگرد شیخ ابوالعباس مرسی برہان جعبری، بدر بن جماعۃ، تاج بن فاکہانی، فتح بن سیدُ النّاس، قطب حلبی، علامہ زین کنانی، قاضی محی الدین بن فضل اللہ، رکن بن قوبع، زین بن مرحل، شرف بن بارزی، جلال قزوینی وغیرہ ــــــــ

واثق باللہ ابراہیم

واثق باللہ، ابراہیم بن ولیعہد مستمسک باللہ ابوعبداللہ محمد بن الحاکم بامر اللہ ابو العباس، کے دادا الحاکم بامر اللہ نے اپنے بیٹے مستمسک باللہ کو ولیعہد بنایا تھا لیکن وہ اپنے والد کی زندگی میں فوت ہو گیا تو مستمسک کے بیٹے واثق کو ولیعہد بنایا لیکن جب عملاً یہ دیکھا کہ واثق کھیل کود وغیرہ میں منہمک اور رذیلوں کی صحبت کا شوقین ہے اور اس کی اصلاح ناممکن ہے تو مجبوراً اسے ولیعہدی سے معزول کر کے اس کے بجائے اپنے دوسرے بیٹے مستکفی کو ولیعہد بنایا جو واثق کا حقیقی چچا تھا ــــــــ اسی بنا پر واثق نے سلطان اور خلیفہ مستکفی کے درمیان جدائی ڈلوادی حالانکہ اس چغل خوری سے پہلے سلطان اور خلیفہ دونوں بھائیوں کی طرح رہا کرتے تھے۔ ان دونوں کی رنجش کا نتیجہ بہت ہی خراب نکلا۔

مستکفی نے قوص میں انتقال کرتے وقت اپنے بیٹے احمد کو ولیعہد بنایا لیکن سلطان نے اس طرف توجہ نہ دی بلکہ واثق کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر مرتے وقت اپنے کیے پر شرمندہ ہو کر واثق کو معزول کیا اور احمد کی خلافت تسلیم کی۔ یہ واقعہ یکم محرم ۷۴۲ھ کا ہے۔

ابن حجر کا بیان ہے اکثر لوگوں نے واثق کی شکایت سلطان سے کی، اس کی بد خُلقی کو بھی ظاہر کیا لیکن سلطان نے کسی کی نہ سُنی اور واثق کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ رعایا نے بھی اس کو خلیفہ تسلیم کر کے مستعطی باللہ کا اسے لقب دیا۔

ابن فضل اللہ نے مسالک میں لکھا ہے واثق باللہ کو اس کے دادا نے اس خیال سے ولیعہد بنایا تھا تاکہ اس کے صلاحیت کے آثار نمایاں ہو جائیں اور خلیفہ ماننے والوں کے کام یہ پوری طرح انجام دے سکے لیکن عملاً دیکھا کہ یہ خلافت کی عزت برقرار نہیں رکھ سکتا اور اپنی غیر صالح معاشرت وغیرہ کے زیر اثر یہ خلافت کی ذلت و رسوائی کا سبب ہوگا ــــــــ واثق رفتہ رفتہ غیر ضروری کام کرنے لگا۔ رذیلوں میں نشست و برخاست کرتا۔ بُرے کاموں پر فخر کرتا، بدکرداری کو نیکیوں پر محمول کرتا۔ کبوتر بازی بلنڈے اور مرغ لڑانا شیوہ اختیار کیا۔ ایسے ایسے کام کرتا جن سے مروّت ختم ہو جاتی ہے اور عزت و وقار ہاتھ سے چلا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بدمعاملہ تھا۔ چیزیں خرید کر ان کی قیمت ادا کرنا نہیں جانتا تھا چیزوں کا کرایہ ادا نہیں کرتا تھا۔ بہانہ بازی اور مکاری کا پتلا بن گیا تھا حیلے حوالے کر کے حرام کا مال خود بھی کھاتا اور یہی حرام کی کمائی اپنے اہل و عیال کو کھلاتا تھا ــــــــ

یہ ابراہیم واثق باللہ ہی وہ شخص تھا جس نے سلطان کو خلیفہ وقت مستکفی کے خلاف غضبناک کر رکھا تھا۔ چنانچہ مستکفی کے انتقال کے بعد یہ اپنے ساتھ احمد بن مستکفی ولیعہد خلافت کو لے کر سلطان کے دربار میں بلا یا ہوا گیا۔ سلطان کا غصّہ موجیں مار رہا تھا۔ خفگی و ناراضگی کی وجہ سے اس کی عقل ٹھکانے نہ تھی۔ اس کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ واثق نے اس کے اور خلیفہ کے درمیان رنجش پیدا کی ہے چنانچہ اس نے جوش انتقام اور غصّہ میں آکر احمد کو معزول کر کے واثق کو خلیفہ بنایا اور اس کے ہاتھ پر مکرّر بیعت کر لی۔ قاضی القضاۃ ابو عمر بن جماعہ نے اس تقرر و تبدل پر بہت کچھ سمجھایا لیکن سلطان نے ایک نہ مانی اور راج ہٹ پر اُڑ گیا۔ البتہ سمجھانے کا یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ خطبہ میں واثق کا نام لینے کی ممانعت کر دی گئی اور صرف سلطان کا نام خطبہ میں لیا جانے لگا۔

مستکفی باللہ بن الحاکم بامر اللہ آخری عباسی خلیفہ تھا جس کی وفات کے بعد خطبوں میں کسی خلیفہ کا نام پڑھنا متروک ہو گیا اور دعا میں صرف سلطان ملک ناصر کا نام لیا جانے لگا۔ یعنی مسلمانوں نے ایک قدیم رواج ترک کر دیا اور شمشیر بُرّاں کو نیام کر لیا ــــــــــــ

سلطان ملک ناصر نے واثق کو خلیفہ بنایا تھا جو اس کی آخری عمر تک خلیفہ رہا۔ لیکن سلطان کو مرتے وقت تک کیے کا خیال آیا اور اپنے کیے پر نادم ہو کر اُس نے پھر واثق کو معزول کر کے احمد بن مستکفی کو خلیفہ بنایا اور کہا اب حق مستحق کو مل گیا۔ پھر احمد پر مہربانی و شفقت کی اور اس واثق کو معزول کیا جو بھیڑیا تھا اور برائیاں کرنے کی غرض سے جس نے صاحبان کرم کا لباس اوڑھ رکھا تھا۔ اسے برائیوں کی رقم کا لوٹا بنا رکھا تھا۔ ابراہیم کو واثق کا لقب بالکل زیب نہ دیتا تھا بلکہ واثق باللہ ہارون بن معتصم بن ہارون رشید جس نے بمقام سرمن رائے ۲۳۲ھ داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہی ہارون واثق باللہ کے لقب کا مستحق تھا جس کی محبّت لوگوں کے دلوں میں سرایت کر گئی تھی۔ اور اس کے رعب داب نے شمال و جنوب میں تہلکہ ڈال دیا تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ اژدہے کو کھینچ لے جانے والا جانور کرگس اپنی سونڈ بڑھا کر ہاتھی نہیں بن سکتا۔ اور بلّی پھول کر شیر نہیں ہو سکتی ــــــــــــ

غرضکہ ابراہیم واثق اپنے کیے پر اپنے ہاتھ کاٹا کرتا تھا۔ واضح رہے جو دوسرے کو ذلیل کرتا ہے خود بھی ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ یہ وہ عبارت ہے جو ابن فضل اللہ نے لکھی ہے۔ ــــــــــــ

"لگاؤ گے اگر کانٹے تو خود الجھو گے کانٹوں میں،،

حاکم بامر اللہ ابو العباس

اس کا نام احمد بن مستکفی بن حاکم بامر اللہ ابو العباس بن ابو علی حسن قبتی ہے۔ قوص میں مستکفی نے اپنے مرض الموت میں اپنے اس فرزند کو ولیعہد خلافت مقرر کیا لیکن سلطان ملک ناصر نے اسے معزول کر کے اس کے بھتیجہ ابراہیم واثق کو خلیفہ بنایا۔ اگرچہ قاضی عزالدین بن جماعہ نے از روئے شریعت اسلامیہ ابراہیم کی نااہلی ثابت کرنے کی بہت کوشش کی مگر سلطان نے ایک نہ مانی اور ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

نا اہل ابراہیم واثق کو خلیفہ بنا کر سلطان اپنی آخری زندگی میں سخت نادم ہوا۔ اور وصیت کی کہ ابراہیم واثق کو معزول کر کے اس کے بھتیجہ احمد بن مستکفی کو خلیفہ بنایا جائے۔ چنانچہ سلطان ملک ناصر کے انتقال کے بعد سلطان منصور بن ملک ناصر نے بتاریخ ۱۱ ذی الحجہ ۷۴۲ھ جمعرات کے دن مجلس علماء طلب کر کے ابراہیم و احمد کی موجودگی میں قاضیوں سے دریافت کیا۔ از روئے شریعت اسلامیہ مستحق خلافت کون ہے؟ جس پر قاضی عزالدین بن جماعہ نے کہا مستکفی نے بزمانۂ قیام قوص اپنے بیٹے احمد کو چالیس عادل گواہوں کی موجودگی میں ولیعہد خلافت بنایا تھا جس کا ثبوت میرے پاس بھی بذریعہ نائب قاضی قوص موجود ہے۔ چنانچہ سلطان منصور بن ملک ناصر نے ابراہیم واثق کو خلافت سے معزول کر کے احمد بن مستکفی کو خلیفہ بنا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے دادا حاکم بامر اللہ ابو العباس بن ابو علی حسن قبتی کے لقب پر احمد کو بھی حاکم بامر اللہ کا خطاب دیا۔

ابن فضل اللہ نے مسالک میں لکھا ہے کہ احمد حاکم بامر اللہ ہمارے زمانہ کا امام اور مہربان بادل کی مانند ہمارا امیر ہے۔ اس کے زمانہ خلافت میں دشمن اپنے غصہ میں جلتے رہے اور ہمیشہ ناکام رہے ــــــ

اس نے امور خلافت، اپنی دوربینی سے بخوبی انجام دیئے۔ اس نے خلافت کے طریق کار از سر نو زندہ کیے۔ کسی کو اس کی مخالفت کی جرأت نہ ہو سکی۔ یہ اپنے باپ دادا کے طریقہ پر گامزن رہا اور شریعت کے مٹے ہوئے راستوں پر لوگوں کو چلاتا رہا۔ اور اپنی اولاد کے واسطے ایک ظاہر اور واضح لائحہ عمل اس نے مرتب کیا جتنی پریشانیاں و بے اطمینانیاں پیدا ہو گئی تھیں یا جو اختلافات رونما ہوئے تھے ان سب کی بیخ کنی کی۔ اور سب کو ایک علم کے نیچے جمع کر کے ان میں اتفاق و اتحاد کی روح پھونکی۔ اس کا نام منبروں پر پڑھا جانے لگا۔ اس نے آسمان و زمین میں اسلام کا بول بالا کیا۔ سلطان منصور بن ملک ناصر کے زمانۂ بادشاہت میں سلطان و خلیفہ کا نام روشن رہا اور اسلام کا علم تمام شہروں پر لہراتا رہا ــــــ

ابن فضل اللہ نے یوں لکھا ہے کہ سلطان منصور بن ملک ناصر نے احمد کو حاکم بامر اللہ کا لقب دے کر اور اس کو خلیفہ تسلیم کرکے اس کی بیعت کے بعد جو فرمان بیعت لکھا اس کا آغاز یوں کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ (ترجمہ آیت:۔ جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی گویا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی) ——— پھر اس فرمان میں بہت کچھ احکام و نصائح لکھے اور احمد بن مستکفی الحاکم بامر اللہ کی تعریف لکھتے ہوئے آخر میں لکھا کہ اس خلیفہ کے وجود سے معلوم ہوتا ہے کہ منصور و ہارون رشید زندہ ہیں ———

ابن حجر نے اپنی کتاب الدُرر میں لکھا ہے احمد بن مستکفی کو پہلے المستنصر لقب دیا گیا لیکن بعد میں الحاکم بامر اللہ ابو العباس لقب مقرر ہوا ———

شیخ زین الدین عراقی کا بیان ہے کہ الحاکم نے بعض متاخرین سے حدیث پڑھی۔

انتقال احمد بن مستکفی الحاکم بامر اللہ ابو العباس خلیفہ نے بہ مرض وبائے طاعون ماہ جمادی الثانی ۷۵۳ھ میں وفات پائی۔

زمانۂ خلافت و امامت کے واقعات سلطان منصور بن ملک ناصر، فتنہ و فساد انگیزی اور شراب خوری کی وجہ سے معزول کیا گیا۔ اس کی بدکاری کی انتہا یہ تھی کہ اپنے والد کی داشتہ عورتوں کو بھی نہیں چھوڑا، منصور کو معزول کرکے قوص میں نظر بند رکھا گیا جہاں وہ قتل کیا گیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ نے اس جرم کا انتقام لیا جو اس کے والد ملک ناصر نے خلیفہ الحاکم بامر اللہ سے کیا تھا۔ اور یہ سنّت قدیم ہے کہ جس نے آل عباس کو ستایا تو اللہ نے اس ظالم کو سزا دی ———

منصور کی معزولی کے بعد اس کا بھائی ملک اشرف کجک، بادشاہ ہوا۔ اور یہ بھی اسی سال معزول کیا جا کر اس کے بھائی احمد کو بادشاہ بنایا گیا جس کا لقب ناصر تھا۔ شیخ تقی الدین شام کا قاضی جو بادشاہ کے ساتھ تھا اس نے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرائی۔

۷۴۳ھ میں ناصر احمد بادشاہ بھی معزول ہوا جس کی جگہ اس کا بھائی اسماعیل الصالح بادشاہ ہوا ———

۷۴۶ھ میں اسمٰعیل صالح کی وفات پر خلیفہ نے اس کے بھائی شعبان الکامل کو بادشاہ بنایا۔

۷۴۷ھ میں الکامل کے مقتول ہونے کے بعد اس کا بھائی المظفر امیر حاج بادشاہ ہوا۔

۷۴۸ھ میں المظفر معزول ہوا جس کی جگہ حسن الناصر بادشاہ بنایا گیا۔

۷۴۹ھ میں ایسا سخت طاعون پھیلا کہ اس سے پہلے ایسی وبا سننے میں بھی نہیں آئی تھی۔

۷۵۲ھ میں حسن الناصر معزول ہوا جس کی جگہ اس کا بھائی صالح ملک الصالح بادشاہ ہوا۔

یہ صالح وہ آٹھواں بادشاہ تھا جو الناصر محمد بن قلاوٗن کی اولاد میں سے تھا ـــــ اور شیخو اس کا اتابک نگران کار تھا ـــــ ابن فضل اللہ نے مسالک میں لکھا ہے کہ

۷۵۲ھ میں مصر کے بادشاہ ملک الصالح کا اتابک شیخو تھا اور اسی کو مصر میں امیر کبیر کے نام سے یاد کیا جاتا رہا۔

مشاہیر الحاکم بامر اللہ ابوالعباس خلیفۃ المومنین کے زمانہ میں حسب ذیل حضرات نے انتقال کیا:۔

حافظ ابوحجاج المزنی تاج عبدالباقی یمنی شمس عبدالہادی، علامہ ابوحیان، ابن وردی، ابن لبان، ابن عدلان، امام ذہبی، ابن فضل اللہ، علامہ ابن قیم جوزی، علامہ شام کے شیخ مذہب شافعیہ علامہ فخر المصری، تاج مراکشی وغیرہ۔

المعتضد باللہ ابوالفتح

معتضد باللہ، ابوالفتح، ابوبکر بن مستکفی باللہ ابوربیع، بن الحاکم بامر اللہ ابوالعباس کے ہاتھ پر ۷۵۳ھ میں اس کے بھائی حاکم بن مستکفی کے بعد لوگوں نے بیعت کی۔ معتضد نکوکار، عاجزی پسند، اہل علم کا دوست تھا۔ جمادی الاول ۷۶۳ھ میں دس سال خلافت کرنے کے بعد فوت ہوا۔

مشہور واقعات معتضد باللہ کی خلافت میں حسب ذیل مشہور واقعات ظہور پذیر ہوئے:۔

۷۵۴ھ کی خاص بات ابن کثیر وغیرہ نے یہ لکھی ہے کہ طرابلس میں ایک لڑکی تھی جس سے تین آدمی یکے بعد دیگرے شادی کر چکے تھے اور کوئی مرد اس پر اس لیے قادر نہیں ہو سکتا تھا کہ اس لڑکی کی بکارت زائل ہونے سے پہلے ہی اندر سے کچھ سختی نمودار تھی۔ جب اس لڑکی کی عمر (۱۵) سال ہوئی تو اس کے سینہ کا ابھار بھی غائب ہو گیا اور پیشاب کے مقام میں سے ایک انگلی کے برابر عضو مخصوص نمودار ہوا اور ساتھ ہی دو خصیے بھی باہر نکل آئے ـــــ اس واقعہ کو کتاب محاضر میں بھی لکھا گیا ہے۔

۷۵۵ھ میں ملک ناصر معزول کیا گیا اور اس کی جگہ قدیم بادشاہ حسن الناصر واپس آ کر بادشاہ ہو گیا۔

۷۵۶ھ میں اشرفیوں کے برابر پیسے ڈھلوائے گئے جن کا وزن بھی اشرفیوں کے برابر تھا۔ جو بیس (۲۴) پیسوں کا ایک درہم مقرر ہوا۔ حالانکہ اس سے پہلے ایک درہم کے پیسے اتنے آتے تھے جن سے ڈیڑھ رطل بھر جاتا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک درہم کے ڈیڑھ رطل پیسے تول کر ملا کرتے تھے ـــــ

علماء مدرسہ وغیرہ کی تنخواہیں چاندی کے درہموں کے لحاظ سے مقرر تھیں لیکن شیخو اور صرغتمش

کے حکم پر تمام تنخواہیں اور وظیفے وغیرہ حساب کرکے انہی نئے پیسوں میں دی جاتی تھیں کیونکہ ان دونوں حاکموں نے ایک درہم کے اتنے پیسے مقرر کیے تھے جو ۱/۳ رطل میں آتے تھے۔

۷٦۲ھ میں حسن الناصر قتل کیا گیا جس کی جگہ اس کا بھتیجہ محمد بن منظفر المنصور بادشاہ ہوا ــــــــ

مشاہیر المعتضد باللہ ابوالفتح کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل مشہور لوگوں نے انتقال کیا۔

شیخ تقی الدین سبکی ،سمین صاحب اعراب ، قوام اتقانی ، بہاء بن عقیل، صلاح علائی ، جمال بن ہشام ، حافظ مغل طائی ، ابوامامہ بن نقاش وغیرہ۔

متوکل علی اللہ ابوعبداللہ

متوکل علی اللہ ابوعبداللہ محمد بن معتضد بن مستکفی ابوربیع ــــــــ یہ ولیعہد اپنے والد معتضد باللہ ابوالفتح کے انتقال کے بعد ماہ جمادی الاول ۷٦۳ھ میں خلیفہ ہوا ۔ اس کی خلافت کی مدت (۴۵) سال ہوئی جس میں وہ زمانہ بھی داخل ہے جبکہ یہ معزول اور قید رہا جسے ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

متوکل نے بہت زیادہ تعداد میں اولاد چھوڑی ۔ کہا جاتا ہے اس کے ۱۰۰ بچے ہوئے بعض کا اسقاط ہوا بعض بچپن ہی میں مرگئے ۔ تاہم اس کے پانچ لڑکے خلیفہ ہوئے جس کی نظیر دوسرے خلفاء میں نہیں ۔ جن کے نام یہ ہیں :۔ المستعین عباس، المعتضد داؤد ، المستکفی سلیمان، القائم حمزہ، المستنجد یوسف ــــــــ متوکل کی اولاد میں سے ایک شخص اس وقت موجود ہے جس کا نام موسیٰ ہے جو ابراہیم بن المستکفی سے بالکل مشابہ ہے ــــــــ نیز اس وقت جتنے عباسی موجود ہیں وہ سب اسی متوکل کی اولاد ہیں۔ اللہ ان کی تعداد میں اضافہ کرے اور ان کی مدد فرمائے۔

اہم واقعات متوکل علی اللہ کے زمانہ میں حسب ذیل اہم واقعات رونما ہوئے :۔

۷٦۴ھ میں المنصور محمد کو معزول کیا گیا اس کی جگہ ماہ شعبان میں حسین بن ناصر بن محمد بن قلاؤن کو بادشاہ مصر بنایا گیا جس کا لقب اشرف تھا۔

۷۷۳ھ میں بحکم سلطان تمام شریف لوگوں نے سبز ٹپکے سر پہ باندھے تاکہ ان میں اور دوسروں میں تمیز رہے ۔ اور یہ بالکل ایک نئی وضع پیدا کی گئی ــــــــ چنانچہ عبداللہ بن جابر اعمیٰ نحوی جو اعمیٰ و بصیر کے نام سے مشہور ہیں اور جنھوں نے الفیہ کی شرح بھی لکھی ہے ۔ ان کا بیان ہے چہروں کا نورانی ہو جانا ۔ ان سبز کپڑوں سے زیادہ بہتر ہے ــــــــ

اسی سال یعنی ۷۷۳ھ میں سرکش تیمور لنگ نے حملے کیے۔ شہروں کو برباد اور لوگوں کو ہلاک کیا۔ وہ عمر بھر فتنہ وفساد برپا کرتا رہا یہاں تک کہ اس ملعون کو اللہ تعالیٰ نے ۸۰۷ھ میں ہلاک کر دیا ــــــ جیسا کہ ایک شاعر نے لکھا ہے کہ تاتاریوں کی بہ نسبت تیمور لنگ کے کردار بہت زیادہ خراب تھے وہ جسے چاہتا مار ڈالتا تھا تیمور لنگ کی اصلیت یہ ہے کہ یہ ایک کسان کا لڑکا تھا بچپن میں معمولی معمولی چوریاں کرتا تھا بڑے بڑے ڈاکے ڈالنے لگا پھر بادشاہ کی فوج میں بھرتی ہو کر ترقی کرتا گیا۔ یہانتک کہ بادشاہ کے انتقال کے بعد اسکے تخت شاہی کا مالک بن بیٹھا۔

کسی نے تیمور لنگ کے پہلے حملہ کا سنہ پوچھا تو دوسرے نے جواب دیا۔ سال عذاب جس کا حروف ابجد کے لحاظ سے ۷۷۳ھ نکلتا ہے۔

۷۷۵ھ میں ماہ رمضان میں سب سے پہلے سلطانی قلعہ کے روبرو بخاری شریف کا درس حافظ زین الدین عراقی قاری نے شروع کیا۔ یہ پڑھاتے رہے اور پھر ان کے ساتھ ہی شہاب الدین عربانی بھی کسی کسی دن آکر بخاری شریف پڑھاتے تھے۔

۷۷۶ھ میں دمشق میں اتنا سخت قحط پڑا کہ غلّہ کا ایک ایک دانہ تین تین درہم میں فروخت ہوا۔

۷۷۸ھ میں اشرف شعبان قتل کیا گیا جس کی جگہ اس کا بیٹا علی ملقب المنصور بادشاہ ہوا۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ اشرف حج کے لیے روانہ ہوا۔ اشرف کے ساتھ امراء قاضی بھی تھے۔ امراء سلطنت تو راستہ ہی سے فرار ہو گئے۔ اور خلیفہ جو قاہرہ جا رہا تھا وہ راستہ سے قاہرہ چلا گیا۔ امراء سلطنت وغیرہ نے خلیفہ متوکل علی اللہ کو مصر کا بادشاہ بنانا چاہا لیکن خلیفہ نے انکار کیا تو پھر اشرف کے بیٹے کو بادشاہ بنا دیا ــــــ اس واقعہ کے بعد اشرف کہیں روپوش ہو گیا تھا لیکن لوگوں نے اسے ڈھونڈ نکالا اور ماہ ذی قعدہ ۷۷۸ھ میں اس کا گلا دبا کر مار ڈالا ــــــ اسی سال آفتاب و ماہتاب دونوں کو گہن لگا۔ چودہ شعبان کو جب چاند نکلا تو گہنایا ہوا تھا۔ اور ۲۸ شعبان کو سورج کو کافی گہن لگا ہوا تھا۔

۷۷۹ھ میں ۴ ربیع الاول کو ایبک بدری نگران کار فوج نے زکریا بن ابراہیم بن مستمسک بن حاکم بامر اللہ کو طلب کر کے خلعت دیا۔ اور بغیر کسی اجتماع و بیعت وغیرہ کے اسے خلیفہ بنایا پھر مستعصم باللہ کا خطاب دیا اور متوکل علی اللہ کو قوص میں نظر بند رکھنے کا حکم دیا۔ اور یہ سب اس لیے کیا کہ اشرف کے قتل کے وقت ایبک بدری کے دل میں خلیفہ متوکل علی اللہ کی جانب سے بدگمانی پیدا ہو گئی تھی چنانچہ اس کینہ کو یوں ظاہر کیا۔ چنانچہ متوکل قوص گیا لیکن دوسرے دن اپنے گھر واپس آگیا۔ پھر گھر میں سے ۲۰ ربیع الاول ۷۷۹ھ کو آکر تخت خلافت پر بیٹھ گیا اور مستعصم کو معزول کر دیا ــــــ اس طرح مستعصم کی مدت خلافت (۱۵) دن ہوئی

متوکل علی اللہ وہ چھٹا خلیفہ ہوا جو مصر میں سکونت پذیر رہا ــــــــ اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہر چھٹا خلیفہ معزول ہوتا رہا۔

۷۸۲ھ میں اطلاع آئی کہ حلب میں امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے، پیچھے سے ایک شخص امام صاحب و نماز کی نقلیں اُتارنے لگا۔ امام صاحب نے نماز ختم کی تو سب لوگوں نے دیکھا کہ اس مسخرے نقال کی صورت سور کی طرح ہوگئی تھی۔ چنانچہ یہ سور کی صورت کا انسان مسجد سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ لوگوں نے یہ کیفیت دیکھ کر تعجب کیا اور پھر ایک محضر تیار کر کے خلیفہ کو بھیجا۔

۷۸۳ھ کے ماہ صفر میں بادشاہ مصر منصور بن ملک ناصر کا انتقال ہوا۔ جس کی جگہ اس کا بھائی حاجی بن اشرف بادشاہ بنایا گیا جس نے الصالح لقب اختیار کیا۔

۷۸۴ھ میں ماہ رمضان میں حاجی بن اشرف دستبردار ہوا اس کی جگہ برقوق بادشاہ بنا جس کا لقب الظاہر تھا یہ چرکسی خاندان کا پہلا بادشاہ تھا۔

۷۸۵ھ کے ماہ رجب میں برقوق نے خلیفہ متوکل کو گرفتار کر کے معزول کیا۔ اور قلعہ جبل میں قید کر دیا۔ اور اس کی جگہ محمد بن ابراہیم بن مستمسک بن حاکم بامراللہ کو خلیفہ بنا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور واثق باللہ کا لقب خطاب دیا جس کے بعد یہ محمد واثق باللہ بحیثیت خلیفہ زندہ رہ کر ، شوال ۷۸۸ھ میں فوت ہوا ــــ محمد واثق باللہ کے انتقال کے بعد لوگوں نے المتوکل ہی کو دوبارہ خلافت سپرد کرنے کے لیے عرض کیا لیکن برقوق نے ان سب کی استدعا ٹھکرا کر اس کے بعد زکریا کو طلب کیا جو تھوڑے عرصہ پہلے ولیعہد بنایا گیا تھا اور اسے المستعصم باللہ کا خطاب دیکر خلیفہ بنایا جو ۷۹۱ھ تک خلیفہ رہا ــــــــ اس نوبت پر برقوق اپنے کیے پر شرمندہ ہوا اور المتوکل کو جیل خانہ سے نکال کر خلافت اس کے سپرد کی۔ اور زکریا کو معزول کیا جو معزول خلیفہ کی حیثیت سے اپنے گھر میں زندہ رہا۔

المتوکل خلافت کرنے لگا یہاں تک کہ ماہ جمادی الثانی ۷۹۱ھ میں فوت ہوا ــــــــ اسی سال ۷۹۱ھ کے ماہ جمادی الثانی میں الصالح حاجی اپنی سلطنت پر واپس آیا اور اپنا لقب بدل کر منصور لقب رکھا اور برقوق کو گرفتار کر کے قلعہ کرک میں نظر بند کر دیا۔

اسی سال ماہ شعبان میں مؤذنوں نے یہ بدعت شروع کی کہ اذان کے بعد الصلوٰۃ والسّلام علی النّبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پڑھنا شروع کر دیتے اور ان الفاظ کے اضافہ کا حکم محتسب مملکت نجم الدین طنبذی نے دیا تھا ــــ

۷۹۲ھ کے ماہ صفر میں برقوق جیل سے نکل کر پھر بادشاہ ہوگیا اور بحیثیت بادشاہ ماہ شوال ۸۰۱ھ میں فوت ہوا چنانچہ اس کے فرزند فرج الناصر کو قائم مقام کیا گیا جس نے ۶ ربیع الاوّل ۸۰۸ھ تک بادشاہت کی۔ پھر اسے

معزول کر کے اس کے بھائی عبدالعزیز المنصور کو بادشاہ بنایا گیا جسے ۴ رجمادی الثانی سنہ رواں کو معزول کیا گیا۔
اور فرج الناصر کو دوبارہ بادشاہ بنایا گیا۔

انتقال منگل کی رات کو بتاریخ ۱۸ رجب ۸۰۸ھ میں خلیفہ متوکل علی اللہ ابو عبداللہ نے انتقال کیا۔

مشاہیر خلیفہ متوکل کے زمانہ میں حسب ذیل اشخاص نے وفات پائی:-

شمس بن مفلح حنبلیوں کے زیر دست عالم، صلاح صفدری، شہاب بن نقیب، محب مہتم افواج، شریف حسینی محدث، قطب تحتانی، قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعۃ، تاج بن سبکی اور ان کے بھائی شیخ بہاء الدین جمال اسنوی، ابن صائغ حنفی، جمال بن نباتہ، عفیف یافعی، جمال شریسی، شرف بن قاضی جبل، سراج ہندی، ابن ابی حجلۃ، حافظ تقی الدین بن رافع، حافظ عماد الدین ابن کثیر، عتابی نحوی، بہاء ابو البقاء سبکی، شمس بن خطیب یبرود، عماد حبانی، بدر بن حبیب، ضیاء قرمی، شہاب اذرعی، شیخ اکمل الدین، شیخ سعد الدین تفتازانی، بدر زرکشی، سراج بن ملقن، سراج بلقینی، حافظ زین الدین عراقی وغیرہ۔

واثق باللہ عمر

واثق باللہ عمر بن ابراہیم بن مستمسک بن حاکم بن ابی علی حسن قبی کے ہاتھ پر متوکل علی اللہ کی معزولی کی بعد ماہ رجب ۷۸۵ھ میں بیعت کی گئی۔ جس نے امور خلافت انجام دیتے ہوئے بدھ کے دن بتاریخ ۱۹ رشوال ۷۸۸ھ میں انتقال کیا۔

مستعصم باللہ زکریا

مستعصم باللہ زکریا بن ابراہیم بن مستمسک اپنے بھائی واثق کے انتقال کے بعد خلیفہ بنایا گیا۔ لیکن پھر معزول کر دیا گیا جس نے بحالت معزولی اپنے گھر میں بتاریخ ۸۰۱ھ انتقال کیا۔ اور اس کے بعد متوکل پھر دوبارہ خلیفہ بنایا گیا جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے۔

مستعین باللہ ابوالفضل

مستعین باللہ، ابوالفضل العباس، بن متوکل کی ماں کا نام بائی خاتون تھا جو متوکل کی ترکن داشتہ

تھی ـــــ مستعین کو متوکل نے اپنی زندگی میں ماہ رجب ۸۰۸ھ میں ولیعہد بنایا تھا ـــــ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سلطان ملک ناصر فرج بادشاہ مصر تھا۔

ملک ناصر فرج نے خلیفہ مستعین کے قتل کا ارادہ کرکے حملہ کیا لیکن خود ہی قتل کیا گیا۔ جس کے بعد اُمراء کے بیہم اصرار اور قسمیں کھانے کے بعد خلیفہ نے بادشاہت بھی قبول کی۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۸۱۵ھ کا ہے۔ خلیفہ کا بادشاہت بھی کرنا یہ واقعہ اپنی آپ نظیر ہے۔ چنانچہ خلیفہ جب مصر پہنچا تو تمام اراکین دولت وغیرہ نے اس کی بحیثیت بادشاہ تعظیم کی۔ اور یہ بادشاہت کے فرائض بھی انجام دینے لگا۔ اس کے نام کے سکے جاری ہوئے لیکن اس نے اپنے لقب میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کیا ـــــ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے خلیفہ مستعین بادشاہ مصر کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا جو بہت مشہور ہے۔

معزولی خلیفہ مستعین نے مصر آکر بحیثیت بادشاہ قلعہ میں قیام کیا۔ اور شیخ الاصطبل کو وزیر داخلہ بنا کر نظام الملک کا خطاب دیا۔ وزراء و امراء سلطنت اپنے فرائض انجام دینے کے بعد شیخ کے پاس آمد و رفت کرتے اور کاربرآری کرتے تھے۔ بغرضکہ شیخ نے رفتہ رفتہ تمام امور شاہی کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ تقرر و برطرفی وغیرہ کے خود ہی احکام جاری کرنے لگا۔ داؤد نے مستعین کو اطلاع دی کہ فرامین کی اجرائی شیخ از خود کر رہا ہے۔ جس سے خلیفہ کو سخت اضطراب و قلق ہوا۔ بغرضکہ ماہ شعبان ۸۱۵ھ میں شیخ نے حسب رواج قدیم مستعین سے کہا آپ بادشاہت سے دستبردار ہو جائیے جس پر بادشاہ مصر مستعین نے کہا منظور ہے بشرطیکہ تم قلعہ چھوڑ دو لیکن شیخ نے یہ شرط منظور نہیں کی بلکہ زبردستی بادشاہت پر قبضہ کرکے مؤید اپنا لقب رکھ لیا اور مستعین کی خلافت سے بھی انکار کرکے اس کے بھائی داؤد کے ہاتھ پر بیعت کر لی ـــــ اس کے بعد مستعین کو قلعہ سے نکال کر ایک شاہی مکان میں مع اہل و عیال منتقل کر دیا۔ اور ممانعت کر دی کہ اس معزول خلیفہ سے کوئی ملاقات نہ کر سکے ـــــ

انتقال مستعین خلیفہ و بادشاہ کی معزولی کی اطلاع جب مملکت شام کے نائب نوروز کو ہوئی تو اُس نے فتاویٰ و علماء سے فتویٰ پوچھا۔ ان سب نے فتویٰ دیا کہ مؤید کو جائز نہیں کہ وہ خلیفہ کو جو بادشاہ بھی ہے معزول کر کے خود بادشاہ بن جائے۔ چنانچہ نوروز جنگ کرنے کے لیے نکلا اور مؤید نے بھی جنگ آزمائی کی اور ان دونوں کی جنگ ۸۱۷ھ میں ہوئی۔ اسی زمانہ میں مستعین کو لے جا کر اسکندریہ کی جیل میں بند کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ جب اسکندریہ کا بادشاہ ططر ہوا تو اُس نے مستعین کو جیل سے رہا کر کے قاہرہ آنے کی دعوت دی۔ لیکن مستعین نے اسکندریہ کی خوشگوار آب و ہوا کو پسند کر کے وہیں قیام کیا۔ اور تجارت کے ذریعہ خوب دولت پیدا کی۔ پھر مرض طاعون میں مبتلا ہو کر ماہ جمادی الثانی ۸۳۳ھ میں شہادت پائی۔

اس دور کے عجیب واقعات ۸۱۶ھ میں ایک دن صبح کے وقت دریائے نیل اپنی سطح سے بالکل نیچے اتر گیا اور پھر اس کے بعد ہی بڑی تیزی سے چڑھنے لگا یہاں تک کہ سطح سے بائیس ہاتھ اونچا ہو گیا۔

۸۱۴ھ میں غیاث الدین اعظم شاہ فرزند اسکندر شاہ، بادشاہ ہند نے خلیفہ مستعین کو زر و دولت اور تحفے روانہ کیے اور بادشاہ مصر کو بھی ہدیے بھیجے۔ تاکہ خلیفہ اسے کوئی خطاب سرفراز فرمائے۔

مشاہیر مستعین باللہ ابو الفضل العباس کے دور خلافت میں حسب ذیل اشخاص نے وفات پائی۔

موفق ناصری شاعر یمن، نصر اللہ بغدادی مشہور حنبلی عالم شمس المؤید مکہ معظمہ کے نحوی، شہاب حسبانی، شہاب ناشتری یمن کے فقیہہ ابن ہائم مصنف الفرائض والحساب، ابن عفیف شاعر یمن، محب بن شحنہ حنفی مذہب کے مشہور عالم جو قاضی عسکرؒ کے والد بزرگوار تھے۔ ان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اسی دور میں انتقال کیا۔

معتضد باللہ ابو الفتح

معتضد باللہ، ابو الفتح داؤد بن متوکل کی والدہ کا نام کزل تھا جو متوکل کی ترکن داشتہ تھی۔ یہ اپنے بھائی مستعین کی معزولی کے بعد خلیفہ ہوا اسے سلطان مصر شیخ الاصطبل المؤید نے خلیفہ بنایا تھا۔

سلطان مصر المؤید نے بحیثیت بادشاہ محرم ۸۲۴ھ میں انتقال کیا۔ جس کی جگہ اس کے فرزند احمد بہ لقب المظفر نے بادشاہت کی۔ جس کا وزیر مملکت ططر تھا۔ اسی وزیر ططر نے مصر کی بادشاہت پر ماہ شعبان میں قبضہ کیا۔ خلیفہ نے اس کی بادشاہت تسلیم کر کے اسے الظاہر کا خطاب دیا۔ لیکن ططر نے ماہ ذی الحجہ میں انتقال کیا جس کی بجائے اس کا بیٹا محمد الصالح بادشاہ بنایا گیا۔ اور برسیاتی کو وزیر مملکت مقرر کیا گیا۔ برسیاتی نے بھی محمد الصالح کو معزول کر کے بادشاہت ہتھیا لی اور خلیفہ نے ۸۲۵ھ کے ربیع الثانی کی آخری تاریخوں میں برسیاتی کی بادشاہت کا اعلان کیا۔ جس نے بادشاہت کرتے ہوئے ماہ ذی الحجہ ۸۴۱ھ میں وفات پائی۔

برسیاتی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یوسف العزیز بادشاہ ہوا جس کا وزیر حقمق تھا۔ اس وزیر حقمق نے یوسف العزیز کو تخت سے اتار کر اپنی بادشاہت کا ربیع الاول ۸۴۲ھ میں اعلان کیا جسے خلیفہ نے الظاہر کا خطاب دیا۔ اور بادشاہ کے زمانہ میں خلیفہ نے انتقال کیا۔

انتقال معتضد باللہ تمام خلفاء گذشتہ کی بہ نسبت عقلمند، دوربین، دانشمند تھا، علماء و فضلاء کی مجلس میں بیٹھتا اور ان سے استفادہ کرتا اور اپنے دسترخوان پر ان سب کے ساتھ تناول کرتا۔ معتضد بڑا ہی سخی اور فیاض تھا۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ معتضد نے تقریباً (۷۰) سال کی عمر میں ہفتہ کے دن بتاریخ ۴ ربیع الاول

۸۴۵ھ میں انتقال کیا۔ لیکن مجھ سے معتضد کی بھتیجی نے کہا معتضد نے (۶۳) سال کی عمر پائی۔

اس دور کے انوکھے واقعات ۸۱۶ھ میں صدر الدین بن آدمی محاسب کو قاضی بھی بنایا گیا یہی سب سے پہلا شخص ہے جسے دونوں عہدے دیئے گئے۔ ایک محتسب اور دوسرا قضاۃ۔

۸۱۹ھ میں منکلی بغا کو محاسب بنایا گیا۔ یہ پہلا ترک اس عہدے پر فائز ہوا۔ اسی سال مصر میں ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ وہ آسمان پر جاتا، اللہ تعالیٰ کو دیکھتا اور اس سے باتیں کرتا ہے۔ اکثر لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ چنانچہ حکومت نے ایک مجلس مقرر کر کے سب کے سامنے اس کو توبہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اس نے توبہ نہ کی جس پر ایک مالکی عالم نے اس شرط پر اس کے قتل کا حکم دیا کہ اگر یہ دیوانہ نہ ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔ حکیموں نے تجویز کیا کہ یہ پاگل ہے چنانچہ اسے پاگل خانہ بھیج دیا گیا۔

۸۲۱ھ میں بمقام بلبیس ایک بھینس نے ایسا بچہ دیا جس کے دو سر دو گردنیں اور اگلے چار ہاتھ تھے پیٹھ اور پاخانہ کی جگہ ایک ہی تھی اور پچھلے پیر دو تھے اور پیچھے ایک پیشاب کی جگہ اور دو دُمیں تھیں۔ یہ بھینس کا بچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک نمونہ تھا۔

۸۲۲ھ میں بمقام ارزنکان سخت زلزلہ آیا جس کی وجہ سے بہت سے مدرسے بھی منہدم ہو گئے۔ اسی سال وہ مدرسہ مؤیدہ بن کر تیار ہو گیا جس میں شمس الدین بن مدیری پروفیسر مقرر ہوئے اور بادشاہ کی موجودگی میں انھوں نے پہلا درس دیا اور سلطان کے فرزند ابراہیم نے شیخ کا سجادہ اپنے ہاتھ سے بچھایا۔

۸۲۳ھ میں بمقام غزہ ایک اونٹ ذبح کیا گیا جس کا گوشت روشن شمع کی طرح چمکدار تھا۔ اس گوشت کا ایک ٹکڑا ایک کتے کو دیا گیا تو اس کتے نے بھی یہ گوشت نہ کھایا۔

۸۲۴ھ میں دریائے نیل کا پانی سطح سے خطرہ کے نشان کے اوپر تک چڑھ گیا جس کی وجہ سے زراعت ڈوب کر بالکل بہہ گئی۔

۸۲۵ھ میں قاضی جلال الدین بلقینی کی بیٹی کے ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جس میں مرد اور عورت دونوں کے نشان تھے۔ اور اس بچہ کے دو دو ہاتھ ایک ہی ہتھیلی میں جڑے ہوتے تھے اور اس کے سر پر بیل کی طرح ۲ سینگ تھے۔ یہ بچہ تھوڑی دیر بعد مر گیا ——— اسی سال قاہرہ میں ایک معمولی سا زلزلہ آیا دریائے نیل کا پانی ۲۸ درجہ تک بلند ہو گیا۔

مشاہیر خلیفہ معتضد باللہ ابو الفتح داؤد کے زمانہ میں حسب ذیل اشخاص نے انتقال کیا:۔

شہاب بن حجۃ فقیہہ شام، برہان بن رفاعہ ادیب، زین ابوبکر مراغی محدث و فقیہہ مدینہ طیبہ حسام ابی وردی، جمال بن ظہیرہ محدث مکہ معظمہ، مجد شیرازی مصنف لغت القاموس، خلف نحریری مذہب مالکیہ کے

زبردست عالم، شمس بن قبانی مذہب حنفی کے زبردست عالم، ابوہریرہ ابن نقاش، علامہ دانوغی، استاد عزالدین بن جماعۃ، ابن ہشام عجمی، اصلاح آقفہسی، شہاب الغزی منجملہ ائمہ شافعیہ، جلال البلقینی، برہان بیجوری، ولی عراقی شمس بن مدیری، شرف قبانی، علاء بن معلّی، بدر بن دمامینی تقی حصینی شارح ابی شجاع، علامہ ہروی، سراج قاری الہدایہ، نجم بن حجی، بدر تشتکی شمس برماوی شمس شطنوفی تقی فاسی، زین قمنی، نظام یحیی سیرانی، قرا یعقوب رومی، شرف بن مفلح حنبلی شمس بن قشیری، ابن جزری شیخ القراءۃ، ابن خطیب دمشق، شہاب الشیبطی، زین تفہنی، بدر مقدسی، شرف بن مقری یمنی عالم مصنف عنوان الشرف، تقی بن حجۃ شاعر، جلال مرشدی مکہ معظمہ کے نحوی، ہمام شیرازی شاگرد علامہ شریف، جمال بن خیاط یمنی عالم، بوصیری محدث، شہاب بن محمرہ، علاء بخاری شمس بساطی، جمال کازرونی عالم طیبہ، محب بغدادی حنبلی شمس بن عمار وغیرہ۔

مستکفی باللہ ابوربیع

مستکفی باللہ، ابوربیع، سلیمان بن متوکل اپنے مشفق بھائی معتضد کے زمانے میں ولیعہد ہوا۔ اور متوکل نے اس کے لیے ایک فرمان لکھا جو اس کی اصلاح کے پیشِ نظر لکھا گیا۔ یہ دستاویز معتضد باللہ کی موجودگی میں اس کی رضامندی کے ساتھ تحریر کی گئی جس پر مستکفی نے بھی دستخط کیے۔

شخصی خوبیاں مستکفی صالح، دیندار، عبادت گذار، پابند نماز اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے والا خاموش صفت، چشم پوشی کرنے والا اور نیک سیرت خلیفہ تھا معتضد کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنے بھائی سلیمان مستکفی باللہ سے کوئی جرم اور گناہ سرزد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ سلطان ملک ظاہر بھی اس کا معتقد تھا اور اس کے حقوق ادا کرتا تھا۔ اور متوکل اس کا مشیر تھا مستکفی اپنے والد کی بے انتہا عزت کرتا تھا ـــــــــ میں جلال الدین سیوطی نے مستکفی کے گھر میں پرورش پائی۔ اس کی برتری اور اس کی اولاد کی خیر خواہی کا طلب گار ہوں۔ اس کی اولاد بھی بہتر اور نیک سیرت ہے مجھے یقین ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ مستکفی کا خاندان عبادت گذار ہے اور مستکفی بھی اسلام اور انصاف کا مجسمہ اور حقوق الٰہی و رعایا کا پورا پابند ہے۔

انتقال خلیفہ مستکفی باللہ ابوربیع نے تریسٹھ سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۳۰ ذی الحجہ ۸۵۴ھ میں انتقال کیا۔ اور میرے والد ابوبکر سیوطی نے بھی اس کی وفات کے چالیس دن بعد دنیا کو خیر باد کہا مستکفی کے جنازہ میں قبرستان تک سلطانِ مصر نے برابر کاندھا دیا۔

مشاہیر مستکفی کی خلافت کے زمانہ میں حسب ذیل مشہور اشخاص نے وفات پائی ہے۔
تقی مقریزی، شیخ عبادہ، ابن کمیل شاعر، علامہ رفاعی، علامہ قایاتی، شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ۔

القائم بامر اللہ ابو البقاء

قائم بامر اللہ، ابو البقاء حمزہ بن متوکل اپنے بھائی مستکفی کے بعد تخت نشین خلافت ہوا۔ اس کے بھائی مستکفی نے اسے یا کسی دوسرے کو ولیعہد نہیں بنایا تھا۔ القائم تیز بین اور فوری سمجھنے والا تھا۔ اس نے خلافت کی شان کو تھوڑے ہی عرصہ میں بلند و بالا کیا۔ یہ دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت بڑا رعبدار اور فہمند خلیفہ ہوا۔
القائم کی خلافت کے زمانہ میں ۸۵۷ھ کے شروع میں ملک ظاہر جقمق، بادشاہ مصر نے انتقال کیا۔ جس کی جگہ اس کا بیٹا عثمان المنصور بادشاہ ہوا۔ ابھی اس نے صرف ڈیڑھ ماہ ہی بادشاہت کی تھی کہ اینال حملہ آور ہوا اور اُس نے عثمان المنصور کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس پر خلیفہ نے ماہ ربیع الاوّل میں اینال کو اشرف کا لقب دے کر بادشاہ تسلیم کیا۔ تھوڑے دنوں بعد ایک فوج کشی کے سلسلہ میں اینال اشرف اور خلیفہ کے درمیان جنگ ہو گئی۔ چنانچہ ماہِ جمادی الاوّل ۸۵۹ھ میں اینال اشرف نے خلیفہ کو معزول کیا۔ اور اسکندریہ کے جیل خانہ میں قید کر دیا جہاں خلیفہ نے ۸۶۳ھ میں وفات پائی اور اسے اس کے بھائی مستعین کی قبر کے پاس دفن کر دیا گیا۔ تعجب یہ کہ یہ دونوں شفیق بھائی خلافت سے معزول کیے گئے۔ دونوں کو اسکندریہ جیل میں قید کیا گیا اور دونوں ایک جگہ دفن ہوتے ——— القائم کے زمانہ خلافت میں مشہور لوگوں کے منجملہ میرے والد بزرگوار اور علامہ قلقشندی نے انتقال فرمایا۔

مستنجد باللہ خلیفۃ العصر ابو المحاسن

مستنجد باللہ خلیفۃ العصر ابو المحاسن، یوسف بن متوکل، اپنے بھائی القائم کے معزول ہونے پر تخت نشین خلافت ہوا۔ اینال اشرف بادشاہ مصر نے ۸۶۵ھ میں انتقال کیا جس کی جگہ اُس کا بیٹا احمد المؤید بادشاہ ہوا جس پر خشقدم نے حملہ کر کے ماہِ رمضان میں اسے گرفتار کیا۔ اور اپنا لقب الظاہر رکھا جس نے بزمانہ بادشاہت ربیع الاول ۸۷۲ھ میں وفات پائی۔ جس کی جگہ بلبائی الظاہر بادشاہ ہوا اور اس پر دو مہینہ کے بعد فوج نے حملہ کیا اور گرفتار کیا ——— اس نوبت پر تمر بغا بادشاہ ہوا جس کی دو ماہ کی حکومت کے بعد قینا بائی

اشرف قبضہ کرکے بادشاہ بنا جس نے پوری طرح حکومت کی اور بڑی دلیری اور چالاکی سے محمد بن قلاؤن کی
کی حکومت کی مانند سلطنت کے امور انجام دیئے۔ غلینا باتی نے مصر سے فرات تک ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ
اس طرح سفر کیا جس میں فوج کی تعداد پوری ایک ہزار بھی نہ تھی۔ مستنجد کی نیک سیرتی یہ ہے کہ اس نے کسی
قاضی، مشائخ یا مدرس کا تبادلہ نہیں کیا البتہ ہر ایک کے حال کی اصلاح کی اور نینا بائی نے بھی ہر ایک کی
حیثیت اور وظیفہ کو برقرار رکھا کسی قاضی یا شیخ کو مال کے بدلے مقرر نہیں کیا۔

انتقال ظاہر خشقدم سے شام کا نائب، حاتم اپنی قدیم ملاقات کے پیش نظر اور موجودہ فوجی سلطنت کی
بقا کے لیے ملنے آیا چنانچہ نائب کے آنے کی اطلاع پر خلیفہ مستنجد نے چاروں قاضی اور فوج کے ایک حصہ
کو قلعہ میں طلب کیا۔ حاتم نائب کچھ امور کے تصفیوں کے بعد شام واپس ہو گیا۔ قاضیوں اور فوج کو بھی
واپس کر دیا لیکن خلیفہ کو قلعہ ہی میں نظر بند کر دیا گیا۔ جو مہینے تک قلعہ میں رہا۔ آخر کار دو سال تک
فالج میں مبتلا رہ کر تقریباً نوے سال سے کچھ زیادہ کی عمر میں اتوار کے دن ۱۴ محرم ۸۸۴ھ کو انتقال کر گیا
اور قلعہ ہی میں اس کی نماز جنازہ پڑھائی گئی اور پھر خلفاء کے قبرستان میں مشہد نفیسی کے پاس دفن کیا گیا۔

متوکل علی اللہ ابو العز

متوکل علی اللہ ابو العز عبد العزیز بن یعقوب بن متوکل بن واثق باللہ ۸۱۹ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی
ماں کا نام . . . . تھا جو ایک سپاہی کی بیٹی تھی۔ متوکل کے والد یعقوب، خلیفہ نہیں ہوئے بلکہ یہ متوکل عبد العزیز
بڑا ہو کر اپنی عمدہ خصلت، نیک سیرت، انکساری، نکوکاری، خندہ روئی کی وجہ سے ہر ایک کی تعظیم کے
سبب عام اور خاص سب لوگوں کا محبوب اور پسندیدہ بنا، جسے علم کا شوق تھا اس نے میرے والد بزرگوار
سے علم حاصل کیا اور علم دوست احباب کا دلدادہ رہا۔ اس کے چچا مستکفی نے اپنی بیٹی سے اس کی شادی
کر دی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو ہاشمی خاندان کا صالح نوجوان تھا مستنجد نے اپنی طویل بیماری میں
اس نوجوان ہاشمی کو ولیعہد بنایا اور مستنجد کے انتقال کے بعد پیر کے دن ۱۶ محرم ۸۸۴ھ کو قاضی اور
ارکین دولت کی موجودگی میں اسے خلیفہ بنایا گیا۔ پہلے مستعین کا لقب دیا گیا۔ اس کے بعد متوکل علی اللہ
کا لقب قرار پایا۔ خلافت کی رسم ادا ہونے کے بعد یہ قلعہ سے اپنے پرانے گھر، تمام قاضیوں اور ارکین
دولت کے ساتھ روانہ ہوا اور پھر شام کو گھر سے قلعہ واپس ہوا اور جہاں مستنجد رہا
کرتا تھا وہاں قیام کیا۔

سو برس بعد پہلا عازم حج خلیفہ اسی سال ۸۸۴ھ میں سلطان ملک اشرف، حج کے ارادہ سے حجاز کی جانب روانہ ہوا۔ تقریباً اس صدی میں کسی خلیفہ نے حج نہیں کیا تھا۔ سلطان حج کرنے سے پہلے مدینہ شریف میں روضہ سرورعالم ﷺ پر حاضر ہوا۔ جہاں چھ ہزار اشرفیاں تقسیم کیں، اس کے بعد مکہ معظمہ گیا اور یہاں پانچ ہزار اشرفیاں خرچ کیں اور مکہ معظمہ کے اس مدرسہ میں قیام کیا جسے مکہ کے شیوخ وصوفیا نے تعمیر کر کے اس میں درس تدریس جاری کیا تھا ——

اسی قیام مکہ کے زمانہ میں حج کر کے اپنے مستقر شاہی پر واپس آیا جہاں مصر کو اس کے استقبال کے جشن میں خوب سجایا گیا تھا۔

اس دور کے اہم واقعات ۸۸۵ھ میں مصری فوج بہ سرکردگی دوادار عراق پر حملہ کے لیے روانہ ہوئی عراق سے یعقوب بن حسن، مدافعت کے لیے نکلا۔ دونوں کی بمقام رہے مڈبھیڑ ہوئی۔ مصریوں کو شکست ہوئی۔ اکثر مصری بھاگ گئے اور باقی گرفتار کر کے تہ تیغ کیے گئے۔ دوادار بھی گرفتار کیا گیا۔ اور اس کی گردن اڑادی گئی۔

یہ جنگ نصف ماہ رمضان ۸۸۵ھ میں ہوئی۔ تعجب تو یہ ہے کہ حنفی قاضی شمس الدین امشاطی اور اس دوادار کے درمیان سخت دشمنی تھی ایک دوسرے کی ذلت ورسوائی کا متمنی تھا۔ دوادار، کنارہ رود فرات قتل کیا گیا اور شمس الدین امشاطی کا اسی دن مصر میں انتقال ہو گیا ——

۸۸۶ھ میں اتوار کے دن، ۱ر محرم کو ایک زبردست زلزلہ آیا جس سے زمین وپہاڑ ایک ہو گئے، دیواریں پانی کی موجیں بن رہی تھیں۔ اللہ کا شکر کہ یہ زلزلہ تھوڑی ہی دیر رہا۔ اس زلزلہ سے مدرسہ صالحیہ کی چھت قاضی القضاۃ شرف الدین بن عبید پر گری جس میں دب کر ان کا انتقال ہو گیا ——

اسی سال ماہ ربیع الاول میں ہندوستان سے ایک شخص جس کا نام خاکی تھا مصر آیا۔ وہ کہتا تھا کہ اس کی عمر (۲۵۰) سال کی ہے لوگوں کا اس کے پاس ہجوم ہو گیا۔ اس کی گھنی ڈاڑھی بالکل کالی تھی اور عقل کسی طرح باور نہیں کرتی تھی کہ اس کی عمر (۷۰) سے زیادہ کی ہو۔ وہ بالکل کذاب اور جھوٹا معلوم ہوتا تھا۔ اس ہندی نے کہا کہ میں (۱۸) سال کی عمر میں حج کر کے اپنے وطن واپس ہوا۔ پھر بغداد پر تاتاریوں کے حملہ کی خبر سن کر وہ اپنے وطن میں رہا۔ وہ مصر میں بزمانہ سلطان حسن، اس وقت آنا بیان کرتا تھا جبکہ مدرسہ کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ غرضکہ اس جھوٹے شخص کی کوئی بات سچی نہ تھی۔ نیز وہ اپنی صداقت میں کوئی ثبوت بھی پیش نہیں کرتا تھا ——

اسی سال بادشاہ روم سلطان محمد بن عثمان کے انتقال کی خبر آئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے دونوں لڑکوں میں حصول تخت شاہی پر خوب جنگ ہوئی۔ چنانچہ غالب آنے والا بادشاہ روم ہو گیا اور شکست خوردہ مصر چلا گیا۔ سلطان نے اسے عزت سے رکھا پھر شام کے راستہ بغرض ادائیگی حج، حجاز کی جانب روانہ ہو گیا۔

اسی سال ماہ شوال میں مدینہ منورہ سے اطلاع آئی کہ ۱۳ رمضان کو بجلی گری جس سے مسجد کی چھت چھوٹا مینار، خزانہ اور کتابیں سب جل کر کوئلہ ہو گئے اور دیواروں کے سوائے کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اور یہ ایک ہولناک واقعہ ہوا۔

انتقال بدھ کے دن ۳۰ محرم ۹۰۳ھ کو خلیفہ متوکل علی اللہ ابوالعز عبدالعزیز نے رحلت کی اور اپنے فرزند یعقوب المستمسک باللہ کو ولیعہد مقرر کیا۔

تاریخ الخلفاء کے ماخذ

میں نے اپنی اس کتاب تاریخ الخلفاء میں ۷۰۰ھ تک کے زیادہ واقعات تاریخ ذہبی سے اخذ کیے ہیں جو میرے نزدیک بھی قابل بھروسہ تاریخ ہے۔ اس کے بعد ۷۲۳ھ تک کے حالات تاریخ کامل مصنفہ ابن اثیر سے نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد ۷۳۳ھ تک کے حالات مسالک سے اخذ کیے ہیں۔ پھر ۸۵۰ھ تک کے حالات انباء عمر مصنفہ ابن حجر سے لکھے ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ اور دیگر حالات و واقعات "تاریخ بغداد دس جلدیں" مصنفہ خطیب، تاریخ دمشق (۵۷) جلدیں مصنفہ ابن عساکر، اوراق (۷) جلدیں مصنفہ صولی، طیوریات (۳) جلدیں، حلیہ (۷) جلدیں مصنفہ ابونعیم، مجالسہ مصنفہ دینوری، کامل (۲) جلدیں، ازمبرد، امالی (۱) جلد از ثعلب۔ اور دوسری مستند تاریخوں سے اخذ کر کے لکھے ہیں ——— بعض قدیم مورخوں نے خلفاء کے نام اور ان کی تاریخ وفات وحالات صرف معتمد کے زمانہ تک تحریر کیے ہیں ——— جس کا عربی زبان میں کسی نے ایک قصیدہ بھی لکھا ہے۔

اسپین کی اموی سلطنت

سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان جب ۱۳۸ھ میں بھاگ کر اسپین گیا تو وہاں اس کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی اور یہ پہلا اموی خلیفہ ہوا مروان بڑا عالم فاضل اور منصف و عادل تھا۔ اس نے ماہ ربیع الثانی ۱۷۲ھ میں انتقال کیا۔ اس کی جگہ اس کا فرزند ہشام ابو ولید خلیفہ ہوا۔ جس نے ماہ صفر ۱۸۰ھ میں انتقال کیا۔ پھر اس کا بیٹا حکم ابوالمظفر معاویہ مرتضیٰ، تخت نشین ہوا جو ذی الحجہ ۲۰۶ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا فرزند عبدالرحمٰن خلیفہ ہوا۔ جو اسپین کا بڑا باعزت اموی بادشاہ

تھا۔ اس نے خلافت کو استوار کیا۔

عبدالرحمٰن نے اپنے زمانہ حکومت اسپین میں باران کوٹ پہننے کی رسم جاری کی اور سکّے ڈھلوائے اس سے پہلے عربی حکومت کے زمانہ سے سکّے ڈھالنے کا کوئی کارخانہ نہ تھا۔ بلکہ باشندگان مشرق اپنے ساتھ جو سکے لاتے تھے وہ یہاں چلا کرتے تھے۔ یہ عبدالرحمٰن رعب داب اور غلبہ میں ولید بن عبدالملک سے مشابہ تھا۔ اور کتب فلسفہ جاری کرنے میں مامون عباسی کی طرح تھا۔ عبدالرحمٰن ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے اسپین کے اندر کتب فلسفہ کو رواج دیا۔ اس نے ۲۳۹ھ میں وفات پائی۔ اور اس کی جگہ اس کا فرزند محمد تخت نشین ہوا جس نے ۲۷۳ھ میں انتقال کیا۔ پھر اس کا بھائی عبداللہ قائم مقام ہوا۔ یہ خلفاء اندلس میں از روئے علم و مذہب، سب سے زیادہ بلند و بالا تھا۔ اس نے ماہ ربیع الاوّل ۳۰۰ھ میں رحلت کی۔ اس کے بعد اس کا پوتا عبدالرحمٰن بن محمد الناصر تخت نشین ہوا جس نے اسپین کے اندر بزمانہ خلافت خود کو امیرالمؤمنین کہلوایا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ مقتدر کے زمانہ میں جب خلافت عباسیہ کمزور ہوگئی تو اس نے خلافت کا دعویٰ کر کے امیرالمؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے اسپین کے بادشاہ خود کو صرف "امیر" کہلواتے تھے ———

غرضکہ اس عبدالرحمٰن بن محمد الناصر نے ماہ رمضان ۳۵۰ھ میں انتقال کیا۔ اور اس کی جگہ اس کا بیٹا الحکم المستنصر تخت نشین ہوا جس نے بادشاہت کرتے ہوئے ماہ صفر ۳۶۶ھ میں انتقال کیا۔ پھر اس کی جگہ اس کا بیٹا ہشام المؤید تخت نشین ہوا جو معزول کیا جا کر ۳۹۹ھ میں قید کیا گیا۔ اس کے بعد محمد ہشام بن عبدالجبار بن الناصر عبدالرحمٰن المہدی (۱۶) ماہ بادشاہ رہا جس پر اس کے بھتیجہ ہشام بن سلیمان بن الناصر عبدالرحمٰن نے حملہ کیا اور اس کے ہاتھ پر لوگوں نے بادشاہت کی بیعت کی۔ اس نے اپنا لقب رشید مقرر کیا پھر اس سے اس کے چچا نے جنگ کر کے اسے قتل کر دیا۔ لوگوں نے اس کے چچا کو بھی معزول سمجھا اور یہ خود روپوش ہوگیا۔ لیکن بعد میں قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے ہشام مقتول کے بھتیجہ سلیمان بن حکم المستنصر المستعین کو خلیفہ بنا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر اس سے جنگ کر کے ۴۰۶ھ میں گرفتار کر لیا۔ اور عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن ناصر المرتضیٰ کو خلیفہ تسلیم کیا لیکن سال کے آخر میں اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ——— اس عبدالرحمٰن بن عبدالملک کے بعد اموی سلطنت میں بے انتہا کمزوری واقعہ ہوگئی اور حکومت علوی حسنی قائم ہوگئی۔

علوی حکومت علوی حسنی حکومت کا پہلا بادشاہ الناصر علی بن محمود ماہ محرم ۴۰۷ھ میں تخت نشین بادشاہت ہوا اور ماہ ذیقعدہ ۴۰۸ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی مامون قاسم تخت نشین ہوا۔ لیکن ۴۱۱ھ میں معزول کیا جا کر اس کا بھتیجہ یحییٰ بن ناصر علی بن حمود المستعلی بادشاہ ہوا جسے ایک سال و سات ماہ کی بادشاہت کے بعد قتل کر دیا گیا ——— اس کے بعد حکومت پھر اموی خاندان میں منتقل ہوگئی۔

اموی خاندان یحییٰ المستعلی کے قتل کے بعد المستظہر عبدالرحمن بن ہشام بن عبدالجبار بادشاہ ہوا۔ جسے پچاس دن کے بعد قتل کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ محمد بن عبدالرحمن بن عبیداللہ بن الناصر عبدالرحمن المستکفی تخت شاہی پر جلوہ فگن ہوا اور ایک سال و چار ماہ بعد اسے بھی معزول ہونا پڑا ـــــــ اس کے بعد ہشام بن محمد بن عبدالملک بن الناصر عبدالرحمن المعتمد کو بادشاہ بنا یا گیا اور چند دن کے بعد ہی اسے معزول کر کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ جہاں اس نے ماہ صفر میں انتقال کیا۔ اور اس کی موت سے اسپین کی اموی سلطنت بھی مردہ ہو گئی۔

خبیث سلطنت عُبیدیہ

مغرب میں سب سے پہلے ۲۹۶ھ میں المہدی عُبید اللہ نے حکومت قائم کی لیکن وہ ۳۲۲ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا القائم بامر اللہ محمد، بادشاہ ہوا اور اس نے بھی ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔ جس کی جگہ اس کا بیٹا المنصور اسماعیل بادشاہ بنا اور ۳۴۱ھ میں مرگیا۔ پھر اس کا بیٹا المعز لدین اللہ سعد بادشاہ ہوا جس نے ۳۶۲ھ میں قاہرہ پر قبضہ کیا اور یہ بھی ۳۶۵ھ میں مرگیا۔ پھر اس کا بیٹا العزیز نزار بادشاہ ہوا جس نے ۳۸۶ھ میں انتقال کیا۔ پھر اس کا بیٹا الحاکم بامر اللہ منصور بادشاہ ہوا جسے ۴۱۱ھ میں قتل کر دیا گیا پھر اس کا بیٹا الظاہر لاعزاز دین اللہ علی بادشاہ ہوا جس نے ۴۲۸ھ میں انتقال کیا اور پھر اس کا بیٹا المستنصر معد سلطنت کا مالک بنایا گیا جس نے ۴۸۷ھ میں وفات پائی اور یہ خلیفہ ۶۰ سال و ۴ ماہ زندہ رہا۔

ذہبی کا بیان ہے میری معلومات کی حد تک المستنصر کے برابر کسی خلیفہ اور بادشاہ نے حکومت نہیں کی۔ مستنصر معد کے بعد اس کا بیٹا مستعلی باللہ احمد بادشاہ ہوا جو ۴۹۵ھ میں مرا اور پھر اس کا (۵) سالہ بیٹا عامر باحکام اللہ منصور بادشاہ بنایا گیا۔ جسے ۵۲۴ھ میں قتل کر دیا گیا جس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اس کے بعد اس کا چچازاد بھائی الحافظ لدین اللہ عبدالمجید بن محمد بن مستنصر تخت سلطنت پر آیا اور جس نے ۵۴۴ھ میں انتقال کیا پھر اس کا بیٹا الظاہر باللہ اسماعیل تخت سلطنت کا مالک بنایا گیا لیکن اُسے ۵۴۹ھ میں قتل کر دیا گیا۔ پھر اس کے بیٹے الفائز بنصر اللہ عیسیٰ کو بادشاہ بنایا گیا جس نے ۵۵۵ھ میں انتقال کیا اس کے بعد عاضد لدین اللہ عبداللہ بن یوسف بن الحافظ لدین اللہ کو تختِ سلطنت عباسیہ پر قائم کیا گیا۔ لیکن ۵۶۷ھ میں اسے معزول کر دیا گیا جس نے اسی سال انتقال کیا اس طرح سلطنت عُبیدیہ کا خاتمہ ہو گیا اور کوئی عبیدی بادشاہ نہ رہا بلکہ مصر میں حکومت عباسیہ قائم ہو گئی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ مندرجہ بالا چودہ اشخاص خود خلیفہ بنے اور ان کو کسی نے خلیفہ نہیں بنایا اور ان کی خلافت تسلیم بھی نہیں کی گئی۔

حکومت خاندانِ طبا طبائی علوی حسنی

طبا طبائی سلطنت وخلافت کی بنیاد ماہ جمادی الاول ۱۹۹ھ میں ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم طبا طبا[1] نے رکھی۔ اسی زمانہ میں الہادی یحییٰ بن حسین بن قاسم ابن طبا طبا نے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا اور خود کو امیر المومنین کہلوایا اور ماہ ذی الحجہ ۲۰۸ھ میں وفات پائی۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا المرتضیٰ محمد بادشاہ ہوا جس نے ۳۲۰ھ میں انتقال کیا۔ پھر اس کا بھائی الناصر احمد تخت نشین ہوا جس نے ماہِ صفر ۳۲۳ھ میں انتقال کیا اس کی جگہ اس کا بیٹا منتخب حُسین، تخت حکومت پر آیا لیکن ۳۲۹ھ میں مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی مختار قاسم بادشاہ ہوا جسے ماہ شوال ۳۴۴ھ میں قتل کر دیا گیا پھر اس کا بھائی ہادی محمد اور اس کے بعد رسید عباس بادشاہ ہوئے جس کے بعد طبا طبائی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

طبرستانی حکومت

اس حکومت پر چھ آدمیوں نے بادشاہت کی تین شخص خاندانِ امام حسن علیہ السّلام کے اور تین حضرات امام حسین علیہ السّلام کے۔ خاندانِ حسین میں سے ہشام داعی حق حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسین بن زید بن جوّاد بن حسن بن حسین بن حضرت علیؓ نے ۲۵۰ھ میں بمقام رے اور دیلم پر اپنی بادشاہت قائم کی اس کے بعد ہشام کا بھائی قائم حق محمد، بادشاہ ہوا جسے ۲۸۷ھ میں قتل کر دیا گیا اور پھر اس کی جگہ اس کا دوست مہدی حسن بن زید قائم بالحق بادشاہ ہوا ــــ اس کے بعد امام حسنؓ کے خاندان کے تین آدمی بادشاہ ہوئے۔

افادیت عامہ

ابن حاتم نے اپنی تفسیر میں یحییٰ بن عبدالقزوینی کی زبانی لکھا ہے کہ ہم سے ولید کے بیٹے نے مبارک بن فضالہ

---

[1] طبا طبا کے معنی ہیں زبان کی لکنت یا تتلا کے بات کرنا۔

کے ذریعہ علی بن یزید سے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے واسطہ، عیاض بن ہیثم کے وسیلہ، عبداللہ بن عمرو بن عاص کی زبانی بیان کیا کہ دنیا کے قیام کے زمانہ سے ہر صدی کے ختم کے بعد دوسری صدی کے شروع میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی حادثہ یا مصیبت پیش آتی رہی ——— لیکن میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ پہلی صدی ہجری میں حسین حجاج بن یوسف نے ملتِ اسلامیہ میں زبردست فتنہ و فساد بپیدا کیا اور حجاج کا یہ فتنہ بڑا ہی سخت تھا۔

دوسری صدی ہجری میں مامون رشید نے فتنہ انگیزی ڈالی۔ اس نے اپنے بھائیوں سے جنگ کی۔ اور بغداد کی خوبصورت عمارتوں کو ختم کر دیا۔ وہاں کے باشندوں کو تباہ کیا۔ پھر اپنے بھائی امین کو بڑی بُری طرح تہ تیغ کیا۔ پھر لوگوں کو اپنے عقیدہ کے موافق قرآن کریم کی مخلوق ہونے پر مجبور کیا اور جن لوگوں نے اس عقیدہ کو نہیں مانا انھیں سخت ترین سزائیں دیں۔ اور امت اسلامیہ میں یہ سب سے بڑا فتنہ بپیدا کیا گیا تھا۔ اور اسی نے سب سے پہلے بدعتوں کو قائم کر کے رواج دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے کسی خلیفہ نے کوئی بدعت کا کام نہیں کیا تھا۔

تیسری صدی ہجری میں قرمطیوں نے حملے کیے اور اس پر طرّہ یہ کہ پھر مقتدر نے فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا جس کے نتیجہ میں اسے معزول کر کے، ابن معتز کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔ اس کے بعد مقتدر ثانی کو پھر خلیفہ بنایا گیا۔ اس کے زمانہ حکومت میں قاضی و علماء کا ایک دن خون بہایا گیا۔ حالانکہ اس سے پہلے اسلام میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا ——— اس کے بعد الگ الگ کلمہ پڑھنے کا فتنہ رونما ہوا۔ اور غاصبوں نے قبضہ کرنا شروع کیا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ پھر اسی تیسری صدی کے آخر میں عُبیدیوں کی حکومت کا قیام ہوا۔ جس کی بابتہ صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ انھوں نے دل کھول کر فتنہ و فساد کے شعلے بھڑکائے۔ کفر و فسق کا بازار گرم کیا۔ عالموں کو قتل کیا اور صالح و متقی لوگوں کو تہ تیغ کیا۔

چوتھی صدی ہجری میں حاکم بامراللہ کا شیطانی فتنہ رونما ہوا جو بحکم الٰہی نہیں بلکہ شیطانی کرتوت کا سبب تھا۔ اور اس زمانہ میں جو کچھ خرابیاں بپیدا ہوئیں وہ سب کو معلوم ہیں۔

پانچویں صدی ہجری میں انگریزوں نے مملکت شام و بیت المقدس پر ناجائز قبضہ کیا۔ جس کا انھیں کسی طرح اختیار نہ تھا۔

چھٹی صدی ہجری میں ایسا سخت ترین قحط پڑا جس کی مثال صرف حضرت یوسف علیہ السّلام کے زمانہ میں ملتی ہے اور اسی صدی میں تاتاریوں نے قتل و غارت کرنا شروع کیا۔

ساتویں صدی ہجری میں تاتاریوں نے فتنہ عظیم برپا کیا جس کی کہیں مثال نہیں ملتی یعنی تاتاریوں نے مسلمانوں کے خون کے دریا بہائے۔

آٹھویں صدی ہجری میں تیمور لنگ نے وہ فتنہ عظیم برپا کیا جس کے سامنے تاتاریوں کا فتنہ بھی ہیچ ہے۔
اب آخر میں دعا کرتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں نویں صدی کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے اور اس سے پہلے ہی ہمیں اپنی جوار رحمت میں لے لے اور درود و سلام ہو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے آل واصحاب پر اور تمام صالح و باعمل مسلمانوں پر۔ آمین یا رب العالمین۔

آخر میں التماس ہے کہ تاریخ پڑھنے والے ماضی کے تجربوں سے حال کی اصلاح کر کے مستقبل کو درخشاں بنانے کی تمام تدابیر روبہ عمل لائیں۔ اور اللہ تعالیٰ حضور خاتم النبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ناشر و ساعی اور میرا خاتمہ بخیر کرے۔ آمین یا رب العالمین!

تمت بالخیر